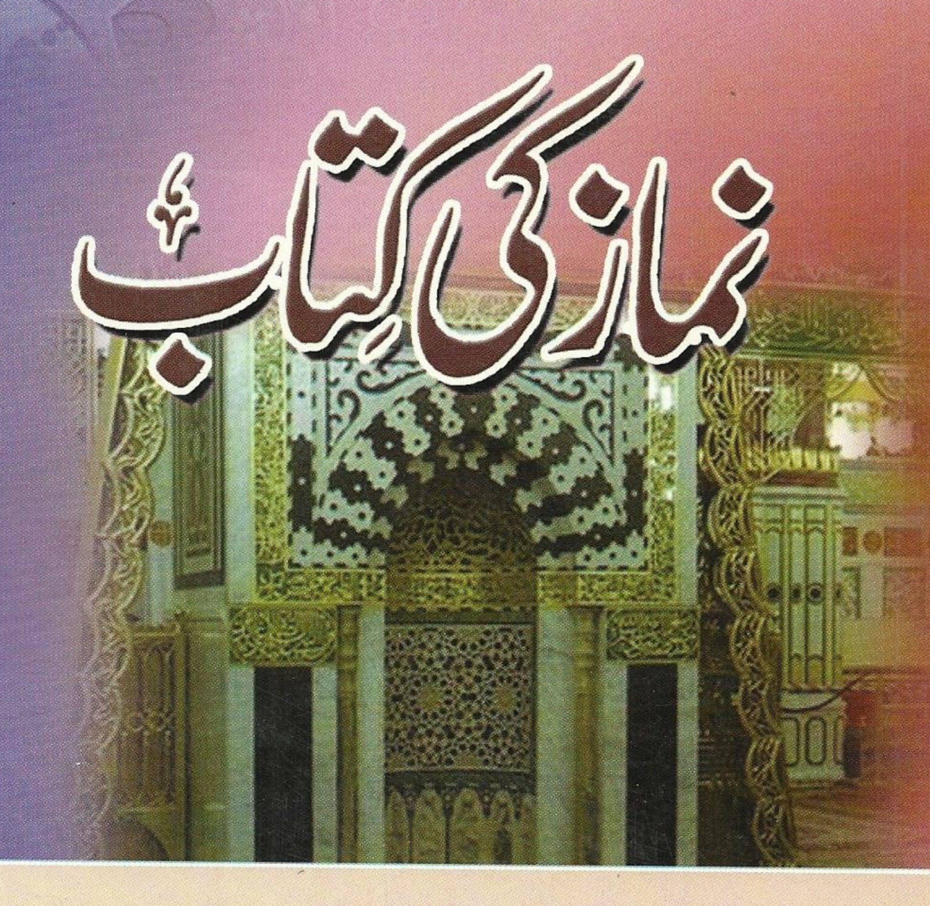
سلسلہ
فقہ الحدیث
5
کتاب الصّلاۃ

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری)

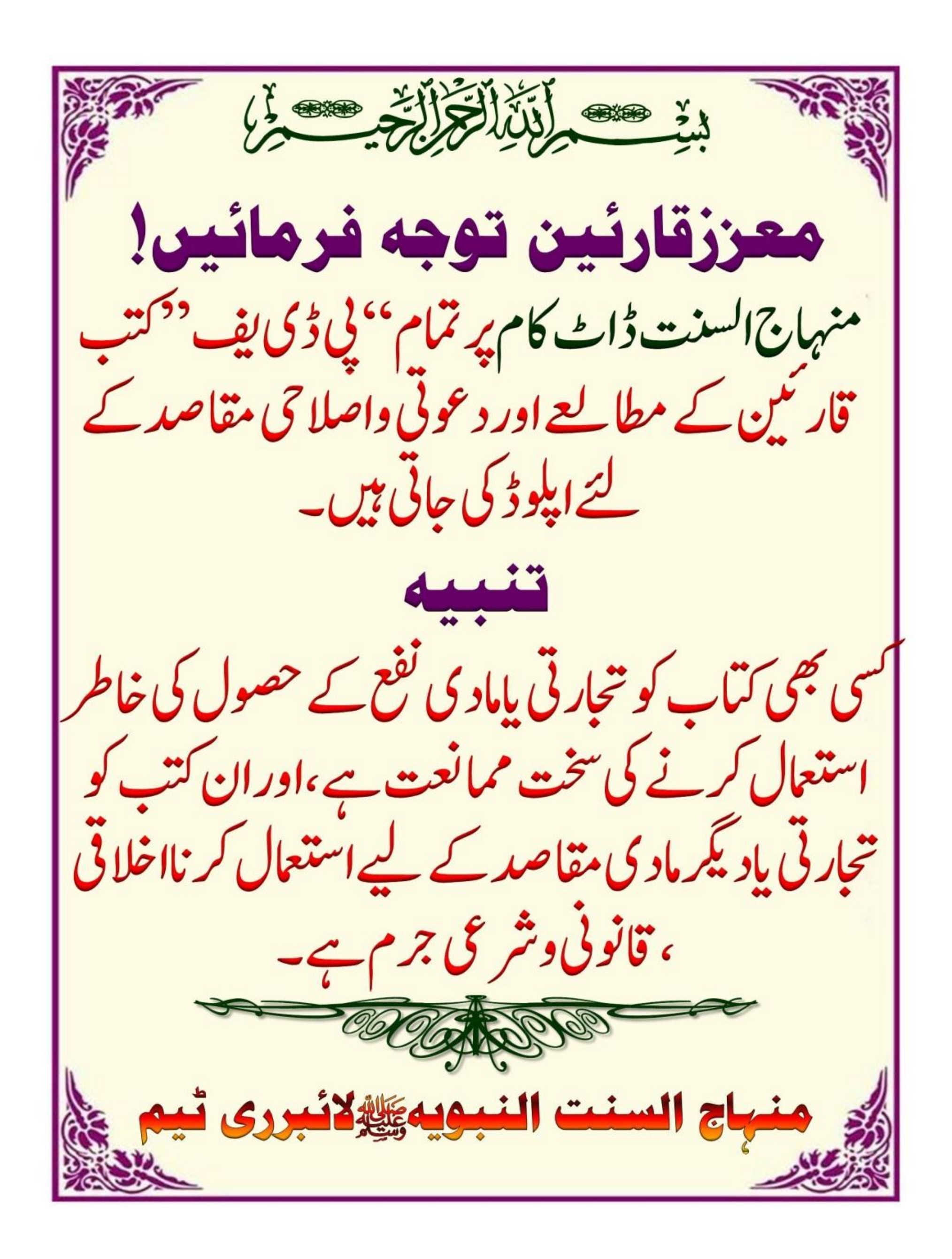
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں

نماز کی کتاب



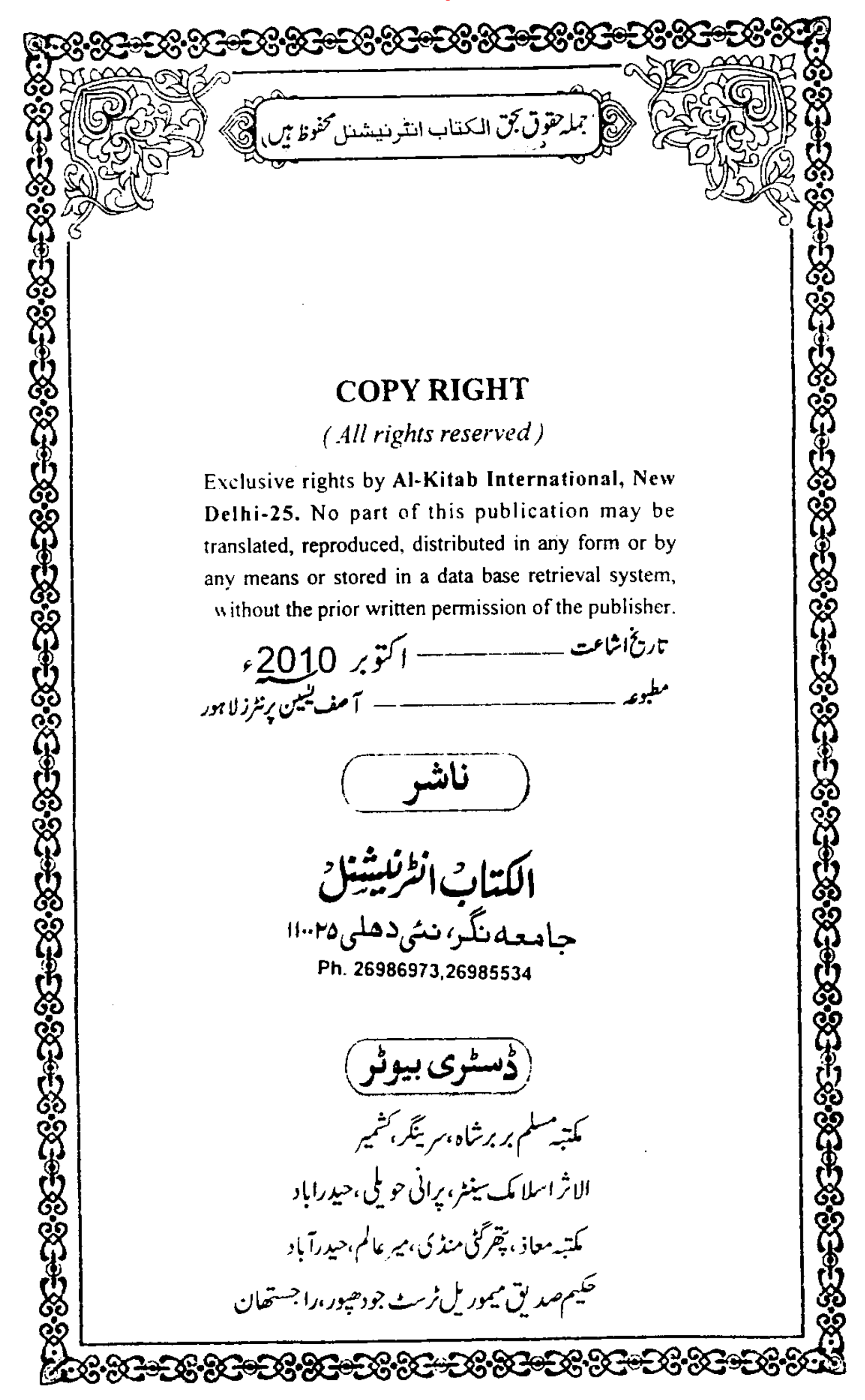
از تحقیق و افادات:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

تالیف و تخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ


بسم اللہ الرحمن الرحیم
معزز قارئین توجہ فرمائیں!
منہاج السنت ڈاٹ کام پر تمام ''پی ڈی ایف'' کتب
قارئین کے مطالعے اور دعوتی واصلاحی مقاصد کے
لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔
تنبیہ
کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر
استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اوران کتب کو
تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی
، قانونی و شرعی جرم ہے۔
منہاج السنت النبویہ ﷺ لائبریری ٹیم


کتاب الصلاۃ
نماز کی کتاب





تاریخ اشاعت ——— اکتوبر 2010ء

مطبوعہ ——— آصف یٰسین پرنٹرز لاہور

ناشر

الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

Ph. 26986973,26985534

ڈسٹری بیوٹر

مکتبہ مسلم بربرشاہ، سرینگر، کشمیر

الاثر اسلامک سینٹر، پرانی حویلی، حیدراباد

مکتبہ معاذ، پتھر گٹی منڈی، میر عالم، حیدر آباد

حکیم صدیق میموریل ٹرسٹ جودھپور، راجستھان

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ (بخاری)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں۔

سلسلہ

فقہ الحدیث

5

کتاب الصلاۃ

نماز کی کتاب



تالیف و تخریج :

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

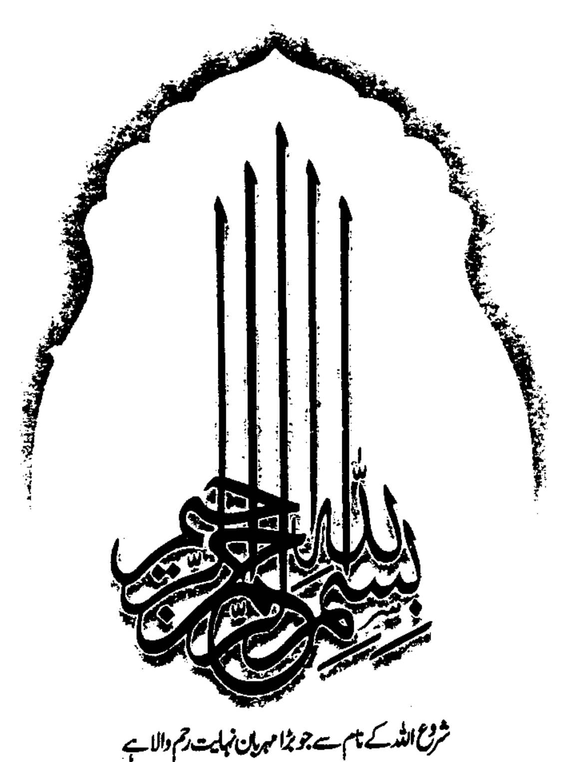
از تحقیق و افادات :

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

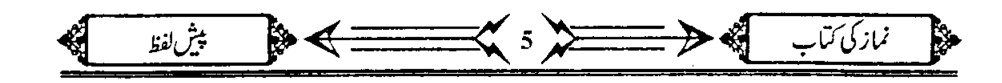
الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

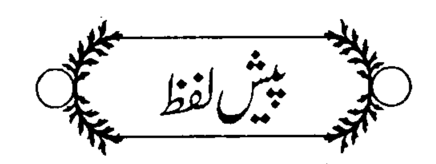
Ph. 26986973,26985534



شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے



بسم اللہ الرحمن الرحیم



پیش لفظ

اسلام قبول کرنے کے بعد ہر مسلمان کا اولین فریضہ اقامت صلاۃ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کو کفر و اسلام کے مابین حد فاصل قرار دیا ہے اور اکثر اہل علم نے تو یہاں تک فتوے دیے ہیں کہ جان بوجھ کر نماز ترک کر دینے والا شخص کافر ہے۔ نہ تو اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ ادا کرنا درست ہے۔ نماز کی ادائیگی میں سستی و کوتاہی کرنا اللہ تعالیٰ نے منافقین کی خصلت بتائی ہے۔ قیامت کے روز سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہی ہے۔ جہنمیوں کے ایک گروہ سے جنتی سوال کریں گے کہ تمہیں کس چیز نے جہنم میں داخل کر دیا تو وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

نماز کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر حال میں مسجد میں پہنچ کر نماز ادا کرتے تھے حتیٰ کہ اگر کوئی شدید بیمار ہوتا تو وہ بھی دو آدمیوں کے درمیان گھسٹتا ہوا مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرتا اور اسی خوف سے منافقین بھی مسلمانوں کی باجماعت نماز میں حاضر ہوتے تھے کہ کہیں نماز سے پیچھے رہنے کی وجہ سے انہیں کافر نہ قرار دے دیا جائے۔ وفات کے وقت نبی کریم ﷺ کی زبانِ مبارک پر جو آخری کلمات تھے وہ یہ تھے کہ اے مسلمانو! نماز کی حفاظت کرنا اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔

اس قدر نماز پر محافظت کی تاکید کے باوجود آج اُمہ اسلامیہ کی اکثریت اس عظیم عمل سے لاپرواہی و بے اعتنائی برت رہی ہے۔ مسجد میں اذان ہوتی ہے لیکن ہم غلبۂ نیند کا شکار ہوتے ہیں۔ مؤذن اللہ اکبر کی ندائے جلال بلند کرتا ہے ''کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے'' لیکن ہمارے نزدیک ہمارا آرام' ہمارا کاروبار' ہمارے بیوی بچے' ہماری مجلس اور ہمارے دیگر دنیاوی مشاغل اللہ تعالیٰ سے بھی بڑے ہوتے ہیں۔ ہم نماز کو ایک بوجھ سمجھتے ہیں حالانکہ نماز نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔ نماز کا وقت ہوتا ہے تو ہم نماز سے فرار کا کوئی راستہ تلاش کرتے ہیں حالانکہ نماز کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے کہ اے بلال! نماز قائم کرواور اس کے ذریعے ہمیں راحت پہنچاؤ۔ نماز پڑھنے کا حکم حالتِ جنگ میں بھی ہے لیکن ہم حالتِ امن میں بھی اس سے تہی دامن ہیں۔

یہ تو بے نمازوں کا حال تھا اور جو نمازی ہیں وہ اپنی نمازوں سے ایسے غافل ہیں کہ دورانِ نماز اپنی کاروباری یا گھریلو



گتھیاں سلجھا رہے ہوتے ہیں۔ نماز پڑھتے تو ہیں لیکن اس کے معنی ومفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ نماز ادا تو کرتے ہیں لیکن اُن کا ادائیگی کا طریقہ وہ نہیں ہوتا جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے حالانکہ جہاں نماز کی ادائیگی کا حکم ہے وہاں یہ بھی حکم ہے کہ نماز رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ادا کی جائے ورنہ نماز ہرگز قبول نہیں ہوگی۔

زیرِ نظر کتاب "کتاب الصلاۃ" تقریباً نماز کے اُن تمام مسائل واحکام پر مشتمل ہے جو ہمیں کتاب وسنت سے ملتے ہیں۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا وہ طریقۂ نماز بیان کیا گیا ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ عظام کے مذاہب بھی نقل کیے گئے ہیں۔ عرب علمائے کرام کے فتاوی جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔ اختلافی مسائل میں راجح یعنی کتاب وسنت کے زیادہ قریب مؤقف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج وتحقیق کے ساتھ ساتھ ہر حدیث کو **شیخ ناصر الدین البانی**ؒ کی تحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ شیخ البانیؒ کے علاوہ حافظ ابن حجرؒ، امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ، امام نوویؒ، امام ہیثمیؒ، امام بوصیریؒ، شیخ شعیب ارنؤوط، شیخ عبدالقادر ارنؤوط، شیخ حازم علی قاضی، شیخ علی محمد معوض، شیخ عادل عبدالموجود اور شیخ محمد صبحی حسن حلاق جیسے محققین کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

وضوء اور تیمم جیسے مسائل کا تعلق چونکہ طہارت سے ہے اس لیے ان کے تمام مسائل اسی انداز سے بالتفصیل "کتاب الطھارۃ" میں ذکر کیے گئے ہیں۔ طوالت سے بچنے کی غرض سے اِس کتاب میں محض نماز سے متعلقہ مسائل ہی درج کیے گئے ہیں۔ اِس کتاب میں بھی چونکہ وہی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں جو فقہ الحدیث میں کی گئی تھیں لہٰذا اِس کی ابتداء میں بھی اُن کی تفصیل درج کردی گئی ہے۔

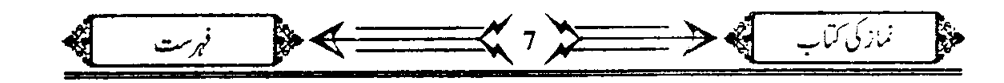
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ راقم الحروف کی اس اَدنی سی کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازے، اسے اُمہ اِسلامیہ کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور راقم اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعث نجات بنائے۔ (آمین)

"وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب"

حافظ عمران ایوب لاہوری

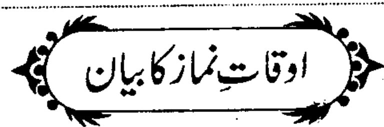
کتبہ بتاریخ: 14 جولائی 2004ء

بمطابق: 25 جمادی الاول 1425ھ





فہرست



اوقاتِ نماز کا بیان

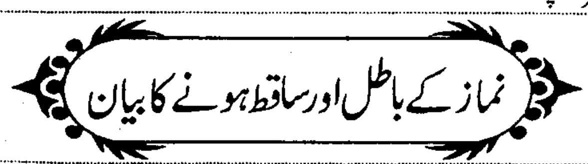
اذان کا بیان

نماز کی شرائط کا بیان

مساجد کا بیان

نمازی کے سترے کا بیان

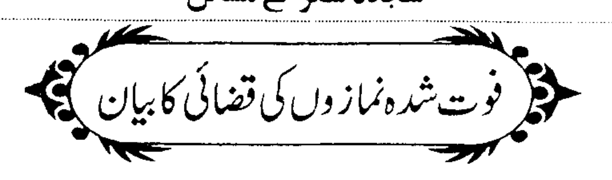
نماز کی کیفیت کا بیان


نماز کے باطل اور ساقط ہونے کا بیان

نفل نماز کا بیان

باجماعت نماز کا بیان

سجدہ سہو کا بیان

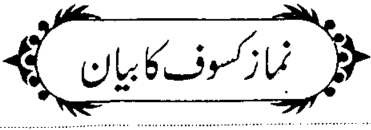


نماز جمعہ کا بیان

نماز عیدین کا بیان

نماز خوف کا بیان

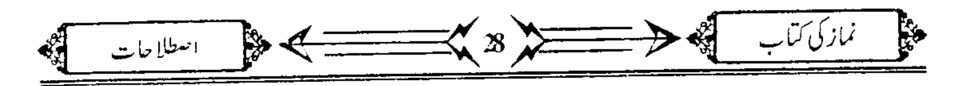
نماز سفر کا بیان



نماز کسوف کا بیان

نماز استسقاء کا بیان



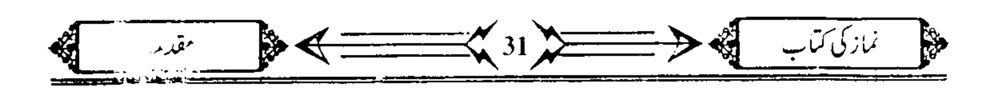


چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

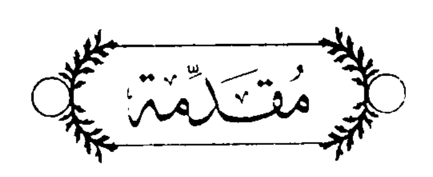
(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباطِ احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن، سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	استصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرررساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحبہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الأشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جزء کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد، عبادات، معاملات، تفسیر، سیرت، مناقب، فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول، فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

نمبر	اصطلاح	تعریف
(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ قوی اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔
(23)	سد ذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن وسنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ، دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو، اس کا عادی ہو یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمتِ شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں ان شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز، روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب وسنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطہارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب، نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق، بدعتی، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابونعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم



لغوی وضاحت: لفظ صلاۃ کا معنی دعا' نماز' تسبیح اور رحمت وغیرہ مستعمل ہے' یہ مصدر ہے باب **صَلّٰی یُصَلِّی (تفعیل)** سے' لفظ مُصَلّٰی'' جائے نماز'' اسی سے مشتق ہے نیز اس کی جمع ''صلوات'' آتی ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: نماز ایسی معروف عبادت کا نام ہے کہ جس میں رکوع و سجود ہوتے ہیں' ابتداء تکبیر کے ساتھ اور انتہاء تسلیم کے ساتھ ہوتی ہے۔(۲)

نماز کی مشروعیت

نماز کی مشروعیت کے دلائل میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿**وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ**﴾ [البينة: ٥] ''انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں (ابراہیم) حنیف کے دین پر' اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوۃ دیتے رہیں۔''

(2) ﴿**وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ**﴾ [الروم: ٣١] ''نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿بني الإسلام على خمس شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله وإقام الصلاة وإيتاء الزكوة والحج وصوم رمضان﴾ ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکوۃ ادا کرنا' حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''(۳)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پچاس (50) نمازیں فرض کی گئیں' پھر پانچ (5) نمازوں

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/١١٧٣) المنجد (ص/٤٧٩)]

(۲) [أنيس الفقهاء (ص/٦٧) القاموس المحيط (ص/١١٧٣) الفقه الإسلامي وأدلته (١/٦٥٣)]

(۳) [بخاري (٨) كتاب الإيمان: باب بني الإسلام على خمس' مسلم (١٦) ترمذي (٢٦٩) نسائي (١٠٧/٨) أحمد (١٢٠/٢) حميدي (٧٠٣) ابن خزيمة (٣٠٨) أبو يعلى (٥٧٨٨) ابن حبان (١٥٨) بيهقي (٨١/٤) شرح السنة (٦٤/١)]

تک کی کردی گئی اس کے بعد اعلان کر دیا گیا کہ ﴿یا محمد! إنه لا یبدل القول لدی و إن لك بهذه الخمس خمسین﴾ ''اے محمد! بلا شبہ میرے نزدیک قول کو تبدیل نہیں کیا جاتا اور تمہارے لیے ان پانچ نمازوں کے بدلے پچاس نمازوں کا اجر ہوگا۔''(۱)

(5) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﴿أخبرنی ما فرض الله علی من الصلاة؟ قال الصلوات الخمس إلا أن تطوع﴾ ''مجھے خبر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نماز کا کتنا حصہ فرض کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف پانچ نمازیں فرض ہیں اس کے علاوہ نفلی طور پر تم نماز ادا کر سکتے ہو۔(۲)

نماز کی اہمیت وفرضیت

(1) ﴿ وَأَقِيْمُوْا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ ﴾ [البقرة : ٤٣]
''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

(2) متقی لوگ وہ ہیں ﴿ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ..... ﴾ [البقرة : ٣]
''جو غیب کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں......۔''

(3) ﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى ﴾ [البقرة : ٢٣٨]
''نمازوں کی حفاظت کرو اور (بالخصوص) درمیانی نماز کی۔''

(4) ﴿ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ ﴾ [الأنبياء : ٧٣]
''اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نماز قائم رکھنے کی وحی کی۔''

(5) ﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ [طه : ١٣٢]
''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جمے رہو۔''

(6) ﴿ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ﴾ [طه : ١٤]
''میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''

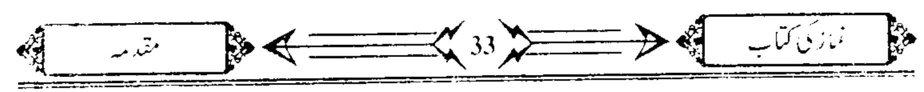
(7) ﴿ اُتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ﴾ [العنكبوت : ٤٥]
''کتاب کا جو حصہ آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اسے تلاوت کیجیے اور نماز قائم کیجیے۔''

(8) اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ﴿ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِيْنَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ﴾ [الأحزاب : ٣٣]

---

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی (۱۷٦) کتاب الصلاة : باب کم فرض الله علی عباده من الصلوات' ترمذی (۲۱۳) نسائی (۲۲۱/۱) أحمد (۱٦۱/۳)]

(۲) [موطا (۱۷۵/۱) کتاب النداء للصلاة : باب جامع الترغیب فی الصلاة ' بخاری (٤٦) مسلم (۱۱) أبو داود (۳۹۱) أحمد (۱٦۲/۱) نسائی (۲۲٦/۱) بیهقی (۳٦۱/۱) أبو عوانة (۳۱۰/۱) مشکل الآثار (۳۵٦/۱)]



''اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔''

(9) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا:

''اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ ﴿ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ ﴾ [ابراهيم: ٣٧] ''اے ہمارے پروردگار! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔'' پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔ اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تا کہ یہ شکرگزاری کریں۔''

(10) اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ﴿ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴾ [مريم: ٥٥] ''وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول تھے۔''

(11) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی گود میں جو کلام کیا تھا اس میں یہ لفظ بھی تھے ﴿ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴾ [مريم: ٣١] ''اور اس (اللہ تعالیٰ) نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔''

(12) حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ ﴿ يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [لقمان: ١٧] ''اے میرے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا اور اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا۔''

(13) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله وتقيم الصلاة وتؤتي الزكاة وتصوم رمضان وتحج البيت ﴾ ''(اسلام یہ کہ) تو گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں' تو نماز قائم کرے' زکوۃ ادا کرے' رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے۔''(١)

(14) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أول ما فرضت الصلاة ركعتان فأقرت صلاة السفر وأتمت صلاة الحضر ﴾ ''ابتداء میں (سفر و حضر میں) دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی پھر سفر کی نماز کو باقی رکھا گیا اور حضر کی نماز مکمل کر دی گئی۔''(٢)

(15) عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مروا صبيانكم بالصلاة لسبع سنين واضربوهم عليها لعشر سنين ﴾ ''اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز چھوڑنے پر مارو۔''(٣)

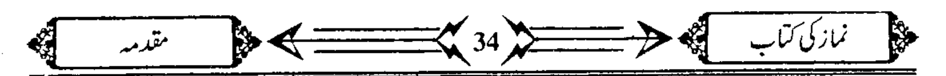
نماز کی فضیلت

(1) ﴿ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ

(١) [بخاري (٥٠) كتاب الإيمان: باب سؤال جبريل النبي عن الإيمان والإسلام والإحسان، مسلم (١٠)]

(٢) [بخاري (١٠٩٠، ٣٩٣٥) كتاب الجمعة: باب يقصر إذا خرج من موضعه، مسلم (٦٨٥) أحمد (٢٧٢/٦) بيهقي (١٤٣/٣) دارمي (٣٥٥/١) نسائي (٢٥٥/١)]

(٣) [حسن: صحيح أبو داود (٤٦٦) كتاب الصلاة: باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، أبو داود (٤٩٥) أحمد (١٨٧/٢) دارقطني (٢٣٠/١)]



السَّيِّئَةَ أُولٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلٰئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد: ۲۲۔۲۴]

''وہ (یعنی اہل علم و دانش) اپنے رب کی رضامندی کی طلب کے لیے صبر کرتے ہیں' اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے چھپ کر اور ظاہر کر کے خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھی بھلائی سے ٹالتے ہیں' ان ہی کے لیے آخرت کا گھر ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیکوکار ہوں گے۔ ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے۔ اور کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو' صبر کے بدلے کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس آخرت کے گھر کا۔''

(2) ﴿ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴾ [الأعراف: ۱۷۰]

''اور جو لوگ کتاب کو تھامے ہوئے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں' ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہیں کریں گے۔''

(3) ﴿ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴾ [البقرة: ۴۵]

''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔ یہ چیز شاق ہے مگر ڈرنے والوں پر نہیں۔''

(4) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الصلاة نور ﴾ ''نماز نور ہے۔''(۱)

(5) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن العبد المسلم ليصلي الصلاة يريد بها وجه الله فتهافت عنه ذنوبه كما تهافت هذا الورق عن هذه الشجرة ﴾ ''بے شک مسلمان بندہ نماز ادا کرتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے یہ پتے جھڑتے ہیں۔''(۲)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ ﴿ أرأيتم لو أن نهرا بباب أحدكم يغتسل فيه كل يوم خمس مرات هل يبقى من درنه شيئ ؟ قالوا لا يبقى من درنه شيئ قال فكذلك مثل الصلوات الخمس يمحو الله بهن الخطايا ﴾ ''مجھے بتاؤ! اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے کے سامنے ایک نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر پھر بھی کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گی؟ صحابہ کرام نے عرض کیا' اس کی کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس اسی طرح پانچوں نمازوں کی مثال ہے' اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔''(۳)

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة كفارة لما بينهن ما لم تغش الكبائر ﴾ ''پانچ نمازیں اُن گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جو اِن نمازوں کے درمیان ہوتے ہیں اور

---

(۱) [مسلم (۲۲۳) كتاب الطهارة : باب فضل الوضوء]

(۲) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۳۸٤) كتاب الصلاة : باب الترغيب في الصلاة مطلقا وفضل الركوع والسجود والخشوع ' احمد (۱۷۹/۵)]

(۳) [بخاری (۵۲۸) كتاب مواقيت الصلاة : باب الصلوات الخمس كفارة ' مسلم (٦٦٧) ترمذی (۲۸٦۸) نسائی (۲۳۰/۱۔۲۳۱) ابن ماجة (۱۳۹۷)]

اسی طرح ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔''(۱)

(8) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن لله ملكا ينادي عند كل صلاة يا بني آدم! قوموا إلى نيرانكم التي أوقدتموها فأطفئوها﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر نماز کے وقت پکارتا ہے کہ اے آدم کی اولاد! اپنی اُس آگ کی طرف اٹھو جسے تم نے (اپنے گناہوں کے ذریعے) جلایا ہے اور اسے (نماز کے ذریعے) بجھا ڈالو۔''(۲)

(9) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿عليك بكثرة السجود لله فإنك لا تسجد لله سجدة إلا رفعك الله بها درجة وحط بها عنك خطيئة﴾ ''کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدے کیا کرو۔ بلاشبہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تمہیں ایک درجے میں بلند کر دے گا اور تمہارا ایک گناہ معاف فرما دے گا۔''(۳)

(10) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿المسلم يصلي وخطاياه مرفوعة على رأسه كلما سجد تحاتت عنه فيفرغ من صلاته وقد تحاتت عنه خطاياه﴾ ''مسلمان نماز پڑھ رہا ہوتا ہے اور اس کے گناہ اس کے سر پر اٹھا لیے جاتے ہیں۔ جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے تو وہ اس سے گرتے ہیں۔ پھر وہ اپنی نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس سے گر چکے ہوتے ہیں۔''(٤)

نمازی مسلمان شہداء کے ساتھ ہوگا

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیے اگر میں گواہی دوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور اس کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من الصديقين والشهداء﴾ ''صدیقین اور شہداء میں سے۔''(٥)

نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿حبب إلي من الدنيا النساء والطيب وجعل قرة عيني في الصلاة﴾ ''دنیا سے مجھے عورتوں اور خوشبو کی محبت عطا کی گئی ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز

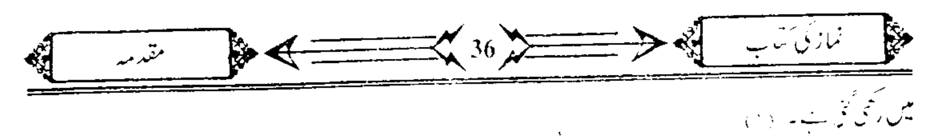
(۱) [مسلم (۲۳۳) كتاب الطهارة : باب الصلوات الخمس ' ترمذی (۲۱٤)]

(۲) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۳٥۸) كتاب الصلاة : باب الترغيب فى الصلوات الخمس والمحافظة عليها والإيمان بوجوبها ' رواه الطبراني فى الأوسط والصغير (۱۳۰/۲)]

(۳) [مسلم (٤۸۸) كتاب الصلاة : باب فضل السجود والحث عليه ' ابن ماجة (۱٤۲۳) ترمذی (۳۸۸) نسائی (۲۲۸/۲)]

(٤) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۳٦۲) كتاب الصلاة : باب الترغيب فى الصلوات الخمس ' رواه الطبراني فى الكبير والصغير]

٥) [صحيح : صحيح الترغيب (۳٦۱) كتاب الصلاة : باب الترغيب فى الصلوات الخمس ' ابن حبان (۳٤۲۹) ابن خزيمة (۲۲۱۲) بزار فى كشف الأستار (٤٥)]



میں رکھی گئی ہے۔ (۱)

اہل ایمان کا وصف

(1) ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۹]
''مومن وہ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

(2) ﴿ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴾ [الفرقان : ٦٤]
''اللہ کے بندے وہ ہیں جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزارتے ہیں۔''

(3) ﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ ﴾ [النور : ۳۷]
''ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔''

نماز میں سستی کرنا منافقین کا کام ہے

(1) ﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالٰى ﴾ [النساء : ۱٤۲]
''بے شک منافق اللہ تعالیٰ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے۔ اور جب وہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔''

(2) ایک اور آیت میں منافقین کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ ﴿ وَلَا يَأْتُوْنَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى ﴾ [التوبة : ٥٤]
''منافق لوگ بڑی کاہلی سے ہی نماز کو آتے ہیں۔''

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ تلك صلاة المنافق يجلس يرقب الصلاة حتى إذا كانت بين قرني الشيطان قام فنقرها أربعا لا يذكر الله فيها إلا قليلا ﴾ ''یہ منافق کی نماز ہے وہ بیٹھا رہتا ہے نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو اٹھتا ہے اور (پرندے کی مانند) چار مرتبہ چونچ مارتا ہے (یعنی جلدی جلدی نماز پڑھ لیتا ہے) اس میں ذکر بہت کم کرتا ہے۔'' (۲)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ليس صلاة أثقل على المنافقين من الفجر والعشاء ﴾ ''منافق پر فجر اور عشاء کی نماز سب سے بھاری ہے۔'' (۳)

روزِ قیامت سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن أول ما يحاسب به العبد بصلاته فإن صلحت فقد أفلح وأنجح وإن فسدت فقد خاب وخسر ﴾ ''بے شک روزِ قیامت بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے۔ اگر نماز درست ہوئی تو وہ فلاح پا جائے گا اور کامیاب ہو جائے گا اور اگر نماز خراب

(۱) [حسن صحيح : صحيح نسائي (۳۰۸۰) كتاب عشرة النساء : باب حب النساء ' نسائي (۳۳۹۱ ' ۳۳۹۲)]
(۲) [مسلم (٦۲۲) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب استحباب التبكير بالعصر]
(۳) [بخاري (٦٥٧) كتاب الأذان : باب فضل العشاء في الجماعة ' مسلم (٦٥١)]



ہوئی تو وہ ناکام ونامراد ہو جائے گا۔''(۱)

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر نماز مکمل ہوئی تو ٹھیک ورنہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ﴿انظروا لعبدي من تطوع﴾ ''میرے بندے کے اعمال نامے میں نوافل تلاش کرو۔'' پھر اگر اس کے اعمال نامے میں نوافل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ﴿أكملوا بها الفريضة﴾ ''ان کے ساتھ فرائض مکمل کر دو۔''(۲)

کیا جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینے والا کافر ہے؟

نماز ارکان اسلام میں بہت ہی عظیم درجے کی حامل ہے حتی کہ آپ نے اسے دین کا ستون قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بیشتر احادیث میں اس کی بہت زیادہ فضیلت بھی منقول ہے۔ اس کی اسی اہمیت وفضیلت کے باعث اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کم وبیش اسی (80) مرتبہ اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وجوب نماز کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑنے والا بالاتفاق کافر ہے جبکہ اس کے وجوب کے اعتقاد کے ساتھ سستی وکاہلی سے چھوڑنے والے کے شرعی حکم میں فقہائے امت کا اختلاف ہے لیکن راجح موقف یہی ہے کہ صرف جان بوجھ کر دائمی طور پر نماز چھوڑ دینے والا ہی کافر ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) مشرکین کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ [التوبة: ۱۱] ''اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔''

اس آیت سے ازخود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو تمہارے دینی بھائی نہیں ہیں اور یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ دینی بھائی چارہ صرف اسلام سے خارج ہونے سے ہی ختم ہوتا ہے۔

(2) ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الروم: ۳۱] ''نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔'' اس آیت کا یقیناً مفہوم یہی ہے کہ جو نماز چھوڑ دیتا ہے وہ مشرکوں میں سے ہے۔

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿بين الرجل وبين الكفر والشرك ترك الصلاة﴾ ''کفر وشرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔''(۳)

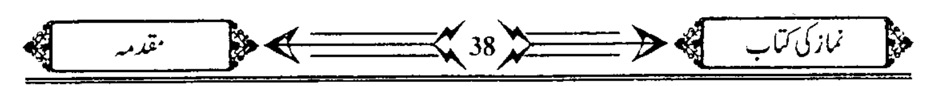
(4) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿بين العبد وبين الكفر والإيمان الصلاة فإذا تركها فقد أشرك﴾ ''بندے اور کفر وایمان کے درمیان (فرق کرنے والی) نماز ہے پس جب اس نے اسے ترک کر دیا تو اس نے شرک کیا۔''(٤)

(۱) [صحيح: صحيح نسائي (٤٥١) كتاب الصلاة: باب المحاسبة على الصلاة' نسائي (٤٦٦)]

(۲) [صحيح: صحيح نسائي (٤٥٣) كتاب الصلاة: باب المحاسبة على الصلاة' نسائي (٤٦٨)]

(۳) [مسلم (٨٢) كتاب الإيمان: باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة' أحمد (٣٧٠/٣) دارمي (٢٨٠/١) أبو داود (٤٦٧٨) ترمذي (٢٦١٨) ابن ماجة (١٠٧٨) الحلية لأبي نعيم (٢٥٦/٨) بيهقي (٣٦٦/٣)]

(٤) [صحيح: شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي (٨٢٢/٤)] اس کی سند صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے نیز امام منذریؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [الترغيب والترهيب (٣٧٩/١)]



(5) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة فمن تركها فقد كفر﴾ ”ہمارے اور کافروں کے درمیان عہد نماز ہے جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔“ (١)

(6) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ولا تترك صلاة مكتوبة متعمدا فمن تركها متعمدا فقد برئت منه الذمة﴾ ”تم فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑو پس جس شخص نے فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی تو اس سے امن وامان کا ذمہ ختم ہو گیا۔“ (٢)

(7) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من حافظ عليها كانت له نورا و برهانا ونجاة يوم القيمة ومن لم يحافظ عليها لم تكن له نورا ولا برهانا ولا نجاة وكان يوم القيمة مع قارون و فرعون وهامان وأبي بن خلف﴾ ”جس شخص نے نماز کی حفاظت کی نماز اس کے لیے روشنی دلیل اور قیامت کے دن نجات کا باعث ہو گی اور جس شخص نے نماز کی حفاظت نہ کی تو نماز اس کے لیے روشنی دلیل اور نجات کا باعث نہیں ہو گی بلکہ وہ شخص قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔“ (٣)

(8) حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان أصحاب رسول الله لا يرون شيئا من الأعمال تركه كفر غير الصلاة﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز کے علاوہ اعمال میں سے کسی چیز کو چھوڑنا بھی کفر نہیں سمجھتے تھے۔“ (٤)

(9) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿لا حظ في الإسلام لمن ترك الصلاة﴾ ”نماز چھوڑنے والے کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔“ (٥)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) وجوب کا اعتقاد رکھتے ہوئے محض تساہل و تکاسل کے باعث اگر نماز چھوڑ دے تو وہ کافر نہیں ہو گا بلکہ فاسق ہو جائے گا اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ شادی شدہ زانی کی طرح اسے بطور حد قتل کر دیا جائے گا نیز اسے تلوار کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔

(احناف) ایسا شخص نہ کافر ہو گا اور نہ ہی اسے قتل کیا جائے گا بلکہ تعزیراً اسے کچھ سزا دی جائے گی اور اس وقت تک قید کر دیا جائے گا جب تک کہ وہ نماز نہ پڑھنے لگے۔

---

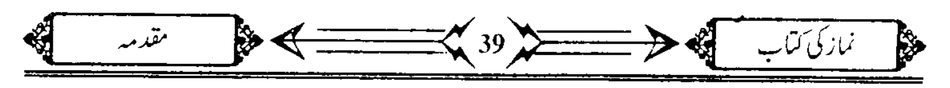
(١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٨٨٤) المشكاة (٥٧٤) ترمذي (٢٦٢١) كتاب الإيمان : باب ما جآء في ترك الصلاة، أحمد (٣٤٦/٥) نسائي (٢٣١/١) ابن ماجة (١٠٧٩) حاكم (٦/١) ابن أبي شيبة (٣٤/١١) دارقطني (٥٢/٢) بيهقي (٣٦٦/٣)]

(٢) [حسن : المشكاة (٥٨٠) ابن ماجة (٤٠٣٤) كتاب الفتن : باب الصبر على البلاء]

(٣) [جيد : أحمد (١٦٩/٢) دارمي (٣٠١/٢) مجمع البحرين (٥٢٨) موارد (٢٠٤) مشكل الآثار (٢٢٩/٤)] شیخ البانیؒ رقمطراز ہیں کہ امام منذریؒ نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [المشكاة (٥٧٨)]

(٤) [صحيح : المشكاة (٥٧٩) ترمذي (٢٦٢٢) كتاب الإيمان : باب ما جآء في ترك الصلاة، حاكم (٧/١)]

(٥) [موطا (٧٤) كتاب الطهارة : باب العمل فيمن غلبه الدم من جرح أو رعاف]



(احمدؒ) بے نماز کو اس کے کفر کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا۔(۱)

(راجح) جان بوجھ کر دائمی طور پر نماز چھوڑ دینے والا کافر ہے اور اگر استطاعت ہو تو اسے قتل کیا جائے گا جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكوة﴾ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔''(۲)

(2) اسی حدیث کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوۃ کے خلاف قتال کیا۔(۳)

(شوکانیؒ) حق بات یہی ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور قتل کا مستحق ہے۔(٤)

(نوویؒ) اگر کوئی شخص نماز چھوڑ دے اس کے اور کفر کے درمیان کوئی حائل باقی نہیں رہ جاتا۔(٥)

(شنقیطیؒ) بے نماز کافر ہے۔(٦)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) ایسے لوگ اور کافر برابر ہیں۔(٧)

(ابن تیمیہؒ) جو شخص نماز چھوڑ دے پھر اس چھوڑنے پر مصر و قائم رہے اور پھر ایسی حالت میں ہی فوت ہو جائے تو وہ کافر فوت ہوا ہے۔(٨)

---

(۱) [الأم (٤٢٤/١) الحاوى (٥٢٥/٢) روضة الطالبين (٦٦٨/١) الأصل (٤٠٠/١) الخرشي على مختصر سيدى خليل (١٣٨/٢) المغنى (٣٥١/٣) الإنصاف فى معرفة الراجح من الخلاف (٤٠١/١) القوانين الفقهية (ص/٤٢) بداية المجتهد (٨٧/١) الشرح الصغير (٢٣٨/١) مغنى المحتاج (٣٢٧/١) المهذب (٥١/١) كشاف القناع (٢٦٣/١) الدر المختار (٢٣٨/١) مغنى المحتاج (٣٢٧/١) المهذب (٥١/١) كشاف القناع (٢٦٣/١) الدر المختار (٣٢٦/١) مراقى الفلاح (ص/٦٠)]

(۲) [بخارى (٢٥) كتاب الإيمان : باب فان تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكوة...... مسلم (٢٢) دارقطنى (٢٣٢/١) بيهقى (٩٢/٣) ابن حبان (١٧٤) حاكم (٣٨٧/١) دارقطنى (٢٣١/١) شرح معانى الآثار (٢١٣/٣) أحمد (٣٤٥/٢) ابن ماجة (٣٩٢٧)]

(۳) [نسائى (٧-٧٦) أبو يعلى (٦٨) ابن خزيمة (٢٢٤٧) حاكم (٣٦٨/١) مجمع الزوائد (٣٠/١)]

(٤) [نيل الأوطار (٤٢٤/١)]

(٥) [شرح مسلم للنووى (١٧٨/٤)]

(٦) [أضواء البيان (٣١١/٤)]

(٧) [تحفة الأحوذى (٤٠٧/٧)]

(٨) [الصارم المسلول (٥٥٤) مجموع الفتاوى (٩٧/٢٠)]



(ابن قیمؒ) انہوں نے ایسے لوگوں پر اظہار تعجب کیا ہے کہ جو وجوب نماز کا اعتقاد رکھنے کے باوجود اسے چھوڑنے والوں کو کافر نہیں سمجھتے۔(۱)

(شیخ عثیمینؒ) بے نماز کافر ہے۔(۲)

(شیخ ابن جبرینؒ) جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس پر کفر کا ہی حکم لگایا جائے گا۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) جو شخص سستی وکوتاہی سے (عمداً بلا عذر) نماز چھوڑ دیتا ہے علماء کے اقوال میں سے صحیح یہی ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے۔(٤)

بچوں کو نماز کا حکم تربیت کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں

کیونکہ بلوغت تک بچے مکلف نہیں ہیں۔

(1) عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مروا صبيانكم بالصلاة لسبع سنين واضربوهم عليها لعشر سنين﴾ ''اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز چھوڑنے پر مارو۔''(٥)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يحتلم وعن المجنون حتى يعقل﴾ ''تین آدمیوں سے (گناہ لکھنے کا) قلم اٹھا لیا گیا ہے' سونے والے سے اس کے بیدار ہونے تک' بچے سے اس کے بالغ ہونے تک اور پاگل سے اس کے سمجھدار ہونے تک۔''(٦)

کافر پر مسلمان ہونے کے بعد گذشتہ نمازوں کی قضائی نہیں

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿أن الإسلام يهدم ما كان قبله﴾ ''اسلام پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''(٧)

---

(۱) [كتاب الصلاة (ص/٦٢)]

(۲) [رسالة : حكم تارك الصلاة]

(۳) [الفتاوى الإسلامية (٢٩٦/١)]

(٤) [الفتاوى الإسلامية (٣١١/١-٣١٢)]

(٥) [**حسن** : صحيح أبو داود (٤٦٦) كتاب الصلاة : باب متى يؤمر الغلام بالصلاة' أبو داود (٤٩٥) أحمد (١٨٧/٢) دارقطني (٢٣٠/١)]

(٦) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (١٦٦٠) إرواء الغليل (٢٩٧) أبو داود (٤٣٩٨) كتاب الحدود : باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا' أحمد (١٠٠/٦) ابن ماجة (٢٠٤١) نسائي (١٥٦/٦) دارمي (١٧١/٢)]

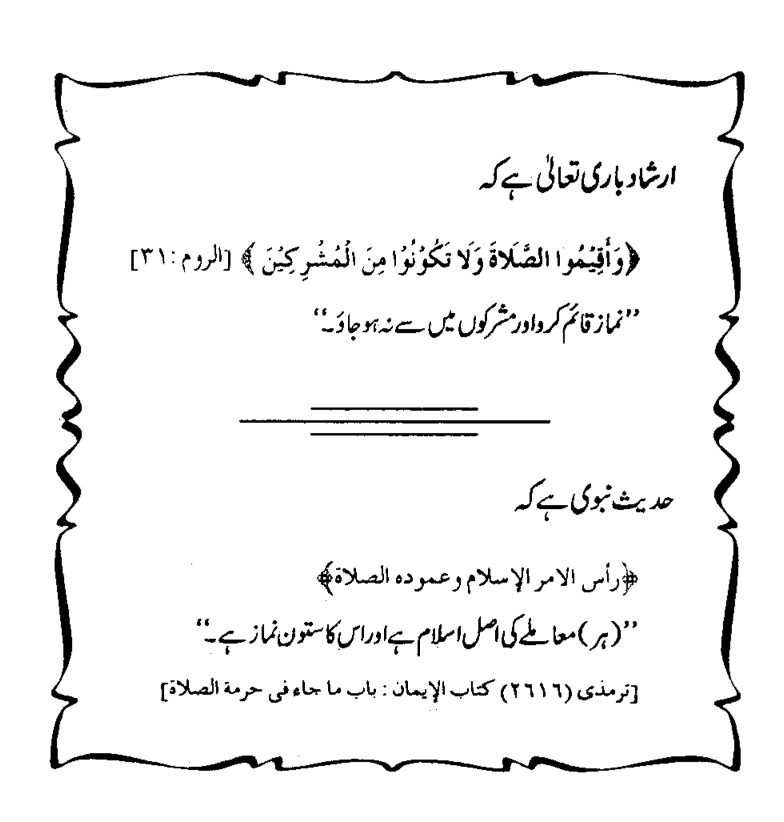
(٧) [مسلم (١٢١) كتاب الإيمان : باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج' أبو عوانة (٧٠/١)]



كتاب الصلاة

نماز کے مسائل

- باب مواقيت الصلاة — اوقات نماز کا بیان
- باب الأذان — اذان کا بیان
- باب شروط الصلاة — نماز کی شرائط کا بیان
- باب المساجد — مساجد کا بیان
- باب سترة المصلي — نمازی کے سترے کا بیان
- باب كيفية الصلاة — نماز کی کیفیت کا بیان
- باب بطلان الصلاة وسقوطه — نماز کے باطل اور ساقط ہونے کا بیان
- باب صلاة التطوع — نفل نماز کا بیان
- باب صلاة الجماعة — باجماعت نماز کا بیان
- باب سجود السهو — سجدہ سہو کا بیان
- باب القضاء للفوائت — فوت شدہ نمازوں کی قضا کا بیان
- باب صلاة الجمعة — نماز جمعہ کا بیان
- باب صلاة العيدين — نماز عیدین کا بیان
- باب صلاة الخوف — نماز خوف کا بیان
- باب صلاة السفر — نماز سفر کا بیان
- باب صلاة الكسوف — نماز کسوف کا بیان
- باب صلاة الاستسقاء — نماز استسقاء کا بیان



ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [الروم: ۳۱]

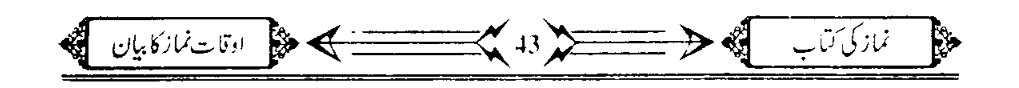
''نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''

حدیثِ نبوی ہے کہ

﴿رأس الامر الإسلام وعموده الصلاة﴾

''(ہر) معاملے کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے۔''

[ترمذی (٢٦١٦) كتاب الإيمان : باب ما جاء فی حرمة الصلاة]



باب أوقات الصلاة　　اوقاتِ نماز کا بیان

اسلام اوقاتِ نماز کی حفاظت کا درس دیتا ہے

(1) ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ [البقرة: ۲۳۸] ''نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے باادب کھڑے رہا کرو۔''

(2) ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ [النساء: ۱۰۳] ''یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔''

(3) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے امراء و حکام ہوں گے جو نماز کو فوت کر دیں گے یا نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کر کے ادا کریں گے؟'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صل الصلاة لوقتها﴾ ''نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔''(۱)

(4) حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الصلاة لأول وقتها﴾ ''اول وقت میں نماز ادا کرنا۔''(۲)

ظہر کا ابتدائی وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے

اوقات نماز سیکھنے کے لیے مندرجہ ذیل احادیث کافی ہیں:

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿وقت الظهر إذا زالت الشمس﴾ ''نماز ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے' اور نماز عصر کے وقت کے آغاز تک رہتا ہے' اور عصر کا وقت جب آدمی کا اصلی سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے (تب شروع ہوتا ہے) اور نماز عصر کا آخری وقت سورج کی رنگت زرد ہو جانے تک رہتا ہے' اور نماز مغرب کا وقت (غروب آفتاب کے ساتھ ہی شروع ہوتا ہے اور) شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے' اور عشاء کی نماز کا وقت رات کے درمیانے نصف تک ہے اور نماز فجر کا وقت صبح صادق کے آغاز سے شروع ہو کر طلوع شمس تک رہتا ہے۔''

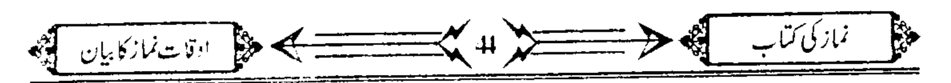
اور صحیح مسلم میں حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے نماز عصر کے بارے میں مروی ہے کہ ﴿والشمس بيضاء نقية﴾ ''سورج سفید اور بالکل صاف حالت میں ہو' اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿والشمس مرتفعة﴾ ''آفتاب بلند ہو'' (اس وقت تک نماز عصر کا وقت رہتا ہے)۔(۳)

جس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازوں کے اوقات سکھانا مذکور

(۱) [أحمد (۱٤٧/٥) مسلم (٦٤٨) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب كراهية تاخير الصلاة عن وقتها المختار ... أبو داود (٤٣١) ترمذى (١٧٦) نسائى (٧٥/٢) ابن ماجة (١٢٥٦) ابن خزيمة (١٦٣٧) أبو عوانة (٤٤٨/٤) ابن حبان (١٤٨٢) عبدالرزاق (٣٧٨٠) بيهقى (٣٠١/٢)]

(۲) [صحيح : المشكاة (٦٠٧) ترمذى (١٠٠) كتاب الصلاة : باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل' أبو داود (٣٦٢)]

(۳) [مسلم (٦١٢) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب أوقات الصلوات الخمس' طيالسى (٢٢٤٩) أحمد (٢١٠/٢) أبو داود (٣٩٦) شرح معانى الآثار (١٥٠/١) بيهقى (٣٦٦/١) أبو عوانة (٣٧١/١)]



ہے وہ حضرت ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عمر' حضرت انس' حضرت ابو مسعود' حضرت ابو سعید خدری اور حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور حافظ سیوطیؒ نے ان سب صحابہ سے روایت کی وجہ سے اسے متواتر احادیث میں شمار کیا ہے۔(۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بیت اللہ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو دن میری امامت کرائی ﴿ فصلي بي الظهر حين زالت الشمس ﴾ ''انہوں نے مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا' مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزے دار روزہ افطار کرتا ہے' عشاء کی نماز سرخی غائب ہونے کے وقت پڑھائی اور صبح کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزے دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو ﴿ صلى بي الظهر حين كان ظله مثله ﴾ ''حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا' عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو گیا' مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزے دار روزہ افطار کرتا ہے' عشاء کی نماز رات کے تیسرے حصے کے اختتام پر ختم کی اور مجھے فجر کی نماز نہایت روشنی میں پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے محمد! یہ وقت آپ سے پہلے انبیاء کا ہے اور نمازوں کے اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔''(۲)

موسم گرما میں نماز ظہر ذرا تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے

جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا اشتد الحر فأبردوا بالصلاة فإن شدة الحر من فيح جهنم﴾ ''جب گرمی کی شدت ہو تو ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھو (یعنی ذرا ٹھنڈا وقت ہونے تک انتظار کر لو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس کی لپیٹ سے پیدا ہوتی ہے۔)''(۳)

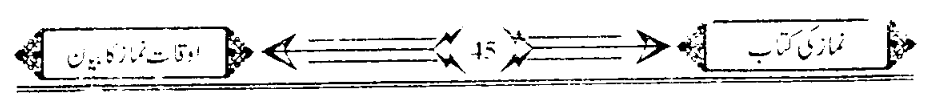
علاوہ ازیں نماز ظہر کو کتنا مؤخر کیا جا سکتا ہے اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتا ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان قدر صلاة رسول الله (الظهر) في الصيف ثلاثة أقدام إلى خمسة أقدام وفي الشتاء خمسة أقدام إلى سبعة أقدام﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ظہر کا اندازہ یہ ہوتا تھا کہ گرمیوں میں انسان کا سایہ تین قدموں سے لے کر پانچ قدموں تک کے مابین ہوتا تھا اور موسم سرما میں پانچ سے سات

(۱) [قطف الأزهار (ص/۷۳)' (۲۳)]

(۲) [حسن : صحيح أبو داود (۴۱۶) كتاب الصلاة : باب المواقيت' المشكاة (۵۸۳) أبو داود (۳۹۳) ترمذي (۱۴۹) أحمد (۳۳۳/۱) عبدالرزاق (۵۳۱/۱) دارقطني (۲۵۸/۱) ابن خزيمة (۱۶۸/۱) حاكم (۱۹۳/۱) بيهقي (۳۶۴/۱)]

(۳) [بخاري (۵۳۴'۵۳۳) كتاب مواقيت الصلاة : باب الإبراد بالظهر في شدة الحر' مسلم (۶۱۵) أبو داود (۴۰۲) ترمذي (۱۵۷) نسائي (۲۸۴/۱) ابن ماجة (۶۷۷) حميدي (۹۴۲) أبوعوانة (۳۴۶/۱) ابن خزيمة (۳۲۹) ابن حبان (۱۴۹۷)]



قدموں تک سے ما بین ہوتا تھا۔ (۱)

ظہر کا یہ وقت زوالِ فئی کے علاوہ ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج ڈھلنے کے بعد نماز پڑھائی ﴿و كان فيئ قدر الشراك﴾ ''(زوالِ) فئی تسمے کے برابر تھا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھائی ﴿حين كان الفيئ قدر الشراك وظل الرجل﴾ ''جس وقت (زوالِ فئی کا) سایہ تسمے اور آدمی کے سائے کے برابر تھا۔'' (۲)

ظہر کا آخری اور عصر کا ابتدائی وقت

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی امامت والی حدیث میں ہے کہ ﴿فصلى بي الظهر في اليوم الثاني حين صار ظل كل شيئ مثله﴾ ''(نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے روز مجھے نماز ظہر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔'' (۳)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے۔ (واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی اس رائے کو خود علمائے احناف نے بھی قبول نہیں کیا اور نہ ہی کسی مرفوع حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔) (٤)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔ گذشتہ صحیح حدیث اس کا ثبوت ہے۔ (٥)

(1) حضرت جبرئیل علیہ السلام کی امامت والی حدیث میں ہے کہ ﴿و صلى العصر في اليوم الأول حين صار ظل كل شيئ مثله﴾ ''(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پہلے دن نماز عصر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔'' (٦)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿وقت صلاة الظهر ما لم يحضر العصر﴾ ''نماز ظہر کا وقت نماز عصر کے آغاز تک رہتا ہے۔'' (٧)

---

(۱) [**صحيح**: صحيح أبو داود (۳۸۷) كتاب الصلاة: باب وقت صلاة الظهر، أبو داود (٤٠٠) نسائي (٥٠٣)]

(۲) [**صحيح**: صحيح نسائي (٥١٠) كتاب الصلاة: باب آخر وقت المغرب، نسائي (٥٢٥)]

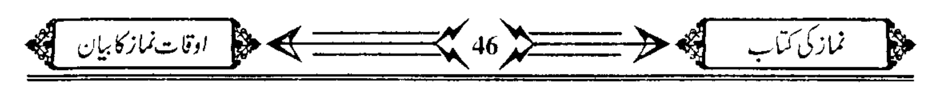
(۳) [**صحيح**: صحيح ترمذي (۱۲۷) صحيح أبو داود (٤١٦) المشكاة (٥٨٣)]

(٤) [المغني (۳۷۰/۱) الأم (۱٥۳/۱) حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء (۲۹/۲) المهذب (٥١/۱) فتح القدير (۱٥۱/۱) مغني المحتاج (۱۲۱/۱) اللباب (٥٩/۱) الدر المختار (۳۳۱/۱) القوانين الفقهية (ص/٤۳)]

(٥) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (٤۳۸/۱) الفقه الإسلامي وأدلته (٦٦٥/۱) تحفة الأحوذي (٤٨٩/۱) [illegible]]

(٦) [**صحيح**: صحيح ترمذي (۱۲۷)]

(٧) [مسلم (٦۱۲) كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب أوقات الصلوات الخمس، طيالسي (۲۲٤٩) أحمد (۲۱۰/۲) أبو داود (۳۹٦) شرح معاني الآثار [illegible] أبو عوانة (۳٦۱/۱)]



اور یہ بات معروف ہے کہ ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جانے تک ہی ہے۔

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز عصر پڑھائی تو بنو سلمہ قبیلے کا ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم اونٹ نحر کرنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شرکت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت قبول فرمائی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم چلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو دیکھا کہ اسے ابھی نحر نہیں کیا گیا' پھر اسے نحر کیا گیا' پھر کاٹا گیا' پھر اس سے کچھ پکایا گیا' پھر ہم نے اسے غروب آفتاب سے پہلے کھایا۔'' (۱)

اگر عصر کا ابتدائی وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا تو یقیناً یہ تمام کام تا وقت مغرب کر لینا ناممکن تھا۔

(4) حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ایسے وقت میں ادا فرماتے کہ ﴿یرجع أحدنا إلی رحله في أقصی المدینة والشمس حیة﴾ ''ہم میں سے کوئی ایک مدینہ کی آخری حدود تک چلا جاتا پھر بھی آفتاب زندہ و روشن ہوتا۔'' (۲)

عصر کا آخری وقت

(1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿وقت صلاة العصر ما لم تصفر الشمس﴾ ''نماز عصر کا آخری وقت سورج کی رنگت زرد ہو جانے تک رہتا ہے۔'' (۳)

(2) حضرت جبرئیل علیہ السلام کی امامت والی حدیث میں ہے کہ ﴿صلی العصر في الیوم الثاني عند مصیر ظل الشيء مثلیه﴾ ''حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے دن نماز عصر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو گیا۔'' (٤)

واضح رہے کہ گذشتہ دونوں روایات میں تعارض نہیں ہے بلکہ جب سایہ دو مثل ہوتا ہے تو اس کے بعد سورج زرد ہونا بھی شروع ہو جاتا ہے۔ (٥)

اور جس روایت میں ہے ﴿من أدرك من العصر ركعة قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر﴾ ''جس نے نماز عصر کی ایک رکعت غروب آفتاب سے پہلے حاصل کر لی تو اس نے مکمل نماز حاصل کر لی۔'' (٦)

وہ بھی گذشتہ حدیث کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اس میں محض اضطراری وقت بیان کیا گیا ہے یعنی اگر چہ یہ وقت پسندیدہ تو

(۱) [مسلم (٦٢٤) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب استحباب التكبير بالعصر' دارقطني (٢٥٥/١) ابن حبان (١٥١٦)]

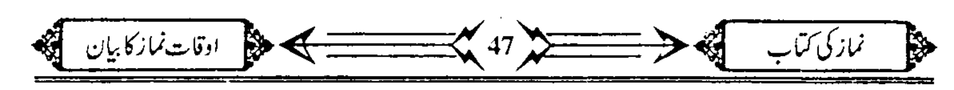
(۲) [بخاري (٥٤٧) كتاب مواقيت الصلاة : باب وقت العصر' مسلم (٢٣٦) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب استحباب التكبير بالصبح في أول وقتها]

(۳) [مسلم (٦١٢) كتاب المساجد ......' أبو عوانة (٣٧١/١) طيالسي (٢٢٤٩)]

(٤) [صحیح : صحیح ترمذي (١٢٧' ١٢٨)]

(٥) [الروضة الندية (٢٠٠/١)]

(٦) [مسلم (٩٥٨) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة' ترمذي (١٧١) نسائي (٥١١) أبو داود (٧٥٩) ابن ماجة (١١٢٢) أحمد (٦٩١٨)]



نہیں لیکن کفایت کر جاتا ہے۔

(جمہور) عصر کا آخری وقت غروب آفتاب ہے۔

(ابوحنیفہؒ) یہ وقت سورج زرد ہونے تک ہے۔

(شافعیؒ) پسندیدہ و بہترین وقت ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے تک یا سورج کے زرد ہونے تک ہے اور آخری وقت غروب آفتاب تک ہے۔(۱)

(نوویؒ) ہمارے نزدیک عصر کے پانچ اوقات ہیں۔

(1) فضیلت کا وقت: اور وہ پہلا وقت ہے۔

(2) اختیاری وقت: دو مثل سایہ ہونے تک ہے۔

(3) وقت جواز: سورج زرد ہونے تک ہے۔

(4) مکروہ وقت: زرد ہونے سے غروب آفتاب تک ہے

(5) وقت عذر: وہ ظہر کا وقت ہے (یعنی جو شخص سفر وغیرہ کے لیے ظہر و عصر کو جمع کرنا چاہے)۔(۲)

(راجح) عصر کا وقت مغرب تک ہے البتہ افضل و پسندیدہ وقت سورج زرد ہونے تک یا دو مثل سایہ ہونے تک ہے جیسا کہ گذشتہ احادیث میں اسی کی وضاحت ہے لہٰذا ان اوقات کے بعد مغرب تک بلا عذر نماز پڑھنا مکروہ مگر جائز ہے کیونکہ حدیث ﴿من أدرك ركعة من العصر......﴾ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔(۳)

نماز عصر پر محافظت کی تاکید

شریعت میں اس نماز کی حفاظت کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ [البقرة: ۲۳۸] ”نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز کی۔“

صلاۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) کی تعیین و تحدید میں علماء کے کم و بیش سترہ مختلف اقوال ہیں لیکن ان سب میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔(٤)

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جنگ احزاب کے دن فرمایا ”اللہ تعالیٰ (ان مشرکوں کی) قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے مجھے ”صلاۃ وسطیٰ کی ادائیگی سے مشغول کر دیا“ ﴿حتى غابت الشمس﴾ ”حتی کہ

(۱) [نيل الأوطار (٤٤٣/١) المهذب (٥٢/١) كشاف القناع (٢٩٠/١) شرح فتح القدير (١٥٢/١) الفقه الإسلامي وأدلته (٦٦٦/١)]

(۲) [شرح مسلم للنووى (١٢٤/٣)]

(۳) [تحفة الأحوذى (٤٩٣/١) فقه السنة (٨٩/١)]

(٤) [نيل الأوطار (٤٤٩/١) شرح مسلم للنووى (١٣٠/٣)]



سورج غروب ہو گیا۔"(۱)

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿شغلونا عن الصلاة الوسطى صلاة العصر﴾ "انہوں نے ہمیں صلاۃ وسطی یعنی نماز عصر سے مشغول کر دیا۔"(۲)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صلاة الوسطى صلاة العصر﴾ "صلاۃ وسطی نماز عصر ہے۔"(۳)

(4) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے۔

یہ احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ صلاۃ وسطی سے مراد نماز عصر ہے اور اس کی حفاظت کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آیت سے واضح ہے۔ علاوہ ازیں متعدد دیگر احادیث بھی اس کی حفاظت کی تاکید پر دلالت کرتی ہیں مثلاً حضرت بریدۃ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من فاتته صلاة العصر حبط عمله﴾ "جس شخص کی نماز عصر فوت ہو گئی گویا کہ اس کا عمل برباد ہو گیا۔"(۵)

مغرب کا ابتدائی وقت

(1) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب دونوں دن اس وقت پڑھائی ﴿حين وجبت الشمس﴾ "جب سورج ساقط (یعنی غروب) ہو گیا۔"(٦)

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن رسول الله ﷺ كان يصلي المغرب إذا غربت الشمس﴾ "بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہوتا تھا۔" صحیح بخاری میں یہ لفظ ہیں ﴿إذا توارت بالحجاب﴾ "جب سورج پردے میں چھپ جاتا۔"(۷)

---

(۱) [بخاری (۲۹۳۱) كتاب الجهاد والسير: باب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة ' مسلم (٦٢٧) أبو داود (٤٠٩) دارمی (۲۸۰/۱) أبو يعلى (۳۸٥) أحمد (۱۲۲/۱-١٤٤)]

(۲) [مسلم (٦٢٨) كتاب المساجد و مواضع الصلاة : باب الدليل لمن قال الصلاة الوسطى هى صلاة العصر' ترمذی (۱۸۱) ابن ماجة (٦٨٦) أحمد (۳۹۲/۱) بيهقى (٤٦٠/٩)]

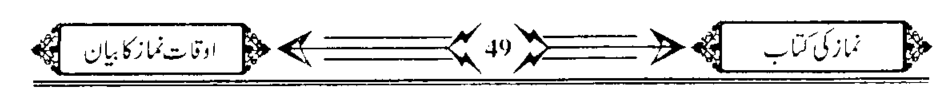
(۳) [مسلم (٦٢٨) أيضا' أحمد (۳۹۲/۱)]

(٤) [أحمد (٧/٥) ترمذی (۱۸۲)]

(٥) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٥٦٨) كتاب الصلاة : باب ميقات الصلاة فى الغيم' إرواء الغليل (٢٥٥) تخريج حقيقة الصيام (٤١) ابن أبي شيبة (۳٤٢/۱) بيهقى (٤٤٤/۱)]

(٦) [صحيح : صحيح ترمذی (۱۲۷)]

(۷) [أحمد (٥٤/٤) بخاری (٥٦١) كتاب مواقيت الصلاة : باب وقت المغرب' مسلم (٦٣٦) أبو داود (٤١٧) ترمذی (١٦٤) ابن ماجة (٦٨٨) طبرانی كبير (٦٢٨٩) بيهقى (٤٤٦/۱) أبو عوانة (٣٦١/١) دارمی (٢٧٥/١) ابن حبان (١٥٢٣)]



(3) غروب آفتاب سے نماز مغرب کا وقت شروع ہونے پر اجماع ہے۔ (۱)

مغرب کا آخری وقت

(1) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوقات نماز کے متعلق سوال کیا (طویل حدیث ہے اور اس میں ہے کہ) ﴿فأقام المغرب حين وقعت الشمس﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب اس وقت ادا کی جب سورج ساقط (یعنی غروب) ہو گیا'' اور دوسرے دن ﴿ثم أخر المغرب حتى كان عند سقوط الشفق﴾ ''پھر مغرب کو شفق (یعنی سرخی) غائب ہونے تک لیٹ کیا۔'' (۲)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿وقت صلاة المغرب مالم يسقط ثور الشفق﴾ ''نماز مغرب کا وقت شفق (سرخی) کا پھیلاؤ ختم ہونے تک ہے۔'' (۳)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی امامت والی حدیث میں جو نماز مغرب دونوں دن ایک ہی وقت (یعنی غروب آفتاب) میں پڑھنے کا ذکر ہے اس کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں:

① حضرت جبرئیل علیہ السلام نے صرف مختار و پسندیدہ وقت بیان کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے اور وقت جواز مکمل طور پر بیان ہی نہیں کیا۔

② حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث مقدم (یعنی مکہ کی) ہے اور جن احادیث میں مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک مذکور ہے وہ متاخر (یعنی مدینہ کی) ہیں اس لیے انہی پر عمل کرنا ضروری ہے۔

③ یہ احادیث حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث سے سند کے لحاظ سے بھی زیادہ مضبوط ہیں اس لیے ان کو ترجیح دینا ضروری ہے۔ (٤)

(جمہور، حنابلہ، حنفیہ) اسی کے قائل ہیں۔

(شافعیؒ) نماز مغرب کا صرف ایک ہی وقت ہے اور وہ ابتدائی وقت ہے (انہوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث سے استدلال کیا ہے)۔ (٥) شافعی مذہب کی قدیم کتابوں میں ان کا یہی مذہب منقول ہے۔ (٦)

مذہب شافعی کی قدیم کتابوں میں ''الأمالی''، ''مجمع الكافی''، ''عيون المسائل'' اور ''البحر

---

(۱) [نيل الأوطار (۱/٤٥٨)]

(۲) [مسلم (٦١٤) كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب أوقات الصلوات الخمس' نسائی (٥٢٣) أبو داود (٣٩٥) أحمد (٤/٤١٦) ترمذی (١٥٢) ابن ماجة (٦٦٧) أبو عوانة (١/٣٧٣) ابن خزيمة (١/١٦٦) دارقطنی (١/٢٦٢) بيهقی (١/٣٧١)]

(۳) [مسلم (٦١٢) أيضا' طيالسی (٢٢٤٩) أحمد (٢/٢١٠) أبو داود (٣٩٦) شرح معانی الآثار (١/١٥٠) بيهقی (١/٣٦٦) أبو عوانة (١/٣٧١)]

(٤) [نيل الأوطار (١/٤٤٢) تحفة الأحوذی (١/٥٢٧)]

(٥) [شرح المهذب (٣/٣٣) المبسوط (١/١٤٤) المغنی (٢/٢٤) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف]

(٦) [نيل الأوطار (١/٤٥٨)]



المحیط" وغیرہ شامل ہیں اور جدید کتابوں میں "الأم"، "الإملاء"، "المختصرات"، "الرسالة" اور "الجامع الکبیر" شامل ہیں۔(۱)

اصحاب شافعی میں سے بعض نے نماز مغرب کے لیے دو وقت بھی بتلائے ہیں یعنی ایک غروب آفتاب اور دوسرا سرخی کا غائب ہونا۔(۲)

(نوویؒ) یہی بات صحیح ہے۔(۳)

کیا شفق سے مراد سرخی ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿الشفق الحمرة﴾ "شفق سے مراد سرخی ہے۔"(٤)

(صاحب قاموس) شفق وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب سے لے کر عشاء تک یا اس کے قریب تک آسمان پر نمودار رہتی ہے۔(٥)

(صاحب مختار الصحاح) شفق سورج کی ایسی روشنی اور سرخی ہے جو رات کی ابتداء سے عشاء کے قریب تک رہتی ہے۔

(خلیلؒ) شفق سے مراد سرخی ہے۔

(فراءؒ) میں نے بعض عرب کو کہتے سنا ہے کہ اس پر ایسا کپڑا ہے گویا کہ وہ شفق ہے اور وہ سرخ تھا۔(٦)

(صاحب منجد) شفق سے مراد غروب آفتاب کے بعد افق آسمان کی سرخی ہے۔(۷)

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ) شفق سے مراد سرخی ہے۔

(ابو یوسفؒ، محمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم 'امام ابن ابی لیلیؒ اور امام ثوریؒ وغیرہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(ابو حنیفہؒ) شفق سے مراد ایسی سفیدی ہے جو عموما افق میں سرخی کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿وآخر وقت المغرب إذا اسود الشفق﴾ لیکن یہ حدیث سنداً ثابت نہیں ہے۔(۸)

احناف کے نزدیک اس مسئلہ میں صاحبین (امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) کے قول پر ہی فتوی دیا جاتا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے بعد میں اسی کی طرف رجوع کر لیا تھا۔(۹)

---

(۱) [طبقات ابن هداية الله (ص/٢٤٥)]

(۲) [نيل الأوطار (٤٥٨/١)]

(۳) [شرح مسلم (١٢٣/٣) المجموع (٣٤/٣)]

(٤) [عبدالرزاق (٢١٢٢) بيهقى (٣٧٣/١)]

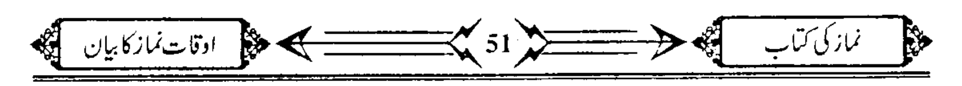
(٥) [القاموس المحيط (ص/٨٠٨)]

(٦) [مختار الصحاح (ص/١٤٤)]

(۷) [المنجد (ص/٤٣٨)]

(۸) [نصب الرايه (٢٣٠/١)]

(۹) [نيل الأوطار (٤٦٧/١) المهذب (٥٣/١) مغنى المحتاج (١٢٣/١) اللباب (٦٠/١) تحفة الأحوذى (٤٨٨/١)]



(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔

(نوویؒ) شفق سے مراد سرخی ہے۔(۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) شفق سرخی ہے۔(۲)

(ملا علی قاریؒ) زیادہ مشہور یہی ہے کہ شفق سرخی ہے۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) لغوی بحث کے لیے اہل لغت کی طرف رجوع کیا جائے نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اہل لغت میں سے ہیں ان کی بات دلیل و حجت ہے خواہ موقوف ہی کیوں نہ ہو۔(٤)

(صدیق حسن خانؒ) تمام لغت کی کتابیں عرب اور ان کے بعد آنے والوں کے اشعار اسی کی وضاحت کرتے ہیں (کہ شفق سے مراد سرخی ہے)۔(٥)

اگر نماز مغرب کے وقت کھانا حاضر ہو جائے

تو پہلے اطمینان سے کھانا تناول کرنا چاہیے پھر نماز ادا کرنی چاہیے۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا قدم العشاء فابدؤا به قبل أن تصلوا المغرب﴾ ''جب شام کا کھانا پیش کر دیا جائے تو تم نماز مغرب ادا کرنے سے پہلے اسے (کھانا) شروع کرو۔''(٦)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے اور صحیح بخاری اور سنن ابی داود وغیرہ میں یہ زائد الفاظ بھی موجود ہیں کہ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے کھانا رکھ دیا جاتا تھا اور ادھر نماز کھڑی ہو جاتی تو وہ نماز ادا نہیں کرتے تھے حتی کہ کھانے سے فارغ ہو جاتے حالانکہ وہ امام کی قراءت سن رہے ہوتے تھے۔''(٧)

نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا مسنون ہے

یہ دو رکعتیں ادا کرنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صلوا

(۱) [شرح مسلم (۱۲۳/۳)]

(۲) [تحفة الأحوذی (٤٨٨/١)]

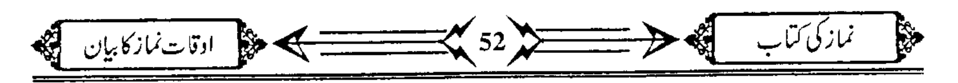
(۳) [أيضا]

(٤) [سبل السلام (١٠٩/١)]

(٥) [الروضة الندية (١٠١/١)]

(٦) [بخاری (٦٧٢) كتاب الأذان : باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة ' مسلم (٦٤) ترمذی (٣٥٣) نسائی (١١١/٢) ابن ماجة (٩٣٣) أحمد (١١٠/٣) دارمی (٢٩٣/١) بيهقی (٧٢/٣) شرح السنة (٨٠١) ابن خزيمة (٩٣٤) ابن حبان (٢٠٦٦) أبو عوانة (١٤/٢)]

(٧) [بخاری (٦٧٣) كتاب الأذان : باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة ' مسلم (٥٥٩) أبو داود (٣٧٥٧) ابن ماجة (٩٣٤) ترمذی (٣٥٤) ابن خزيمة (٩٣٥)]



قبل المغرب ركعتين ثم قال صلوا قبل المغرب ركعتين ثم قال عند الثالثة "لمن شآء"﴾ ''مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو' پھر فرمایا مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو' پھر تیسری مرتبہ یہی کہا اور اس کے ساتھ فرمایا ''جو چاہے پڑھ لے۔'' (۱)

مغرب کا آخری وقت ہی عشاء کا ابتدائی وقت ہے

(1) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ ایک سائل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوقات نماز کے متعلق پوچھا...... اس میں ہے کہ پہلے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿فأقام العشآء حين غاب الشفق﴾ ''نماز عشاء اس وقت پڑھائی جب شفق غائب ہوئی۔'' (۲)

(2) حضرت جبرئیل علیہ السلام کی امامت والی حدیث میں پہلے دن عشاء کا یہ وقت مذکور ہے ﴿حين غاب الشفق﴾ ''جب شفق غائب ہوئی۔'' (۳)

عشاء کا آخری وقت

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿وقت صلاة العشآء إلى نصف الليل﴾ ''عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔'' (٤)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿وإن آخر وقتها (العشآء) حين ينتصف الليل﴾ ''بلاشبہ عشاء کا آخری وقت آدھی رات تک ہے۔'' (٥)

نماز عشاء کے آخری وقت میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ، مالکؒ، شافعیؒ) عشاء کا آخری وقت ایک تہائی رات تک ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' امام قاسمؒ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(ابوحنیفہؒ) عشاء کا آخری وقت آدھی رات تک ہے۔

(جمہور، طحاویؒ) عشاء کا آخری وقت طلوع فجر تک ہے۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۱۱۸۳، ۷۳٦۸) كتاب الجمعة : باب الصلاة قبل المغرب' أبو داود (۱۲۸۱) بيهقی (٤٧٤/٢) ابن خزيمة (۱۲۸۹)]

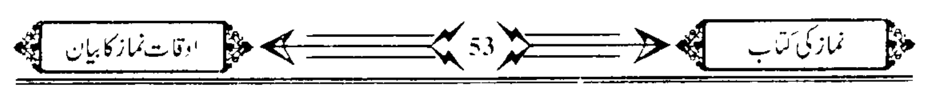
(۲) [مسلم (٦١٤) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب أوقات الصلوات الخمس' نسائی (٥٢٣) أبو داود (٣٩٥)]

(۳) [صحیح : صحیح ترمذی (۱۲۷) نسائی (٥١٣)]

(٤) [مسلم (٦١٢) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب أوقات الصلوات الخمس' طيالسی (٢٢٤٩) أحمد (٢١٠/٢) أبو داود (٣٩٦) شرح معانی الآثار (١٥٠/١) بيهقی (٣٦٦/١)]

(٥) [صحیح : صحیح ترمذی (۱۲۹) كتاب الصلاة : باب ما جآء فی مواقيت الصلاة عن النبی' الصحيحة (١٦٩٦) ترمذی (١٥١) أحمد (٢٣٢/٢)]

(٦) [تحفة الأحوذی (٥٢٨/١) نيل الأوطار (٤٦٩/١) عارضة الأحوذی (٢٧٧/١)]



(شوکانیؒ) عشاء کا آخری اختیاری وقت آدھی رات تک ہے اور جائز و اضطراری وقت فجر تک ہے۔(۱)

(نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(سید سابقؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

(ابن قدامہؒ) اختیاری وقت ایک تہائی رات تک اور وقت ضرورت فجر ثانی طلوع ہونے تک ہے۔(۴)

(راجح) حدیث کے واضح الفاظ "نصف الليل" تک ہی عشاء کا آخری وقت بیان کرتے ہیں۔

(حافظ ابن حجرؒ) عشاء کا وقت فجر تک لمبا ہونے کے متعلق میں نے کوئی واضح حدیث نہیں دیکھی۔(۵)

(ابن عربیؒ) عشاء کا آخری وقت آدھی رات تک ہے۔(۶)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) عشاء کا آخری وقت آدھی رات تک ہے۔(۷)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۸)

(البانیؒ) حق بات یہی ہے کہ عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔(۹)

جو لوگ عشاء کا وقت فجر تک بتلاتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿ليس في النوم تفريط إنما التفريط على من لم يصل الصلاة حتى يجيئ وقت الأخرى﴾ "کوتاہی نیند میں نہیں ہے (بلکہ) صرف کوتاہی ایسے شخص پر ہے جس نے نماز ادا نہ کی حتی کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا۔"(۱۰)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہ حدیث وقت کی تحدید و تعیین کے لیے نہیں ہے بلکہ اس میں صرف ایسے شخص کی نافرمانی کا ذکر ہے جو ایک نماز کو دوسری نماز تک لیٹ کرتا ہے۔(۱۱)

نماز عشاء تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم أن يؤخروا

(۱) [نيل الأوطار (۴۷۰/۱)]
(۲) [شرح مسلم (۱۲۳/۳)]
(۳) [فقه السنة (۹۲/۱)]
(٤) [المغنى (۲۸/۱)]
(٥) [تحفة الأحوذى (۵۲۸/۱)]
(٦) [عارضة الأحوذى (۲۷۷/۱)]
(٧) [تحفة الأحوذى (۵۲۹/۱)]
(٨) [الروضة الندية (۲۰۲/۱)]
(٩) [تمام المنة (ص/۱۴۲)]
(۱۰) [مسلم (۶۸۱، ۳۱۱) كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، أبو داود (۴۴۱) أحمد (۲۹۸/۵) ترمذى (۱۷۷) ابن ماجة (۶۹۸)]
(۱۱) [تمام المنة (ص/۱۴۱) المحلى (۱۷۸/۳)]

العشاء إلى ثلث الليل أو نصفه ﴾ ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ عشاء کو ایک تہائی رات تک یا آدھی رات تک مؤخر کریں۔'' (١)

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ولولا ضعف الضعيف و سقم السقيم و حاجة ذي الحاجة ' لأخرت هذه الصلاة إلى شطر الليل ﴾ ''اگر کمزور کی کمزوری' بیمار کی بیماری اور حاجت مند کی حاجت نہ ہوتی تو میں اس نماز (عشاء) کو آدھی رات تک مؤخر کر دیتا۔'' (٢)

عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد گفتگو کرنا مکروہ ہے

(1) حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم كان يكره النوم قبلها والحديث بعدها ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس (یعنی نماز عشاء) سے پہلے نیند اور اس کے بعد باتیں کرنا ناپسند فرماتے تھے۔'' (٣)

معلوم ہوا کہ عشاء سے پہلے سونے سے اور عشاء کے بعد فضول گپیں ہانکنے سے اجتناب کرنا چاہیے تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ''ایک رات میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سویا (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے پاس تھے) تاکہ میں دیکھوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز کیسے ادا کرتے ہیں۔ (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ) مزید فرماتے ہیں کہ ﴿ فتحدث النبي صلی اللہ علیہ وسلم مع أهله ساعة ثم رقد ﴾ ''کچھ دیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی سے باتیں کیں اور پھر سو گئے۔'' (٤)

علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں رات گئے تک گفتگو کرتے رہتے تھے۔'' (٥)

بظاہر یہ احادیث باہم متعارض نظر آتی ہیں یعنی پہلی حدیث میں ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد گفتگو ناپسند فرماتے تھے اور بعد والی احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود عشاء کے بعد گفتگو کیا کرتے تھے تو ان احادیث کو یوں جمع کیا گیا ہے۔

(نوویؒ) علماء کا اتفاق ہے کہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے لیکن ایسی باتیں کرنا جائز ہے جن میں خیر ہو (یعنی جو دعوت دین یا مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے متعلق ہوں)۔ (٦)

---

(١) [صحيح : صحيح ترمذی (١٤١) كتاب الصلاة : باب ما جاء في تاخير صلاة العشاء الآخرة ' ترمذی (١٦٧) أحمد (٢/٠٥٠) ابن ماجة (٦٩١) حاكم (١٤٦/١) بيهقی (٣٦/١)]

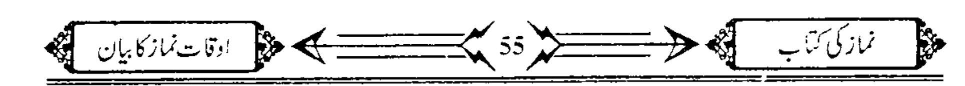
(٢) [صحيح : صحيح أبو داود (٤٠٧) كتاب الصلاة : باب في وقت العشاء الآخرة ' أبو داود (٤٢٢) ابن ماجة (٦٩٣) نسائی (٢٦٨/١) ابن خزيمة (٣٤٥) أحمد (٥/٣)]

(٣) [بخاری (٥٤٧) كتاب مواقيت الصلاة : باب وقت العصر ' مسلم (٦٤٧) أبو داود (٣٩٨) ترمذی (١٦٨) نسائی (٢٦٢/١) ابن ماجة (٧٠١) ابن خزيمة (٣٤٦) دارمی (٢٩٨/١)]

(٤) [أبو عوانة (٣١٥/٢) عبدالرزاق (٣٨٦٢) طبرانی (١٢١٦٥) ابن حبان (٢٥٧٩)]

(٥) [صحيح : الصحيحة (٢٤٣٥) أحمد (٣٨٩/١)]

(٦) [المجموع (٤٤/٣)]



فجر کے وقت کی ابتداء سپیدہ صبح ظاہر ہونے سے ہوتی ہے

(1) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ فأقام الفجر حين انشق الفجر والناس لا يكاد يعرف بعضهم بعضا ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز صبح صادق طلوع ہوتے ہی شروع فرما دیتے حتی کہ اندھیرے کی وجہ سے صحابہ ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکتے تھے۔'' (١)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''فجر کی دو قسمیں ہیں' ایک وہ فجر جس میں کھانا حرام ہے اور نماز ادا کرنا جائز و مباح ہے اور ایک وہ فجر جس میں نماز پڑھنا حرام ہے لیکن کھانا مباح ہے۔'' مستدرک حاکم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ ''جس صبح میں کھانا حرام ہے وہ آسمان کے کناروں اور اطراف میں پھیل جاتی ہے اور دوسری بھیڑیے کی دم کی طرح اونچی چلی جاتی ہے (یعنی ستون کی طرح بالکل سیدھی آسمان میں اوپر چڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے)۔'' (٢)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر اندھیرے میں ادا فرماتے تھے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مومن عورتیں نماز فجر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوتی تھیں پھر نماز کے اختتام پر جب وہ اپنی چادریں لپیٹے ہوئے واپس جاتیں تو ﴿ لا يعرفهن أحد من الغلس ﴾ ''اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔'' (٣)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ﴿ والصبح كان النبي ﷺ يصليها بغلس ﴾ ''اور صبح کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں ہی پڑھ لیتے تھے۔'' (٤)

مندرجہ ذیل حدیث گذشتہ احادیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أصبحوا بالصبح فانه أعظم لأجوركم ﴾ ''نماز فجر صبح کے خوب واضح ہو جانے پر پڑھا کرو' یہ تمہارے اجر میں اضافے کا موجب ہوگی۔'' (٥)

---

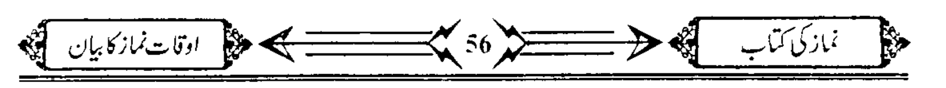
(١) [مسلم (٦١٤) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب أوقات الصلوات الخمس' نسائي (٥٢٣) أبو داود (٣٩٥)]

(٢) [صحيح : الصحيحة (٦٩٣) حاكم (١٩١/١) ابن خزيمة (٣٥٦) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(٣) [موطا (٥/١) كتاب وقوت الصلاة : باب وقوت الصلاة ' بخاري (٥٧٨) مسلم (٦٤٥) أبو داود (٤٢٣) نسائي (٥٤٥) ترمذي (١٥٣) ابن ماجة (٦٦٩) حميدي (١٧٤) أحمد (٢٥٨/٦) أبو عوانة (٣٧٠/١) بيهقي (١٩٢/٢)]

(٤) [بخاري (٥٦٥) كتاب مواقيت الصلاة : باب وقت العشاء إذا اجتمع الناس أو تأخروا' مسلم (٦٤٦) أبو داود (٣٩٧) نسائي (٢٦٤/١) أحمد (٣٦٩/٣)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (٤٠٩) كتاب الصلاة : باب في وقت الصبح ' أبو داود (٤٢٤) ترمذي (١٥٤) نسائي (٢٧٢/١) ابن ماجة (٦٧٢) أحمد (٤٦٥/٣) دارمي (٢٧٧/١)]



ان احادیث میں دو طرح سے تطبیق دی گئی ہے:

(1) (ابن قیمؒ، طحاویؒ) نماز کا آغاز تاریکی میں کیا جائے اور قراءت اتنی لمبی کی جائے کہ صبح خوب روشن ہو جائے۔

(2) (شافعیؒ، احمدؒ) "أسفرو" یا "أصبحوا" کا معنی یہ ہے کہ فجر واضح ہونے میں کوئی شک نہ رہ جائے۔(۱)

واضح رہے کہ صبح کو روشن کر کے نماز فجر ادا کرنا بھی اگرچہ نبی ﷺ سے ثابت ہے لیکن آخر میں جس عمل پر تادم حیات آپ ﷺ نے مداومت اختیار فرمائی ہے وہ اندھیرے میں نماز فجر کی ادائیگی ہے جیسا کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر ایک مرتبہ اندھیرے میں پڑھی اور پھر دوسری مرتبہ اسے خوب روشن کر کے پڑھا ﴿ثم كانت صلاته بعد ذلك التغليس حتى مات ولم يعد إلى أن يسفر﴾ "پھر وفات تک آپ ﷺ کی نماز (فجر) اندھیرے میں ہی رہی' آپ ﷺ نے دوبارہ کبھی اسے روشن کر کے نہ پڑھا۔" (۲)

بہرحال اس مسئلے میں بھی علماء کا اختلاف موجود ہے۔

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) نماز فجر اندھیرے میں ادا کرنا افضل و مستحب ہے۔ امام اسحاق' امام ابو ثور' امام اوزاعی' امام داود رحمہم اللہ اجمعین اور اسی طرح حضرت ابو بکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت ابن زبیر' حضرت انس' حضرت ابو موسیٰ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مؤقف منقول ہے۔

(ابو حنیفہؒ، محمدؒ، ابو یوسفؒ) نماز فجر خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے۔ (ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں " أصبحوا بالصبح" کے الفاظ ہیں)۔(۳)

(راجح) اندھیرے میں نماز فجر ادا کرنا ہی افضل ہے کیونکہ یہی نبی ﷺ کا دائمی عمل ہے اور خلفائے اربعہ اور جمہور صحابہ و تابعین کا بھی یہی مؤقف ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ نبی ﷺ صرف افضل عمل پر ہی مداومت اختیار فرماتے تھے۔(٤)

(ابن قدامہؒ) نماز فجر اندھیرے میں ادا کرنا افضل ہے۔(٥)

(ابن حجرؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٦)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

---

(۱) [أعلام الموقعين (۲/۲۹۰) الروضة الندية (۱/۲۰۳) نيل الأوطار (۱/٤۷۷) تحفة الأحوذى (۱/٥۰٥) ترمذى: كتاب الطهارة: باب ما جاء فى الإسفار بالفجر]

(۲) [حسن: صحيح أبو داود (۳۷۸) كتاب الصلاة: باب فى المواقيت' أبو داود (۳۹٤) ابن خزيمة (۳٥۲) مؤطا (۲۹) أحمد (٤/۱۲۰) دارمى (۱۱۸۹) بخارى (٥۲۱) مسلم (٦۱۰)]

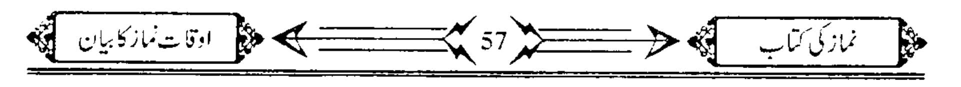
(۳) [تحفة الأحوذى (۱/٤۹۸) نيل الأوطار (۱/٤۷۷) اللباب (۱/٦۰) القوانين الفقهية (ص/٤٥) الشرح الصغير (۱/۲۲۲)]

(٤) [الإعتبار للحازمى (ص/۲٦۸-۲۷٥)]

(٥) [المغنى (۱/٤٤)]

(٦) [كمافى تحفة الأحوذى (۱/٥۰۳)]

(۷) [أيضا (۱/٥۰٥)]



فجر کا آخری وقت طلوع شمس تک ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وقت صلاة الفجر مالم تطلع الشمس﴾ ''نماز فجر کا وقت طلوع آفتاب تک ہے۔'' (۱)

جو شخص سو گیا یا نماز پڑھنا بھول گیا تو اس کی نماز کا وقت وہی ہے جب اسے یاد آ جائے

(1) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿فإذا نسي أحدكم صلاة أو نام عنها فليصلها إذا ذكرها﴾ ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنا بھول جائے یا سویا رہ جائے تو جب اسے یاد آئے نماز پڑھ لے۔'' (۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿من نسي صلاة فليصلها إذا ذكرها لا كفارة لها إلا ذلك﴾ ''جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب اسے یاد آئے نماز پڑھ لے' اس کا کفارہ صرف یہی ہے۔'' (۳)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''جسے نماز پڑھنا بھول جائے تو جب اسے یاد آئے نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ [طه: ۱٤] ''نماز اس وقت ادا کرو جب میری یاد آئے۔'' (٤)

ان احادیث کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا شخص قضائی نہیں دے گا کیونکہ یہ بات اصول میں مسلم ہے کہ ((انتفاء الشرط يستلزم انتفاء المشروط)) ''شرط کا نہ ہونا مشروط کے نہ ہونے کو لازم ہے۔'' اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو شخص بھولا نہیں وہ بطور قضاء نماز نہیں پڑھے گا۔ امام ابن حزمؒ نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سونے والے یا بھول جانے والے شخص کو جب یاد آئے اسے فوراً بلا تاخیر نماز ادا کر لینی چاہیے کیونکہ اس کا وقتِ ادا وہی ہے نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں حالتوں میں انسان مکلف نہیں ہوتا جیسا کہ اجماع سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ (٥)

---

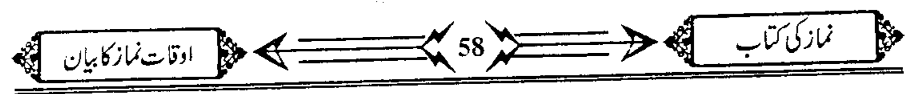
(۱) [مسلم (٦١٢) أحمد (٢١٠/٢) أبو داود (٣٩٦) شرح معاني الآثار (١٥٠/١) أبو عوانة (٣٧١/١)]

(۲) [مسلم (٦٨١) كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب قضاء الصلاة الفائتة.....' أبو داود (٤٣٨) نسائی (٢٩٤/١) ترمذی (١٧٧) ابن ماجة (٦٩٨) أحمد (٢٩٨/٥) ابن خزيمة (٩٥/٢) ابن الجارود (١٥٣) دارقطنی (٣٨٦/١)]

(۳) [أحمد (٢٦٩/٣) بخاری (٥٩٧) كتاب مواقيت الصلاة: باب من نسي صلاة فليصل إذا ذكر.....' مسلم (٦٨٤) ترمذی (١٧٨) ابن ماجة (٦٩٦) نسائی (٢٩٣/١) أبو داود (٤٤٢) أبو عوانة (٣٨٥/١) دارمی (٢٨٠/١) ابن خزيمة (٩٩٣) بيهقی (٢١٨/٢)]

(٤) [مسلم (٦٨٠) كتاب المساجد ' أبو داود (٤٣٥) نسائی (٢٩٦/١) ابن ماجة (٦٩٧) أبو عوانة (٢٥٣/٢) بيهقی (٢١٧/٢)]

(٥) [نيل الأوطار (٤٨٦/١-٤٨٨)]



جو شخص کسی عذر کی وجہ سے وقت میں صرف ایک ہی رکعت حاصل کر سکے

تو اس کی مکمل نماز ہو جائے گی واضح رہے کہ عذر کے سوا وقت پر نماز ادا کرنا فرض ہے جیسا کہ حدیث نبوی ہے کہ ﴿ صل الصلاة لوقتها ﴾ ''نماز اس کے وقت پر ادا کرو۔''(۱)

مزید تفصیل آگے آئے گی۔

(نوویؒ) علماء کا اتفاق ہے کہ اس وقت (طلوع آفتاب یا غروب آفتاب) تک جان بوجھ کر تاخیر کرنا جائز نہیں۔(۲)

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من أدرك من الصبح ركعة قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك الصبح و من أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر ﴾ ''طلوع آفتاب سے پہلے جس نے نماز فجر کی ایک رکعت پالی اس نے صبح کی نماز پالی اور جس نے غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت پالی اس نے نماز عصر پالی۔''(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من أدرك من العصر سجدة قبل أن تغرب الشمس أو من الصبح قبل أن تطلع الشمس فقد أدركها ﴾ ''جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت (یہاں سجدہ سے مراد رکعت ہے) پالی یا طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پالی تو اس نے اسے (یعنی نماز عصر یا نماز فجر کو) پالیا۔''(٤)

معلوم ہوا کہ نماز فجر اور نماز عصر کی ایک ایک رکعت ان کے اوقات ختم ہونے سے پہلے حاصل کر لینا ایسا ہی ہے جیسے کہ مکمل نماز حاصل کر لی ہے۔

(شافعیؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) یہ صرف نماز عصر کے ساتھ خاص ہے لہذا طلوع آفتاب سے نماز فجر باطل ہو جائے گی خواہ ایک رکعت پہلے پالی ہو (ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے لیکن گذشتہ احادیث سے ممانعت

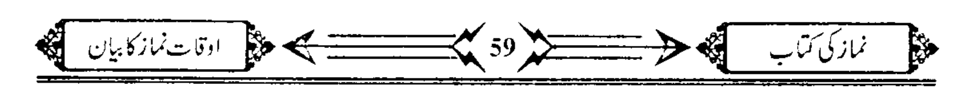
---

(۱) [مسلم (٦٤٨)]

(۲) [شرح مسلم (۱۱۵/۳)]

(۳) [بخاری (۵۷۹) کتاب مواقیت الصلاة : باب من أدرك من الفجر ركعة ' مسلم (٦٠٨) أبو داود (٤١٢) ترمذی (١٨٦) نسائی (٢٥٧/١) ابن ماجة (١١٢٢) دارمی (٢٧٧/١) أبو عوانة (٣٥٨/١) شرح معانی الآثار (٩٠/١) بیهقی (٣٦٧/١)]

(٤) [أحمد (٧٨/٦) مسلم (٦٠٩) كتاب المساجد و مواضع الصلاة : باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة ' نسائی (٢٧٣/١) ابن ماجة (٧٠٠) بیهقی (٣٧٨/١) أبو عوانة (٣٧٤/١)]



والی حدیث کی تخصیص ہو جاتی ہے)۔(۱)

(راجح) یقیناً امام شافعیؒ کا موقف ہی راجح ہے کیونکہ گذشتہ صحیح احادیث اس پر شاہد ہیں۔

(ابن حجرؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔(٤)

(ابن قیمؒ) انہوں نے اسی بات کو ثابت کیا ہے اور مخالفین کا قاطع رد کیا ہے۔(٥)

وقت پر نماز پڑھنا واجب ہے

(1) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ ''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے لوگ حکمران ہوں گے جو نماز فوت کر دیں گے یا نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے ادا کریں گے؟ کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صل الصلاة لوقتها﴾ ''نماز اس کے وقت میں ادا کرنا'' اور اگر تم ان کے ساتھ بھی نماز پالو تو پڑھ لینا وہ تمہارے لیے نفل بن جائیں گے۔(٦)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے علی! تین کاموں میں تاخیر نہ کرنا ﴿الصلاة إذا أتت......﴾ ''نماز جب اس کا وقت آجائے......''(۷)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ منافق کی نماز ہے' وہ بیٹھا رہتا ہے' سورج کا انتظار کرتا ہے ﴿حتى إذا اصفرت﴾ ''جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے (سر کے) دونوں کناروں کے درمیان ہوتا ہے تو منافق (نماز کے لیے) کھڑا ہوتا ہے' اور جلدی جلدی چار رکعت ادا کرتا ہے' ان میں بہت ہی کم اللہ کا ذکر کرتا ہے۔''(۸)

---

(۱) [الأم للشافعي (١٥٦/١) المغني (٥١٦/٢) كشاف القناع (٢٥٧/١) شرح فتح القدير (٤١٧/١)]

(۲) [فتح الباری (٢٥٠/٢)]

(۳) [نيل الأوطار (٤٨٢/١)]

(٤) [تحفة الأحوذى (٥٨١/١)]

(٥) [أعلام الموقعين (٣٤١/٢-٣٤٤)]

(٦) [مسلم (٦٤٨) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب كراهية تاخير الصلاة من وقتها المختار ......' أبو داود (٤٣١) ترمذى (١٧٦) نسائى (٧٥/٢) ابن ماجة (١٢٥٦) ابن خزيمة (١٦٣٧) أبو عوانة (٤٤٨/٤) ابن حبان (١٤٨٢) عبدالرزاق (٣٧٨٠) بيهقى (٣٠١/٢) أحمد (١٣٧/٥)]

(۷) [ضعيف : الدراية لابن حجر (١٠٥/١) ترمذى (١٧١) كتاب الصلاة : باب ما جاء فى الوقت الأول من الفضل' ابن ماجة (١٤٨٦) أحمد (١٠٥/١) شیخ البانیؒ نے اس کے معنی کو صحیح کہا ہے۔[المشكاة (٦٠٥)]

(۸) [صحيح : أبو داود (٤١٣) كتاب الصلاة : باب فى وقت صلاة العصر' مسلم (٦٢٢) مؤطا (٢٢٠/١) ترمذى (١٦٠) نسائى (٥١١) عبدالرزاق (٢٠٨٠) بيهقى (٤٤٤/١) ابن خزيمة (٣٣٣) شرح السنة (٢٩/٢)]



یہ تمام دلائل اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ نماز کو اس کے ابتدائی وقت پر ہی پڑھنا لازم و افضل ہے البتہ نماز عشاء کو تاخیر سے پڑھنا افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے یہی پسند فرمایا ہے اور اسی طرح سخت گرمی میں ظہر کو بھی کچھ تاخیر سے پڑھنا بہتر ہے لیکن بلا وجہ نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔(۱)

کسی عذر کی وجہ سے نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كان النبى ﷺ إذا ارتحل قبل أن تزيغ الشمس أخر الظهر إلى وقت العصر ثم يجمع بينهما وإذا زاغت صلى الظهر ثم ركب ﴾ ''اگر سورج ڈھلنے سے پہلے نبی ﷺ سفر کے لیے روانہ ہوتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کر لیتے پھر انہیں جمع کر کے پڑھ لیتے اور اگر سورج ڈھل گیا ہوتا تو ظہر کی نماز پڑھتے' پھر سوار ہوتے۔''(۲)

ایک اور صحیح روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ صلى الظهر والعصر ﴾ ''(اگر سورج ڈھل گیا ہوتا) تو ظہر اور عصر دونوں کو جمع کر کے پڑھتے (پھر سفر پر روانہ ہوتے)۔(۳)

رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی عذر کے بھی نمازوں کو جمع کیا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ جمع رسول الله بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء بالمدينة من غير خوف ولا مطر ﴾ وفي رواية ﴿ من غير خوف ولا سفر ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو مدینہ میں بغیر کسی خوف اور بارش کے جمع کیا۔'' اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ''بغیر کسی خوف اور سفر کے جمع کیا۔''(٤)

یہاں یہ بات یاد رہے کہ نمازوں کو جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(1) ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں اس طرح ادا کرنا کہ ابھی صرف ایک نماز کا وقت ہو دوسری کا نہ ہو مثلاً عصر کو ظہر کے ساتھ اس کے ابتدائی وقت میں پڑھ لینا۔ یہ جمع صرف مسافر کے لیے جائز ہے۔

(2) پہلی نماز کو مؤخر کر کے آخری وقت میں اور دوسری کو جلدی کر کے پہلے وقت میں پڑھ لینا اس طرح بظاہر دونوں نمازیں جمع بھی ہو جائیں گی اور فی الحقیقت اپنے اپنے وقتوں میں ادا ہوں گی' اس جمع کو جمع صوری کہتے ہیں اور جس روایت میں بغیر کسی عذر کے نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے اس سے یہی جمع مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ صليت مع النبى ﷺ الظهر والعصر جميعا والمغرب والعشاء جميعا أخر الظهر وعجل العصر......

---

(۱) [السيل الجرار (۱۸۹/۱) شرح مسلم للنووی (۱۱۵/۳) نيل الأوطار (٤٨٣/۱) الروضة الندية (۲۰۸/۱)]

(۲) [بخاری (۱۱۱۲) كتاب الجمعة : باب إذا ارتحل بعد مازاغت الشمس صلى الظهر...... مسلم (۷۰٤)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (۲۸/۳) أبو داود (۱۲۰٦) كتاب الصلاة : باب الجمع بين الصلاتين' ترمذی (۵۵۳) دارقطنی (۳۹۲/۱) أحمد (۲۳۷/۵)]

(٤) [موطا (۱٤٤/۱) كتاب قصر الصلاة في السفر: باب الجمع بين الصلاتين في الحضر والسفر' مسلم (۷۰۵) أبو داود (۱۲۱۰) نسائی (۶۰۱ ' ۶۰۲) ابن خزيمة (۹۷۱) أحمد (۲۸۳/۱)]

وأخر المغرب و عجل العشاء﴾ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر وعصر کی نماز اکٹھی ادا کی اور مغرب وعشاء کی نماز اکٹھی ادا کی (وہ اس طرح کہ) آپ ﷺ نے ظہر کو مؤخر کر دیا اور عصر جلدی پڑھ لیا اور مغرب کو مؤخر کر دیا اور عشاء کو جلدی پڑھ لیا۔'' (۱)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۳)

دوران بارش اور حالت مرض میں بعض علماء نے (مسافر کی طرح نماز) جمع کرنے کی اجازت دی ہے مثلاً امام احمد، امام شافعی اور امام اسحاق رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ تاہم امام شافعیؒ کے مشہور قول کے مطابق مریض کے لیے نمازیں جمع کرنے کی ممانعت منقول ہے۔ (٤)

(راجح) دوران بارش یا حالت مرض میں (مسافر کی طرح یعنی ایک وقت میں) نمازیں جمع کرنا درست نہیں (کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی ﷺ بیماری کی حالت میں نمازیں جمع فرماتے اور دوسرے مریض صحابہ کو بھی اس کی تلقین کرتے حالانکہ ایسا کچھ منقول نہیں) البتہ جمع صوری (اپنے اپنے وقت میں نمازیں پڑھنے) کا جواز بہرحال موجود ہے۔ (٥)

(احناف) سفر میں بھی نمازیں جمع کرنا جائز نہیں۔ ان کی دلیل ضعیف روایت ہے جو کہ قابل حجت نہیں۔ (٦)

تیمم کرنے والا اور جس کی نماز یا طہارت میں کوئی کمی رہ گئی ہو

نماز میں کمی مثلاً بیماری کی وجہ سے نماز کے مکمل ارکان ادا نہ کر سکتا ہو اور طہارت میں کمی سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے اعضائے وضوء میں سے بعض کو زخم یا کسی اور عذر کی وجہ سے دھونا محال ہو۔

یہ دونوں بھی دیگر لوگوں کی طرح بغیر کسی تاخیر کے نماز ادا کریں

جن لوگوں نے ایسے معذور حضرات کے لیے نماز کو تاخیر سے پڑھنا لازم قرار دیا ہے ان کی یہ رائے خطا پر مبنی ہے اور ان کا یہ قول نقل وعقل کے خلاف ہے اگر ہم کتاب وسنت کا عمیق مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ایسے اعذار میں نماز کو اس کے مقررہ وقت سے لیٹ کر کے پڑھتا ہو چہ جائیکہ اسے واجب کہا جائے یا اضطراری وقت تک تاخیر کو لازم قرار دیا جائے بلکہ اگر نماز کا وقت آنے پر پانی موجود نہ ہو تو تیمم کو مشروع کیا گیا ہے اور اسی طرح جو کسی بیماری کی وجہ سے طہارت یا نماز کو مکمل طور پر ادا نہ کر سکتا ہو تو نماز کا وقت آنے پر اس کے لیے جس قدر ممکن ہو سکے نماز پڑھنا جائز ہے اور یہی اس

(۱) [مسلم (۱۱٥۲) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر]

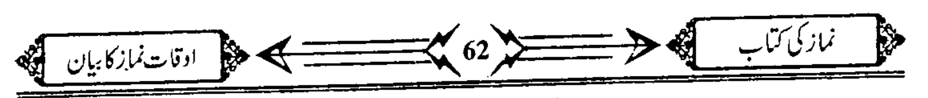
(۲) [نیل الأوطار (۲۲۷/۲)]

(۳) [تحفة الأحوذی (٥٨٥/١)]

(٤) [تحفة الأحوذی (٥٨٧/١) فتح الباری (٢٣١/٢)]

(٥) [السیل الجرار (١٩٣/١)]

(٦) [فیض القدیر (١١٣/٦) ضعیف ترمذی (٢٨) الضعیفة (٤٥٨١) ضعیف الجامع (٥٥٤٦)]



سے مطلوب ہے اور اس پر واجب ہے اور اگر ایسے شخص پر تاخیر واجب ہوتی تو شارع علیہ السلام اسے بیان فرما دیتے (حالانکہ ایسا کچھ منقول نہیں)۔

حاصل کلام یہی ہے کہ ایام نبوت میں ایسی کوئی بات نہیں سنی گئی حالانکہ ان میں بھی لوگ مریض ہوتے تھے اور بعض کو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿صل قائما فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلى جنب﴾ ''کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتے تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں ہے تو پہلو کے بل پڑھ لو۔''(۱)

لیکن ایسی کوئی بات معروف نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نماز وقت سے مؤخر کر کے پڑھنے کا حکم دیا ہو اور نہ ہی ایسا کوئی ایک حرف بھی کتاب وسنت میں منقول ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کی وفات کے بعد عصر صحابہ، عصر تابعین اور عصر تبع تابعین میں بھی ایسی کوئی بات معروف ومشہور نہیں ہوئی اور نہ ہی ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک نے بھی ایسی کوئی بات کی ہے، اس طرح کے عجیب مسائل وآراء کے ساتھ ہماری اس زمین کے باشندے ہی خاص ہیں۔(۲)

نماز کے مکروہ اوقات

(1) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنے اور میت کی تدفین سے رسول اللہ ﷺ ہمیں منع فرمایا کرتے تھے ﴿حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع و حين يقوم قائم الظهيرة حتى تزول الشمس و حين تتضيف الشمس للغروب﴾ ''جب آفتاب طلوع ہو رہا ہو حتی کہ بلند ہو جائے، جب سورج نصف آسمان پر ہو تا وقتیکہ وہ ڈھل جائے اور جس وقت سورج غروب ہونا شروع ہو جائے۔''

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ﴿لا صلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس و لا صلاة بعد العصر حتى تغيب الشمس﴾ ''صبح کی نماز ادا کر لینے کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز (جائز) نہیں اور اسی طرح نماز عصر ادا کر لینے کے بعد غروب آفتاب تک کوئی دوسری نماز (جائز) نہیں۔''(۳)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿كنا ننهى عن الصلاة عند طلوع الشمس وعند غروبها و نصف النهار﴾ ''ہمیں طلوع آفتاب کے وقت، غروب آفتاب کے وقت اور آدھے دن کو نماز پڑھنے سے روکا جاتا تھا۔''(٤)

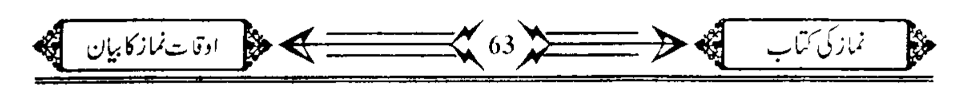
نصف النہار نماز کی کراہت سے نماز جمعہ مستثنیٰ ہے جیسا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أنه كره أن يصلى نصف النهار إلا يوم الجمعة﴾ ''آپ ﷺ نے آدھے دن کے وقت جمعہ کے دن کے سوا نماز پڑھنا ناپسند

(۱) [بخاری (۱۱۱۷) كتاب الجمعة : باب إذا لم يطق قاعدا صلى على جنب، نسائی (۳/۲۲٤) بیهقی (۳/۱٥٥) أبو داود (۹٥۲) ترمذی (۳۷۲) ابن ماجة (۱۲۲۳)]

(۲) [السیل الجرار (۱/۱۹۱-۱۹۳) وبل الغمام (۱/۳۰۳) الروضة الندية (۱/۱۰۲)]

(۳) [بخاری (٥٨٦) كتاب مواقيت الصلاة : باب لا تتحرى الصلاة قبل غروب الشمس، مسلم (۸۲۷) أبو عوانة (۱/۳۸۰) نسائی (٥٦٧) أحمد (۳/۹٥) أبو داود (۲٤۱۷) ابن ماجة (۱۲٤۹) بیهقی (۲/٤٥۲)]

(٤) [شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/۳۰٤)]



کیا ہے۔'' (۱)

اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن دوسری حدیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے ﴿ ثم ننصرف وليس للحيطان فيئ ﴾ ''پھر ہم واپس جاتے اور اس وقت دیواروں کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔'' (۲)

کیا ان مکروہ اوقات سے مسجد حرام مستثنیٰ ہے؟

جس حدیث سے ثابت کیا جاتا ہے کہ گذشتہ ذکر کردہ تین مکروہ اوقات سے مسجد حرام مستثنیٰ ہے وہ یہ ہے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يا بني عبد مناف لا تمنعوا أحدا طاف بهذا البيت وصلى أية ساعة شاء من ليل أو نهار ﴾ ''اے عبد مناف کی اولاد! بیت اللہ کا طواف کرنے والے کسی شخص کو منع نہ کرو اور نہ کسی نماز پڑھنے والے کو (نماز پڑھنے سے) خواہ وہ شب و روز کی کسی گھڑی میں یہ کام کرے۔'' (۳)

(احمدؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ، طحاویؒ) مکہ میں مکروہ اوقات میں بھی نماز و طواف جائز ہے۔

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔

(جمہور) کراہت کی جانب کو ترجیح دیتے ہوئے ممانعت کی احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

(ابو حنیفہؒ، محمدؒ، ابو یوسفؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

(نوویؒ) امت کا اجماع ہے کہ عصر کے بعد ممنوع اوقات میں ایسی نماز جس کا کوئی سبب نہ ہو مکروہ ہے اور اس پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ ان اوقات میں فرائض کی ادائیگی جائز ہے لیکن ایسے نوافل کی ادائیگی میں اختلاف ہے جن کا کوئی سبب ہو مثلاً تحیۃ المسجد، سجود التلاوہ، سجدہ شکر، نماز عید، نماز کسوف اور نماز جنازہ وغیرہ۔ (٥)

(محمد صبحی حسن حلاق) اس حدیث میں مذکورہ (مکروہ) اوقات میں نماز کے جواز کا ثبوت نہیں ہے بلکہ اس میں تو عبد مناف کی اولاد کو صرف اتنا حکم ہے کہ وہ کسی بھی وقت بیت اللہ کا طواف یا نماز پڑھنے والے کو منع نہ کریں۔ (٦)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں اور مزید فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان اوقات میں (نماز سے) ممانعت

---

(١) [**ضعيف**: ضعيف أبو داود (٢٣٦) كتاب الصلاة: باب الصلاة يوم الجمعة قبل الزوال' أبو داود (١٠٨٣) ضعيف الجامع (١٨٤٩) المشكاة (١٠٤٧) بيهقي (١٩٣/٣)]

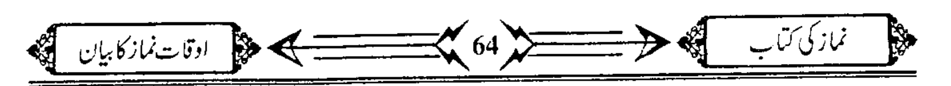
(٢) [**صحيح**: صحيح أبو داود (٩٦١) كتاب الصلاة: باب وقت الجمعة' أبو داود (١٠٨٥)]

(٣) [**صحيح**: صحيح ترمذي (٦٨٨) أبو داود (١٨٩٤) كتاب المناسك: باب الطواف بعد العصر' ترمذي (٨٦٨) نسائي (٢٩٢٤) ابن ماجة (١٢٥٤) بيهقي (٤٦١/٢) أحمد (٨٠/٤)]

(٤) [تحفة الأحوذي (٧١٤/٣ - ٧١٥) الروضة الندية (٢١٢/١) سبل السلام (٢٣٨/١)]

(٥) [شرح مسلم للنووي (٢٧٤/٣)]

(٦) [التعليق على الروضة الندية (٢١٢/١)]



بیت اللہ کے علاوہ ہے۔(۱)

(راجح) شیخ البانیؒ کا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

عصر کے بعد دو رکعتوں کی ادائیگی کا حکم

جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں ﴿ ما ترك النبي ﷺ السجدتين بعد العصر عندي قط ﴾ ''میرے پاس رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑیں۔''(۲)

لیکن حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر میں بعد از نماز عصر صرف ایک مرتبہ دو رکعتیں پڑھیں۔'' اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿ لم أر يصليهما قبل و لا بعد ﴾ ''میں نے آپ ﷺ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے (کبھی) نہیں دیکھا' نہ اس سے پہلے نہ بعد میں۔''(۳)

ان احادیث کے درمیان تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ نافی کو راوی کے عدم علم پر محمول کیا جائے گا کہ اسے اس کی اطلاع نہیں ہوگی اور مثبت کو نافی پر ترجیح دی جائے گی (جیسا کہ اصول میں یہ بات ثابت ہے)۔(٤)

یہاں نبی ﷺ سے بعد از عصر دو رکعتیں پڑھنا تو ثابت ہو گیا لیکن گذشتہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خود عصر کے بعد کوئی بھی نماز پڑھنا ممنوع قرار دیا ہے۔

(ابن حزمؒ) ممانعت کی احادیث منسوخ ہو چکی ہیں۔(۵)

ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں راجح بات یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث منسوخ نہیں ہوئیں بلکہ وہ محکم ہیں اور نبی ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز اس لیے ادا کی تھی کہ وفد عبدالقیس کے ساتھ مصروفیت کی وجہ سے آپ ﷺ ظہر کی دو سنتیں نہیں پڑھ سکے تھے لہٰذا آپ ﷺ نے وہ دو سنتیں عصر کے بعد ادا کر لیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ شغلني ناس من عبدالقيس عن الركعتين بعد الظهر فهما هاتان ﴾ ''قبیلہ عبدالقیس کے لوگوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے مشغول کر دیا پس یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔''(٦)

اور آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی کوئی عمل کرتے بعد میں اس پر مداومت اختیار فرماتے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ و كان إذا صلى صلاة أثبتها يعني "داوم عليها" ﴾ ''آپ ﷺ جب بھی کوئی

(۱) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲٤۱/۱)]

(۲) [بخاری (۵۹۱ ' ۵۹۲) كتاب مواقيت الصلاة : باب ما يصلى بعد العصر من الفوائت]

(۳) [صحيح : صحيح نسائي (٥٦٦) كتاب المواقيت : باب الرخصة في الصلاة قبل غروب الشمس' نسائی (٥٨٢)]

(٤) [تحفة الأحوذي (٥٦٩/١)]

(۵) [تحفة الأحوذي (٥٦٨/١)]

(٦) [بخاری (۱۲۳۳) كتاب السهو : باب إذا كلم وهو يصلي فأشار بيده]



نماز ادا فرماتے تو اس پر مداومت اختیار فرماتے۔'' (۱)

لہٰذا آپ ﷺ بعد میں بھی نماز عصر کے بعد یہ رکعتیں پڑھتے رہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عمل صرف آپ ﷺ کے ساتھ ہی خاص تھا اسی لیے جب آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ﴿ أفنقضيهما إذا فاتتا ﴾ ''اگر یہ دو رکعتیں فوت ہو جائیں تو کیا ہم بھی ان کی قضائی دیں۔؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ﴾ ''نہیں۔'' (۲)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ﴿ كان يصلي بعد العصر وينهى عنهما ويواصل وينهى عن الوصال ﴾ ''آپ ﷺ خود عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے لیکن (دوسروں کو) اس سے منع فرماتے تھے اور آپ ﷺ خود (روزہ میں) وصال فرماتے لیکن دوسروں کو منع کرتے۔'' (۳)

ان روایات سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور کے لیے ان اوقات میں نوافل ادا کرنا جائز نہیں۔ (٤)

(راجح) عصر کے بعد جب تک سورج بلند اور روشن ہو (یعنی ابھی زرد نہ ہوا ہو) کوئی بھی نماز ادا کرنا جائز ہے خواہ فوت شدہ فرض نماز ہو یا سنت ہو یا نفل ہو یا نماز جنازہ ہو۔ (٥)

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن الصلاة بعد العصر إلا والشمس مرتفعة ﴾ ''نبی ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع کیا ہے الا کہ اس صورت میں (جائز ہے کہ) سورج ابھی بلند ہو۔'' (٦)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عصر کے بعد سورج زرد ہونے تک نفل پڑھنے کی اجازت ثابت ہے۔ (٧)

(3) حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (٨)

(4) علاوہ ازیں صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے عصر کے بعد نماز پڑھنا ثابت ہے۔ (٩)

---

(۱) [مسلم (۸۳۵) كتاب صلاة المسافرين و قصرها : باب معرفة الركعتين اللتين كان يصليهما النبي بعد ، نسائي (۲۸۱/۱) ابن خزيمة (۱۲۷۸) ابن حبان (۱۵۷۷)]

(۲) [**ضعيف** : التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲٤۲/۱) أحمد (۳۱۵/٦) شرح معاني الآثار (۳۰٦/۱)]

(۳) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (۲۷۸) ضعيف الجامع (٤٥٦٤) إرواء الغليل (٤٤۱) أبو داود (۱۲۸۰)]

(٤) [تحفة الأحوذي (٥٦٨/١) سبل السلام (٢٤٦/١) نيل الأوطار (٣١٩/١)]

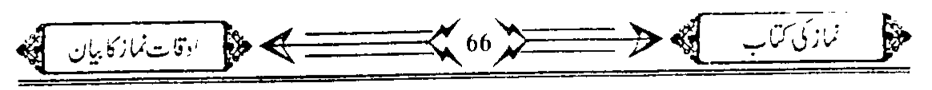
(٥) [عون المعبود (١٠٩/٢)]

(٦) [**صحيح** : صحيح أبو داود (١١٣٥) كتاب الصلاة : باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة ، أبو داود (١٢٧٤)]

(٧) [مجمع الزوائد (٢٢٣/٢)]

(٨) [تلخيص الحبير (١٨٥/١) فتح الباري (٢٥٧/٢)]

(٩) [المحلى لابن حزم (٤٢/٢-٤٧) ابن أبي شيبة (٣٥١/٢) شرح معاني الآثار (٢١٠/١)]



دائمی نقشہ اوقات نماز کی شرعی حیثیت

متعدد علماء سے اس کی ممانعت ومخالفت منقول ہے لیکن راجح قول جواز کا ہی ہے۔

(صدیق حسن خانؒ) انہوں نے اسے علم نجوم کی ایک صورت کہتے ہوئے اس کا رد کیا ہے۔(۱)

(امیر صنعانیؒ) بالاتفاق یہ بدعت ہے اور پوری دنیا کے علماء میں سے کوئی بھی عالم یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ دور نبوی یا دور خلفائے راشدین میں یہ عمل موجود تھا لہٰذا یہ عمل صرف بدعت ہے جو کہ غالباً خلیفہ مامون الرشید کے عہد میں شروع ہوا۔(۲)

(جلالؒ) ایسا کوئی عمل نہ تو نبی ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے خلفاء میں سے کسی سے اس کا ثبوت ملتا ہے لہٰذا یہ ظاہر بدعت اور سنت کی مخالفت ہے۔(۳)

بعض اہل علم نے تو یہاں تک دعویٰ کر دیا ہے کہ دلائل صحیحہ کے مطابق درست نقشہ اوقات نماز مرتب کرنے والے اہل علم کو کیلنڈر کی کتابت وطباعت پر زر تعاون مبلغ بیس ہزار (20,000) روپے حق خدمت دیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ ہے کوئی عالم جو دائمی نقشہ اوقات نماز پنجگانہ وطریقہ نماز مسنون مرتب کرے۔(٤)

(البانیؒ) ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب سبل السلام اور اس کے بعد شارح (الروضۃ الندیہ صدیق حسن خانؒ) ممنوع علم نجوم (جو کہ ستاروں کے ذریعے علم غیب کا دعویٰ کرنا ہے) اور علم فلک ومیقات اور سورج، چاند اور ستاروں کی منزلیں مقرر کرنے کے علم کے درمیان فرق نہیں جانتے حالانکہ یہ علوم ایسے قطعی دلائل سے صحیح ثابت ہیں جو کہ صحیح حساب پر مبنی ہیں اور انہی کے ذریعے کسوف وخسوف (سورج یا چاند گہن)، نماز اور مہینوں کے اوقات اور ان کے علاوہ دیگر اشیاء کے متعلق معلوم کیا جاتا ہے۔ فی الحقیقت یہ علم نہ تو آپ ﷺ کے زمانے میں تھا اور نہ ہی خلفائے راشدین کے زمانے میں تھا لیکن ہم اسے بدعت کا نام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ہر ایسا جدید علم جو لوگوں کے لیے نفع رساں ہو مسلمانوں کے بعض احباب پر اس کا سیکھنا فرض ہے تا کہ مسلمانوں کو قوت مہیا ہو اور امت اسلامیہ ترقی کرے۔

اور بدعت صرف وہی چیز ہے جسے لوگ عبادات کی انواع واقسام میں ایجاد کر لیں نہ کہ (وہ بدعت ہے) جسے عبادات کے علاوہ دیگر اشیاء میں ایجاد و دریافت کیا گیا ہو اور نہ ہی یہ شریعت کے قواعد کے خلاف ہے اور نہ ہی اصلاً بدعت ہے۔ (واللہ الموفق)۔(٥)

(خطابیؒ) وہ علم نجوم جس کے ذریعے تجربہ ومشاہدہ کے بعد زوال شمس اور سمت قبلہ معلوم کی جاتی ہے اس کا حاصل کرنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ اس میں صرف یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ جب تک سایہ کم ہوتا جائے گا سورج مشرقی کنارہ سے وسط آسمان کی طرف

(۱) [الروضۃ الندیۃ (۱/٤۰۲)]

(۲) [سبل السلام (۲/۳۱۰_۳۱۱)]

(۳) [ضوء النہار (۲/٤۲٤)]

(٤) [اوقات نماز کی تحقیق از عبدالرشید انصاری (ص/۱۷)]

(٥) [التعلیقات الرضیۃ علی الروضۃ الندیۃ (۱/۲۳٤)]

بڑھتا جائے گا اور جب سایہ زیادہ ہونے لگے گا تو وسط آسمان سے سورج مغربی کنارے کی طرف گرنا شروع ہو جائے گا اور یہ ایک صحیح علم ہے جس کا ادراک مشاہدے سے ہوتا ہے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس فن کے جاننے والوں نے ایسے آلات ایجاد کر لیے ہیں کہ جن کی وجہ سے آدمی سورج کی رفتار کا ہر وقت معائنہ کرنے کا محتاج نہیں رہا اور جو ستاروں کے ذریعے قبلہ کی سمت معلوم کی جاتی ہے تو وہ ایسے ستارے ہیں جن کے مطالعہ سے ایسے اہل علم نے قوانین وضع کیے ہیں جن کے دینی شغف اور معرفتِ اسلام میں ہمیں کوئی شک نہیں اور ہم انہیں اس معاملے میں سچا سمجھتے ہیں۔ (۱)

(ابن تیمیہؒ) علم نجوم کی دو قسمیں ہیں:

① ایسا علم جس کے ذریعے ماہ و سال کا تعین' کسوف و خسوف اور سمتوں کی معلومات حاصل کی جاتی ہے وہ علم ہیئت ہے اور جائز ہے۔

② ایسا علم جس میں ستاروں کے ذریعے انسانی زندگی کی قسمت کا حال معلوم کیا جاتا ہے وہ کفر و شرک ہے۔ (۲)

(راجح) علم نجوم کی وہ قسم جسے جادوگر' کاہن اور نجومی اختیار کرتے ہوئے علم غیب' قسمت کا حال' گمشدہ اشیاء کا پتہ اور آئندہ حالات و واقعات کے علم کا دعوی کرتے ہیں وہ بلا شک و شبہ ناجائز ہے لیکن ایسا علم نجوم جسے دوسرے لفظوں میں علم ہیئت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جس کے ذریعے سمتوں کا تعین' ماہ و سال کی معلومات اور کسوف و خسوف (یعنی پہلے خبردار کر دیا جاتا ہے کہ فلاں وقت میں سورج گہن ہوگا اور پھر دنیا دیکھتی ہے کہ اس وقت سورج گہن ہوتا ہے لیکن کوئی عالم بھی یہ فتوی نہیں لگاتا کہ یہ علم غیب کا دعوی ہے تو یقیناً ایسا ہی ہے کہ یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ تجربہ و مشاہدہ کا نتیجہ ہے) وغیرہ کے اوقات معلوم کیے جاتے ہیں وہ ممنوع نہیں ہے اس لیے اگر اس علم کے تحت نمازوں کے اوقات بھی مقرر کر دیے جائیں تو یقیناً اس میں کوئی قباحت نہیں۔

نمازیں جمع کرتے وقت ایک اذان اور دو اقامتیں کہی جائیں گی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) مروی ہے کہ دورانِ حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا ﴿ ثم أذن ثم أقام فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ﴾ ''پھر (کسی نے) آذان دی' پھر اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر ادا کی' پھر اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر ادا کی۔'' (۳)

(شوکانیؒ) یہی بات راجح ہے۔ (٤)

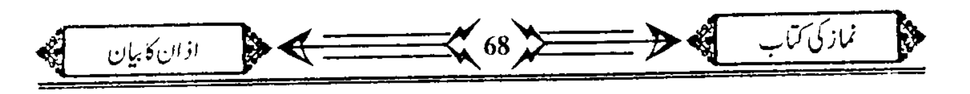
---

(۱) [فتح المجید (ص/۲۵۷)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مجموع الفتاوی (۳۵/۱۰۲۔۱۲۰) (۱۳۹۔۱٤۲) (۲۵/۱۰۸۔۱۱۰)]

(۳) [مسلم (۱۲۱۸) کتاب الحج: باب حجة النبي' أبو داود (۱۹۰۵) نسائي (۱/۲۹۰) دارمي (۲/٤٤) بيهقي (٥/۷) ابن ماجة (۳۰۷٤)]

(٤) [السيل الجرار (۱/۱۹٥)]



باب الأذان — اذان کا بیان

لغوی وضاحت: لفظ اذان کا معنی ''اطلاع دینا اور خبردار کرنا'' ہے۔ باب أَذَّنَ يُؤَذِّنُ (تفعيل) ''اذان دینا'' اور باب آذَنَ يُؤْذِنُ (إفعال) ''آگاہ کرنا'' کے معنی میں مستعمل ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ [الحج : ۲۷] ﴿وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ [التوبة : ۲](۱)

شرعی تعریف: مخصوص الفاظ میں اوقات نماز سے آگاہ کرنا۔(۲)

مشروعیت: (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ......﴾ [المائدة : ۵۸] ''اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو......''

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿فإذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم﴾ ''جب نماز کا وقت ہو جائے تو تمہیں خبردار کرنے کے لیے تم میں سے کوئی شخص اذان دے۔''(۳)

اذان کی ابتدا: حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ایسی تمام احادیث' کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان ہجرت سے پہلے مکہ میں ہی مشروع کر دی گئی تھی' ذکر کرنے کے بعد فرمایا ((والحق أنه لا يصح شيئ من هذه الأحاديث)) ''اور حق بات یہی ہے کہ ان احادیث میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔'' امام ابن منذرؒ نے بالجزم کہا ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں فرضیت نماز سے ہجرت مدینہ تک بغیر اذان کے ہی نماز پڑھتے تھے حتی کہ آپ ﷺ نے اس مسئلے میں صحابہ سے مشورہ کیا تو صحابہ نے ناقوس' بوق اور آگ وغیرہ جلانے کا مشورہ دیا لیکن حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ نے اپنا خواب بیان کیا کہ جس میں اذان کا ذکر تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ کے سامنے اسی طرح کا خواب دیکھنے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿يا بلال قم فناد بالصلاة﴾ ''اے بلال! کھڑے ہو جاؤ اور نماز کے لیے اذان دو۔''(۴)

بعد ازاں عہد رسالت میں اسی پر مداومت و مواظبت رہی حتی کہ آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔(۵)

ہر آبادی والوں کے لیے مؤذن مقرر کرنا مشروع ہے

اذان کے حکم میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ، مالکؒ) اذان دینا واجب ہے۔

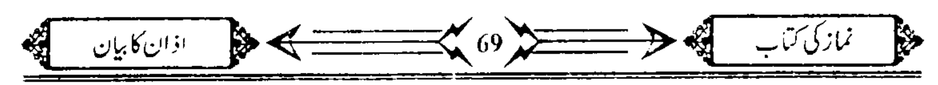
(۱) [المنجد (ص/۳٤) القاموس المحيط (ص/۱۰۵۸) الفقه الإسلامي وأدلته (۱/۶۹۱)]

(۲) [شرح مسلم للنووي (۲/۳۱۱) نيل الأوطار (۱/٤۹۲) تحفة الأحوذي (۱/۵۸۹) اللباب (۱/۶۲) كشاف القناع (۱/۲۶۶)]

(۳) [بخاري (۶۲۸) كتاب الاذان : باب من قال ليؤذن في السفر مؤذن واحد' مسلم (۶۷٤) أبو داود (۵۸۹) ترمذي (۲۰۵) نسائي (۶۳٤) ابن ماجة (۹۷۹)]

(٤) [بخاري (۶۰٤) كتاب الاذان : باب بدء الاذان' مسلم (۳۷۷) ترمذي (۱۹۰) نسائي (۲/۲) أحمد (۲/۱٤۸) أبو داود (٤۹۹) صحيح أبو داود (٤۶۹)]

(۵) [فتح الباري (۲/۲۷۹) تحفة الأحوذي (۱/۵۸۹) نيل الأوطار (۱/٤۹۲) الروضة الندية (۱/۲۱۵)]



(ابوحنیفہؒ، شافعیؒ) اذان دینا محض سنت و مستحب ہے۔

(نوویؒ) اذان دینا سنت ہے۔(۱)

علاوہ ازیں بعض لوگوں نے اسے سنت مؤکدہ اور بعض نے فرض کفایہ قرار دیا ہے۔

(راجح) اذان دینا فرض ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) نبی ﷺ نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو واپس اپنے علاقے کی طرف روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ﴿فإذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم﴾ ''جب نماز کا وقت ہو جائے تو تمہیں اطلاع دینے کے لیے تم میں سے ایک شخص اذان دے۔''(۲)

(2) حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنا خواب بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بلاشبہ یہ سچا خواب ہے ﴿ثم أمر بالتأذين﴾ ''پھر آپ ﷺ نے اذان دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔''(۳)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ ہمارے ساتھ مل کر کسی قوم سے غزوہ کے لیے جاتے تو صبح تک انتظار فرماتے ﴿فإن سمع أذانا كف عنهم وإن لم يسمع أذانا أغار عليهم﴾ ''اگر اذان سن لیتے تو ان پر حملے سے رک جاتے اور اگر نہ سنتے تو ان پر حملہ کر دیتے۔''(۴)

(4) حدیث نبوی ہے کہ ﴿أمر بلال أن يشفع الأذان......﴾ ''حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ دوہری اذان دیں۔''(۵)

(ابن تیمیہؒ) اذان دینا فرض ہے۔(۶)

(شوکانیؒ) اس کے وجوب میں کوئی تردد و شبہ نہیں اور اس کے دلائل روشن آفتاب کی طرح واضح ہیں۔(۷)

(صدیق حسن خانؒ) ظاہر وجوب ہی ہے۔(۸)

(البانیؒ) برحق بات یہی ہے کہ اذان دینا فرض کفایہ ہے۔(۹)

---

(۱) [بداية المجتهد (۱۰۳/۱) المهذب (۵۵/۱) اللباب (۶۲/۱) بدائع الصنائع (۱۴۶/۱) الدر المختار (۳۵۶/۱) فتح القدير (۱۶۷/۱)]

(۲) [بخاری (۶۲۸) كتاب الاذان : من قال ليؤذن فی السفر مؤذن واحد' مسلم (۶۷۴) أبو داود (۵۸۹) ترمذی (۲۰۵) ابن ماجة (۹۷۶) دارمی (۲۸۶/۱) أحمد (۵۳/۵)]

(۳) [حسن : صحيح أبو داود (۴۶۹) كتاب الصلاة : باب كيف الأذان ' أحمد (۴۳/۴) أبو داود (۴۹۹) ابن ماجة (۷۰۶) عبدالرزاق (۱۷۸۷)]

(۴) [أحمد (۱۳۲/۳) بخاری (۶۱۰) كتاب الاذان : باب ما يحقن بالأذان من الدماء ' مسلم (۳۸۲) ترمذی (۱۶۱۸)]

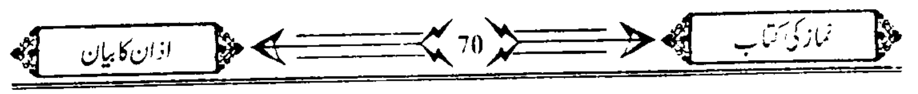
(۵) [بخاری (۶۰۵) كتاب الأذان : باب الأذان مثنى مثنى' مسلم (۳۷۸) أبو داود (۵۰۸) ترمذی (۱۰۱۳) ابن ماجة (۷۳۰) أحمد (۱۰۳/۳) دارمی (۲۷۰/۱)]

(۶) [مجموع الفتاوی (۶۷/۱ ـ ۶۸)]

(۷) [السيل الجرار (۱۹۷/۱)]

(۸) [الروضة الندية (۲۱۵/۱)]

(۹) [تمام المنة (ص/۱۴۴)]



کیا صرف مکلف مرد کو مؤذن مقرر کیا جائے گا؟

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے میری قوم کا امام بنا دیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا تو ان کا امام ہے' ان میں کمزور ضعیف لوگوں کو خیال رکھنا' ﴿ واتخذ مؤذنا لا یاخذ علی اذانه أجرا ﴾ ''اور مؤذن ایسے آدمی کو مقرر کرو جو اذان کہنے کی اجرت نہ لے۔''(۱)

بعض علماء نے مکلف کی قید اس لیے لگائی ہے کیونکہ اذان شرعی عبادت ہے جو کہ اس کے مکلف کے علاوہ کسی اور سے کافی نہیں ہوتی لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ شریعت سے ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور مرد اس لیے ضروری ہے کیونکہ ایام نبوت' دور صحابہ' دور تابعین اور دور تبع تابعین میں کبھی ایسا نہیں سنا گیا کہ مشروع اذان'' جو کہ اوقات نماز سے آگاہی اور نماز کی طرف پکار (کا ایک ذریعہ) ہے'' کسی عورت نے کہی ہو۔(۲)

کیا عورت اذان کہہ سکتی ہے؟

امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ اس مسئلے میں تین اقوال ہیں:

(1) خواتین کے لیے اقامت مستحب ہے لیکن اذان نہیں۔ اذان اس لیے نہیں کیونکہ اذان (اوقات نماز سے) خبردار و آگاہ کرنے کے لیے ہوتی ہے اور یہ صرف بلند آواز کے ذریعے ہی ممکن ہے لہٰذا عورتوں کے بر سر عام آواز بلند کرنے میں فتنے کا اندیشہ ہے۔ اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ﴿ لیس علی النساء اذان وأما أن الإقامة تستحب ﴾ ''عورتوں پر اذان کہنا لازمی نہیں ہے البتہ اقامت کہنا مستحب ہے۔''

(2) خواتین کے لیے اذان و اقامت دونوں ہی درست نہیں۔ اذان اس لیے نہیں جیسا کہ ابھی بتلایا گیا ہے اور اقامت اس لیے نہیں کیونکہ یہ بھی اسی کے تابع ہے۔

(3) اذان و اقامت دونوں مستحب ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ ﴿ أنها كانت تؤذن و تقيم ﴾ ''وہ اذان دیا کرتی تھیں اور اقامت بھی کہا کرتی تھیں۔''(۳)

(ابن حزمؒ) عورتوں پر اذان و اقامت کہنا ضروری نہیں لیکن اگر وہ اذان و اقامت کہتی ہیں تو بہتر ہے۔ اس کی دلیل (یعنی ان پر عدم وجوب کی) یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اذان کا حکم صرف انہیں دیا ہے کہ جن پر جماعت میں آ کر نماز پڑھنا فرض کیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ﴿ فليؤذن لكم أحدكم وليؤمكم أكبركم ﴾ اور جنہیں یہ حکم دیا گیا ہے خواتین ان میں شامل نہیں ہیں۔

لیکن اذان و اقامت بہر حال اللہ کا ذکر ہے اور انہیں ان کے وقت میں کہنا ایک اچھا فعل ہے اور ہم نے ''عن ابن جريج عن عطاء'' روایت کیا ہے کہ'' عورت اپنی ذات کے لیے اقامت کہہ سکتی ہے اور امام طاؤسؒ نے کہا ہے کہ حضرت ام

(۱) [أبو داود (۵۳۱) كتاب الصلاة: باب أخذ الأجرة على التاذين' بخاری (۶۳۰) ترمذی (۲۰۹) نسائی (۲۳/۲) ابن ماجة (۷۱٤) بیهقی (٤۲۹/۱) أحمد (۲۱/٤)]

(۲) [السیل الجرار (۱۹۸/۱ ـ ۱۹۹)]

(۳) [المجموع (۱٤٦/۳ ـ ۱٤۷)]

المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اذان واقامت دونوں کہتی تھیں۔'' (۱)

(شوکانیؒ) ظاہر بات یہی ہے کہ عورتیں بھی (اذان کے حکم میں) مردوں کی طرح ہی ہیں کیونکہ وہ شقائق الرجال ہیں اور مردوں کے لیے دیا گیا حکم ان کے لیے بھی ہے اور ایسی کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی جو ان پر عدم وجوب کے اثبات کے لیے قابل حجت ہو اور جو اس مسئلے میں وارد ہے اس کی سندوں میں متروک راوی ہیں اس لیے ان کے ساتھ حجت لینا جائز نہیں۔ اگر تو عورتوں کو اس مسئلے سے خارج کرنے کی کوئی صحیح دلیل مل جائے تو ٹھیک ورنہ وہ مردوں کی طرح ہی ہیں۔ (۲)

(ابن بازؒ) علماء کے اقوال میں سے صحیح ترین یہی ہے کہ عورتوں پر اذان دینا نہیں ہے۔ (۳)

(راجح) مردوں کی طرح عورتوں کا مسجد میں اذان دینا تو بالکل جائز نہیں اور نہ ہی ایسی جگہ پر اونچی آواز کے ساتھ اذان دینا درست ہے جہاں غیر محرم مردوں تک آواز پہنچنے کا امکان ہو۔ علاوہ ازیں اگر کسی الگ جگہ میں صرف خواتین کی مجلس یا اجتماع ہو اور غیر محرم مردوں تک آواز کے پہنچنے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو ہلکی آواز سے عورت اذان دے سکتی ہے (واللہ اعلم) جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ﴿أنها كانت تؤذن وتقيم﴾ (٤)

(البانیؒ) یہ اور اس طرح کے آثار عمل کے لیے درست ہیں۔ (٥)

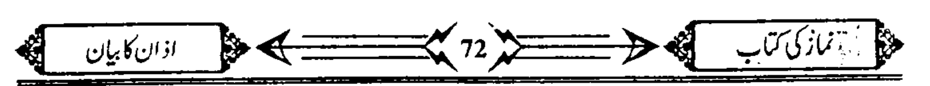
مؤذن مسنون الفاظ میں اذان دے گا

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے خواب میں ایک شخص ملا اور اس نے کہا کہ (اذان) اس طرح کہو ''الله أكبر الله أكبر، الله أكبر الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمد الرسول الله، أشهد أن محمد رسول الله، حيى على الصلاة، حيى على الصلاة، حيى على الفلاح، حيى على الفلاح، الله اكبر الله اكبر، لا إله إلا الله''

پھر اس نے کہا کہ اقامت کے وقت یہ کہو ''الله أكبر الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمدا رسول الله، حيى على الصلاة، حيى على الفلاح، قد قامت الصلاة، قد قامت الصلاة، الله أكبر الله أكبر، لا إله إلا الله''

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) صبح کے وقت جب یہ خواب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إنها لرؤيا حق إن شاء الله﴾ ''بے شک ان شاء اللہ یہ خواب سچا ہے'' بعد ازاں جب میرے بتلانے پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہہ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر پر (وہ اذان) سنتے ہی اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور کہہ رہے تھے اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ﴿لقد رأيت مثل ما أرى﴾ ''بے شک میں نے بھی اس طرح کا خواب دیکھا ہے کہ جیسا اسے دکھایا گیا ہے۔'' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فلله الحمد﴾ ''تعریف

(١) [المحلى (١٢٩/٣)]
(٢) [السيل الجرار (١٩٧/١-١٩٨)]
(٣) [الفتاوى الإسلاميه (٢٦٦/١)]
(٤) [بيهقى (٤٠٨/١) حاكم (٢٠٣/١) عبدالرزاق (١٢٦/٣) ابن أبي شيبة (٢٢٣/١)]
(٥) [تمام المنة (ص/١٥٤)]



صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔''(۱)

اذان فجر میں "حیی علی الفلاح" کے بعد دومرتبہ "الصلاۃ خیر من النوم" کہنا مشروع ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس پر شاہد ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿من السنۃ إذا قال المؤذن فی الفجر حیی علی الفلاح قال: "الصلاۃ خیر من النوم"﴾ ''سنت ہے کہ جب مؤذن صبح کی اذان میں "حیی علی الفلاح" کہے تو کہے "الصلاۃ خیر من النوم"''(۲)

(2) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان سکھائی اور اس میں ارشاد فرمایا کہ اگر صبح کی نماز ہو تو (اذان کے وقت) یہ کہو 'الصلاۃ خیر من النوم' الصلاۃ خیر من النوم۔''(۳)

ترجیع والی یعنی دوہری اذان مشروع ہے

ترجیع والی اذان سے مراد ایسی اذان ہے کہ جس میں کلمہ شہادتین کو دو دو مرتبہ دہرایا گیا ہو۔ پہلی دو مرتبہ ہلکی آواز میں جبکہ دوسری دو مرتبہ قدرے اونچی آواز میں۔ یہ آذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو سکھائی تھی۔(۴)

(جمہور، شافعیؒ، احمدؒ، مالکؒ) ترجیع والی اذان مستحب ہے (ان کی دلیل حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے)۔

(ابوحنیفہؒ) یہ اذان مستحب نہیں ہے۔ (ان کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اس لیے یہ مشروع نہیں حالانکہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جنگ حنین کے بعد 8 ہجری کی ہے اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلی ہجری کی لہذا حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو اضافہ ہے اسے یقیناً قبول کیا جانا چاہیے۔)(۵)

اس اذان کو مستحب نہ کہنے والوں کا گمان یہ بھی ہے کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ جن سے اذان میں ترجیع ثابت ہے انہیں تعلیم دینا مقصود تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تعلیم دی کہ پہلی مرتبہ اذان میں شہادتین کچھ دھیمی و پست آواز میں اور دوسری مرتبہ اونچی آواز سے کہیں۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ وفات تک مکہ میں مؤذن مقرر رہے اور ان کی وفات انسٹھ (59) ہجری کو ہوئی۔ دریں اثناء صحابہ و تابعین ان کی ترجیع والی اذان سنتے رہے اور مواسم حج میں مختلف علاقوں سے آنے والی مسلمانوں کی کثیر تعداد بھی اس اذان کو سنتی رہی لیکن کسی ایک کا بھی اس پر انکار منقول نہیں۔ اگر یہ خلاف سنت ہوتی تو یہ سب

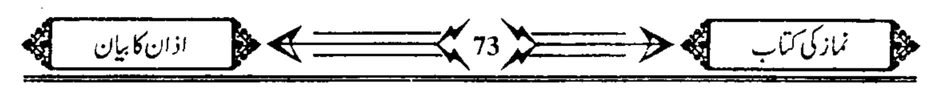
(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۴۶۹) کتاب الصلاۃ: باب کیف الأذان' أبو داود (۴۹۹) ابن ماجۃ (۷۰۶) أحمد (۴۲/۴) بیھقی (۳۹۰/۱) دارمی (۲۶۸/۱) دارقطنی (۲۴۱/۱) عبدالرزاق (۱۷۸۷) ابن خزیمۃ (۳۷۱) بیھقی (۲۴۱/۱)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن خزیمۃ (۳۸۶) دارقطنی (۲۴۳/۱) بیھقی (۴۲۳/۱) تلخیص الحبیر (۳۶۱/۱)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داود (۴۷۲) کتاب الصلاۃ: باب کیف الأذان' أبو داود (۵۰۰)]

(۴) [مسلم (۳۷۹) کتاب الصلاۃ: باب صفۃ الأذان' ترمذی (۱۷۶) ابن ماجۃ (۷۰۱)]

(۵) [شرح المھذب (۱۰۴/۳) الھدایۃ (۴۱/۱) سبل السلام (۱۶۶/۱ ـ ۱۶۸) المبسوط (۱۲۸/۱)]



لوگ اس غلطی کو قائم نہ رہنے دیتے۔(۱)

(راجح) جمہور کا قول راجح ہے۔

(ابن قیمؒ) اذان میں ترجیع وغیر ترجیع دونوں سنت ہے۔(۲)

(نوویؒ) اذان میں ترجیع ثابت ومشروع ہے۔(۳)

(شوکانیؒ) اذان میں ترجیع جائز ہے۔(٤)

(امیر صنعانیؒ) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ترجیع کی زیادتی ہے اور عادل کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔(٥)

مؤذن تب اذان دے جب نماز کا وقت ہو جائے

کیونکہ اذان کا مقصد ہی اوقات نماز سے باخبر کرنا ہے۔ البتہ نماز فجر کے وقت سے پہلے اذان دی جا سکتی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ اذان نماز فجر کے لیے نہیں ہوگی بلکہ تہجد ونوافل کے لیے اور لوگوں کو بیدار ومتنبہ کرنے کے لیے ہوگی۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے کسی کو ہرگز بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اس کی سحری سے مت روکے کیونکہ وہ رات کو اذان دیتا ہے تاکہ تمہارے تہجد گزار کو لوٹا دے اور تمہارے سونے والے کو جگا دے۔''(٦)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم﴾ ''حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتے ہیں اس لیے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے اذان دینے تک کھاؤ اور پیو۔''(۷)

(3) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿لا يغرنكم من سحوركم أذان بلال﴾ ''تمہاری سحریوں سے تمہیں بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔''(۸)

---

(۱) [تحفة الأحوذي (۱/۵۹۷۔۵۹۸)]

(۲) [زاد المعاد (۲/۳۸۹)]

(۳) [شرح مسلم (۲/۳۱۷)]

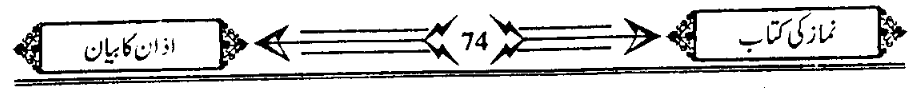
(٤) [السيل الجرار (۱/۲۰۳)]

(٥) [سبل السلام (۱/۲۵۱)]

(٦) [بخاري (٦٢١) كتاب الأذان: باب الأذان قبل الفجر، مسلم (۱۰۹۳) ابن ماجة (۱٦۹٦) نسائي (٤/۱٤۸) أحمد (۱/٤۳۵) بيهقي (۱/۳۸۱) أبو عوانة (۱/۳۷۳) ابن خزيمة (۱۹۲۸)]

(۷) [بخاري (٦۱۷) كتاب الأذان: باب أذان الأعمى إذا كان له من يخبره، مسلم (۱۰۹۲) موطا (۱/۷٤) حميدي (٦۱۱) دارمي (۱/۲٦۹) ترمذي (۲۰۳) نسائي (۲/۱۰) أحمد (۲/۱۲۳) ابن خزيمة (٤۰۱) شرح معاني الآثار (۱/۸۲)]

(۸) [مسلم (۱۰۹٤) كتاب الصيام: باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر، أبو داود (۲۳٤٦) ترمذي (۷۰۱) نسائي (٤/۱٤۸) أحمد (٥/۱۸) دارقطني (۲/۱٦۷) بيهقي (٤/۲۱٥)]



(جمہور) نماز فجر کا وقت آنے سے پہلے اذان کہنا جائز ہے۔

(ابوحنیفہ) یہ اذان جائز نہیں ہے۔(۱)

ناجائز کہنے والوں کی دلیل وہ حدیث ہے کہ جس میں مذکور ہے "ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ واپس جائیں اور اعلان کریں کہ ﴿ألا إن العبد نام ' ألا إن العبد نام﴾ "خبردار بندہ سو گیا تھا' خبردار بندہ سو گیا تھا۔" (۲)

(البانی) نماز فجر سے پہلے اذان تہجد دینا ایسی سنت ہے کہ جسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ یقیناً ایسے شخص کے لیے مبارک ہے جو اسے بتوفیق الٰہی زندہ کرے۔(۳)

(راجح) جب کسی فرض نماز کے لیے اذان دی جائے گی تو صرف اس کے وقت میں ہی دی جائے گی البتہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا فجر سے پہلے اذان دینا نماز کے لیے نہیں تھا بلکہ اس کی علت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے واضح ہے کہ ﴿ ليرجع قائمكم' ليوقظ نائمكم ﴾ اور جس حدیث میں ہے ﴿ ألا إن العبد نام ﴾ اگر وہ صحیح ثابت ہو جائے تو اس کی تاویل اس طرح کی جائے گی کہ یہ واقعہ پہلی اذان مشروع ہونے سے پہلے کا ہے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی پہلے مؤذن تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے انہیں کلمات بتلائے تھے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھی مؤذن مقرر کر لیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلی اذان دیتے پھر طلوع فجر کے وقت حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیتے۔(۴)

یاد رہے کہ فجر کے وقت سے پہلے دی ہوئی اذان نماز فجر کے لیے کافی نہیں ہوتی بلکہ بعد میں دوسری اذان دینی پڑے گی جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے۔ البتہ امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک پہلی اذان ہی نماز فجر کے لیے کفایت کر جاتی ہے جبکہ امام ابن خزیمہؒ، امام ابن منذرؒ، امام غزالیؒ اور اہل حدیث کی ایک جماعت اس کے ناکافی ہونے کی قائل ہے کیونکہ اس کے کافی ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور یہی بات راجح ہے۔(۵)

اذان سننے والے کے لیے اذان کے الفاظ دہرانا مشروع ہے

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن ﴾ "جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جیسے مؤذن کہتا ہے۔" (۶)

(۱) [الأم للشافعي (۱/۱۷۰) شرح المهذب (۹۸/۳) بدائع الصنائع (۱/۱۵٤) المبسوط (۱/۱۳٤) الحجة على أهل المدينة (۷۱/۱) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (۱/٤۲۰)]

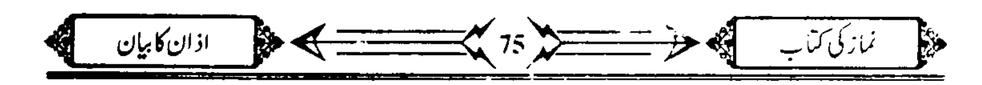
(۲) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٤۹۸) كتاب الصلاة : باب في الأذان قبل دخول الوقت ' أبو داود (۵۳۲) دارقطني (۱/۲٤٤) بيهقي (۳۸۳/۱)]

(۳) [تمام المنة (ص/۱٤۸)]

(٤) [السيل الجرار (۱/٤۳٤) سبل السلام (۱/۲٦۰)]

(۵) [تحفة الأحوذي (٦۳۱/۱) فتح الباري (۳۱۲/۲) نيل الأوطار (۱/۵۱۵)]

(٦) [بخاري (٦۱۱) كتاب الأذان : باب ما يقول إذا سمع المنادي' مسلم (۳۸۳) موطا (٦۷/۱) أحمد (٦/۳) دارمي (۱/۲۷۲۳) أبو داود (۵۲۲) ترمذي (۲۰۸) نسائي (۲۳/۲) ابن ماجة (۷۲۰) عبدالرزاق (۱۸٤۲) ابن خزيمة (٤۱۱)]



(2) اذان کے جواب میں وہی الفاظ دہرانے چاہییں جو مؤذن کہتا ہے لیکن "**حی علی الصلاۃ**" اور "**حی علی الفلاح**" کے جواب میں "لا حول و لا قوۃ إلا باللہ" کہا جائے گا جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور کہا ﴿ سمعت رسول اللہ یقول مثل ذالك ﴾ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کہتے ہوئے سنا ہے۔"(۱)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اذان کا جواب دے حتی کہ "اللہ اکبر" سے "لا الہ الا اللہ" تک دل سے کہے تو ﴿ دخل الجنة ﴾ "وہ جنت میں داخل ہوگا۔" (واضح رہے کہ اس حدیث میں بھی حیعلتین کے جواب میں لاحول ولاقوۃ إلا باللہ کہنے کا ذکر ہے۔)(۲)

ایک مؤذن کا جواب دیا جائے یا جتنے مؤذنوں کی اذان سنائی دے؟

سلف میں اس مسئلے میں بھی اختلاف رہا ہے..... تو جنہوں نے صرف پہلے مؤذن کا جواب دینے پر ہی اکتفاء کا کہا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں موجود حکم تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا حالانکہ اس سے تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ زندگی میں ایک مرتبہ ہی مؤذن کا جواب دینا کافی ہو جائے گا۔(۳)

ہمارے علم کے مطابق جس مؤذن کی اذان انسان پہلے سنے اسی کا جواب دے دے ہر مؤذن کا جواب دینا ضروری نہیں۔ (واللہ اعلم)

اذان کے بعد کے اذکار

(1) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہیے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے ﴿ ثم صلوا علي ﴾ "پھر مجھ پر درود پڑھو۔"(٤)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی' قیامت کے دن وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا "**اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ**"۔(٥)

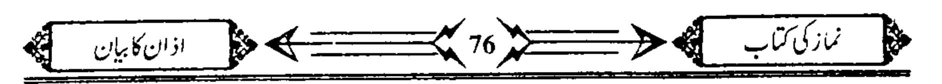
(١) [أحمد (٩١/٤) بخاري (٦١٣) أيضا' نسائي (٦٧٧)]

(٢) [مسلم (٣٨٥) كتاب الصلاة : باب استحباب القول مثل قول المؤذن ... أبو داود (٥٢٧) أبو عوانة (٣٣٩/١) شرح معاني الآثار (٨٦/١) بيهقي (٤٠٩/١)]

(٣) [نيل الأوطار (٥١٩/١) الإحكام للأمدي (١٤٣/٢)]

(٤) [مسلم (٣٧٤) أيضا' أبو داود (٥٢٣) ترمذي (٣٦١٤) نسائي (٢٥/٢) أحمد (١٦٨/٢) أبو عوانة (٣٣٧/١) شرح معاني الآثار (٨٥/١) بيهقي (٤٠٩/١)]

(٥) [بخاري (٦١٤) كتاب الأذان : باب الدعاء عند النداء' أبو داود (٥٢٩) ترمذي (٢١١) نسائي (٢٦/٢) ابن ماجة (٧٢٢) أحمد (٣٥٤/٣) بيهقي (٤١٠/١) شرح السنة (٧٣/٢)]



واضح رہے کہ اس دعا میں ان الفاظ کی زیادتی "والدرجة الرفيعة" اور "وارزقنا شفاعته يوم القيامة" اور "إنك لا تخلف الميعاد" کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔(۱)

اذان سے کچھ وقفے پر مسنون طریقے سے اقامت کہنی چاہیے

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أمر بلال أن يشفع الأذان ويوتر الإقامة إلا الإقامة﴾ "حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور اقامت میں "قد قامت الصلاة" کے علاوہ بقیہ تمام کلمات ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم دیا گیا۔" (۲)

(2) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ابتدائے اذان کے متعلق حدیث میں بھی اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہنے کا ذکر ہے۔(۳)

(جمہور، شافعیؒ، احمدؒ) "قد قامت الصلاة" کے علاوہ اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہے جائیں گے۔

(خطابیؒ) بیان کرتے ہیں کہ حرمین' حجاز' شام' یمن' مصر' مغرب اور دیگر بعید اسلامی ممالک میں اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہنے پر ہی عمل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' امام حسن بصری' امام زہری' حضرت سعید بن مسیب' حضرت عمر بن عبدالعزیز' امام اوزاعی' امام احمد' امام اسحاق' امام ابو ثور' امام یحییٰ بن یحییٰ' امام داود' اور امام ابن منذر رحمہم اللہ اجمعین کا بھی یہی مذہب ہے۔

(احناف) اقامت کے الفاظ اذان کی طرح دوہرے کہے جائیں گے۔

(ابن حزمؒ) دوہری اقامت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منسوخ ہو چکی ہے۔(٤)

اقامت کو اذان کے مثل کہنے والوں کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿كان اذان رسول الله شفعا شفعا في الاذان والإقامة﴾ "اذان اور اقامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات دوہرے ہوا کرتے تھے۔" لیکن یہ حدیث ضعیف و ناقابل حجت ہے۔(٥)

(راجح) دونوں طرح جائز ہے لیکن ایک ایک مرتبہ الفاظ کہنے والی احادیث زیادہ صحیح ہیں۔

---

(۱) [تلخيص الحبير (۲۱۰/۱) المقاصد الحسنة (ص/۲۱۲) إرواء الغليل (۲٦۱/۱) المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (۱۳۲) فتح الباري (۹٤/۱) القول المبين في أخطاء المصلين (ص/۱۸۳)]

(۲) [بخاری (٦۰٥) کتاب الأذان : باب الأذان مثنى مثنى' مسلم (۳۷۸) أبو داود (٥۰۸) ترمذی (۱۹۳) ابن ماجة (۷۳۰) أحمد (۱۰۳/۳) دارمی (۲۷۰/۱)]

(۳) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٤٦۹) كتاب الصلاة : باب كيف الأذان' ابن ماجة (۷۰٦) ابن الجارود (۱٥۸) دارقطنی (۲٤۱/۱)]

(٤) [شرح المهذب (۱۰۳/۳) فتح الوهاب للشيخ زكريا (۳٤/۱) بدائع الصنائع (۱٤۸/۱) المبسوط (۱۲۹/۱) الخرشی (۲۲۹۳۱) بداية المجتهد (۸۲/۱) المحلى بالآثار (۱۸٥/۲ـ۱۹٤)]

(٥) [**ضعيف** . ضعيف ترمذی (۲۹) كتاب الصلاة : باب ما جاء أن الإقامة مثنى مثنى' ابن خزيمة (۳۸۰)]

(احمدؒ، اسحاقؒ، داودؒ، طبریؒ) دونوں طرح نبی ﷺ سے ثابت ہے اس لیے دونوں میں اختیار ہے۔(۱)
(شوکانیؒ) دونوں طرح جائز و ثابت ہے۔(۲)
(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)
(امیر صنعانیؒ) دونوں طرح ہی سنت ہے۔(٤)
(صدیق حسن خانؒ) یہی راجح ہے۔(٥)

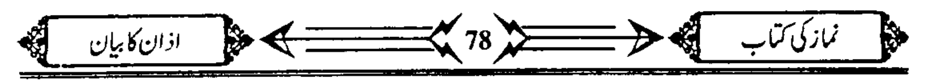
اقامت کا جواب

اقامت کا جواب دینا مشروع ہے جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن﴾ ”جب تم نداء سنو تو اسی طرح کہو جیسے مؤذن کہتا ہے۔“ (٦)
اس حدیث میں لفظ ”نداء“ اذان و اقامت دونوں کو شامل ہے اور ”مثل ما يقول المؤذن“ سے معلوم ہوتا ہے کہ ”قد قامت الصلاة“ کے جواب میں بھی یہی الفاظ دہرائے جائیں گے۔ نیز جس حدیث میں ”قد قامت الصلاة“ کے جواب میں ”أقامها الله وأدامها“ کہنے کا ذکر ہے وہ ضعیف ہے اس میں ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہتے ہوئے ”قد قامت الصلاة“ کہا تو نبی ﷺ نے ”أقامها الله وأدامها“ کہا۔(۷)
(شیخ ابن جبرینؒ) ”أقامها الله وأدامها“ والی حدیث ضعیف ہے۔(۸)

کیا اقامت کے بعد بھی وہ دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں جو اذان کے بعد پڑھی جاتی ہیں؟

اس کے جواب میں سعودی مجلس افتاء نے یہ کہا ہے کہ ((ولا نعلم دليلا يصح يدل على ذكر شيئ من الأدعية بين انتهاء الإقامة وقبل تكبيرة الإحرام)) ”ہمیں کسی ایسی صحیح دلیل کا علم نہیں ہے کہ جو اقامت کے اختتام اور تکبیر تحریمہ کی

(۱) [التمهيد (٢٤٥/٤)]
(۲) [نيل الأوطار (٥٠٧/١)]
(۳) [تحفة الأحوذى (٦٠٩/١)]
(٤) [سبل السلام (٢٥٤/١)]
(٥) [الروضة الندية (٢٢٢/١)]
(٦) [بخاری (٦١١) كتاب الأذان : باب ما يقول إذا سمع المنادى ' مسلم (٣٨٣)]
(۷) [ضعيف : ضعيف أبو داود (١٠٤) إرواء الغليل (٢٤١) أبو داود (٥٢٨) كتاب الصلاة : باب ما يقول إذا سمع الإقامة ' بيهقى (٤١١/١) الحلية لأبى نعيم (٨١/٧)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے [تلخيص الحبير (٣٧٨/١)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی متکلم فیہ ہے۔[ميزان الاعتدال (٢٨٣/٢) تهذيب التهذيب (٣٦٩/٤)] اس کی سند میں ایک اور راوی (رجل من اهل الشام) مجہول ہے اور محمد بن ثابت العبدی بھی ضعیف ہے۔[ميزان الاعتدال (٤٩٥/٣) تهذيب التهذيب (٨٥/٩)]
(۸) [الفتاوى الإسلامية (٣٢٧/١)]



ابتداء کے درمیان کسی دعا کے پڑھنے پر دلالت کرتی ہو۔'' (۱)

اقامت کے بعد کلام

(ابن بازؒ) اگر تو کلام نماز کے متعلق ہو مثلاً صفوں کی درستگی وغیرہ تو مشروع ہے اور اگر نماز کے متعلق نہ ہو تو نماز کی تعظیم کے لیے اسے ترک کر دینا چاہیے۔ (۲)

کیا اذان دینے کے لیے وضوء ضروری ہے؟

ایسی کوئی صحیح دلیل ہمارے علم میں نہیں ہے کہ جس میں مؤذن کے لیے اس شرط کا ذکر ہو کہ وہ اذان دیتے وقت حدث اکبر یا حدث اصغر سے پاک ہو۔ اگرچہ بعض روایات میں اس کا ذکر تو ہے لیکن اس مسئلے میں جو مرفوع روایات ہیں وہ ضعیف ہیں اور جو موقوف ہیں وہ اس درجہ کی نہیں ہیں کہ جن سے حجت قائم ہو سکے۔ تاہم اولیٰ واحسن یہی ہے کہ انسان باوضوء ہو کر ہی اذان دے کیونکہ اذان بھی اللہ کا ذکر ہے اور رسول اللہ ﷺ کو یہ بات نہایت پسند تھی کہ آپ ﷺ اللہ کا ذکر طہارت کی حالت میں کریں جیسا کہ حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ اس وقت پیشاب کر رہے تھے ﴿فسلمت عليه فلم يرد حتى توضأ﴾ ''میں نے آپ ﷺ کو سلام کہا تو آپ ﷺ نے جب تک وضوء نہ کر لیا سلام کا جواب نہ دیا۔'' پھر میرے سامنے یہ عذر پیش کیا کہ ﴿إني كرهت أن أذكر الله إلا على طهر﴾ ''مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں اللہ کا ذکر طہارت کے سوا کسی بھی حالت میں کروں۔'' (۳)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے تیمم کرنے کے بعد سلام کا جواب دیا۔ (٤)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے سلام کا جواب وضوء یا تیمم کرنے کے بعد دیا لہٰذا اذان کہنا بھی طہارت کے بعد ہی زیادہ بہتر ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کہ جو شخص بغیر وضوء کے اذان دے گا تو آذان قبول نہیں ہوگی یا اس شخص نے حرام کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں مزید برآں جس حدیث میں اس قسم کا ذکر ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا يؤذن إلا متوضئ﴾ ''اذان صرف باوضوء شخص ہی دے۔'' (٥)

(ابن حزمؒ) اذان اور اقامت ہر حالت میں کفایت کر جاتی ہے خواہ انسان بیٹھا ہو' سوار ہو' بے وضوء ہو' جنبی ہو یا غیر قبلہ کی

---

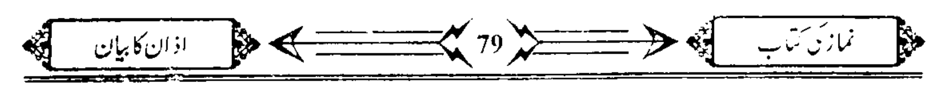
(۱) [الفتاوى الإسلامية (۳۲٥/۱)]

(۲) [الفتاوى الإسلامية (۳۲۸/۱)]

(۳) [**صحيح**: الصحيحة (۸۳٤) أبو داود (۱۷) كتاب الطهارة : باب في الرجل يرد السلام وهو يبول؟' نسائي (۳۸) ابن ماجة (۳٥۰) دارمي (۲۸۷/۲)] امام نوویؒ نے اسے صحیح کہا ہے [الأذكار (ص/۷۷)] حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے متعلق رقمطراز ہیں کہ ''امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔'']

(٤) [**حسن** : صحيح أبو داود (۱۲) كتاب الطهارة : باب في الرجل يرد السلام وهو يبول' أبو داود (۱٦)]

(٥) [**ضعيف** : إرواء الغليل (۲٤۰/۱) ترمذي (۲۰۱) كتاب الصلاة : باب ما جاء في كراهية الأذان بغير وضوء' بيهقي (۳۹۷/۱)]



طرف رخ کیا ہو لیکن افضل یہی ہے کہ انسان باوضو قبلہ رخ کھڑا ہو کر اذان دے۔(۱)

اگر کہیں آدمی اکیلا ہو تو اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

حدیث نبوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تمہارا رب ایسے چرواہے سے خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر اپنا ریوڑ چراتا ہے اور نماز کے لیے اذان کہتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿انظروا إلى عبدي هذا يؤذن ويقيم الصلاة﴾ ''میرے اس بندے کی طرف دیکھو جو مجھ سے ڈرتے ہوئے نماز کے لیے اذان و اقامت کہتا ہے۔'' پس میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔(۲)

مؤذن کو اونچی آواز سے اذان دینی چاہیے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا يسمع مدى صوت المؤذن جن ولا إنس ولا شيئ إلا شهد له يوم القيمة﴾ ''مؤذن کی آواز پہنچنے کی حد تک جو بھی جن، انسان اور دوسری اشیاء اسے (یعنی اذان کو) سنتی ہیں وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دیں گی۔''(۳)

اچھی آواز کا حامل مؤذن مقرر کیا جائے

امام صنعانی فرماتے ہیں کہ مؤذن کے تقرر و انتخاب کے وقت اچھی آواز والوں کو ترجیح دینی چاہیے۔(٤)

یہ بات حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ثابت ہے کہ جس میں ہے ﴿أن النبي ﷺ أعجبه صوته فعلمه الأذان﴾ ''نبی ﷺ کو ان کی آواز بہت پسند آئی چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں اذان کی تعلیم خود دی۔''(٥)

دورانِ اذان شہادت کی انگلیاں کانوں میں رکھنا......

اذان کہتے وقت اپنی شہادت کی دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں رکھنا اور حیعلتین (حي على الصلاة ' حي على الفلاح) کہتے ہوئے دائیں اور بائیں بغیر بالکل گھومے گردن موڑنا مشروع و مستحب ہے۔(٦)

اس مسئلے کے اثبات کے لیے مندرجہ ذیل احادیث بطور شاہد پیش کی جا سکتی ہیں:

(1) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿رأيت بلالا يؤذن وأتتبع فاه ههنا وههنا وإصبعاه في أذنيه﴾ ''میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے دیکھا کہ وہ اپنا چہرہ ادھر ادھر پھیرتے تھے۔ اس وقت ان کی دونوں انگلیاں ان کے کانوں

---

(۱) [المحلى (۳/۹۰)]

(۲) [صحيح: صحيح أبو داود (۱۰٦۲) كتاب صلاة السفر: باب الأذان في السفر' أبو داود (۱۲۰۳) أحمد (٤/١٤٥) نسائي (۲/۲۰) ابن حبان (۱٦٦۰) بيهقي (۱/٤٠٥)]

(۳) [أحمد (۳/۳٥) بخاري (٦۰۹ ' ۳۲۹٦) كتاب الأذان: باب رفع الصوت بالنداء' نسائي (۲/۱۲) بيهقي (۱/۳۹۷) مؤطا (۱/٦۹) عبدالرزاق (۱۸٦٥) ابن خزيمة (۳۸۹)]

(٤) [سبل السلام (۱/۱٥۰)]

(٥) [صحيح: صحيح ابن خزيمة (۱/۳۸٥)]

(٦) [نيل الأوطار (۱/٥۳۰)]



میں تھیں۔''(۱)

(2) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہتے ہوئے دیکھا ﴿فلما بلغ حيى على الصلاة حيى على الفلاح لوى عنقه يمينا و شمالا ولم يستدر﴾ ''جب وہ ''حيى على الصلاة'' اور ''حيى على الفلاح'' پر پہنچے تو انہوں نے اپنی گردن کو دائیں اور بائیں جانب موڑا لیکن بالکل گھومے نہیں۔''(۲)

(البانیؒ) سینے کو پھیرنے کی سنت میں بالکل کوئی اصل نہیں ہے۔(۳)

اذان کہنے کے لیے قرعہ ڈالنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لو يعلم الناس ما في النداء والصف الأول ثم لم يجدوا إلا أن يستهموا عليه لا ستهموا﴾ ''اگر لوگوں کو اس اجر و ثواب کا علم ہو جائے جو اذان اور پہلی صف میں ہے پھر انہیں اگر اسے حاصل کرنے کے لیے قرعہ بھی ڈالنا پڑے تو وہ قرعہ ڈالیں۔''(٤)

اذان و اقامت کے درمیان نوافل

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿بين كل أذانين صلاة ' بين كل أذانين صلاة﴾ ''ہر دو اذانوں (اذان و اقامت) کے درمیان نماز ہے' ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ یہی الفاظ کہتے ہوئے فرمایا ﴿لمن شاء﴾ ''یعنی یہ نماز ایسے شخص کے لیے ہے جو پڑھنا چاہے۔''(٥)

اذان و اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ﴿الدعاء لا يرد بين الأذان والإقامة﴾ ''اذان و اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی''۔(٦)

اذان و اقامت کے لیے بھی نیت واجب ہے

کیونکہ یہ بھی ایک نیک عمل ہے اور ہر ایسا عمل جو قربت الٰہی کا ذریعہ ہو اس میں نیت شرط ہے۔

(۱) [بخاری (٦٣٤) كتاب الأذان : باب هل يتتبع المؤذن فاه ههنا وههنا' أحمد (٣٠٧/٤) ترمذی (١٩٧) نسائی (٨٧/١) ابن ماجة (٧١١) دارمی (٣٢٧/١)]

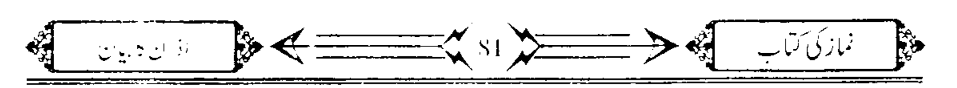
(۲) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٤٨٨) كتاب الصلاة : باب المؤذن يستدير في أذانه' ابن خزيمة (٣٨٨) ابن حبان (١٢٦٨) حميدی (٨٩٢) عبدالرزاق (١٨٠٦) أبو يعلى (٨٨٧)]

(۳) [تمام المنة (ص/١٥٠)]

(٤) [بخاری (٦١٥) كتاب الأذان : باب الاستهام في الأذان]

(٥) [بخاری (٦٢٧) كتاب الأذان : باب بين كل أذانين صلاة لمن شاء]

(٦) [**صحيح** : صحيح ترمذی (١٧٥) كتاب الصلاة : باب ماجاء في أن الدعاء لا يرد بين الأذان والإقامة' المشكاة (٦٧١) إرواء الغليل (٢٤٤) صحيح أبو داود (٥٣٤) أبو داود (٥٢١) ترمذی (٢١٢) أحمد (١١٩/٣) بيهقی (٤١٠/١) ابن خزيمة (٤٢٥)]



(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [الأعراف: ۲۹، یونس: ۲۲، العنکبوت: ۶۵، لقمان: ۳۲، غافر: ۱۴، ۶۵، بینة: ۵] ''اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے (ہو کر اس کی عبادت کریں)۔''

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿إنما الاعمال بالنيات﴾ ''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''(۱)

(شوکانیؒ) مذکورہ حدیث میں موجود لفظ ''أعمال'' میں افعال و اقوال دونوں شامل ہیں۔(۲)

بیٹھ کر یا قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت میں اذان کہنا

امام شوکانیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس طرح اذان کہنا مشروع و ثابت ہیئت اذان کے مخالف ہے۔(۳)

کیا اذان کہنے والا ہی اقامت کہے گا؟

(1) حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من أذن فهو يقيم﴾ ''جو اذان دے وہی اقامت کہے۔''(۴)

(2) حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اذان کو میں نے خواب میں دیکھا تھا لہٰذا میری تمنا تھی کہ مجھے مؤذن مقرر کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فاقم أنت﴾ ''تم اقامت کہو۔''(۵)

پہلی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان دینے والا ہی اقامت کہے لیکن وہ ضعیف ہے اور دوسری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤذن کے علاوہ دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے لہٰذا چونکہ اصل اباحت ہے اس لیے مؤذن کے علاوہ کسی اور کا اقامت کہنا جائز ہے۔

(حافظ حازمیؒ) اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اذان اور اقامت الگ الگ اشخاص کہیں تو جائز ہے۔(۶)

علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ اذان دینے والے کا اقامت کہنا بہتر ہے یا کہ کسی دوسرے کا اقامت کہنا زیادہ افضل ہے۔

(مالکؒ، ابو حنیفہؒ) ان دونوں میں کوئی فرق نہیں اور نہ ہی کوئی کسی سے بہتر و اولیٰ ہے۔

(شافعیؒ، احمدؒ) اذان دینے والے کا اقامت کہنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں واضح حدیث ہے ﴿من أذن فهو يقيم﴾(۷)

---

(۱) [بخاری (۱) کتاب بدء الوحی]

(۲) [السیل الجرار (۲۰۶/۱)]

(۳) [السیل الجرار (۲۰۱/۱)]

(٤) [**ضعیف** : ضعیف أبو داود (۱۰۲) کتاب الصلاة : باب فی الرجل یؤذن ویقیم آخر، ضعیف الجامع (۱۳۷۷) ضعیف ترمذی (۳۲) الضعیفة (۳۵) أبو داود (۵۱٤) أحمد (۱٦۹/٤) ترمذی (۱۹۹) ابن ماجة (۷۱۷) بیهقی (۳۹۹/۱)]

(٥) [**ضعیف** : ضعیف أبو داود (۱۰۰) أیضا، أبو داود (۵۱۲) بیهقی (۳۹۹/۱) أحمد (٤۲/٤) اس کی سند میں محمد بن عمرو واقفی انصاری راوی ضعیف ہے۔[تهذیب الکمال (۲۲۱/۲٦) تقریب التهذیب (۱۹٦/۲) الکامل (۷۹/۳)]

(٦) [الإعتبار (ص/۱۹۵۔ ۱۹٦)]

(۷) [شرح المهذب (۱۲۹/۳) الخرشی علی مختصر سیدی خلیل (۲۳۵/۱) المغنی (۷۱/۲) نیل الأوطار (۵۲۵/۱) تحفة الأحوذی (٦۲۲/۱)]

(راجح) چونکہ دونوں احادیث ضعیف ہیں اس لیے دونوں طرح ہی بہتر ہے البتہ اس مصلحت کے پیش نظر کہ جو اذان دیتا ہے اگر وہی اقامت کہے گا تو اس سے نظم وضبط رہتا ہے' یہ عمل ہی بہتر ہے۔ (واللہ اعلم)

(شوکانیؒ) اذان دینے والے کا اقامت کہنا ہی بہتر ہے۔(۱)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(امیر صنعانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

کیا مؤذن کو اذان کی اجرت دی جاسکتی ہے؟

(1) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿واتخذ مؤذنا لا یأخذ علی أذانه أجرا﴾ ''ایسے شخص کو مؤذن بناؤ جو اذان پر اجرت نہ لے۔'' (٤)

(2) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان سکھائی تو میں نے اذان کہی ﴿ثم أعطانی حین قضیت التأذین صرة فیها شیئ من الفضة﴾ ''پھر جب میں نے اذان مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی کی کوئی چیز تھی۔'' (٥)

ان دونوں احادیث میں تطبیق یوں دی گئی ہے۔

(شوکانیؒ) بلاشبہ اجرت حرام اس وقت ہے کہ جب مشروط ہو اور اگر بغیر مانگنے کے کچھ دیا جائے (تو جائز ہے)۔(٦)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امام شوکانیؒ کی مذکورہ تطبیق نہایت ہی عمدہ و بہتر ہے۔(٧)

فقہائے اسلام نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے۔

(ابوحنیفہؒ) اذان اور اقامت پر شرط لگاتے ہوئے اجرت وصول کرنا حرام ہے۔

(مالکؒ) اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(شافعیؒ) مجھے یہ بات پسند ہے کہ مؤذن اپنی خوشی سے اذان دینے والے ہوں۔(٨)

(خطابیؒ) مؤذن کے لیے اذان پر اجرت لینا مکروہ ہے۔(٩)

---

(١) [نيل الأوطار (٥٢٥/١)]

(٢) [تحفة الأحوذي (٦٢٣/١)]

(٣) [سبل السلام (١٨٠/١)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (٤٩٧) كتاب الصلاة : باب أخذ الأجرة على التأذين' أبو داود (٥٣١) ترمذي (٢٠٩) أحمد (٢١/٤) نسائي (٢٣/٢) ابن ماجة (٧١٤) ابن خزيمة (١٦٠٨)]

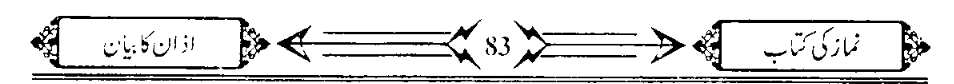
(٥) [حسن : صحيح نسائي (٦١٣) كتاب الأذان : باب كيف الأذان' نسائي (٦٣٣) أحمد (٤٠٩/٣) ابن حبان (١٦٨٠)]

(٦) [نيل الأوطار (٥٢٨/١)]

(٧) [تحفة الأحوذي (٦٤٥/١)]

(٨) [تحفة الأحوذي (٦٤٥/١) نيل الأوطار (٥٢٧/١) الأم للشافعي (٦٤/٢)]

(٩) [معالم السنن (١٥٦/١)]



(ابن عربیؒ) زیادہ درست بات یہی ہے کہ اجرت لی جا سکتی ہے۔(۱)
(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) جمہور کا قول راجح ہے (یعنی اجرت لینا مکروہ ہے)۔(۲)
(ابن حزمؒ) اذان پر اجرت لینا جائز نہیں اگر وہ شخص صرف اجرت کے لیے اذان دیتا ہے تو اس کی اذان جائز نہیں البتہ نیکی کرتے ہوئے اگر حاکم وقت اسے کچھ عطا کرے تو جائز ہے۔(۳)
(راجح) ایسا مؤذن مقرر کیا جائے جو اذان کہنے پر اجرت نہ لیتا ہو جیسا کہ حدیث میں ہے۔ لیکن اگر ایسا کوئی میسر نہ ہو تو پھر اجرت پر بھی مؤذن رکھ لینا جائز ہے کیونکہ اوقات نماز سے آگاہی کے لیے مؤذن کی تقرری نہایت ضروری ہے اور اگر مؤذن کا سوائے اذان کے کوئی اور ذریعہ معاش نہیں ہے تو اس کے لیے اجرت لینا اور اسے اجرت دینا محض جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے البتہ مؤذن کے لیے اجرت لینے میں کراہت کا پہلو بہر حال موجود ہے جیسا کہ امام خطابیؒ اور اکثر علماء کا یہی موقف ہے۔

فوت شدہ نمازوں کے لیے اذان

ایسا شخص جس کی ایک سے زائد نمازیں فوت ہو چکی ہوں وہ اذان کہے اور پھر ہر نماز کے لیے اقامت کہے جیسا کہ جنگ احزاب میں جب رسول اللہ ﷺ کی چار نمازیں فوت ہو گئیں تو آپ ﷺ نے اسی طرح کیا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿فأمر بلال فأذن ثم أقام فصلى الظهر' ثم أقام فصلى العصر' ثم أقام فصلى المغرب' ثم أقام فصلى العشاء﴾ ''آپ ﷺ کے حکم پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی' پھر انہوں نے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے نماز مغرب پڑھائی اور پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے نماز عشاء پڑھائی۔''(۴)
(احمدؒ، ابو حنیفہؒ) اذان اور اقامت دونوں فوت شدہ نماز کی قضائی میں مستحب ہیں۔
(مالکؒ، شافعیؒ) اذان کہنا مستحب نہیں ہے۔(۵)
(راجح) اگر انسان کسی ایسی جگہ میں ہو کہ جہاں اذان نہ کہی گئی ہو تو اذان کہی جائے گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اذان کہنا ضروری نہیں البتہ ہر نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی۔

اذان کے بعد مؤذن کا صلاۃ وسلام پڑھنا

اذان دینے کے بعد مؤذن کا خود سری طور پر یا جہری طور پر صلاۃ وسلام کہنا واضح طور پر کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ جن لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عمل تو نبی ﷺ کے اس فرمان میں داخل ہے ﴿إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن

(۱) [عارضة الأحوذي (۲/۱۲-۱۳)]
(۲) [تحفة الأحوذي (۱/۶۴۵)]
(۳) [المحلى (۱/۱۸۲)]
(٤) [ضعيف: ضعيف نسائي (۲۱) إرواء الغليل (۲۳۹) ترمذي (۱۷۹) كتاب الصلاة: باب ما جاء في الرجل تفوته الصلوات بأيتهن يبدأ' اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن دیگر شواہد کی بنا پر معناً درست ہے۔]
(٥) [شرح المهذب (۳/۹۱) فتح الوهاب للشيخ زكريا (۱/۳۳) الهداية (۱/٤۲) حاشية الدسوقي (۱/۱۹۱) كشاف القناع (۱/۲٤٤) سبل السلام (۱/۱۷۲)]

ثم صلوا علي ﴾ ”جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جیسے مؤذن کہتا ہے' پھر مجھ پر درود پڑھو۔“ انہیں یوں جواب دیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے اذان سننے والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مؤذن کا جواب دیں پھر مجھ پر درود پڑھیں اس میں مؤذن خود داخل نہیں ہے اگر ایسا ہو تو مؤذن پر اذان کہنے کے ساتھ اس کا بنفسہ جواب دینا بھی لازم ہوگا۔ (واللہ اعلم)(١)

قواعد تجوید کے بغیر اذان کہنا

ایسے انداز سے اذان کہنا کہ حروف' حرکات' سکنات وغیرہ میں تغیر اور کمی بیشی واقع ہو جائے جائز نہیں۔(٢)

مؤذن کی جگہ ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے اذان

یہ عمل مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر ناجائز ہے:

(1) اس میں رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کی مخالفت ہے ﴿ فإذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم ﴾ ”جب نماز کا وقت ہو جائے تو تمہیں اطلاع دینے کے لیے تم میں سے کوئی اذان کہے۔“ (٣)

(2) اس میں مؤذنوں کے اس اجر و ثواب کا خاتمہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔

(3) اس میں امت مسلمہ کے ایک متواتر و متوارث عمل کی مخالفت ہے۔

(4) نیت جو کہ اذان کی شرائط میں سے ہے اس میں مفقود ہے۔

(5) یہ عمل مسلمانوں پر ان کی عبادات و شعائر میں لہو و لعب اور بدعات کے دخول کا دروازہ کھولے گا۔

دورانِ اذان انگوٹھوں کے ساتھ آنکھیں چومنا

جس روایت میں مذکور ہے کہ جس شخص نے مؤذن کے یہ کلمات " أشهد أن محمدا رسول الله " سن کر کہا ”مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد بن عبدالله“ پھر اپنے انگوٹھوں کا بوسہ لے کر انہیں اپنی آنکھوں پر لگایا ﴿ لم يرمد أبدا ﴾ ”وہ شخص کبھی آنکھ کی تکلیف میں مبتلا نہیں ہوگا۔“ وہ روایت ضعیف ہے۔(٤)

امام سخاویؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ ((ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيئ)) ”اس سب میں سے کچھ بھی مرفوع ثابت نہیں ہے۔“(٥) معلوم ہوا کہ ایسا کوئی عمل شریعت سے ثابت نہیں ہے اس لیے یہ بدعت ہے اور اسے اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

---

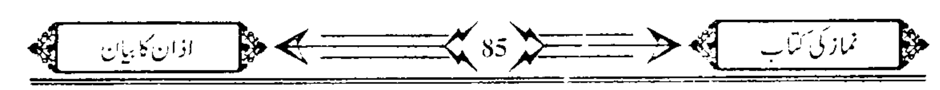
(١) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مجموع الفتاوى لابن تيمية (٤٧٠/٢٢) مرقاة المفاتيح (٤٢٣/١) الدين الخالص (٨٨/٢) فقه السنة (١١٢/١) تمام المنة (ص/١٥٨) إصلاح المساجد (١٣٣)]

(٢) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسير قرطبي (٢٣٠/٦) المدخل (٢٤٩/٣) الدين الخالص (٩٢/٢) الإبداع في مضار الإبتداع (ص/١٧٦)]

(٣) [بخاري (٦٢٨) مسلم (٦٧٤)]

(٤) [الضعيفة (٧٣)]

(٥) [المقاصد الحسنة (ص/٣٨٤) المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (٣٠٠) كشف الخفاء (٢٠٦/٢)]



کیا مؤذن اذان واقامت کے بعد خود ہی جماعت بھی کروا سکتا ہے؟

مؤذن کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔(۱)

پیدائش کے وقت بچے کے کان میں اذان واقامت کہنا

اقامت کہنا تو بالکل ثابت نہیں ہے کیونکہ جس حدیث میں اس کا ذکر ہے وہ قابل حجت نہیں ہے جیسا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿من ولد له ولد فاذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى لم تضره أم الصبيان﴾ ''جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہے تو اسے ام صبیان کی بیماری نقصان نہیں پہنچائے گی۔''(۲)

اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبد العزیز کی روایت بھی مستند نہیں ہے۔(۳) علاوہ ازیں اذان کہنے کے متعلق روایت بھی ضعیف ہے اس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ راوی کی صحت میں اختلاف ہے۔(٤)

البتہ دیگر شواہد کی بنا پر یہ حدیث حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ﴿أذن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلاة﴾ ''جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو جنا تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں نماز کے لیے (کہی جانے والی) اذان کی طرح اذان کہی۔''(۵)

(عبد الرحمن مبارکپوریؒ) یہ حدیث ضعیف ہے لیکن حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے کہ جسے امام ابو یعلی موصلیؒ اور امام ابن سنیؒ نے روایت کیا ہے مضبوط و قوی ہو جاتی ہے۔(٦)

(ترمذیؒ) یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر عمل ہے۔(۷) امت کا متواتر و متوارث عمل بھی اسے قابل احتجاج بنا دیتا ہے۔

(ابن قیمؒ) انہوں نے اپنی کتاب زاد المعاد میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی ہے۔(۸)

- واضح رہے کہ اس اذان کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے جب بھی مسلمان اس پر قادر ہو اذان کہہ دے۔(۹)
- جمعہ کی دو اذانیں ثابت نہیں ہیں اس کا مفصل بیان آئندہ ''باب صلاة الجمعة'' میں آئے گا۔

---

(۱) [الفتاوى الإسلامية (۳۲۸/۱)]

(۲) [موضوع: الضعيفة (۳۲۱، ۳۲۰/۱) إرواء الغليل (۱۱۷٤) تلخيص الحبير (۱٤۹/٤) شعب الإيمان للبيهقي (۸٦۲۰)]

(۳) [تلخيص الحبير (۲۷۳/٤)]

(٤) [تهذيب التهذيب (٥/ص٤٦) تقريب التهذيب (۳۸٤/۱) ميزان الاعتدال (۳٥۳/۲)]

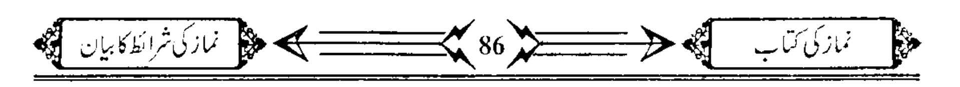
(٥) [حسن: صحيح ترمذي (۱۲۲٤) كتاب الأضاحي: باب الأذان في أذن المولود، صحيح أبو داود (٤۲٥۸) إرواء الغليل (۱۱۷۳) ترمذي (۱٥۱٦) أبو داود (٥۱۰٥) أحمد (۹/٦-۳۹۱)]

(٦) [تحفة الأحوذي (۹۱/۱)]

(۷) [ترمذي (۱٥۱٦)]

(۸) [زاد المعاد (۳۳٤/۲)]

(۹) [أحسن الفتاوى (۲۷٦/۲)]



باب شروط الصلاة — نماز کی شرائط کا بیان

لغوی وضاحت: لفظ" شروط" شرط کی جمع ہے۔جس کا معنیٰ ''کسی چیز کو لازم کر لینا'' ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: ((ما یلزم من عدمه عدم الحکم ولا یلزم من وجوده وجود الحکم)) ''جس کی نفی سے حکم کی نفی لازم ہو جبکہ اس کے وجود سے حکم کا وجود لازم نہ ہو۔'' (مثلاً نماز کے لیے وضوء)۔(۲)

یاد رہے کہ کسی چیز کا شرط ہونا اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی ایسی دلیل نہ مل جائے جو اس کی نفی سے مشروط کی نفی پر دلالت کرتی ہو۔(۳)

نمازی کے کپڑے نجاست سے پاک ہونے چاہییں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ [المدثر: ٤۔٥] ''اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کرو اور ناپاکی کو چھوڑ دو۔''

(2) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کہا ﴿ هل كان النبي ﷺ يصلي في الثوب الذي يجامع فيه ﴾ ''کیا نبی ﷺ اس کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے جس میں مباشرت کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ﴿ نعم ' إذا لم يكن فيه أذى ﴾ ''ہاں جب اس میں گندگی نہ ہوتی۔'' (اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر گندگی ہوتی تو ان میں نماز نہ پڑھتے۔)(٤)

(3) حضرت جابر سے مروی ہے کہ میں نے ایک آدمی کو رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ ﴿ أصلي في الثوب الذي آتي فيه أهلي؟ ﴾ ''کیا میں اس کپڑے میں نماز پڑھ لوں جس میں میں اپنی بیوی سے جماع کرتا ہوں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ نعم ' إلا أن ترى فيه شيئا فتغسله ﴾ ''ہاں اِلا کہ اگر تو اس میں کوئی چیز (یعنی گندگی) دیکھے تو اسے دھولے۔''(٥)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والے کا لباس پاک ہونا واجب ہے جو شخص ایسی حالت میں نماز پڑھ لے کہ اس کے کپڑوں کو نجاست لگی ہو تو وہ واجب کا تارک ہوگا لیکن اس کی نماز باطل نہیں ہوگی جیسا کہ شرط کے فقدان سے ہوتا ہے کیونکہ یہ واجب ہے شرط نہیں جیسا کہ ایک حدیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے نجاست لگی جوتیوں سمیت نماز ادا کر لی' پھر علم

---

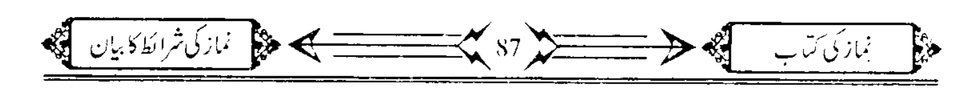
(١) [القاموس المحيط (ص/٦٠٥)]

(٢) [الإحكام للأمدي (١٢١/١) الموافقات للشاطبي (١٨٧/١) البحر المحيط للزركشي (٣٠٩/١)]

(٣) [نيل الجرار (١٥٧/١)]

(٤) [**صحيح**: صحيح أبو داود (٣٥٢) كتاب الطهارة: باب الصلاة في الثوب الذي يصيب أهله فيه' أبو داود (٣٦٦) نسائي (١٥٥/١) ابن ماجة (٥٤٠) أحمد (٣٢٥/٦) ابن خزيمة (٧٧٦) شرح السنة (٥٢٣) بيهقي (٤١٠/٢)]

(٥) [**صحيح**: صحيح ابن ماجة (٤٤٠) كتاب الطهارة وسننها: باب الصلاة في الثوب الذي يجامع فيه' ابن ماجة (٥٤٢) أحمد (٨٩/٥) أبو يعلى (٧٤٦٠) شرح معاني الآثار (٥٣/١)] **حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔** [الزوائد (٢١٥/١)]



ہونے پر دوبارہ نماز نہ پڑھی۔(١)

کیا لاعلمی سے نجاست لگے کپڑوں میں پڑھی ہوئی نماز ہو جائے گی؟

اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) ایسے شخص کی نماز باطل ہو جائے گی۔

(مالکؒ) اگر بھول کر یا علم نہ ہونے سے ایسا کرے تو نماز ہو جائے گی۔(٢)

(راجح) جب کوئی شخص نماز سے فارغ ہو اور اپنے کپڑے یا بدن پر نجاست دیکھے کہ جس کا اسے علم نہیں تھا...... تو اس کی نماز صحیح ہے اس پر دوبارہ نماز پڑھنا ضروری نہیں۔(٣)

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران نماز جوتیاں اتار دیں تو لوگوں نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں۔ فراغت نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لم خلعتم نعالکم؟﴾ "تم نے اپنی جوتیاں کیوں اتاریں؟" تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتیاں اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان میں گندگی ہے (اس لیے میں نے انہیں اتار دیا) ﴿فإذا جآء أحدكم المسجد فليقلب نعليه ولينظر فيهما فان رأى خبثا فليمسه بالأرض ثم ليصل فيهما﴾ "جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اپنی جوتیوں کو پھیر کر ان میں دیکھے اگر گندگی نظر آئے تو اسے زمین پر رگڑے اور ان جوتیوں میں نماز پڑھ لے۔"(٤)

نمازی کا جسم نجاست سے پاک ہونا چاہیے

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذی کے متعلق فرمایا کہ ﴿يغسل ذكره ويتوضأ﴾ "وہ اپنے ذکر (یعنی شرمگاہ) کو دھو لیں اور وضو لیں۔"(٥)

(2) حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "جب تیری ماہواری ختم ہو جائے ﴿فاغسلي عنك الدم وصلي﴾ "اپنے (بدن) سے خون دھو لے اور نماز پڑھ لے۔"(٦)

---

(١) [نيل الأوطار (٦٠٨/١) السيل الجرار (١٥٨/١)]

(٢) [المجموع (١٦٣/٣) المغني (١٠٩/١) كشاف القناع (٢٢/١) المهذب (٥٩/١) الشرح الصغير (٦٤/١) فتح القدير (١٧٩/١) الدر المختار (٣٧٣/١) مغني المحتاج (١٨٨/١)]

(٣) [تمام المنة (ص/٥٥)]

(٤) [صحيح: صحيح أبو داود (٦٠٥) كتاب الصلاة: باب الصلاة في النعل' إرواء الغليل (٢٨٤) أبو داود (٦٥٠) ابن أبي شيبة (٤١٧/٢) دارمي (٣٢٠/١) ابن خزيمة (١٠١٧) ابن حبان (٣٦٠) حاكم (٢٦٠/١) بيهقي (٤٣١/٢) أحمد (٢٠/٣)]

(٥) [مسلم (٣٠٣) كتاب الحيض: باب المذي' موطا (٤٠/١) أبو يعلى (٣١٤) أبو داود (٢٠٨)]

(٦) [بخاري (٣٠٦) كتاب الحيض: باب الاستحاضة' مسلم (٣٣٣) أبو داود (٢٨٢) أبو عوانة (٣١٩/١) ترمذي (١٢٥) ابن ماجة (٦٢١)]

(شوکانی) بدن کی طہارت اگرچہ واجب ہے لیکن نماز کے لیے اس کے شرط ہونے کی کوئی واضح دلیل (ہمارے علم میں) نہیں ہے۔(۱)

حدث اکبر و حدث اصغر سے طہارت صحت نماز کے لیے شرط ہے (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا يقبل الله صلاة أحدكم إذا أحدث حتى يتوضأ﴾ ''اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز قبول نہیں فرماتے جبکہ وہ بے وضوء ہو جائے تا وقتیکہ وہ وضوء نہ کر لے۔''(۳)

نماز کی جگہ نجاست سے پاک ہونی چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب شروع کر دیا۔ لوگ اسے روکنے کے لیے کھڑے ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿دعوه وأريقوا على بوله سجلا من مآء فإنما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين﴾ ''اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو' بلاشبہ تمہیں آسانی کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ تنگی و مشقت میں ڈالنے والے۔''(۴)

جمہور علماء کے نزدیک یہ تینوں اعمال نماز کے لیے واجب ہیں اور ایک جماعت اسے صحت نماز کے لیے شرط کہنے کی بھی دعویدار ہے اور کچھ دوسرے اسے سنت بھی کہتے ہیں لیکن حق بات وجوب ہی ہے۔(۵)

واجب کی تعریف: ((هو الفعل الذى طلب الشارع طلبا جازما بحيث يثاب فاعله و يعاقب تاركه)) ''ایسا کام کہ جسے شارع علیہ السلام نے بالجزم طلب کیا ہو اور اس کے کرنے والے کو ثواب اور نہ کرنے والے کو سزا دی جائے۔ (مثلاً نماز روزہ وغیرہ)۔(۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ تینوں افعال (یعنی طہارتِ لباس' بدن' مکان) واجب ہیں شرط نہیں یعنی اگر کوئی ان میں سے کسی کو ترک کر دے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی لیکن واجب چھوڑنے کا اسے گناہ ضرور ہوگا تاہم اگر یہ شرط ہوتے تو ان میں سے کسی کو چھوڑنے سے یہ لازم تھا کہ نماز نہ ہوتی جبکہ ایسا نہیں ہے۔

نمازی اپنا ستر ڈھانپے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَبَنِىٓ ءَادَمَ خُذُوا۟ زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الأعراف : ۷] ''اے اولادِ آدم! تم ہر مسجد میں حاضری کے وقت اپنی زینت (یعنی لباس) پہن لیا کرو۔''

(ابن کثیر) یہاں زینت سے مراد ایسا لباس ہے جو شرمگاہ کو چھپا لے۔(۷)

(۱) [السيل الجرار (۱۵۸/۱)]
(۲) [السيل الجرار (۱۵۸/۱)]
(۳) [بخاری (۱۳۵) أبو داود (۶۰) ترمذی (۷۶) أحمد (۳۰۸/۲) ابن خزيمة (۱۱)]
(٤) [بخاری (۲۲۰) كتاب الوضوء: باب صب الماء على البول فى المسجد ' أبو داود (۳۸۰) ترمذی (۱٤۷) نسائی (۱۷۵/۱) ابن ماجة (۵۲۹) أحمد (۲۸۲/۲)]
(۵) [الروضة الندية (۲۲۵/۱) فقه السنة (۱۱۱/۱)]
(۶) [البحر المحيط للزركشي (۱۷۶/۱) الإحكام للآمدى (۹۱/۱) المستصفى للغزالي (۲۷/۱) الموافقات للشاطبي (۱۰۹/۱)]
(۷) [تيسير العلي القدير (۱۹۷/۲)]

(قرطبیؒ) یہ آیت ستر پوشی کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔(۱)

(جمہور) ستر پوشی نماز کے فرائض میں سے ایک فرض ہے۔(۲)

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ستر پوشی نماز کے لیے شرط ہے۔(۳)

(شوکانیؒ) حق بات یہی ہے کہ ستر ڈھانپنا نماز کے لیے صرف واجب ہے۔(٤)

(2) حضرت بہز بن حکیم عن أبیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿احفظ عورتك إلا من زوجتك أو ما ملكت يمينك﴾ ''اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا ہر ایک سے اپنے ستر کی حفاظت کرو۔'' راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا اگر ہم میں سے کوئی اکیلا ہو (تو ستر ننگا کر سکتا ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فالله أحق أن يستحيى منه﴾ ''اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہیں کہ ان سے حیا کی جائے۔''(٥)

تمام اوقات میں ستر پوشی واجب ہے سوائے قضائے حاجت' اپنی بیوی سے مباشرت اور غسل کے وقت کے اور تمام اشخاص سے واجب ہے سوائے بیوی اور لونڈی کے اور (بوقت ضرورت) سوائے طبیب وغیرہ کے۔(٦)

مرد کا ستر

ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ ہے جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ما بين السرة و الركبة عورة﴾ ''ناف اور گھٹنے کے درمیان جو کچھ ہے ستر ہے۔''(۷)

(2) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الفخذ عورة﴾ ''ران ستر ہے۔''(۸)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تبرز فخذك و لا تنظر إلى فخذ حي و لا ميت﴾ ''اپنی ران کو ظاہر مت کرو اور کسی کی ران مت دیکھو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ ہو۔''(۹)

(4) رسول اللہ ﷺ نے حضرت معمر رضی اللہ عنہ کو رانیں ننگی کیے ہوئے دیکھا تو فرمایا ﴿يا معمر غط فخذيك فإن الفخذين

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۹۰/٤)]

(۲) [أیضا]

(۳) [فتح الباری (۱۳/۲)]

(٤) [نیل الأوطار (٥٤٠/۱)]

(٥) [**حسن** : المشكاة (۳۱۱۷) أحمد (۳/٥-٤) أبو داود (٤٠١۷) كتاب الحمام : باب ما جاء في التعري' ترمذی (۲۷٦۹) ابن ماجة (۱۹۲۰) بخاری تعليقا (۲۷۸) فتح الباری (٥۱۳/۱)]

(٦) [نیل الأوطار (٥۳۱/۱)]

(۷) [**حسن** : إرواء الغليل (۲۷۱'۲٤۷)]

(۸) [**صحیح** : صحیح أبو داود (۳۳۸۹) كتاب الحمام : النهي عن التعري' أبو داود (٤۱۰٤) ترمذی (۲۷۹۸) أحمد (٤۷۸/۳) بخاری تعليقا (٤۷۸/۱) شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعليق على السيل الجرار (۳٦۳/۱)]

(۹) [**ضعیف** : ضعیف أبو داود (۸٦۷) ضعیف الجامع (٦۱۸۷) إرواء الغليل (۲٦۹) أبو داود (٤٠۱٥) أيضا' ابن ماجة (۱٤٦٠) حاكم (۱۸٠/٤) بزار (٦۹٤)]



عورة﴾ ''اے معمر! اپنی رانوں کو ڈھانپ لو کیونکہ رانیں ستر میں شامل ہیں۔'' (۱)

ستر کے مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

(شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) ران ستر میں شامل ہے۔

(مالکؒ، احمدؒ، اہل ظاہر) صرف قبل اور دبر ہی ستر ہے۔ (۲)

(راجح) ران ستر میں شامل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿الفخذ عورة﴾ ''ران ستر ہے۔''

(ابن حجرؒ) حدیث ﴿لاتبرز فخذك...... ﴾ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ ''یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ران ستر میں شامل ہے۔'' (۳)

(نوویؒ) اکثر علماء کا یہی موقف ہے کہ ران ستر میں شامل ہے۔ (٤)

(شوکانیؒ) حق بات یہی ہے کہ ران ستر میں شامل ہے۔ (٥)

(البانیؒ) ران ستر ہے۔ (٦)

جن احادیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران ظاہر کی مثلاً خیبر کے دن'[7] اور اسی طرح حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے سامنے اپنے گھر میں لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے سے ران کو ڈھانپ لیا۔[8] وہ تمام احادیث گذشتہ مسئلے کے مخالف نہیں ہیں کیونکہ اصول میں یہ بات مسلم ہے کہ ((أن القول أرجح من الفعل)) ''بلاشبہ قول فعل سے زیادہ راجح ہے۔'' اور یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا۔ (۹)

ناف اور گھٹنے خود ستر میں شامل نہیں

کیونکہ جن احادیث سے ان کے ستر ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے یا تو وہ ضعیف ہیں یا غیر واضح ہیں البتہ یہ حدیث ان کے ستر نہ ہونے کی دلیل ہے ﴿ما بين السرة و الركبة عورة﴾ ''ناف اور گھٹنے کے درمیان جو کچھ ہے ستر ہے۔'' (۱۰)

جس روایت میں ہے کہ ﴿الركبة من العورة﴾ ''گھٹنا ستر کا حصہ ہے۔'' وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں نضر بن منصور فزاری کوفی راوی کمزور ہے۔ امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث اور امام نسائیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (۱۱)

(۱) [ضعيف : المشكاة (٣١١٤) أحمد (٢٩٠/٥) بخاري تعليقا (٤٧٨/١) حاكم (١٨٠/٤) شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔[التعليق على السيل الجرار (٣٦٢/١)]

(۲) [نيل الأوطار (٥٣٢/١)]

(۳) [تلخيص الحبير (٥٠٤/١)]

(٤) [المجموع (١٧٥/٣)]

(٥) [نيل الأوطار (٥٣٢/١)]

(٦) [تمام المنة (ص/١٦٠)]

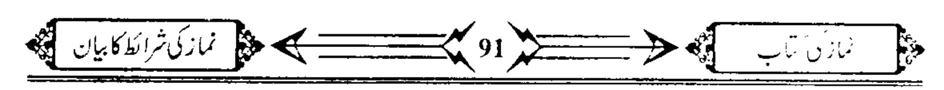
(٧) [بخاري (٣٧١) أحمد (١٠٢/٣)]

(٨) [حسن : إرواء الغليل (٢٩٨/١)]

(٩) [نيل الأوطار (٥٣٢/١_٥٣٤) تمام المنة (ص/١٥٩)]

(١٠) [إرواء الغليل (٢٤٧)]

(١١) [ميزان الاعتدال (٢٦٤/٤)]



دیگر مسائل کی طرح فقہاء نے اس مسئلے میں بھی اختلاف کیا ہے۔(۱)

(راجح) گھٹنے ستر میں شامل نہیں ہیں۔

(شوکانیؒ) یہی راجح ہے۔(۲)

(البانیؒ) گھٹنوں کے ستر ہونے (کے دلائل) میں کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔(۳)

آزاد عورت اور لونڈی کا ستر

آزاد عورت اپنے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ مکمل ستر ہے جبکہ لونڈی چہرے کے علاوہ (تاکہ آزاد اور لونڈی میں فرق ہو سکے) مکمل جسم چھپائے گی۔ (واللہ اعلم)

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور: ۳۱] ''عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو جائے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "إلا ما ظهر" سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں۔(٤)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں تفسیر مروی ہے۔(٥)

(2) اسی آیت کے آخر میں ہے کہ ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ﴾ [النور: ۳۱] ''عورتیں اپنی ٹانگیں زمین پر اس طرح مت ماریں کہ ان کی خفیہ زینت کا پتہ چل جائے۔''

(ابن حزمؒ) یہ آیت نص ہے کہ عورت کی ٹانگیں اور پنڈلیاں ستر ہیں۔(٦)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿المرأة عورة﴾ ''عورت (مکمل) ستر ہے۔''(۷)

لونڈی کے ستر میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(اہل ظاہر) آزاد اور لونڈی کے ستر میں کوئی فرق نہیں (کیونکہ حدیث میں ''حائض'' کا لفظ عام ہے)۔

(جمہور، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ) ان دونوں کے ستر میں فرق ہے۔ لونڈی کا ستر مرد کی طرح ناف اور گھٹنوں کا درمیانی حصہ ہے۔(۸)

انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا زوج أحدكم عبده أمته فلا ينظرن إلى عورتها﴾ ''جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کی شادی اپنی لونڈی سے کر دے تو اس (لونڈی) کے ستر کو نہ دیکھے۔'' ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿فلا ينظر إلى ما دون السرة والركبة﴾ ''وہ (اس لونڈی کی

(۱) [الأم (۱/۱۸۱) حلية العلماء (۲/۶۲) روضة الطالبين (۱/۳۸۹) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (۱/٤٥١)]

(۲) [نيل الاوطار (۱/۵۳٦)]

(۳) [تمام المنة (ص/۱٦۰)]

(٤) [ابن أبي شيبة (٤/۹۷۳)]

(٥) [تمام المنة (ص/۱٦۰)]

(٦) [المحلى (۳/۲٤۳)]

(۷) [صحيح: المشكاة (۳۱۰۹) ترمذی (۱۰۹۳) كتاب الرضاع: باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات]

(۸) [نيل الأوطار (۱/۵۳۸) الأم (۱/۱۸۳) فتح الوهاب (۱/۱٤۹) الحاوي (۲/۱٦۷) شرح فتح القدير (۱/۲۲۵) تحفة الفقهاء (۱/۲۰۰) الكافي (ص/٦۳)]

ناف سے نیچے اور گھٹنے سے اوپر ہرگز نہ دیکھے۔''(۱) (یاد رہے کہ اس حدیث میں صرف مالک کے لیے اپنی شادی شدہ لونڈی کا ستر بیان ہوا ہے نہ کہ ہر شخص کے لیے یہ مقدار ہے۔)

(راجح) راجح موقف وہی ہے جسے ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے۔

نماز میں ستر پوشی کے علاوہ مرد پر کتنا کپڑا لینا ضروری ہے؟

نمازی مرد پر ستر ڈھانپنے کے سوا کندھے پر کوئی کپڑا رکھنا ضروری ہے الا کہ اتنا میسر نہ ہو۔

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا يصلين أحدكم في الثوب الواحد ليس على عاتقه منه شيء﴾ ''تم میں سے ہرگز کوئی شخص ایسے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ جس کا کوئی حصہ اس کے کندھے پر نہ ہو۔''(۲)

(2) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿من صلى في ثوب واحد فليخالف بين طرفيه﴾ ''جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے اسے کپڑے کے دونوں کناروں کو اس کے مخالف سمت کے کندھے پر ڈال لینا چاہیے۔''(۳)

اگر کپڑا کم ہو تو صرف ازار باندھ کر محض اپنا ستر ہی ڈھانپ لینا ہر حال میں ضروری ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿وإن كان ضيقا فاتزر به﴾ ''اگر کپڑا تنگ ہو تو اس کے ساتھ ازار (تہبند) باندھ لو۔''(٤)

نماز میں عورت کا لباس کتنا ہونا چاہیے؟

ستر یعنی چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ سارا جسم چھپا ہونا چاہیے۔

(1) آیت ﴿ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ [الأعراف : ۷] ''ہر مسجد میں حاضری کے وقت اپنی زینت (یعنی لباس) پہن لو۔'' کے عموم میں خواتین بھی شامل ہیں۔

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا يقبل الله صلاة حائض إلا بخمار﴾ ''اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں فرماتے۔''(٥)

جن آثار و روایات میں عورت کے لیے نماز میں تین کپڑوں یا دو کپڑوں کا تعین کر دیا گیا ہے مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿تصلى المرأة في ثلاثة أثواب : درع وخمار وإزار﴾ ''کہ عورت تین کپڑوں میں نماز پڑھے گی: قمیص، اوڑھنی اور شلوار۔''(٦)

(۱) [حسن : المشكاة (۳۱۱۱) أبو داود (٤١٨) كتاب الصلاة : باب متى يؤمر الغلام بالصلاة]

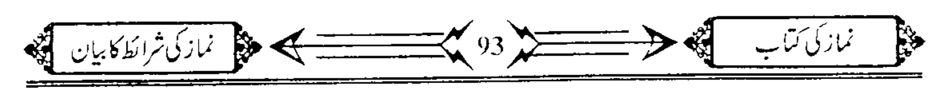
(۲) [بخاری (۳۵۹، ۳٦۰) كتاب الصلاة : باب إذا صلى في الثوب الواحد فليجعل على عاتقيه، مسلم (٥١٦) أبو داود (٦٢٦) أحمد (۲٤٣/۲) نسائی (۷۱/۲)]

(۳) [بخاری (۳٦۰) أيضا، أبو داود (٦۲۷) أحمد (۲٥٥/۲) شرح معاني الآثار (۳۸۱/۱) ابن حبان (۲۳۰٤) شرح السنة (٥١٧)]

(٤) [بخاری (۳٦۱) كتاب الصلاة : باب إذا كان الثوب ضيقا، مسلم (۳۰۱۰) ابن خزيمة (۷٦۷) بيهقی (۲۳۸/۲) ابن حبان (۲۳۰٥) أحمد (۳۳٥/۳)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (٥٩٦) كتاب الصلاة : باب المرأة تصلى بغير خمار، أبو داود (٦٤١) ترمذی (۳۷۷) ابن ماجة (٦٥٥) حاكم (۲٥١/۱)]

(٦) [صحيح : تمام المنة (ص/١٦٢)]



اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ ﴿أنها كانت تصلي في درع والخمار ليس عليها إزار﴾ ''کہ وہ قمیض اور اوڑھنی کے ساتھ نماز پڑھ لیتی تھیں جبکہ تہبند نہیں باندھا ہوتا تھا۔'' (۱)

ایسی تمام روایات کو استحباب و افضلیت پر محمول کیا جائے گا۔ (۲) کیونکہ (اگر ستر ڈھانپا ہوا ہو تو) ایک کپڑے میں بھی نماز درست ہے۔ (۳) جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث اس کی دلیل ہے۔ (٤)

مضبوطی سے چادر نہ لپیٹے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نهى النبي ﷺ أن يشتمل الصماء﴾ ''نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی مضبوطی سے چادر لپیٹے۔'' (٥)

ایک روایت میں ہے کہ ﴿نهى ﷺ أن يشتمل في إزاره إذا ما صلى إلا أن يخالف بطرفيه على عاتقيه﴾ ''نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ جب کوئی نماز پڑھے تو اپنی چادر میں (مضبوطی سے) لپٹ جائے اِلا کہ (ایسی صورت میں جائز ہے کہ) وہ چادر کے دونوں کناروں کو مخالف سمتوں سے اپنے کندھوں پر رکھ لے۔'' (٦)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿والصماء: أن يجعل ثوبه أحد عاتقيه فيبدو أحد شقيه ليس عليه ثوب﴾ ''صماء کی صورت یہ ہے کہ اپنا کپڑا (یعنی ایک چادر) اپنے ایک کندھے پر اس طرح ڈال لی جائے کہ ایک کنارے سے (شرمگاہ) کھل جائے اور کوئی دوسرا کپڑا وہاں نہ ہو۔'' (۷)

(فقہاء) صماء کی تعریف وہی ہے جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ (۸)

(اہل لغت) کوئی شخص ایک کپڑے کو اپنے جسم پر اس طرح لپیٹ لے کہ نہ تو وہ اس سے کسی جانب کو بلند کرتا ہو اور نہ ہی اتنی جگہ باقی ہو کہ اس سے اس کا ہاتھ نکل سکے۔ (۹)

(ابن اثیر) جس صورت سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک کپڑے کو لپیٹنا اور اسے اس کا کنارہ اٹھانے کے بغیر لٹکا لینا۔ (۱۰)

---

(۱) [موطا (۱/۱٦۰) بيهقى (۲/۲۳۳)]

(۲) [تمام المنة (ص/۱٦۲)]

(۳) [نيل الأوطار (۱/٥٤۹)]

(٤) [أحمد (۲/۲۳۰) بخارى (۳٦٥) كتاب الصلاة: باب الصلاة في القميص والسراويل والتبان والقباء، مسلم (٥١٥) أبو داود (٦۲٥) نسائى (۲/٦۹) ابن ماجة (۱۰٤۷) ابن خزيمة (۷٥۸)]

(٥) [بخارى (۳٦۸) كتاب الصلاة: باب ما يستر من العورة، مسلم (٥۱٦)]

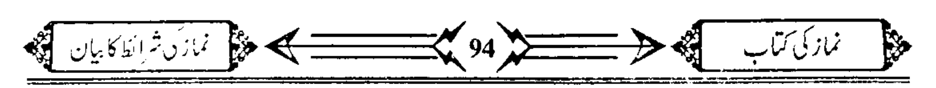
(٦) [أحمد (۲/۳۱۹)]

(۷) [بخارى (٥۸۲۰) كتاب اللباس: باب اشتمال الصماء، أحمد (٦۱۳) أبو داود (۲٤۱۷) ترمذى (۱۷٥۸) نسائى (۸/۲۱۰) ابن ماجه (۳٥٥۹)]

(۸) [نيل الأوطار (۱/٥٥۰)]

(۹) [أيضا]

(۱۰) [النهاية لابن الأثير (۲/٥٠١)]



سدل نہ کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ نهى عن السدل فى الصلاة﴾ ''نبی ﷺ نے نماز میں سدل سے منع کیا ہے۔'' (۱)

(ابو عبیدہ) سدل یہ ہے کہ آدمی اپنے کپڑے کے دونوں کناروں کو اپنے سامنے ملائے بغیر لٹکا لے اور اگر وہ انہیں ملا لے تو یہ سدل نہیں ہے۔ (۲)

(ابن اثیر) سدل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کپڑوں کو لحاف بنا لے اور اپنے ہاتھوں کو اندرونی جانب سے داخل کرے جب وہ رکوع اور سجدہ کرے تو وہ کپڑا اسی طرح ہو...... اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سدل یہ ہے کہ کوئی شخص ازار کا درمیانی حصہ اپنے سر پر رکھ کر اس کے دونوں کناروں کو اپنے کندھوں پر رکھے بغیر دائیں اور بائیں جانب چھوڑ دے۔ (۳)

(شافعیؒ، خطابیؒ) سدل یہ ہے کہ کپڑے کو اس قدر چھوڑ دینا کہ زمین تک پہنچ جائے۔ (٤)

تہبند ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکائے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لا ینظر الله إلى من جر إزاره بطرا﴾ ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے جس نے تکبر سے اپنی چادر کو لٹکایا۔'' (٥)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ما أسفل من الكعبين من الإزار فى النار﴾ ''تہبند کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ آگ میں ہوگا۔'' (٦)

(3) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ روز قیامت تین آدمیوں سے کلام نہیں کریں گے نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ ہی ان کا تزکیہ کریں گے بلکہ انہیں دردناک عذاب سے دوچار کریں گے۔ اس میں ایسے شخص کا بھی ذکر ہے جو اپنی شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے۔'' (۷)

کیا ازار لٹکانے سے وضوء یا نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ

(۱) [حسن: صحيح أبو داود (٥٩٧) كتاب الصلاة: باب ما جاء فى السدل فى الصلاة، أبو داود (٦٤٣) ابن خزيمة (٧٧٢) أحمد (١٩٥/٢) دارمى (٣٢٠/١) ترمذى ٣٧٨ ابن ماجة (٩٦٦)]

(۲) [نيل الأوطار (٥٥٢/١)]

(۳) [النهاية (٣٥٥/٢)]

(٤) [المجموع (١٧٧/٣) معالم السنن (١٧٨/١)]

(٥) [بخارى (٥٧٨٨) كتاب اللباس: باب من جر ثوبه من الخيلاء، مسلم (٢٠٨٧) نسائى (٤٩١/٥) أحمد (٣٨٦/٢) موطا (٩١٤/٢)]

(٦) [بخارى (٥٧٨٧) كتاب اللباس: باب ما أسفل من الكعبين فهو فى النار، نسائى (٢٠٧/٨) أحمد (٤١٠/٢) شرح السنة (١٥٢/٦)]

(۷) [مسلم (١٠٦) كتاب الإيمان: باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية، أبو داود (٤٠٨٧) ترمذى (١٢١١) نسائى (٨١/٥) أحمد (١٤٨/٥)]

نے اسے فرمایا ﴿اذهب فتوضأ﴾ ''جاؤ وضوء کرو'' وہ گیا اور وضوء کر کے آیا تو آپ ﷺ نے پھر اسے وضوء کرنے کو کہا۔ پھر ایک آدمی کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أنه صلى وهو مسبل إزاره وإن الله لا يقبل صلاة رجل مسبل﴾ ''یہ اپنا تہبند لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اور بے شک اللہ تعالیٰ (ٹخنوں سے نیچے) تہبند لٹکانے والے شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے۔''(۱)

چونکہ یہ روایت ضعیف ہے اس لیے قابل حجت نہیں علاوہ ازیں کسی محدث نے بھی اسبال إزار کو نواقض وضوء یا مبطلات صلاۃ میں شامل نہیں کیا لہذا ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکانے والے کا وضوء اور نماز تو قائم رہے گی لیکن اس ممنوعہ فعل کے ارتکاب کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق ضرور ہوگا۔

کیا ازار لٹکانے والے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟

(ابن بازؒ) علماء کے دو اقوال میں سے زیادہ صحیح یہی ہے کہ ازار لٹکانے والے شخص اور اس طرح کے دیگر نافرمانوں کے پیچھے نماز درست ہے ... لیکن مسئولین کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کو امام بنانے سے احتراز کریں۔(۲)

اپنے بالوں یا کپڑوں کو نہ سمیٹے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أمرت أن أسجد على سبعة ولا أكف شعرا ولا ثوبا﴾ ''مجھے سات (ہڈیوں) پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے (اور یہ بھی کہ) میں بالوں اور کپڑوں کو نہ سمیٹوں۔''(۳)

امام ابن خزیمہؒ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے کہ ((باب الزجر عن كف الثياب في الصلاة)) ''نماز میں کپڑے سمیٹنے سے ڈانٹ کا بیان۔''(۴)

(نوویؒ) اس سے اجتناب کی ترغیب دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ((فلا خير فيه)) ''اس میں خیر نہیں ہے۔''(۵)

مزید فرماتے ہیں کہ اس ممانعت کے باوجود اگر کوئی اس طرح نماز پڑھ لے گا تو اس کی نماز تو ہو جائے گی لیکن اس نے یہ برا کیا۔(۶)

---

(۱) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (۱۲٤) كتاب الصلاة : باب الإسبال في الصلاة' أبو داود (٦٣٨) بيهقي (۲٤۱/۲) أحمد (۳۷۹/٥)] اس کی سند میں ابو جعفر راوی ہے کہ جس سے بیان کرنے والا یحییٰ بن ابی کثیر ہے اور وہ انصاری مدنی مؤذن ہے جو کہ مجہول ہے جیسا کہ امام ابن قطانؒ نے یہی کہا ہے اور تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ اس کی حدیث کمزور ہے۔ شیخ البانیؒ بیان کرتے ہیں کہ جس نے مذکورہ حدیث کی سند کو صحیح کہا اسے وہم ہوا ہے۔ [المشكاة (۷٦۱)' (۲۳۸/۱)] امام شوکانیؒ اور امام منذریؒ نے بھی ابو جعفر راوی کو مجہول قرار دیا ہے۔ [نيل الأوطار (٥۹۹/۱) مختصر سنن أبي داود (۳۲٤/۱)]

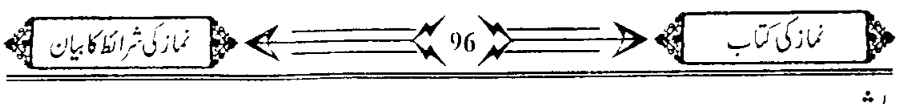
(۲) [مجلة (الدعوة) رقم (۹۱۳)]

(۳) [مسلم (٤۹۰) كتاب الصلاة : باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر والثوب و عقص الرأس في الصلاة' نسائي (۲۱٥/۲) ابن ماجة (۱۰٤۰) ابن خزيمة (۷۸۲)]

(٤) [صحيح ابن خزيمة (۳۸۳/۱)]

(٥) [كما في المدونة الكبرى (۹٦/۱)]

(٦) [شرح مسلم (۲۰۹/٤)]



ریشمی لباس مت پہنیے

چونکہ مردوں پر ہر وقت ریشمی لباس پہننا حرام ہے لہذا ایسا لباس پہن کر نماز بھی نہیں پڑھنی چاہیے۔حرمت کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لا تلبسوا الحرير فإنه من لبسه في الدنيا لم يلبسه في الآخرة﴾ ”تم ریشم نہ پہنو بلاشبہ جو اسے دنیا میں پہنے گا وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔“ (١)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إنما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الآخرة﴾ ”دنیا میں صرف وہی شخص ریشم پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔“ (٢)

(3) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿أحل الذهب والحرير للإناث من أمتي وحرم على ذكورها﴾ ”سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں پر حلال کیا گیا ہے جبکہ مردوں پر حرام کیا گیا ہے۔“ (٣)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ مردوں پر ریشم پہننا حرام ہے۔

چار انگلیوں کے برابر ریشم پہننا جائز ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نهى ﷺ عن لبس الحرير إلا موضع إصبعين أو ثلاثة أو أربعة﴾ ”آپ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع کیا ہے الا کہ دو انگلیوں یا تین یا چار کے برابر ہو۔“ (٤)

ریشم پر بیٹھنا بھی ممنوع ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نهانا النبي ﷺ عن لبس الحرير والديباج وأن نجلس عليه﴾ ”نبی ﷺ نے ریشم پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔“ (٥)

(جمہور) اس حدیث کی وجہ سے ریشم پر بیٹھنا حرام ہے۔ (٦)

○ علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ ریشم کی حرمت کے باوجود کیا اسے پہن کر پڑھی گئی نماز کفایت کر جائے گی یا نہیں؟

(جمہور) اگرچہ یہ کپڑا پہننا حرام ہے لیکن نماز ہو جائے گی۔

---

(١) [بخاري (٥٨٣٠، ٥٨٣٤) كتاب اللباس: باب لبس الحرير وافتراشه للرجال...، مسلم (٢٠٦٩) أحمد (٢٠/١) نسائي (٢٠٠/٨)]

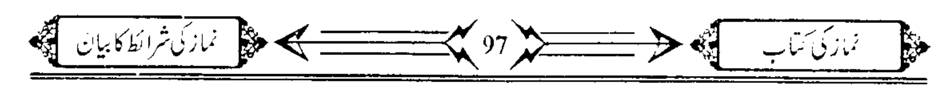
(٢) [بخاري (٥٨٣٥) أيضا، مسلم (٢٠٦٩)]

(٣) [صحيح: صحيح ترمذي (١٤٠٤) كتاب اللباس: باب ما جاء في الحرير والذهب، ترمذي (١٧٢٠) أحمد (٣٩٢/٤) نسائي (١٦١/٨) بيهقي (٤٢٥/٢)]

(٤) [بخاري (٥٨٢٨، ٥٨٢٩، ٥٨٣٠) كتاب اللباس: باب لبس الحرير وافتراشه.....، مسلم (٢٠٦٩) أبو داود (٤٠٤٢) نسائي (٢٠٢٣٨) ابن ماجة (٣٥٩٣) أحمد (١٥/١)]

(٥) [بخاري (٥٨٣٧) كتاب اللباس: باب افتراش الحرير]

(٦) [فتح الباري (٤٧٢/١١) الأم (١٨٥/١) حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء (٦٧/٢) الجامع الصغير (٤٧٦) الخرشي (٢٤٥/١) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (٤٧٥/١)]



(مالکؒ) ایسا شخص نماز کے وقت میں دوبارہ نماز ادا کرے گا۔(۱)

(راجح) اگر کوئی مطلق طور پر ریشم پہننا حرام قرار دیتا ہے تو یقیناً حالت نماز میں اسے پہننا بالأولی حرام ہے کیونکہ وہ ایسی چیز کو پہنے ہوئے عبادت الٰہی میں داخل ہو رہا ہے کہ جسے اس نے حرام قرار دیا ہے۔ تاہم کیا ایسے شخص کی نماز باطل ہو جائے گی؟ تو یہ بات کسی ایسی واضح دلیل کی محتاج ہے کہ جو اس پر دلالت کرتی ہو (اور ایسی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں)۔ (واللہ اعلم)(۲)

شوخ لباس میں نماز نہ پڑھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من لبس ثوب شهرة في الدنيا ألبسه الله ثوب مذلة يوم القيمة﴾ ''جو شخص دنیا میں شہرت کا لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت ذلت کا لباس پہنائیں گے۔''(۳)

شہرت کے لباس سے مراد ایسا کپڑا ہے جو لوگوں کے کپڑوں کے رنگوں سے رنگ میں مختلف ہونے کی وجہ سے لوگوں کے درمیان شہرت پکڑتا ہو، لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھتی ہوں اور وہ شخص تکبر و تعجب کے ساتھ ان پر فخر و غرور کرتا ہو ..... یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ شہرت کا لباس پہننا حرام ہے اور یاد رہے کہ یہ حدیث محض نفیس لباس کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ یہ چیز تو ایسے شخص سے بھی حاصل ہو سکتی ہے جو فقراء و مساکین کے لباس کے مخالف کپڑا پہنے تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور اس کے لباس سے تعجب کریں۔(٤)

چھینے ہوئے لباس میں نماز نہ پڑھے

(غصب شدہ کپڑے میں بھی نماز نہ پڑھی جائے) کیونکہ یہ غیر کی ملکیت ہے اور بالاجماع حرام ہے۔(٥) لیکن اگر کوئی ایسے کپڑے میں نماز پڑھ لے تو کیا اس کی نماز صحیح ہے یا نہیں؟ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ ''یہ بات کہ ایسے کپڑے میں اس کی نماز صحیح نہیں کسی ایسی دلیل کی محتاج ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو۔''(٦)

(ابوحنیفہؒ، شافعیؒ) ایسے لباس میں نماز صحیح ہے۔(٧)

(راجح) ایسا شخص غصب کے گناہ کا مستحق تو ہوگا لیکن کیا اس کی نماز بھی نہیں ہوگی؟ تو اس کی کوئی واضح دلیل ہمارے علم میں نہیں۔ البتہ اگر اس کے پاس غصب شدہ کپڑے کے علاوہ ستر ڈھانپنے کے لیے کوئی لباس یا کوئی درخت وغیرہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے سد رمق کے لیے غیر کا مال بھی حلال کیا ہے۔(٨)

---

(۱) [نيل الأوطار (۱/٥٥٦) فتح الباري (۲/۳۸)]

(۲) [السيل الجرار (۱/۱٦۳)]

(۳) [**حسن**: صحيح أبو داود (۳۳۹۹) كتاب اللباس: باب في لبس الشهرة، أبو داود (٤۰۲۹) أحمد (۲/۱۳۹) ابن ماجة (۳٦۰۷)]

(٤) [نيل الأوطار (۱/٥۹٦)]

(٥) [الروضة الندية (۱/۲۳٤۳)]

(٦) [السيل الجرار (۱/۱٦۳)]

(٧) [نيل الأوطار (۱/٥٥۳)]

(٨) [المغني لابن قدامة (۲/۳۱٦) السيل الجرار (۱/۱٦٤)]



معصفر لباس پہننا ممنوع ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر دو معصفر کپڑے دیکھے تو فرمایا ﴿إن هذه من ثياب الكفار فلا تلبسها﴾ "بے شک یہ کفار کا لباس ہے اس لیے تم اسے مت پہنو۔" (١)

ایسا کپڑا دوران نماز پہننا بالأولی ممنوع ہے۔ واضح رہے کہ معصفر ایسے کپڑے کو کہتے ہیں جسے ایک خاص زرد رنگ کی بوٹی سے رنگا گیا ہو۔

نمازی پر قبلہ رخ ہونا ضروری ہے اگر وہ اسے دیکھ رہا ہے یا دیکھنے کے حکم میں ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ [البقرة : ١٤٤] "تم جہاں کہیں بھی ہو اس (مسجد حرام) کی طرف اپنے چہروں کو پھیر لو۔"

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرض و نفل میں قبلہ رخ ہوتے اور اسی کا حکم دیتے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیئ الصلاۃ سے کہا ﴿إذا قمت إلى الصلاة فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فكبر﴾ "جب تم نماز کا ارادہ کرو تو مکمل وضوء کرو پھر قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہو۔" (٢)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ لوگ مسجد قبا میں نماز صبح ادا کر رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی نے آکر کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کو قرآن نازل ہوا ہے ﴿وقد أمر أن يستقبل الكعبة﴾ "اور بے شک انہیں کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔" ان کے چہرے شام کی طرف تھے اور وہ کعبہ کی جانب گھوم گئے۔ (٣)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے لیے قبلہ رخ ہونا فرض ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (٤)

- دو صورتوں میں قبلہ رخ ہونے کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے:

(1) دوران جنگ شدت خوف کے وقت کہ جب قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہ رہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾ [البقرة :٢٣٩] "اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل یا سوار (ہر حالت میں نماز ادا کرو)۔"

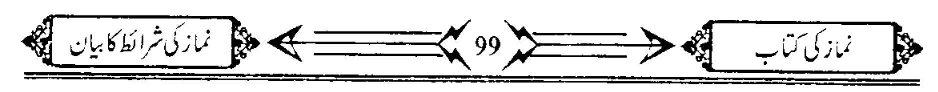
اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب نماز خوف کے بارے میں سوال کیا جاتا تو اس کی صورت بیان فرماتے پھر کہتے کہ اگر خوف اس سے زیادہ سخت ہو تو ﴿صلوا رجالا ' قياما على أقدامهم أو ركبانا مستقبلي القبلة وغير مستقبليها﴾ "پیادے 'حالت قیام میں' اپنے قدموں پر یا سوار ہو کر' قبلہ رخ ہو کر یا قبلہ رخ

(١) [مسلم (٢٠٧٧) كتاب اللباس والزينة : باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر' أحمد (١٦٢/٢) نسائى (٢٠٣/٨)]

(٢) [بخارى (٦٢٥١) كتاب الاستئذان : باب من رد فقال عليك السلام ' مسلم (٣٩٧) نسائى (٥٩/٣) أبو داود (٨٥٦) ترمذى (٣٠٣) ابن ماجة (١٠٦٠)]

(٣) [بخارى (٤٠٣ ' ٤٤٨٨) كتاب الصلاة : باب ما جاء في القبلة ومن لم ير الإعادة على من سها ' مسلم (٥٢٦) موطا (١٩٥/١) أحمد (١٦/٢) أبو عوانة (٣٩٤/١) ترمذى (٣٤١) نسائى (٦١/٢) دارمى (٢٨١/١) ابن أبى شيبة (٣٣٥/١)]

(٤) [نيل الأوطار (٦٧٧/١) الروضة الندية (٢٣٥/١)]



نہ ہو کر (ہر طرح) نماز پڑھ لو۔" (حضرت نافع کہتے ہیں کہ میرے خیال کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہی بیان کیا ہے۔)(۱)

(2) سواری پر نفلی نماز میں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ﴿قبل أي وجهه توجه﴾ "جس طرف بھی آپ کا رخ ہوتا" نفل نماز پڑھ لیتے تھے اور اس پر وتر پڑھ لیتے لیکن فرض نماز اس پر نہیں پڑھتے تھے۔(۲)

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿حيثما توجهت به﴾ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری جس طرف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ کر دیتی" (آپ نماز پڑھتے رہتے تھے)۔(۳)

○ یاد رہے کہ ان دونوں صورتوں میں بھی (حسب امکان) تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ رخ ہونا واجب ہے۔(٤)

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے اور نفل پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو ﴿استقبل بناقته القبلة﴾ "اپنی اونٹنی کے ساتھ قبلہ رخ ہو جاتے" پھر تکبیر کہتے اور ﴿ثم صلى حيث وجهه ركابه﴾ "پھر جس طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ پھیر دیتی نماز پڑھ لیتے۔"(٥)

اگر کوئی کہے کہ اس حدیث میں تو محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل (نفل میں قبلہ رخ ہونا) مذکور ہے اور یہ اصولی بات ہے کہ فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اثبات وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی وضاحت کے لیے بیان کی گئی ہے علاوہ ازیں وجوب کے دلائل وہی ہیں جو پیچھے بیان کر دیے گئے ہیں۔

○ بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ قبلہ رخ ہونا نماز کے لیے شرط ہے جیسا کہ امام ابن قدامہ حنبلی رقمطراز ہیں کہ ((استقبال القبلة شرط في صحة الصلاة إلا في حالتين)) "دو حالتوں کے سوا قبلہ رخ ہونا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔"(٦)

لیکن ان کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہو کہ قبلہ رخ نہ ہونے سے نماز نہیں ہوتی بلکہ صرف وہی دلائل ہیں کہ جن میں قبلہ رخ ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بات معروف ہے کہ حکم سے وجوب تو ثابت ہوتا ہے شرط نہیں کیونکہ اوامر و فرائض احکام تکلیفیہ میں سے ہیں اور شرط احکام وضعیہ میں سے ہے۔(۷)

---

(۱) [بخاری (۹٤۳) کتاب الجمعة: باب صلاة الخوف رجالا و رکبانا، مسلم (۳۰٦) نسائی (۱۷۳/۳) أحمد (۱٥٥/۲) أبو عوانة (۳٥۸/۲) دارقطني (٥۹/۲) بیهقی (۲٦۱/۳)]

(۲) [بخاری (۹۹۹) کتاب الجمعة: باب الوتر علی الدابة، مسلم (۳٦) أبو داود (۱۲۲٤) ترمذی (٤۷۲) نسائی (۲٤۲/۳) ابن ماجة (۱۲۰۰) أحمد (۷/۲)]

(۳) [أحمد (۷/۲) مسلم (۷۰۰) ترمذی (٤۷۳)]

(٤) [المغني لابن قدامة (۹۳/۲) نيل الأوطار (٦۸٥/۱)]

(٥) [حسن: صحیح أبو داود (۱۰۸٤) کتاب الصلاة: باب التطوع علی الراحلة، أبو داود (۱۲۲٥) أحمد (۲۰۳/۳) بیهقی (٥/۲)] امام نوویؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [المجموع (۳۱٥/۳)]

(٦) [المغني لابن قدامة (۹۲/۲)]

(۷) [إرشاد الفحول (۱٥/۱) الإحكام للآمدي (۹۰/۱)]



اگر قبلہ دیکھ نہ رہا ہو تو کوشش کے بعد اس کی جہت کی طرف رخ کر لے

(1) کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة: ٢٨٦] ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو بھی اس کی وسعت و طاقت سے زیادہ تکلیف میں نہیں ڈالتے۔''

(2) عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک اندھیری رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ ہمیں قبلے کا علم نہیں ہوا ﴿ فصلى كل رجل منا على حياله ﴾ ''لہٰذا ہم میں سے ہر آدمی نے اپنی جہت میں نماز پڑھ لی۔'' جب صبح ہوئی تو ہم نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ﴾ [البقرة: ١١٥] ''تم جس طرف بھی پھر و وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔''(١)

(ابن باز) جب مومن کسی صحرا میں یا ایسی بستی میں ہو جہاں قبلے کا رخ مشتبہ ہو رہا ہو تو پھر وہ شخص صحیح رخ معلوم کرنے کے لیے مکمل کوشش کرنے کے بعد اپنے اجتہاد کے مطابق نماز ادا کر لے تو اس کی نماز درست ہے۔(٢)

فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اجتہاد کے ساتھ کسی سمت میں نماز پڑھ لیتا ہے پھر اسے علم ہوتا ہے کہ اس نے قبلہ رخ نماز نہیں پڑھی تو کیا اسے دوبارہ نماز ادا کرنی پڑے گی یا کہ پہلی نماز کفایت کر جائے گی؟

(احناف، حنابلہ) اجتہاد کی صورت میں دوبارہ نماز پڑھنا واجب نہیں۔

(مالکیہ) اس نماز کے وقت میں نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

(شافعیہ) اگر اس نماز کا وقت گزر بھی گیا ہو تب بھی اسے دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔(٣)

(راجح) اس نماز کا وقت ہو یا گزر چکا ہو کسی صورت میں بھی نماز دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں جیسا کہ گذشتہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ نیز امام شوکانی اور عبدالرحمن مبارکپوری بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

(ابن قدامہ حنبلی) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

اگر دوران نماز قبلے کا علم ہو جائے

تو نماز میں ہی اس کی طرف گھوم جانا چاہیے۔(٦) جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں واضح طور پر موجود ہے کہ جب اہل قباء کو دوران نماز ایک صحابی نے قبلہ بدل جانے کا فرمان الٰہی سنایا تو انہوں نے نماز میں ہی شام سے کعبہ کی

(١) [حسن : صحيح ترمذى (٢٨٤) كتاب الصلاة : باب ما جاء في الرجل يصلي لغير القبلة في الغيم' ترمذى (٣٤٥) دارقطنى (٢٧٢/١) بيهقى (١١/٢)]

(٢) [فتاوى ابن باز مترجم (٥٦/١)]

(٣) [الفقه الإسلامي وأدلته (٧٦١/١) سبل السلام (٣٠٧/١)]

(٤) [نيل الأوطار (٦٧٧/١) السيل الجرار (١٧٣/١) تحفة الأحوذى (٣٣٥/١)]

(٥) [المغنى (١١١/٢)]

(٦) [المغنى لابن قدامة (١١٣/١)]



جانب رخ پھیر لیا﴿ وكانت وجوههم إلى الشام فاستداروا إلى الكعبة ﴾ ''ان کے چہرے شام کی طرف تھے تو وہ کعبے کی جانب گھوم گئے۔'' (۱)

عین قبلہ کی جانب رخ کرنا

جب نمازی قبلہ سے دور دراز فاصلہ پر ہو تو اس کے لیے عین قبلہ کی جانب رخ کرنا لازمی نہیں بلکہ محض اپنا چہرہ اس سمت میں کر لینا ہی کافی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ما بين المشرق والمغرب قبلة ﴾ ''مشرق اور مغرب کے مابین قبلہ ہے۔'' (۲)

امام صنعانیؒ رقمطراز ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے شخص کے لیے کہ جس پر عین قبلہ معلوم کرنا دشوار ہو محض اس سمت میں چہرہ کر لینا ہی کافی ہے نہ کہ اس پر عین قبلہ کی جانب رخ کرنا ضروری ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا اس حدیث کی وجہ سے یہی مؤقف ہے۔ (۳)

گذشتہ حدیث سے وجہ استدلال یوں ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان تمام جگہ میں تو قبلہ نہیں ہے بلکہ بعض جگہ میں قبلہ ہے اور بعض اس کا ارد گرد ہے لیکن سب کو ہی قبلہ کہا گیا ہے لہٰذا اس جہت و سمت میں رخ کرنا ہی کافی ہوگا۔

(شوکانیؒ) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص کعبے سے دور ہو اس پر اس جہت میں اپنا رخ کر لینا ہی فرض ہے نہ کہ اس پر عین قبلہ رخ کرنا ضروری ہے۔ (٤)

(احمدؒ، مالکؒ، ابو حنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(شافعیؒ) جو شخص دور ہے اس پر بھی عین قبلہ کی جانب رخ کرنا فرض ہے۔ (٥)

(راجح) پہلا مؤقف ہی راجح و برحق ہے۔ (٦)

○ آج کل قبلہ معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ ہر شہر اور بستی میں مساجد کے محراب اہل خبر و اہل معرفت افراد نے تحقیق و تفتیش کے بعد قبلہ کی جانب ہی بنائے ہوئے ہیں لہٰذا انہی کے مطابق قبلہ رخ ہو جانا چاہیے۔

اگر کوئی ایسے بلند و بالا پہاڑ پر نماز پڑھے......

کہ کعبہ کی سمت سے (اوپر) نکل جائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور اسی طرح اگر کوئی ایسی جگہ میں نماز پڑھے جو اس کی سمت

(۱) [بخاری (٤٠٣) كتاب الصلاة : باب ما جاء في القبلة، موطا (١٩٥/١) ترمذی (٤٣١) أبو عوانة (٣٩٤/١) نسائی (٦١/٢) أحمد (١٦/٢)]

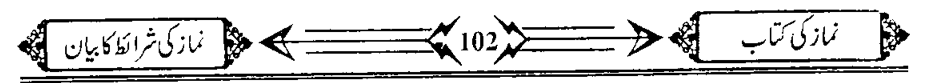
(۲) [صحيح : إرواء الغليل (٣٢٤/١) ترمذی (٣٤٢، ٣٤٤) كتاب الصلاة : باب ما جاء أن ما بين المشرق والمغرب قبلة، ابن ماجة (١٠١١) نسائی (١٧٢/٤) بيهقی (٩/٢) دارقطنی (٢٧٠٣١)] شیخ حازم علی قاضی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٣٠٧/١)]

(۳) [سبل السلام (٣٠٨/١)]

(٤) [نيل الأوطار (٦٨٢/١)]

(٥) [الأم (١٩٠/١) روضة الطالبين (٣٢٩/١) شرح فتح القدير (٢٣٤/١) كشاف القناع (٣٠٥/١)]

(٦) [المغنى لابن قدامة (١٠٢/٢)]



سے نیچے ہو (تو بھی اس کی نماز صحیح ہے)۔(۱)

ہوائی جہاز اور کشتی میں قبلہ رخ ہونا اور بیٹھ کر نماز پڑھنا

(ابن باز) مسلمان پر واجب ہے کہ جب وہ ہوائی جہاز یا صحرا میں ہو تو علامات قبلہ اہل خبر و نظر سے دریافت کر کے قبلہ پہچاننے میں اجتہاد کرے ..... پھر اگر اسے اس کا علم نہ ہو سکے تو قبلہ کے رخ کی جستجو میں اجتہاد کرے اور اس طرف چہرہ کر کے نماز ادا کرے، یہ اس کے لیے کافی ہے خواہ بعد میں یہ معلوم ہو کہ اس نے قبلہ کی تلاش میں خطا کی ہے.....' (بیٹھ کر نماز پڑھنے میں) کوئی حرج نہیں جبکہ وہ کھڑا ہو کر نماز نہ ادا کر سکتا ہو جیسے کشتی یا بحری جہاز میں نماز ادا کرنے والا اگر کھڑا ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہو تو بیٹھ کر ادا کر سکتا ہے اور اس مسئلے میں حجت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن: ١٦] ''جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرو۔'' اور ہوائی جہاز سے اترنے تک نماز کو اس صورت میں موخر کر سکتا ہے جبکہ نماز کے وقت میں گنجائش ہو۔ یاد رہے کہ یہ تمام مسائل فرضی نمازوں کے متعلق ہیں علاوہ ازیں نوافل میں قبلہ رخ ہونا واجب نہیں۔(۲)

مجبوری یا حالتِ مرض میں قبلہ رخ ہونا

جسے مجبور کیا گیا ہو اور مریض دونوں قبلہ رخ ہوئے بغیر بھی نماز ادا کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ﴿إذا أمرتكم بأمر فاتوا منه مااستطعتم﴾ ''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس پر عمل کرلو۔''(۳)

نقش و نگار والے مصلے پر اور اس طرح کے پردوں کے سامنے نماز

ایسے منقش مصلوں اور پردوں کے سامنے نماز پڑھنا جو نماز میں توجہ کے خلل کا باعث بنیں مکروہ ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک زیبائشی چادر (برائے پردہ) تھی جو انہوں نے اپنے حجرے کے ایک طرف لٹکا رکھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا ﴿أميطي عنا قرامك هذا فإنه لا تزال تصاويره تعرض لي في صلاتي﴾ ''اس زیبائشی چادر کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں میرے سامنے آ کر میری نماز میں خلل اندازی اور خرابی کا باعث بنتی ہیں۔''(٤)

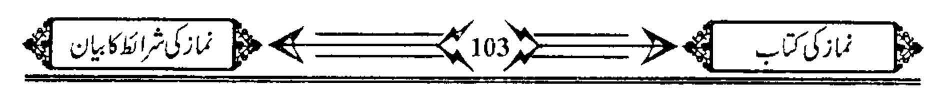
(2) حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں ایک چادر بطور تحفہ پیش کی۔ اس چادر پر کچھ نقوش و نشانات تھے اور وہ چادر باریک بھی تھی۔ آپ ﷺ نے اسے پہن کر یا اوڑھ کر نماز ادا فرمائی تو آپ ﷺ کی نظر ان نقوش و نشانات کی جانب مبذول ہوگئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد فرمایا ﴿اذهبوا بخميصتي هذه إلى أبي جهم واتوني

(۱) [المغنی (۱۰۲/۲)]

(۲) [الفتاوی الإسلامیة (۲۵۳/۱) فتاوی ابن باز مترجم (۵۷/۱)]

(۳) [فقه السنة (۱۱٦/۱)]

(٤) [بخاری (٤٣٧٤، ٥٩٥٩) کتاب الصلاة: باب إن صلی فی ثوب مصلب أو تصاویر هل تفسد صلاته، أحمد (۱۵۱/۳)]



بأنبجانية أبي جهم فإنها ألهتني عن الصلاة ﴾ ''اس چادر کو ابو جہم کے پاس ہی لے جاؤ اور مجھے اس سے انجانیہ (بغیر نقوش کے چادر) لا دو کیونکہ اس چادر نے تو مجھے میری نماز سے غافل کر دیا۔'' (۱)

(3) حضرت عثمان بن أبی طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فإنه لا ينبغي أن يكون في قبلة البيت شيئ يلهي المصلي ﴾ ''بلاشبہ یہ مناسب و جائز نہیں ہے کہ گھر کے قبلہ میں کوئی ایسی چیز ہو جو نمازی کو غافل کر دے۔'' (۲)

علاوہ ازیں جانداروں کی تصاویر گھروں میں رکھنا یا بنانا یکسر حرام ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بلاشبہ جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں ﴿ يعذبون يوم القيمة ﴾ ''قیامت کے دن انہیں عذاب دیا جائے گا'' اور انہیں کہا جائے گا کہ ﴿ أحيوا ما خلقتم ﴾ ''جسے تم نے بنایا ہے اب اسے زندہ کرو۔'' (۳)

البتہ درخت یا دیگر جمادات جیسی غیر جاندار اشیاء کی تصویریں بنانا اور رکھنا مباح ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فان كنت لا بد فاعلا فاجعل الشجر وما لا نفس له ﴾ ''اگر تم ضرور تصاویر رکھنا یا بنانا چاہتے ہو تو درخت اور غیر جاندار اشیاء کی بنا لو۔'' (٤)

نماز کے لیے مصلے کا استعمال

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ كان رسول الله ﷺ يصلي على الخمرة ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔'' (٥)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (٦)

جوتوں اور موزوں سمیت نماز پڑھنا

جائز و مباح ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ﴿ أكان النبي ﷺ يصلي في نعليه ؟ ﴾ ''کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) [بخاری (۳۷۳) كتاب الصلاة : باب إذا صلىٰ في ثوب له أعلام ونظر إلى علمها ' مسلم (۸٦۳)]

(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۷۸٦) كتاب المناسك : باب في دخول الكعبة ' أحمد (۳۸۰/٥) حمیدی (٥٦٥) ابن أبي شيبة (۳۹۹/۱)]

(۳) [بخاری (٥۹٥۱) كتاب اللباس : باب عذاب المصورين يوم القيمة ' مسلم (۲۱۰۸) نسائی (۲۱٥/۸) أحمد (٤/۲) بيهقی (۲٦۸/۷)]

(٤) [بخاری (٥۹٦۳) كتاب اللباس : باب من صور صورة كلف يوم القيمة أن ينفخ فيها الروح ' مسلم (۲۱۱۰) نسائی (۲۱٥/۸) أحمد (۲٤۱/۱) بيهقی (۲٦۹/۷)]

(٥) [بخاری (۳۳۳ ' ۳۷۹) كتاب الحيض : باب الصلاة على النفساء وسنتها ' مسلم (٥۱۳) أبو داود (٦٥٦) ابن ماجة (۹٥۸) نسائی (٥۷/۲) أحمد (۳۳۰/٦) دارمی (۳۱۹/۱) ابن خزيمة (۱۰۰۷) بيهقی (٤۲۱/۲)]

(٦) [نيل الأوطار (٦۲۰/۱)]

اپنے جوتوں میں نماز پڑھ لیتے تھے؟'' تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿نعم﴾ ''ہاں۔''(۱)

(2) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿خالفوا الیهود فإنهم لا یصلون فی نعالهم و لا خفافهم﴾ ''یہود کی مخالفت کرو بلاشبہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔'' صحیح ابن حبان کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿خالفوا الیهود و النصاری......﴾ ''یہود و نصاری کی مخالفت کرو......''(۲)

(3) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اپنے جوتوں کو پھیر کے دیکھ لے اگر ان میں گندگی نظر آئے تو انہیں زمین پر رگڑے ﴿ثم لیصل فیهما﴾ ''پھر ان میں نماز پڑھ لے۔''(۳)

(4) وہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے جس میں ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران نماز جوتیاں اتاردیں یہ دیکھ کر صحابہ نے بھی اپنی جوتیاں اتاردیں......''(٤)

(شوکانیؒ) جوتے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔(٥)

(ابن حجرؒ) اس عمل میں یہود کی مخالفت کے ارادے کی وجہ سے استحباب ہے۔(٦)

(ابن دقیق العیدؒ) یہ عمل مستحب نہیں ہے بلکہ محض ایک رخصت ہے۔(٧)

وجوبِ نماز کے لیے عقل و بلوغت شرط ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کا گناہ نہیں لکھا جاتا ﴿عن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یحتلم و عن المجنون حتی یعقل﴾ ''خوابیدہ شخص کا جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو جائے' بچے کا جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے' اور پاگل کا جب تک کہ وہ عقلمند نہ ہو جائے۔''(۸)

(شوکانیؒ) اس مسئلے پر اجماع ہے۔(۹)

---

(۱) [بخاری (۳۸٦' ۵۸۵۰) کتاب الصلاة : باب الصلاة فی النعال' مسلم (۵۵۵) ترمذی (٤٠٠) نسائی (۷٤/۲) أحمد (۱۰۰/۳) ابن خزیمة (۱۰۱۰)]

(۲) [**صحیح** : صحیح أبو داود (٦٠۷) کتاب الصلاة : باب الصلاة فی النعل' أبو داود (٦۵۲) حاکم (۲٦٠/۱) بیهقی (٤۳۲/۲)]

(۳) [**صحیح** : صحیح أبو داود (٦٠۵) أیضا' أحمد (۲٠/۳) أبو داود (٦۵٠) دارمی (۳۲٠/۱) أبو یعلی (۱۱۹٤) ابن خزیمة (۱٠۱۷)]

(٤) [**صحیح** : صحیح أبو داود (٦٠۵) أیضا' إرواء الغلیل (۲۸٤)]

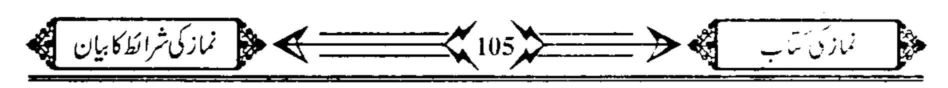
(٥) [نیل الأوطار (٦۲۵/۱)]

(٦) [تحفة الأحوذی (٤٤٤/۲)]

(۷) [أیضا]

(۸) [**صحیح** : صحیح أبو داود (۳٦۹۸) کتاب الحدود : باب فی المجنون یسرق أو یصیب حدا' أبو داود (٤۳۹۸) نسائی (۳٤۳۲) ابن ماجة (۲٠٤۱)]

(۹) [السیل الجرار (۱٠٠/۱)]



قبروں کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنا

متعدد احادیث میں اس کی ممانعت مروی ہے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تصلوا إلى القبور و لا تجلسوا عليها ﴾ ''قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔'' (۱)

(2) حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تتخذو القبور مساجد فإني أنهاكم عن ذلك ﴾ ''قبروں کو مسجدیں مت بناؤ بے شک میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔'' (۲)

حمام میں نماز پڑھنا ممنوع ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ الأرض كلها مسجد إلا المقبرة و الحمام ﴾ ''قبرستان اور حمام کے سوا ساری زمین مسجد ہے۔'' (۳)

(ابن حزمؒ) کسی صورت میں بھی حمام میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(جمہور) حمام اگر پاکیزہ ہو تو نماز صحیح ہے مگر مکروہ ہوگی۔

(شوکانیؒ) انہوں نے امام ابن حزمؒ کی بات کو برحق کہا ہے۔(٤)

جانوروں کے باڑوں میں نماز پڑھنا

شریعت نے بھیڑ بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے جبکہ اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھنا حرام قرار دیا ہے۔ اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ صلوا في مرابض الغنم و لا تصلوا في أعطان الإبل ﴾ ''بھیڑ بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھ لو لیکن اونٹوں کے باڑوں میں نماز نہ پڑھو۔'' (٥)

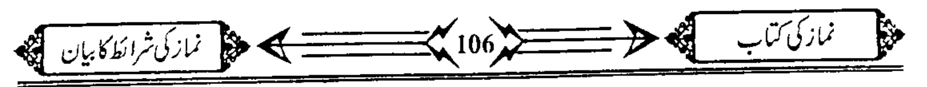
(۱) [مسلم (۹۷۲) كتاب الجنائز: باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه ' أبو داود (۳۲۲۹) ترمذی (۱۰۵۰) نسائی (۷٦۰) ابن خزيمة (۷۹۳) بیهقی (۴۳۵/۲)]

(۲) [مسلم (۵۳۲) كتاب المساجد ومواضع الصلاة ' باب النهي عن بناء المساجد على القبور...... ' أبو عوانة (۴۰۱/۱)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (۳۲۰/۱) صحيح أبو داود (۵۰۷) كتاب الصلاة : باب في المواضع التي لا تجوز فيها الصلاة ' أبو داود (٤۹۲) أحمد (۸۳/۲) ترمذی (۳۱۷) ابن ماجة (۷٤٥) بیهقی (٤۳٥/۲) حاكم (۲٥۱/۱) ابن خزيمة (۷۹۱)]

(٤) [نيل الأوطار (۹۲۹/۱)]

(٥) [صحيح : صحيح ترمذی (۲۸٥) كتاب الصلاة : باب ما جاء في الصلاة في مرابض الغنم ...... ' ابن ماجة (۷٦۸) أحمد (٤٥۱/۲) ابن خزيمة (۷۹٥) بیهقی (٤٤۹/۲) ترمذی (۳٤۸)]



حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(۱)

(احمدؒ، ابن حزمؒ، شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(جمہور) نجاست نہ ہو تو نھی کو کراہت پر اور نجاست موجود ہو تو نھی کو تحریم پر محمول کیا جائے گا۔(۲)

(راجح) پہلا موقف حدیث کے زیادہ قریب ہے۔(واللہ اعلم)

غصب شدہ زمین پر نماز پڑھنا

بالکل جائز نہیں ہے۔امام شوکانیؒ بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

پتلون یعنی پینٹ میں نماز پڑھنا

(البانیؒ) اس میں دو مصیبتیں ہیں:

① کفار کی مشابہت۔

② ستر کی حفاظت نہ ہونا بالخصوص حالت سجدہ میں۔(٤)

(ابن بازؒ) اگر پینٹ تنگ نہ ہو وسیع ہو تو اس میں نماز صحیح ہے اور افضل یہی ہے کہ اس کے اوپر ایک ایسی قمیض ہو جو ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصے کو چھپا لے اور نصف پنڈلی یا ٹخنے تک نیچے لٹک جائے کیونکہ یہی چیز ستر میں زیادہ مکمل ہے۔(۵)

سعودی مجلس افتاء نے بھی اسی طرح کا فتوی دیا ہے۔(٦)

باریک وشفاف کپڑوں میں نماز

(ابن بازؒ) جب کپڑا شفاف یا باریک ہونے کی وجہ سے جلد کو چھپا نہ سکتا ہو تو کسی مرد کے لیے اس میں نماز ادا کرنا درست نہیں اِلا کہ ایسے کپڑے کے نیچے پاجامہ یا تہبند ہو جو ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصے کو چھپا سکے ......اور عورت کے لیے بھی ایسے کپڑے میں نماز جائز نہیں اِلا کہ اس کے نیچے ایسا کپڑا یا کپڑے ہوں جو اس کے تمام بدن کو چھپا سکیں۔ایسے کپڑے کے نیچے چھوٹا سا پاجامہ کفایت نہیں کرتا۔(۷)

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (١٦٩) أبو داود (١٨٤) أحمد (٢٨٨/٤)]

(۲) [نيل الأوطار (٦٣٥/١ـ٦٣٦)]

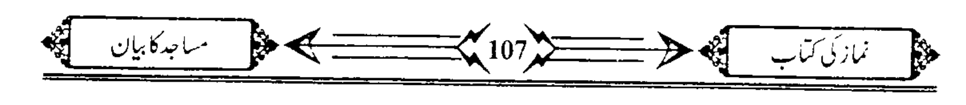
(۳) [السيل الجرار (١٦٨/١)]

(٤) [القول المبين في أخطاء المصلين (ص/ ٢٠)]

(۵) [الفتاوى للشيخ عبدالعزيز بن باز (٦٩/١)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة (رقم/ ٢٠٠٣)]

(۷) [الفتاوى الإسلامية (٢٥٣/١) فتاوى ابن باز مترجم (٥٧/١) مجلة "الدعوة" رقم (٨٨٦)]



باب المساجد مساجد کا بیان

مساجد کی تعمیر اور ان کی طہارت و نظافت کا اہتمام

(1) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من بنى لله مسجدا بنى الله له مثله فى الجنة﴾ ”جو شخص اللہ کے لیے مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کی مثل جنت میں (گھر) بنائیں گے۔“ (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أمر رسول الله ﷺ ببناء المساجد فى الدور وأن تنظف وتطيب﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مساجد کی تعمیر اور انہیں پاکیزہ و خوشبودار رکھنے کا حکم دیا ہے۔“ (۲)

(3) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مکتوب میں لکھا کہ ﴿فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا بالمساجد أن نصنعها فى دورنا و نصلح صنعتها و نطهرها﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں محلوں میں مساجد بنانے، ان کی بناوٹ کی اصلاح کرنے اور انہیں پاکیزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔“ (۳)

امام صنعانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں مساجد کی تعمیر کا حکم استحباب کے لیے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لیے ساری زمین کو پاکیزہ و مسجد بنایا گیا ہے لہذا جس شخص کو بھی نماز مل جائے ﴿فليصل حيث أدركته﴾ ”وہ وہیں نماز پڑھ لے کہ جہاں اسے ملی ہے۔“ (٤)

مساجد اللہ کی پسندیدہ جگہیں ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أحب البلاد إلى الله مساجدها﴾ ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ جگہیں مسجدیں ہیں۔“ (٥)

مساجد کی تزئین و آرائش......

اور انہیں فخر و ریاکاری کا باعث بنانا ناجائز و ممنوع ہے۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ما أمرت بتشييد المساجد﴾ ”مجھے مساجد کی تزئین و آرائش کا حکم نہیں دیا گیا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ﴿لتزخرفنها كما زخرفتها اليهود و النصارى﴾

(۱) [بخاری (٤٥٠) کتاب الصلاة : باب من بنی مسجدا ...... ' مسلم (٥٣٣) ترمذی (٣١٨) ابن ماجة (٧٣٦) أحمد (٢٧٠/١) ابن خزيمة (١٢٩١) دارمی (٣٢٣/١) بيهقی (٤٣٧/٢)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (٤٣٦) كتاب الصلاة : باب اتخاذ المساجد فی الدور' أبو داود (٤٥٥) أحمد (١٧/٥) ترمذی (٥٩٤)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (٤٣٧) أيضا ' أبو داود (٤٥٦)]

(٤) [بخاری (٣٣٥) كتاب التيمم : باب قول الله تعالى فلم تجدوا ماء فتيمموا... ' مسلم (٥٢١) نسائی (٢١٠/١) دارمی (٣٢٢/١) أحمد (٣٠٤/٣) سبل السلام (٣٥٢/١)]

(٥) [مسلم (٦٧١) كتاب المساجد و مواضع الصلاة : باب فضل الجلوس فی مصلاة بعد الصبح و فضل المسجد]



''تم ضرور انہیں مزین کرو گے جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے انہیں مزین کیا تھا۔'' (۱)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تقوم الساعة حتى يتباهى الناس في المساجد﴾ ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگ مساجد (کی تعمیر) میں فخر نہ کرنے لگیں۔'' (۲)

عہد رسالت وخلافت راشدہ میں مساجد کی یہی کیفیت تھی۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک پہلا شخص ہے کہ جس نے مسجد نبوی میں تزئین وآرائش اور نقش ونگار کے کام کروائے چونکہ ولید حکمران تھا اس لیے علماء کو مجبوراً خاموش ہونا پڑا۔ (۳)

مساجد کی طرف تیز چل کر آنا ممنوع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا سمعتم الإقامة فامشوا إلى الصلاة وعليكم بالسكينة والوقار ولا تسرعوا فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا﴾ ''جب تم اقامت سن لو تو نماز کے لیے اس طرح چل کے آؤ کہ تم پر سکون اور وقار ہو اور جلدی مت کرو۔ جتنی نماز مل جائے وہ پڑھ لو جو رہ جائے اسے بعد میں پورا کر لو۔'' (٤)

اگرچہ مذکورہ حدیث میں ممانعت کو اقامت سننے کے ساتھ مقید کیا گیا ہے لیکن اقامت سے پہلے بھی تیزی سے مساجد کی طرف آنا ممنوع ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ ﴿إذا أتيتم الصلاة فعليكم بالسكينة﴾ ''جب تم نماز کے لیے آؤ تو سکون واطمینان سے آؤ۔'' (٥)

پہلی حدیث میں اقامت کی قید صرف اس لیے ہے کیونکہ عموماً یہی چیز انسان کو جلدی کرنے پر ابھارتی ہے۔ (٦)

کچی لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں آنا ممنوع ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من أكل ثوما أو بصلا فليعتزلنا أو ليعتزل مسجدنا وليقعد في بيته﴾ ''جو شخص کچی لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے دور رہے یا (یہ فرمایا کہ) ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔'' (٧)

---

(۱) [**صحيح**: صحيح أبو داود (٤٣١) كتاب الصلاة: باب في بناء المساجد، أبو داود (٤٤٨) شرح السنة (٤٦٤) أبو يعلى (٢٤٥٤) عبدالرزاق (١٥٢/٣)]

(۲) [**صحيح**: صحيح أبو داود (٤٣٢) أيضا، أبو داود (٤٤٩) ابن ماجة (٧٣٩) نسائي (٢١٢) أحمد (١٣٤/٣) ابن خزيمة (١٣٢٢) دارمي (٣٢٧/١) ابن حبان (١٦١٤) أبو يعلى (٢٧٩٨)]

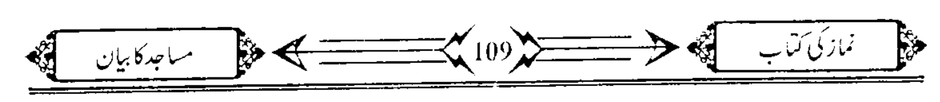
(۳) [سبل السلام (٣٦٥/١)]

(٤) [بخاری (٦٣٦) كتاب الأذان: باب لا يسعى إلى الصلاة وليأتها بالسكينة والوقار]

(٥) [بخاری (٦٣٥) كتاب الأذان: باب قول الرجل فاتتنا الصلاة]

(٦) [فتح الباري (١١٧/٢)]

(٧) [بخاری (٧٣٥٩) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة: باب الأحكام التي تعرف بالدلائل، مسلم (٥٦٤) أبو داود (٣٨٢٢) ترمذی (١٨٠٦) ابن ماجة (٣٣٦٥) أحمد (٣٨٠/٣) نسائي (١٥٨/٤) بيهقي (٧٦/٣) ابن خزيمة (١٦٦٨)]



مسجد میں داخلے کی دعا

(1) ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' (١)

(2) '' بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ '' (٢)

(3) '' اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ '' (٣)

مسجد سے نکلنے کی دعا

'' بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ''۔'' اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ''۔'' اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ '' (٤)

مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعتوں کی ادائیگی ضروری ہے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يصلي ركعتين﴾ ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے۔'' (٥)

اس مسئلے کی مزید تفصیل آئندہ ''باب صلاة التطوع'' میں آئے گی۔

مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنا جائز نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل : لا ردها الله عليك فإن المساجد لم تبن لهذا﴾ ''جو کوئی کسی آدمی کو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو وہ کہے: اللہ کرے وہ چیز تمہیں واپس نہ ملے' کیونکہ مسجدیں اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئیں۔'' (٦)

مسجد میں خرید و فروخت ممنوع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب تم مسجد میں کسی شخص کو خرید و فروخت کرتے دیکھو تو اسے کہو ﴿لا أربح الله تجارتك﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے کاروبار میں نفع نہ کرے۔'' (٧)

(١) [صحيح : صحيح أبو داود (٤٤١) كتاب الصلاة : باب ما يقول الرجل عند دخوله المسجد' أبو داود (٤٦٦)]

(٢) [حسن : ابن السني (٨٨)]

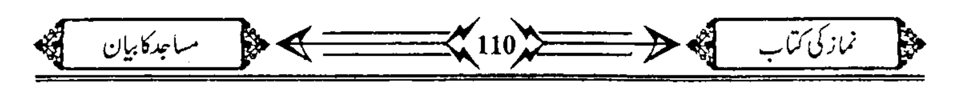
(٣) [صحيح : صحيح أبو داود (٤٤٠) أيضا' نسائی (٥٣/٢) دارمی (٣٢٤/١)]

(٤) [أبو داود (٤٦٥) ابن حبان (٢٠٤٩) مسلم (٧١٣) صحيح ابن ماجة (١٢٩/١) حصن المسلم (ص/٣٩)]

(٥) [بخاری (٤٤٤) كتاب الصلاة : باب إذا دخل أحدكم المسجد فليركع ركعتين ..... مسلم (٧١٤) ترمذی (٣١٦) أبو داود (٤٦٧) نسائی (٥٣/٢) ابن ماجة (١٠١٣) أحمد (٢٩٥/٥) شرح السنة (٤٨١) ابن خزيمة (١٨٢٥)]

(٦) [مسلم (٥٦٨) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب النهي عن نشد الضالة في المسجد ..... أبو داود (٤٧٣) ابن ماجة (٧٦٧) أبو عوانة (٤٠٦/١) أحمد (٣٤٩/٢) ابن خزيمة (١٣٠٢) بيهقی (٤٤٧/٢)]

(٧) [صحيح : صحيح ترمذی (١٠٦٦) كتاب البيوع : باب النهي عن البيع في المسجد' المشكاة (٧٣٣) إرواء الغليل (١٤٩٥) ترمذی (١٣٢١) نسائی (٥٢/٦) ابن خزيمة (١٣٠٥)]



مسجد میں ایسے اشعار پڑھنا جو غیر شرعی نہ ہوں جائز ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے ﴿ ینشد في المسجد ﴾ ''وہ مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف گھور کر دیکھا۔ اس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿قد كنت أنشد فيه و فيه من هو خير منك﴾ ''میں تو اس وقت بھی مسجد میں اشعار پڑھا کرتا تھا جب مسجد میں وہ ذات موجود ہوتی تھی جو تم سے افضل تھی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔''(۱)

مسجد میں لیٹنا جائز ہے

حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿أنه رأى رسول الله مستلقيا في المسجد واضعا إحدى رجليه على الأخرى﴾ ''بے شک انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ کر چت لیٹے ہوئے دیکھا۔''(۲)

مسجد میں سونا جائز ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں سو جایا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کہتے ہیں ﴿كنا في زمن رسول الله ﷺ ننام في المسجد و نقيل فيه ونحن شاب﴾ ''ہم زمانہ نبوت میں مسجد میں سوتے اور اسی میں قیلولہ بھی کرتے تھے اور ہم نوجوان تھے۔''(۳)

مسجد میں مریض کے لیے خیمہ لگانا

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز ہے۔(۴) جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ غزوہ خندق کے روز حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تھے ﴿فضرب عليه رسول الله ﷺ خيمة في المسجد﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوا دیا۔'' تا کہ قریب سے ان کی تیمارداری کر سکیں۔(۵)

عورت کا مسجد میں رات گزارنا

عورت بھی مسجد میں رات بسر کر سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنہ و فساد کا خطرہ نہ ہو۔(٦)

---

(۱) [بخاري (۳۲۱۲) كتاب بدء الخلق : باب ذكر الملائكة ' مسلم (۲٤۸٥) نسائي (٤۸/۲) أحمد (۲۲۲/٥) حميدي (۱۱۰٥) ابن خزيمة (۱۳۰۷) بيهقي (٤٤۸/۲)]

(۲) [بخاري (٤۷٥) كتاب الصلاة : باب الاستلقاء في المسجد و مدالرجل' مسلم (۲۱۰۰) أبو داود (٤۸٦٦) ترمذي (۲۷٦٥) نسائي (٥۰/۲) أحمد (۳۸/٤)]

(۳) [بخاري (٤٤۰) كتاب الصلاة : باب نوم الرجال في المسجد ' مسلم (۲٤۷۹) أبو داود (۳۸۲) نسائي (٥۰/۲) أحمد (۱۲/۲) ابن ماجة (۳۹۱۹)]

(٤) [نيل الأوطار (٦۷۲/۱)]

(٥) [بخاري (٤٦۳) كتاب الصلاة : باب الخيمة في المسجد للمرض و غيرهم ' مسلم (۱۷٦۹) أبو داود (۳۱۰۱) نسائي (٤٥/۲) أحمد (٥٦/٦)]

(٦) [سبل السلام (۳٦۲/۱)]



جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أن وليدة سوداء كان لها خباء في المسجد﴾ ''ایک سیاہ رنگ کی لڑکی کا خیمہ مسجد میں تھا' وہ میرے پاس باتیں کرنے کے لیے آیا کرتی تھی۔(۱)

مساجد میں قصاص وحدود قائم کرنا حرام ہے

امام شوکانیؒ اور امام صنعانیؒ اسی کے قائل ہیں۔(۲)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تقام الحدود في المساجد ولا يستقاد فيها﴾ ''مساجد میں نہ تو حدود قائم کی جائیں اور نہ ہی قصاص لیا جائے۔''(۳)

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿البصاق في المسجد خطيئة وكفارتها دفنها﴾ ''مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ تھوک کو دفن کر دینا ہے۔''(٤)

(2) حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ﴿فرأيته يتنخع فدلكها بنعله اليسرى﴾ ''تو میں نے آپ ﷺ کو کھنگارتے ہوئے دیکھا پھر آپ ﷺ نے اسے (یعنی بلغم کو) اپنی بائیں جوتی کے ساتھ مل لیا۔''(٥)

(شوکانیؒ) ایسا کرنا اس وقت درست ہے جب مسجد میں کچھ نہ بچھایا ہو لیکن اگر مسجد میں چٹائیاں (قالین) یا اس کی مثل کوئی چیز بچھائی گئی ہو کہ (تھوک کو) دفن کرنا ممکن نہ ہو جو کہ تھوک کا کفارہ ہے تو یہ (یعنی تھوک کو بغیر ملے چھوڑ دینا) ایسا گناہ ہوگا کہ جس کا کفارہ نہیں دیا گیا۔(٦)

مسجد میں عسکری تربیت اور جنگی مشق کا مظاہرہ جائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ میرے لیے پردہ کیے ہوئے تھے ﴿وأنا أنظر إلى الحبشة يلعبون في المسجد﴾ ''اور میں حبشیوں کے اس (جنگی) کھیل کو دیکھ رہی تھی جو وہ مسجد میں کھیل رہے تھے۔''(۷)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ﴿يلعبون بحرابهم في مسجد رسول الله﴾ ''وہ مسجد نبوی میں نیزوں کے ساتھ

---

(۱) [بخاری (٤٣٩) كتاب الصلاة : باب نوم المرأة في المسجد]

(۲) [نيل الأوطار (٦٦٥/١) سبل السلام (٣٥٩/١)]

(۳) [حسن : صحيح أبو داود (٣٧٦٩) المشكاة (٧٣٤) إرواء الغليل (٢٣٢٧) أبو داود (٤٤٩٠) كتاب الحدود : باب في إقامة الحد في المسجد ' دارقطني (٨٥/٣) أحمد (٤٣٤/٣) بيهقي (٣٢٨/٨)] شیخ حازم قاضی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔[التعنيق على سبل السلام (٣٥٩/١)] حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی حرج نہیں۔[تلخيص الحبير (٤٦/٤)]

(٤) [بخاری (٤١٥) كتاب الصلاة : باب كفارة البزاق في المسجد ' مسلم (٥٥٢)]

(٥) [مسلم (٥٥٢)]

(٦) [السيل الجرار (١٨٢/١)]

(۷) [بخاری (٤٦٣) كتاب الصلاة : باب الخيمة في المسجد للمرضى و غيرهم ' مسلم (٨٩٢)]

کھیل رہے تھے۔'' (۱)

اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿وکان یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب﴾ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عید کے دن سوڈان کے کچھ صحابہ ڈھال اور نیزے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔'' (۲)

مسجد میں کھانا جائز ہے

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿کنا نأکل علی عہد رسول اللہ ﷺ فی المسجد الخبز واللحم﴾ ''ہم عہد رسالت میں مسجد میں روٹی اور گوشت کھایا کرتے تھے۔'' (۳)

بوقت ضرورت مشرک مسجد میں داخل ہو سکتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مختصر سا دستہ کسی جہت میں روانہ کیا ﴿فجاءت برجل فربطوہ بساریة من سواری المسجد﴾ ''یہ لوگ ایک آدمی (حضرت ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ جو ابھی مشرک تھے) کو گرفتار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں لائے اور اس قیدی کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔'' (٤)

نبی ﷺ کا وفد ثقیف (کے مشرکین) کو مسجد میں ٹھہرانا بھی اس کی دلیل ہے۔ (٥)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

کسی ضروری حاجت کے علاوہ ایسا کرنا جائز نہیں جیسا کہ حضرت ابو شعثاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی عصر کی آذان کے بعد مسجد سے نکلا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿أما ہذا فقد عصی أبا القاسم﴾ ''اس نے ابو القاسم (یعنی محمد ﷺ) کی نافرمانی کی ہے۔'' (٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں ﴿إذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلاة فلا یخرج أحدکم حتی یصلی﴾ ''جب تم مسجد میں ہو اور نماز کے لیے آذان دے دی جائے تو تم میں سے کوئی نماز پڑھنے سے پہلے باہر نہ نکلے۔'' (۷)

---

(۱) [مسلم (۱٤۸۲) کتاب صلاة العیدین : باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیة فیه]

(۲) [بخاری (۲۹۰۷) کتاب الجہاد والسیر : باب الدرق]

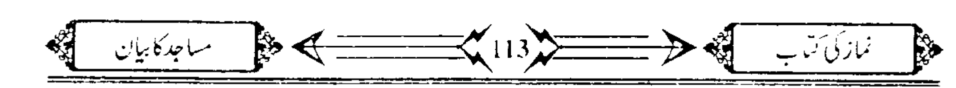
(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲٦٦۹) کتاب الأطعمة : باب الأکل فی المسجد، صحیح أبو داود (۱۸۷) تمام المنة، ابن ماجة (۳۳۰۰) ابن حبان (۱٦۵۷) أحمد (۱۹۰/٤)] حافظ بوصیری نے اسے حسن کہا ہے۔ [الزوائد (۸۰/۳)]

(٤) [بخاری (٤٦۲) کتاب الصلاة : باب الاغتسال إذا أسلم، مسلم (۳۳۱۰)]

(٥) [ضعیف : ضعیف أبو داود (۲۹۷) کتاب الصلاة : باب تحزیب القرآن، أبو داود (۱۳۹۳) ابن ماجة (۱۳٤٥) أحمد (۳٤۳/۹)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی السیل الجرار (۲۰۲/٤)]

(٦) [مسلم (٦۵۵) کتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب النہی عن الخروج من المسجد إذا أذن المؤذن، أبو داود (۵۳٦) ترمذی (۲۰٤) ابن ماجة (۷۳۳) أحمد (٤۱۰/۲) ابن خزیمة (۱۵۰٦)]

(۷) [أحمد (۵۳۷/۲)] امام ہیثمی رقمطراز ہیں کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ [المجمع (۸/۲)]



مسجد میں نماز کا انتظار نماز ہی شمار ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا یزال أحدكم في الصلاة ما دامت الصلاة تحبسه لا يمنعه أن ينقلب إلى أهله إلا الصلاة﴾ ''تم میں سے کوئی اس وقت تک نماز میں ہی رہتا ہے جب تک کہ نماز اسے روکے رکھتی ہے اس طرح کہ اسے اس کے گھر والوں کی طرف جانے سے صرف نماز روک رہی ہو۔'' (١)

مسجد میں مباح کلام اور ہنسنا

جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ (٢) جیسا کہ حدیث میں صحابہ کے متعلق موجود ہے کہ ﴿کانوا يتحدثون فيأخذون في أمر الجاهلية فيضحكون ويتبسم﴾ ''صحابہ کرام گفتگو کرتے' جاہلیت کے کام کو اختیار کرتے' اور ہنستے لیکن آپ ﷺ اس پر مسکرا دیتے۔'' (٣)

خانہ کعبہ میں داخل ہو کر نماز ادا کرنا جائز ہے (٤)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ' حضرت اسامہ بن زید' حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا۔ پس جب انہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے ان سے سوال کیا کہ ﴿هل صلى فيه رسول الله؟﴾ ''کیا اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے؟'' تو انہوں نے جواب دیا کہ ﴿نعم' بين العمودين اليمانيين﴾ ''ہاں دو یمانی ستونوں کے درمیان۔'' (٥)

یاد رہے کہ کعبہ میں صرف نفل نماز ہی پڑھی جا سکتی ہے لیکن امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ اس میں فرض نماز کو بھی جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ مسجد ہی ہے۔ (٦)

قبروں کے درمیان مسجد بنانا

اگر کسی نے قبرستان میں قبروں کے درمیان مسجد بنائی تو اس کا حکم قبر جیسا ہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿کان يكره أن يبنى مسجد في وسط القبور﴾ ''قبروں کے درمیان مسجد بنانا ناپسند کیا جاتا تھا۔'' (٧)

---

(١) [بخاري (٦٥٩' ٣٢٢٩) كتاب الأذان : باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة و فضل المساجد' مسلم (١٦٦/٥) أبو داود (٤٧٠) موطا (١٦١/١)]

(٢) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المجموع (١٧٧/٢) المحلى (٢٤١/٤) حاشية ابن عابدين (٤٤٥/١)]

(٣) [طبراني كبير والأوسط كما في المجموع (٢٤/٢) ابن عساكر في تاريخ دمشق (٢/٣٩/١٢)]

(٤) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباري (٥٨/٢) شرح مسلم للنووي (٩٦/٥)]

(٥) [بخاري (٤٦٨' ٥٠٤' ٥٠٥' ١٥٩٩) كتاب الصلاة : باب الصلاة بين السواري في غير جماعة' مسلم (١٣٢٩) أبو داود (٢٠٢٣) ابن ماجة (٣٠٦٣) نسائي (٦٣/٢) موطا (٣٩٨/١) أحمد (٣٣/٢) دارمي (٥٣/٢) ابن خزيمة (٣٠٠٩)]

(٦) [المغني لابن قدامة (٤٧٥/٢-٤٧٦)]

(٧) [المغني (٤٧٥/٢)]

قربت کی غرض سے صرف تین مساجد کی طرف سفر جائز ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد : المسجد الحرام ' و مسجد الرسول ' و مسجد الأقصى﴾ ''صرف تین مساجد کے لیے رخت سفر باندھا جائے: مسجد حرام' مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے لیے۔''(۱)

باب سترة المصلى — نمازی کے سترے کا بیان

لغوی واصطلاحی تعریف: لفظ ''سترہ'' لغت میں ''اوٹ یا پردہ'' کے معنی میں مستعمل ہے اور اصطلاحی وشرعی اعتبار سے سترہ کا اطلاق ''ہر اس چیز پر ہوتا ہے جسے انسان بوقت نماز اپنی سجدہ گاہ کے سامنے نصب کرے'' مثلاً لکڑی' نیزہ' دیوار' ستون' میز اور گاڑی وغیرہ۔

سترے کا شرعی حکم

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تصل إلا إلى سترة﴾ ''صرف سترہ کی جانب ہی نماز پڑھو۔''(۲)

(2) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا صلى أحدكم فليصل إلى سترة وليدن منها﴾ ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترے کی طرف نماز پڑھے اور اس کے قریب ہو (کر کھڑا ہو)۔''(۳)

(3) حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ليستتر أحدكم في الصلاة ولو بسهم﴾ ''تمہیں نماز میں سترہ ضرور قائم کرنا چاہیے خواہ ایک تیر ہی ہو۔''(٤)

(4) سترہ قائم کرنے اور اس کے قریب ہونے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ ﴿لا يقطع الشيطان عليه صلاته﴾ ''کہیں شیطان انسان کی نماز نہ کاٹ ڈالے۔''(۵)

(شوکانیؒ) سترہ رکھنا واجب ہے۔(٦)

ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں کہ: حکم کا ظاہر تو وجوب ہی ہے لیکن اگر کوئی ایسا قرینہ مل جائے جو ان اوامر کو وجوب سے

---

(۱) [بخاری (۱۱۸۹) كتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة : باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة]

(۲) [ابن خزيمة (۸۰۰) مسلم (۲٦۰) حاكم (۲۵۱/۱) بيهقي (۲٦۸/۲)]

(۳) [حسن : صحيح أبو داود (٦٤۲) كتاب الصلاة : باب ما يؤمر المصلي أن يدرأ عن الممر بين يديه ' أبو داود (٦۹۸) ابن ماجة (۹۵٤) بيهقي (۲٦۷/۲)]

(٤) [صحيح : أحمد (٤۰٤/۳) أبو يعلى (۲۳۹/۲) المجموع (٦۱/۲)] امام ہیثمیؒ بیان کرتے ہیں کہ احمد (کی اس حدیث کے) کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ شیخ احمد شاکرؒ کہتے ہیں کہ مسند احمد میں یہ حدیث دو صحیح سندوں کے ساتھ موجود ہے۔ [التعليق على الترمذي (۱۵۸/۲)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۳۲۹/۱)]

(۵) [صحيح : صحيح أبو داود (٦٤۳) كتاب الصلاة : باب الدنو من السترة ' أبو داود (٦۹۵) نسائي (٦۲/۲) أحمد (۲/٤) حاكم (۲۵۱/۱) ابن خزيمة (۸۰۳)]

(٦) [نيل الأوطار (۱۹۸/۲)]



استحباب کی طرف منتقل کر دے تو اسی کو ترجیح ہوگی۔(۱)

(جمہور) سترہ رکھنا مستحب ہے۔(۲)

ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿و رسول الله ﷺ يصلي بالناس بمنى إلى غير جدار﴾ ''منی میں رسول اللہ ﷺ لوگوں کو دیوار کے علاوہ کسی اور جانب رخ کر کے نماز پڑھا رہے تھے۔''(۳)

اس حدیث پر امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((سترة الإمام سترة لمن خلفه)) ''امام کا سترہ ہی اس شخص کا سترہ ہے جو اس کے پیچھے کھڑا ہے۔'' یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دیوار کے علاوہ کوئی اور چیز آپ ﷺ کے سامنے موجود تھی۔جیسا کہ عبید اللہ مبارکپوریؒ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔(٤)

(سید سابقؒ) نمازی کے لیے سترہ رکھنا مستحب ہے۔(٥)

(ابن حزمؒ) سترہ رکھنا واجب ہے۔(٦)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٧)

سترے کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں نبی ﷺ سے نمازی کے سترے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿مثل مؤخرة الرحل﴾ ''اونٹ کے پالان کے پچھلے حصے کی لمبائی کے برابر۔''(۸)

سترہ کسی باریک چیز کو بھی بنایا جا سکتا ہے جیسا کہ ابھی پیچھے ایک حدیث میں گزرا ہے ﴿ولو بسهم﴾ ''خواہ تیر کا سترہ بنالو۔'' اور دیگر روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نیزے کو سترہ بنالیا کرتے تھے۔(۹)

علاوہ ازیں کسی جانور (یعنی سواری) وغیرہ کو سترہ بنانا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے۔(۱۰)

سترے اور نمازی کے مابین فاصلہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ اور دیوار کے مابین ایک بکری گزرنے کا فاصلہ ہوتا تھا۔''(۱۱)

(۱) [السيل الجرار (۱۷٦/۱)]

(۲) [سبل السلام (۳۲۹/۱)]

(۳) [بخاری (٤٩٣)]

(٤) [المرعاة (٥١٥/۱)]

(٥) [فقه السنة (۲۲٤/۱)]

(٦) [المحلى (٨/٤-١٥)]

(٧) [تمام المنة (ص/٣٠٠)]

(٨) [مسلم (٥٠٠) كتاب الصلاة : باب سترة المصلى ' نسائى (٦٢/٢)]

(٩) [بخاری (٤٩٤)]

(۱۰) [صحیح صحيح أبو داود (٦٤١) كتاب الصلاة : باب الصلاة إلى الراحلة ' أبو داود (٦٩٢)]

(۱۱) [بخاری (٤٩٦) كتاب الصلاة : باب قدر كم ينبغي أن يكون بين المصلي والسترة ' مسلم (٥٠٨) أبو داود (٦٩٦) ابن خزيمة (٨٠٤)]



ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھی تو دیوار اور آپ ﷺ کے درمیان ﴿ثلاثة ذراع﴾ ”تین بازوؤں کا فاصلہ تھا۔“ (۱)

فضا اور مسجد دونوں جگہ سترہ ضروری ہے

گذشتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سترہ رکھنا صرف فضاء میں ہی مشروع نہیں ہے بلکہ احادیث میں حکم عام ہے جو فضاء اور مسجد وغیرہ سب جگہوں کو شامل ہے۔ (۲)

سترے کو کچھ دائیں یا بائیں جانب رکھنا

کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں نیز حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے جب بھی نبی ﷺ کو کسی ٹہنی یا ستون یا درخت کی جانب نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسی طرح دیکھا کہ آپ ﷺ اسے بالکل اپنے سامنے نہیں بلکہ قدرے بائیں یا دائیں جانب کیے ہوتے تھے۔“ وہ ضعیف و ناقابل حجت ہے۔ (۳)

مقتدی کے لیے امام کا سترہ ہی کافی ہے (٤)

جیسا کہ امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ ((سترة الإمام سترة لمن خلفه)) ”امام کا سترہ ہی مقتدی کا سترہ ہے۔“ اور اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ اس زمانے میں میں بالغ ہونے ہی والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے لیکن آپ ﷺ کے ساتھ دیوار نہ تھی ﴿فمررت بين يدي بعض الصف﴾ ”میں صف کے بعض حصے سے گزر کر سواری سے اترا اور میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہو گیا ﴿ولم ينكر ذلك علي أحد﴾ ”کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔“ (٥)

اگر کوئی سترے کے آگے سے گزر جائے......

تو اس سے نماز کو کوئی نقصان نہیں ہوگا جیسا کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿مثل مؤخرة الرحل يكون بين يدي أحدكم ثم لا يضره ما مر بين يديه﴾ ”پالان کے پچھلے حصے کے برابر کوئی چیز تم میں سے کسی ایک کے سامنے موجود ہو تو پھر جو بھی اس کے سامنے سے گزر جائے اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔“ (٦)

---

(۱) [أحمد (۱۳/٦) بخاری (٥٠٦)]

(۲) [السيل الجرار (۱۷٦/۱) نيل الأوطار (۲۰۳/۲)]

(۳) [**ضعیف** : ضعيف أبو داود (۱۳٦) كتاب الصلاة : باب إذا صلى إلى سارية أو نحوها أين يجعلها منه، أبو داود (٦٩۳) المشكاة (۷۸۳)]

(٤) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فيض الباری (۷۷/۲) فتح الباری (٥۷۲/۱)]

(٥) [بخاری (٤۹۳، ۱۸٥۷) كتاب الصلاة، مسلم (٥٠٤)]

(٦) [أحمد (۱٦۱/۱) مسلم (٤۹۹) كتاب الصلاة : باب سترة المصلي، أبو داود (٦۸٥) ترمذی (۳۳٥) ابن ماجة (۹٤٠)]



سترہ نہ ہو تو سامنے خط کھینچ لینا

جس روایت میں اس عمل کا ذکر ہے وہ ضعیف ہے۔ اس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فان لم یکن معه عصا فلیخط خطا﴾ ''اگر نمازی کے پاس چھڑی نہ ہو تو خط کھینچ لے۔'' (۱)

نمازی کے آگے سے گزرنا ممنوع ہے

حضرت ابو جہیم بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیه من الإثم لکان أن یقف أربعین خیرا له من أن یمر بین یدیه﴾ ''اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کام کا کتنا گناہ ہے تو اسے نمازی کے آگے سے گزرنے کے مقابلے میں چالیس (سال) تک وہاں کھڑا رہنا زیادہ پسند ہو۔'' مسند بزار میں ایک دوسری سند سے ہے کہ ﴿أربعین خریفا﴾ ''چالیس خزاں'' (تک کھڑا رہنا پسند ہو)۔ (۲)

(شوکانیؒ) یہ حدیث دلیل ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا ایسے کبیرہ گناہوں سے ہے جو آگ کو واجب کرنے والے ہیں۔ (۳)

(نوویؒ) اس حدیث میں (نمازی کے سامنے سے) گزرنے کی حرمت ہے۔ (٤)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حرمت کی دلیل ہے۔ (٥)

یاد رہے کہ یہ حرمت اس وقت ہے کہ جب کوئی نمازی اور سترے کے درمیان سے گزرنا چاہے اور اگر کوئی سترے کے پیچھے سے گزرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نمازی کو چاہیے کہ گزرنے والے کو روکے

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب تم میں سے کوئی سترہ قائم کر کے نماز پڑھنے لگے ﴿فأراد أحد أن یجتاز بین یدیه فلیدفعه فإن أبی فلیقاتله﴾ ''اور کوئی آدمی اس کے سامنے (یعنی سترے اور نمازی کے

(۱) [ضعیف : ضعیف أبو داود (۱۳٤) کتاب الصلاة : باب الخط إذا لم یجد عصا ' ضعیف الجامع (٥٦٩) ضعیف ابن ماجة (۱۹٦) أبو داود (٦۸۹) ابن ماجة (۹٤۳) بیهقی (۲۷۰/۲) ابن خزیمة (۸۱۱) عبدالرزاق (۲۲۸٦) حمیدی (۹۹۳) أحمد (۲٤۹/۲)] امام بغویؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام ابن صلاحؒ نے اس حدیث کو مضطرب کے لیے بطور مثال پیش کیا ہے۔ [تلخیص الحبیر (۵۱۸/۱)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی السیل الجرار (۳۹۳/۱)] امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن عیینہؒ سے اس حدیث کی تضعیف بیان کی گئی ہے..... اور اسی طرح امام شافعیؒ ' امام بیہقیؒ اور امام نوویؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [تدریب الراوی (۲٦٤/۱)] البتہ حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [بلوغ المرام (۱۸٥)]

(۲) [بخاری (٥۱۰) کتاب الصلاة : باب إثم المار بین یدی المصلی ' مسلم (٥۰۷) أبو داود (۷۰۱) ترمذی (۳۳٦) نسائی (٦٦/۲) ابن ماجة (۹٤٥) ابن خزیمة (۸/۳)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۰٦/۲)]

(٤) [شرح مسلم (٤٦٥/۳)]

(٥) [سبل السلام (۳۲۷/۱)]

درمیانی فاصلہ) سے گزرنے لگے تو نمازی کو چاہیے کہ اسے روکنے کی کوشش کرے' اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑائی کرے کیونکہ وہ شیطان ہے۔''(۱)

(نوویؒ) علماء میں سے کسی نے بھی اسے (یعنی روکنے کو) واجب کہا ہو میرے علم میں نہیں ہے بلکہ ہمارے اصحاب اور دیگر علماء نے صراحت کی ہے کہ یہ عمل مستحب وغیر واجب ہے۔(۲)

(ابن حجرؒ) بعض اہل ظاہر نے وجوب کی بھی صراحت کی ہے۔(۳)

اگر گدھا' حائضہ عورت اور کالا کتا نمازی کے سامنے سے گزر جائیں......

اور سترہ نہ رکھا ہو تو نماز باطل ہو جائے گی جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿یقطع صلاة المرء المسلم ـ إذا لم یکن بین یدیه مثل مؤخرة الرحل ـ المرأة والحمار والکلب الأسود﴾ ''مسلمان مرد کی نماز کو جبکہ اس کے سامنے پالان کے پچھلے حصے کے برابر سترہ نہ ہو عورت' گدھا اور کالا کتا توڑ دیتا ہے۔'' اور سنن ابی داود کی روایت میں عورت کے لفظ کو حائضہ عورت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے ﴿المرأة الحائض﴾(٤)

واضح رہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ ﴿لا یقطع الصلاة شیئ﴾ ''نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔'' وہ ضعیف ہے لہٰذا قابل حجت نہیں۔(٥)

اگر گذشتہ اشیاء کے علاوہ کوئی آدمی وغیرہ نمازی کے سامنے سے گزر جائے......

تو نماز باطل نہیں ہوتی کیونکہ اس کے مبطل ہونے کی کوئی صریح دلیل موجود نہیں جیسا کہ شیخ ابن بازؒ نے یہی موقف اختیار کرتے ہوئے اسے ثابت کیا ہے۔(٦)

---

(۱) [بخاری (٥٠٩) کتاب الصلاة : باب یرد المصلی من مربین یدیه ' مسلم (٥٠٥) أبو داود (٧٠٠) نسائی (٦٦/٢) ابن ماجة (٩٥٤) أحمد (٦٣/٣)]

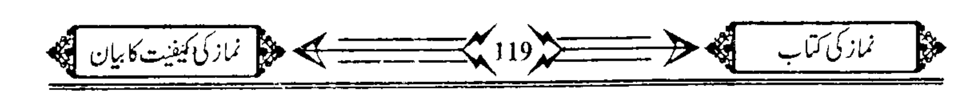
(٢) [شرح مسلم (٤٦٤/٢)]

(٣) [فتح الباری (٦٧/٢)]

(٤) [مسلم (٦٨٩) کتاب الصلاة : باب قدر ما یستر المصلی ' أبو داود (٧٠٣) ترمذی (٣٣٨) ابن ماجة (٩٤٩ ' ٩٥٢) صحیح أبو داود (٦٥١)]

(٥) [**ضعیف** : ضعیف أبو داود (١٤٣ ' ١٤٤) کتاب الصلاة : باب من قال لا یقطع الصلاة شیئ ' ضعیف الجامع (٦٣٦٦) المشکاة (٧٨٥) أبو داود (٧١٩ ' ٧٢٠)]

(٦) [الفتاوی الإسلامیة (٢٤٣/١ـ٢٤٤)]



باب كيفية الصلاة نماز کی کیفیت کا بیان

نماز کی کیفیت جاننے سے پہلے یہ یاد رہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿ صلوا كما رأيتموني أصلي ﴾ ''اس طرح نماز پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھو۔''(۱)

نماز کا مختصر طریقہ

نماز کی وہ کیفیت اور طریقہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت اسلامیہ سے تواتر کے ساتھ ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان وضوء کرے' اپنے ستر کو ڈھانپے' قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو جائے' خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نماز کی نیت اپنے دل میں کرے' ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں کی لو تک اٹھائے '' اللّٰــه أكبــر '' کہے' اپنے ہاتھ سینے پر اس طرح باندھ لے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ہو' اپنی نگاہیں سجدے کی جگہ پر رکھے' پہلے ثناء پڑھے پھر '' أعوذ بالله'' اور ''بسم الله '' کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھ لے۔

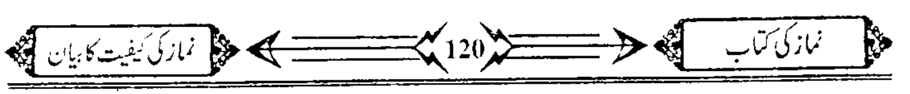
پھر رفع الیدین کرتا ہوا اللہ اکبر کہے اور رکوع میں چلا جائے' دوران رکوع کمر بالکل سیدھی ہو اور دونوں ہاتھ اس طرح گھٹنوں پر رکھے ہوئے ہوں کہ بازو بالکل سیدھے ہوں' رکوع میں سر کمر کے برابر ہونا چاہیے نہ زیادہ نیچے ہو اور نہ زیادہ اوپر' رکوع کی تسبیحات پڑھے' پھر ''سمع الله لمن حمده '' کہہ کر اور رفع الیدین کرتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے پھر ''ربنا و لك الحمد'' کہے اور اطمینان سے کھڑا ہو جائے' پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے اس طرح سجدہ ریز ہو کہ پہلے زمین پر ہاتھ اور پھر گھٹنے رکھے' سجدے میں سات اعضاء' یعنی دونوں ہاتھ' دونوں پاؤں' دونوں گھٹنے اور چہرہ (پیشانی اور ناک) زمین پر لگے ہونے چاہییں' سجدے میں کہنیاں زمین سے بلند اور پہلوؤں اور رانوں سے الگ رہیں۔

سجدے کی تسبیحات پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کر اور دائیں کو اس طرح کھڑا کر کے کہ انگلیاں قبلہ رخ ہوں پورے اطمینان کے ساتھ بیٹھ جائے اور ''رب اغــفــر لــي'' یا دوسری دعا پڑھے' پھر اللہ اکبر کہے اور اسی طرح دوسرا سجدہ کرے' پھر اللہ اکبر کہہ کر اطمینان سے جلسہ استراحت کے لیے قدرے بیٹھے اور پھر اپنے ہاتھوں پر وزن ڈالتا ہوا دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے۔

دوسری رکعت اسی طرح پڑھے' دوسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد تشہد کے لیے اس طرح بیٹھے جیسے دو سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا اور ''التحيات '' پڑھے' تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملانا ضروری نہیں' آخری تشہد میں اپنی پشت کو اس طرح زمین پر رکھ کر بیٹھے کہ بایاں پاؤں دائیں جانب سے کچھ باہر آ جائے' اس تشہد میں ''درود إبراهيمي'' اور اس کے بعد'' مسنون دعائیں '' بھی پڑھے' مکمل تشہد میں اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرتا رہے اور آخر میں دونوں طرف ''سلام '' پھیر دے اور یاد رہے کہ اگر صرف ایک طرف (یعنی دائیں جانب) ہی سلام پھیر دیا جائے تو کفایت کر جاتا ہے۔

---

(۱) [بخاري (۶۰۰۸) كتاب الأدب: باب رحمة الناس والبهائم' مسلم (۳۹۱) أبو داود (۵۸۹) ترمذي (۲۰۵) نسائي (۷۷/۲) ابن ماجة (۹۷۹)]



ابتدائے نماز سے پہلے صفوں کی درستگی

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله يسوى صفوفنا إذا قمنا إلى الصلاة فإذا استوينا كبر﴾ ''جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں برابر کراتے تھے' جب ہم برابر ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کہتے۔'' (١)

شرعی نماز نیت کے بغیر نہیں ہوتی

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾ [البينة: ٥] ''انہیں صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔''

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿إنما الأعمال بالنيات﴾ ''بے شک عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' (٢)

(شوکانیؒ) نماز کی صحت کے لیے نیت شرط ہے۔(٣)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(ابن حزمؒ) نماز میں نیت فرض ولازم ہے۔(٥)

(ابن قدامہؒ) نیت کے بغیر نماز منعقد نہیں ہوتی۔(٦)

(احناف، حنابلہ، مالکیہ) نیت نماز کی شرائط میں سے ہے۔

(شافعیہ) نیت نماز کے فرائض یا ارکان میں سے ہے۔

(وھبہ زحیلیؒ) نماز میں بالاتفاق نیت واجب ہے۔(٧)

(راجح) نیت نماز کے لیے شرط ہے اس کی جگہ صرف دل ہے اور نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرنا بدعت ہے۔ مزید تفصیل کے لیے گذشتہ ''باب الوضوء'' میں مسئلہ نیت کا مطالعہ کیجیے۔

نماز کے تمام ارکان فرض ہیں

❶ نماز کے فرائض کی تین اقسام ہیں:

① ارکان ② واجبات ③ شروط

① لغوی وضاحت: لفظ ''ارکان'' رُکن کی جمع ہے جو کہ باب رَکَنَ یَرْکُنُ (منع) سے مصدر ہے اور اس کا معنی ''مائل

(١) [صحیح: صحیح أبو داود (٦١٩) كتاب الصلاة: باب تسوية الصفوف، أبو داود (٦٦٥)]
(٢) [بخاری (١) كتاب بدء الوحي، مسلم (١٩٠٧) أبو داود (٢٢٠١) ترمذی (١٦٤٧) ابن ماجة (٤٢٢٧)]
(٣) [السيل الجرار (٢٠٩/١)]
(٤) [الروضة الندية (٢٣٨/١)]
(٥) [المحلى بالآثار (٢٦١/٢)]
(٦) [المغنى (١٣٢/٢)]
(٧) [الفقه الإسلامي وأدلته (٧٧١/١)]

ہونا'' مستعمل ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ [ھود : ۱۱۳] ''ظالموں کی طرف مائل نہ ہو جاؤ۔'' (۱)

اصطلاحی تعریف: ((ما لا يتم المامور به إلا به ولا اعتبار له في الشرع مع عدمه)) ''رکن ایسی چیز ہے کہ واجب التعمیل کام اس کے بغیر مکمل نہ ہو اور رکن کے نہ ہونے سے شریعت میں اس کام کا کوئی اعتبار نہ ہو۔'' (۲)

جیسے قیام' فاتحہ' رکوع' سجدہ' اعتدال اور آخری تشہد کے لیے بیٹھنا۔ بعض حضرات نے تکبیر تحریمہ کو بھی نماز کے ارکان میں شامل کیا ہے۔ ان افعال کے ارکان ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صل قائما فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلى جنب﴾ ''کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لو اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو۔'' (۳)

(2) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب﴾ ''اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی۔'' (٤)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس آدمی نے نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سلام کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا اور فرمایا ﴿ارجع فصل فإنك لم تصل﴾ ''واپس جا اور (دوبارہ) نماز پڑھ کیونکہ بے شک تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' وہ شخص واپس گیا اور اس نے دوبارہ نماز پڑھی۔ پھر آ کر سلام کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کے بعد دوبارہ فرمایا ﴿ارجع فصل فإنك لم تصل﴾ ''واپس جا اور (دوبارہ) نماز پڑھ کیونکہ بے شک تو نے نماز نہیں پڑھی۔''

پھر اس شخص نے بالآخر دوسری مرتبہ یا اس سے اگلی مرتبہ کہا اے اللہ کے رسول! مجھے سکھا دیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا قمت إلى الصلاة فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فكبر ثم اقرأ بما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعا ثم ارفع حتى تستوي قائما ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا ثم افعل ذلك في صلاتك كلها﴾

''جب تم نماز کا ارادہ کرو تو پہلے اچھی طرح وضوء کرو پھر قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہو۔ پھر قرآن کا وہ حصہ جو تمہیں یاد ہے اس میں سے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لو۔ پھر رکوع کرو اور پوری طرح اطمینان سے رکوع کرو۔ پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور پورے اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو اور پورے اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو۔ پھر سجدے سے اپنا سر اٹھا کر پورے اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ پھر دوسرا سجدہ کرو اور پورے اطمینان سے سجدہ کرو۔ پھر سجدے سے سر اٹھا کر پورے اطمینان سے

---

(۱) [المنجد (ص/۳۱۰) القاموس المحيط (ص/۱۰۸۲)]

(۲) [كشف الأسرار للبخاري (۳٤٤/۳) التعريفات للجرجاني (ص/۹۹) أصول السرخسي (۱۷٤/۲) المنار لابن المنت (ص/۱۰۸۱) الفرائض (ص/۱۷)]

(۳) [بخاري (۱۱۱۷) كتاب الجمعة : باب إذا لم يطق قاعدا صلى على جنب]

(٤) [بخاري (۷۵٦) كتاب الأذان : باب وجوب القرأة للإمام والماموم..... مسلم (۳۹٤) أبو داود (۸۲۲) ترمذي (۲٤۷) نسائي (۱۳۷/۲) ابن ماجة (۸۳۷) أحمد (۳۱٤/۵) دارمي (۲۸۳/۱) دارقطني (۳۲۱/۱) بيهقي (۳۸/۲)]

بیٹھ جاؤ۔ پھر اپنی بقیہ ساری نماز اسی طرح ادا کرو۔''(۱)

(4) سنن أبی داود کی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے مسیئ الصلاۃ کے متعلق فرمایا ﴿أنه لا تتم صلاة لأحد من الناس حتی یتوضأ فیضع الوضوء (یعنی مواضعه) ثم یکبر......﴾ ''کسی بھی انسان کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ وضوء کرے اور وضوء کی جگہوں کو عمدگی سے دھوئے پھر تکبیر کہے......''(۲)

(5) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تجزئ صلاة الرجل حتی یقیم ظهره فی الرکوع والسجود﴾ ''آدمی کی نماز اس وقت تک کفایت نہیں کرتی جب تک کہ وہ رکوع اور سجدے میں اپنی کمر سیدھی نہ رکھے۔''(۳)

(6) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿لا تجزئ صلاة إلا بتشهد﴾ ''تشہد کے بغیر نماز کفایت نہیں کرتی۔''(٤)

بعض علماء کا خیال ہے کہ مسیئ الصلاۃ کی حدیث (یعنی گذشتہ حدیث) واجبات نماز کو پہچاننے کے لیے مرجع ہے یعنی ہر وہ فعل جو اس میں ذکر کیا گیا ہے وہ واجب ہے اور جو اس میں نہیں ہے یا وہ واجب نہیں ہے یا اس کے وجوب میں اختلاف ہے۔(٥) لیکن حق بات یہی ہے کہ کچھ ایسے افعال بھی واجب ہیں جو اس حدیث میں نہیں ہیں مثلاً آخری تشہد اور نماز کے آخر میں سلام وغیرہ۔

(شوکانیؒ) قیام نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔(٦)

(ابن حجرؒ) جمہور کے نزدیک تکبیر تحریمہ رکن ہے۔(٧)

② **لغوی وضاحت:** لفظ ''واجب'' باب وَجَبَ یَجِبُ (ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے کہ جس کا معنی ''ساقط ہونا'' ہے جیسا کہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ ﴿حین وجبت الشمس﴾ ''جب سورج ساقط ہو جائے۔''(۸)

اصطلاحی تعریف: ((هو الفعل الذی طلب الشارع طلبا جازما بحیث یثاب فاعله ویعاقب تارکه)) ''ایسا کام جسے شارع علیہ السلام نے بالجزم طلب کیا ہو اس حیثیت سے کہ اس کے کرنے والے کو ثواب دیا جائے اور اس کے چھوڑنے والے کو سزا دی جائے۔''(۹) جیسے تشہد اور سلام وغیرہ۔ ان کا بیان آگے آئے گا۔

③ **لغوی وضاحت:** لفظ ''شروط'' شرط کی جمع ہے کہ جس کا معنی ''کسی چیز کو لازم کر لینا ہے۔''(۱۰)

---

(۱) [بخاری (٦٢٥١) كتاب الاستئذان : باب من رد فقال عليك السلام ' مسلم (٣٩٧) أبو داود (٨٥٦) ترمذی (٣٠٣) نسائی (١٢٥/٢) ابن ماجة (١٠٦٠ ' ٤٤٧)]

(۲) [**صحیح** : صحيح أبو داود (٧٦٣) كتاب الصلاة : باب صلاة من لا يقيم صلبه فی الركوع والسجود ' أبو داود (٨٥٧)]

(۳) [**صحیح** : صحيح أبو داود (٧٦١) أيضا ' أبو داود (٨٥٥) ترمذی (٢٦٥) ابن ماجة (٨٧٠) أحمد (١١٩/٤) دارمی (٣٠٤/١) ابن خزيمة (٥٩١)]

(٤) [عبدالرزاق (٣٠٨٠) الأوسط لابن المنذر (٣٢١٧/٣) بيهقی (١٣٩/٢)]

(٥) [نيل الأوطار (٦٨٨/١) سبل السلام (٣٧٧/١)]

(٦) [السيل الجرار (٢١٣/١)]

(٧) [فتح الباری (٤٥٦/٢)]

(٨) [القاموس المحيط (ص/١٣٠)]

(٩) [الإحكام للآمدی (١٩/١) البحر المحيط للزركشی (١٧٦/١)]

(١٠) [القاموس المحيط (ص/٦٠٥)]

اصطلاحی تعریف: ((ما يلزم من عدمه عدم الحكم ولا يلزم من وجوده وجود الحكم)) ''جس کے انتفاء سے حکم کا انتفاء لازم ہو جبکہ اس کے وجود سے حکم کا وجود لازم نہ ہو۔''(۱) جیسے نیت (اس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے) اور وضوء وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا يقبل الله صلاة أحدكم إذا أحدث حتى يتوضأ﴾ ''اللہ تعالیٰ بے وضو شخص کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک کہ وہ وضوء نہ کر لے۔''(۲)

○ یاد رہے کہ رکن اور شرط دونوں کا معنی و مفہوم تقریباً ایک ہی ہے (یعنی ان کے بغیر مطلوبہ فعل مکمل نہیں ہوتا) لیکن جب یہ دونوں اکٹھے آئیں تو ان میں یہ فرق کیا جاتا ہے کہ کسی چیز کا رکن اس کی ماہیت میں داخل ہوتا ہے (جیسے رکوع اور سجدہ وغیرہ) جبکہ شرط اس سے خارج ہوتی ہے (جیسے نیت اور وضوء وغیرہ)۔(۳)

کیا درمیانی تشہد کا قعدہ فرض نہیں؟

اکثر علماء کے نزدیک درمیانی تشہد اور درمیانی تشہد کا قعدہ دونوں سنت ہیں۔(٤)

لیکن راجح بات یہ ہے کہ یہ دونوں واجب ہیں اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا قعدتم في كل ركعتين فقولوا التحيات......﴾ ''جب تم ہر دو رکعتوں میں بیٹھو تو (یہ الفاظ) کہو 'التحیات .... الخ۔''(٥)

(2) حضرت رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿فإذا جلست في وسط الصلاة فاطمئن وافترش فخذك اليسرى ثم تشهد﴾ ''جب تم نماز کے درمیان میں بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو اور اپنی بائیں ران کو بچھا لو پھر تشہد پڑھو۔''(٦)

(البانیؒ) اس حدیث میں پہلے تشہد کے وجوب کی دلیل ہے اور (پہلے) قعدے کا وجوب اس کے لیے لازم ہے (یعنی تشہد تب ہی ہوگا جب قعدہ ہوگا تو جب ایک واجب ہے تو دوسرا بھی واجب ہوا۔)(۷)

کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ ((ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب)) ''جو چیز واجب کی تکمیل کے لیے ناگزیر ہو وہ بھی واجب ہے۔''(۸)

---

(۱) [الإحكام للآمدی (۱۲۱/۱) الموافقات للشاطبی (۱۸۷/۱) البحر المحيط للزركشی (۳۰۹/۱)]

(۲) [بخاری (٦٩٥٤) كتاب الحيل : باب في الصلاة ' نسائی (۱۳۹) ابن ماجة (۲۷۰)]

(۳) [التعريفات (ص/ ۱۱۱) التوضيح بشرح التلويح (۱۳۲/۲) حاشية القليوبی علی شرح الجلال المحلی علی منهاج الطالبين (۱۷٥/۱)]

(٤) [المجموع (٤٥۰/۳)]

(٥) [**صحيح** : صحيح نسائی (۱۱۱٤) كتاب التطبيق : باب كيف التشهد الأول ' نسائی (۱۱٦٤) أحمد (٤۳۷/۱) ابن خزيمة (۷۲۰) ابن حبان (۱۹٥۱) شرح معانی الآثار (۲٦۳/۱)]

(٦) [**حسن** : صحيح أبو داود (۷٦٦) كتاب الصلاة : باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود ' تمام المنة (ص/ ۱۷۰) أبو داود (۸٦۰)]

(۷) [تمام المنة (ص/ ۱۷۰)]

(۸) [المستصفی للغزالی (۷۱/۱-۷۲) تيسير التحرير (۳٦٥/۱)]



(شوکانیؒ) درمیانے تشہد کا حکم وہی ہے جو آخری تشہد کا ہے۔(۱)

(ابن حزمؒ) درمیانہ تشہد اور درمیانہ قعدہ دونوں واجب ہیں۔(۲)

(احمدؒ، لیثؒ، اسحاقؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ) یہ دونوں واجب نہیں ہیں۔(۳)

جن علماء کے نزدیک درمیانہ تشہد اور درمیانہ قعدہ واجب نہیں ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن رسول الله قام من اثنتين من الظهر لم يجلس بينهما﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعتوں کے متصل بعد کھڑے ہو گئے (یعنی درمیانہ تشہد نہ پڑھا) اور ان کے درمیان نہ بیٹھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل کی تو دو سجدے کرنے کے بعد سلام پھیر دیا۔(۴)

امام ابن حزمؒ رقمطراز ہیں کہ یہ استدلال کچھ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ جس سنت سے تشہد کا وجوب ثابت ہوتا ہے اسی سنت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسے بھول جانے سے (صرف دو سجدے کر لینے پر ہی) نماز ہو جاتی ہے۔(۵)

(راجح) درمیانہ تشہد اور درمیانہ قعدہ آخری تشہد وقعدہ کی طرح ہی واجب ہیں لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ درمیانہ تشہد وقعدہ اگر (بھول کر) رہ جائے تو سجدہ سہو اس سے کفایت کر جاتا ہے جبکہ آخری تشہد میں ایسا نہیں ہوتا۔(۶)

جلسۂ استراحت مسنون ہے

جلسہ استراحت پہلی رکعت کے بعد دوسری رکعت کے لیے اور تیسری رکعت کے بعد چوتھی رکعت کے لیے اٹھنے سے پہلے (دوسرے سجدے کے بعد) کچھ دیر اطمینان سے بیٹھنے کو لیتے ہیں اور یہ مسنون ہے جیسا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا فرماتے دیکھا ﴿فإذا كان في وتر من صلاته لم ينهض حتى يستوي قاعدا﴾ ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کی طاق رکعت پڑھتے تو کچھ دیر بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے۔''(۷)

(شافعیؒ) جلسہ استراحت مشروع ومسنون ہے۔

(احمدؒ، ابوحنیفہؒ، مالکؒ) یہ مسنون نہیں ہے۔(۸)

---

(۱) [نيل الأوطار (۱۰۳/۱)]

(۲) [المحلى بالآثار (۲۹۹/۲-۳۰۱)]

(۳) [الفقه الإسلامي وأدلته (۸۵۰/۲) المغني (۲۱۷/۲) نيل الأوطار (۱۰۳/۱)]

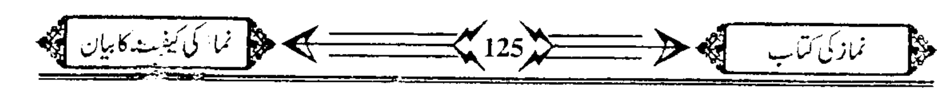
(٤) [بخاري (۱۲۲۵، ۱۲۲٤) كتاب الجمعة: باب ما جاء في السهو إذا قام من ركعتي الفريضة، مسلم (۵۷۰) مؤطا (۹٦/۱) دارمي (۳۵۲/۱) أبو داود (۱۰۳٤) ترمذي (۳۸۹) نسائي (۱۹/۳) ابن ماجة (۱۲۰٦)]

(۵) [المحلى بالآثار (۳۰۱/۲)]

(٦) [المغني (۲۱۷/۲) نيل الأوطار (۱۰۳/۱)]

(۷) [بخاري (۸۲۳) كتاب الأذان: باب من استوى قاعدا في وتر من صلاته ثم نهض، أبو داود (۸۲۳) ترمذي (۲۸٦) نسائي (۲۳٤/۲) بيهقي (۱۲۳/۲) ابن خزيمة (۳٤۲/۱) ابن حبان (۳۰۲/۳) شرح السنة (۲٦۷/۲) أحمد (۵۳/۵)]

(۸) [شرح المهذب (٤۱۹/۳) حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء (۱۲۳/۱) روضة الطالبين (۳٦۵/۱) المبسوط (۲۳/۱) كشاف القناع (۳۵۵/۱)]



(ابن باز) جلسہ استراحت واجب نہیں ہے۔(۱) جلسہ استراحت کو غیر مسنون کہنے والوں کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿کان النبی ﷺ ینهض فی الصلاة علی صدور قدمیه﴾ ''نبی ﷺ نماز میں اپنے دونوں قدموں کے پنجوں پر کھڑے ہوتے تھے۔''(۲)

(2) ایک روایت میں ہے کہ ﴿أنه ﷺ کان یقوم کأنه السهم﴾ ''آپ ﷺ تیر کی مانند کھڑے ہو جاتے تھے۔''(۳)

(3) صاحب ہدایہ نے جلسہ استراحت کو بڑھاپے پر محمول کیا ہے (یعنی بڑھاپے کی وجہ سے آپ ﷺ اطمینان سے بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے)۔(۴) اس کے جواب میں حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ ''یہ تاویل کسی دلیل کی محتاج ہے۔''(۵)

بلاشبہ آپ ﷺ نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے جدا ہوتے وقت فرمایا تھا ﴿صلوا کما رأیتمونی أصلی﴾ ''تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے'' اور وہی صحابی جلسہ استراحت کا اثبات بیان کر رہے ہیں (خود راوی حدیث نے جب اسے بڑھاپے پر محمول نہیں کیا تو کسی اور کا ایسا کرنا نا قابل اعتبار ہے) لہٰذا حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث اس مسئلہ میں حجت ہے۔

(راجح) جلسہ استراحت سنت و مستحب ہے اور جن احادیث میں اس کا ذکر نہیں ہے وہ اس کے عدم جواز کی نہیں بلکہ عدم وجوب کی دلیل ہیں۔(۶)

ابتدائے نماز میں تکبیر کہنا واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ [المدثر: ۳] ''اپنے رب کی کبریائی بیان کرو۔''

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿مفتاح الصلاة الطهور وتحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم﴾ ''نماز کی کنجی وضوء ہے اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل سلام ہے۔''(۷)

(۱) [الفتاوی الإسلامیة (۲۴۷/۱)]

(۲) [ضعیف: ضعیف ترمذی (۴۷) کتاب الصلاة: باب کیف النهوض من السجود' إرواء الغلیل (۳۶۲) ترمذی (۲۸۸)] امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ (اس حدیث کی سند میں) خالد بن الیاس راوی کہ جسے خالد بن ایاس بھی کہا جاتا ہے اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ عبدالرحمن مبارکپوریؒ کہتے ہیں کہ خالد بن ایاس متروک ہے۔[تحفة الأحوذی (۱۸۱/۲)] حافظ ابن حجرؒ بھی اسے متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔[تقریب التهذیب (۲۱۱/۱)] امام ذہبیؒ رقمطراز ہیں کہ امام بخاریؒ اس راوی کو کچھ حیثیت نہیں دیتے اور امام احمدؒ اور امام نسائیؒ اسے متروک کہتے ہیں۔[میزان الإعتدال (۴۰۷/۲)]

(۳) [مجمع الزوائد (۱۳۸/۲)] اس کی سند میں خطیب بن جحدر راوی کذاب ہے۔]

(۴) [کما فی تحفة الأحوذی (۱۷۸/۲)]

(۵) [الدرایة (۱۴۷/۱)]

(۶) [تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباری (۵۶۴/۲) نیل الأوطار (۱۰۱/۲) تحفة الأحوذی (۱۸۲/۲) سبل السلام (۴۳۰/۱)]

(۷) [حسن: صحیح أبو داود (۵۷۷) کتاب الصلاة: باب الإمام یحدث بعد ما یرفع رأسه...' أبو داود (۶۱۸) ترمذی (۳) ابن ماجة (۲۷۵) أحمد (۱۲۹/۱) دارمی (۱۷۵/۱)]



(3) مسیئ الصلاۃ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اسے تکبیر کہنے کا بھی حکم دیا۔(۱)

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کسی انسان کی نماز اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ وہ وضوء نہ کرے ......اور تکبیر نہ کہے۔“(۲)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ نماز شروع کرتے تھے۔“(۳)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ ابتدائے نماز میں صرف تکبیر کہنا ہی واجب ہے۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہؒ) ہر ایسے لفظ کے ساتھ نماز کی ابتدا کی جا سکتی ہے جسے تعظیم کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے مثلاً اللہ أجل یا اعظم یا الرحمٰن أکبر۔

(ابو یوسفؒ، محمدؒ) یہ الفاظ جائز نہیں ہیں البتہ اللہ اکبر یا اللہ اکبر یا اللہ الکبیر کہنا درست ہے۔(٤)

(راجح) صرف اللہ اکبر ہی کہا جائے گا جیسا کہ احادیث سے واضح طور پر ثابت ہے۔

تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین بھی مشروع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ﴿رفع یدیه حتی یکونا حذو منکبیه ثم یکبر﴾ ”اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے پھر تکبیر کہتے۔“(٥) مسئلہ رفع الیدین کا مزید بیان آگے آئے گا۔

سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے

(1) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب﴾ ”جس نے فاتحہ نہ پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں۔“(٦)

(2) مسیئ الصلاۃ کو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿...... ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن﴾ ”پھر قرآن کا وہ حصہ جو تمہیں یاد ہے اس میں سے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لو۔“(۷)

(3) ایک روایت میں اسکی مزید وضاحت بھی موجود ہے کہ نبی ﷺ نے مسیئ الصلاۃ کو کہا ﴿ثم اقرأ بأم القرآن﴾ ”پھر تم ام قرآن (یعنی فاتحہ) پڑھو۔“(۸)

---

(۱) [بخاری (٦٢٥١) کتاب الاستئذان : باب من رد فقال علیك السلام ' مسلم (٣٩٧)]

(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (٧٢٣) کتاب الصلاۃ : باب صلاۃ من لا یقیم صلبه فی الرکوع والسجود ' أبو داود (٨٥٧)]

(۳) [مسلم (٤٩٨) کتاب الصلاۃ : باب ما یجمع صفة الصلاۃ وما یفتتح به......]

(٤) [شرح المهذب (٢٥٢/٣) الحاوی للماوردی (٩٣/٢) روضة الطالبین (٣٣٦/١) المبسوط (٣٥/١) شرح فتح القدیر (٢٤٦/١) قدوری (ص/٣٩-٤٠)]

(٥) [بخاری (٧٣٦) کتاب الأذان : باب رفع الیدین إذا کبر وإذا رکع وإذا رفع ' مسلم (٢٢)]

(٦) [بخاری (٧٥٦) کتاب الأذان : باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم...... ' مسلم (٣٩٤) أبو داود (٨٢٢) ترمذی (٢٤٧) نسائی (١٧٣/٢) ابن ماجة (٨٣٧) أبو عوانة (٢٤/٢)]

(۷) [بخاری (٦٢٥١) کتاب الاستئذان : باب من رد فقال علیك السلام ' مسلم (٣٩٧)]

(۸) [ابن حبان (٤٨٤-الموارد) أحمد (١٠٠/١- الفتح الربانی)]

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من صلى صلاة لم يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج يقولها ثلاثا﴾ ''جس نے کوئی نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز ناقص و نامکمل ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ فرمایا۔''

اور اسی روایت میں سورہ فاتحہ کو نماز کہا گیا ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قسمت الصلاة بيني و بين عبدي نصفين فنصفها لي و نصفها لعبدي' ولعبدي ما سأل قال رسول الله اقرأوا يقول العبد : ألحمد لله رب العلمين يقول الله تعالى حمدني عبدي﴾ ''میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو نصف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اس کا ایک نصف میرے لیے ہے اور دوسرا میرے بندے کے لیے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھو۔ بندہ کہتا ہے ''ألحمد لله رب العلمين'' تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں کہ ''میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔۔۔'' (۱)

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کی قراءت فرض ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(جمہور صحابہ و تابعین، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) سب اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) نماز میں سورہ فاتحہ کی قراءت فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے (یعنی فاتحہ کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے) کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ﴾ اس آیت میں مطلق قراءت کا ذکر ہے اور وہ ایک آیت بھی ہو سکتی ہے۔ (۲)

واضح رہے کہ احناف کا مؤقف کمزور روایات و استدلال پر مبنی ہے اس کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

(1) ﴿ فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾ فاتحہ کی فرضیت کے مؤقف کو رد کرنے کے لیے احناف یہ آیت بطور دلیل پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ عام ہے اس کی تخصیص حدیث ﴿لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب﴾ نے کر دی ہے۔

(2) احناف کا کہنا ہے کہ حدیث میں مذکور ﴿فهي خداج﴾ کا معنی ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ نماز باطل نہیں ہوتی حالانکہ خداج سے یہاں ایسا نقص مراد ہے جو فساد و بطلان کو لازم ہے کیونکہ یہ لفظ عرب میں اس وقت استعمال ہوتا تھا جب اونٹنی حمل ساقط کر دیتی۔ اور گرا ہوا بچہ مردار ہوتا ہے جو کہ کسی فائدے کا نہیں جیسا کہ امام بخاریؒ نے یہی بات ثابت کی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی مؤید یہ حدیث بھی ہے ﴿لا تجزئ صلاة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب﴾ ''ایسی نماز کفایت نہیں کرتی جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔''

سورہ فاتحہ ہر رکعت میں پڑھی جائے گی

(1) مسیئ الصلاۃ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا ﴿ثم افعل ذلك في صلاتك كلها﴾ ''پھر تم اپنی بقیہ پوری نماز میں اسی طرح کرو۔'' (۳)

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۷۳٤) كتاب الصلاة : باب من ترك القراءة في صلاته بفاتحة الكتاب' أبو داود (۸۲۱) مسلم (۳۹۵) ترمذي (۲٤۷) نسائي في الكبرى (۸۰۱۲) أحمد (۲۸۵/۲) ابن خزيمة (٤۸۹)]

(۲) [الأم للشافعي (۲۰۲/۱) شرح المهذب (۳۱۷/۳) حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء (۱۰۵/۲) المبسوط (۱۹/۱) الهداية (٤۷/۱) الكافي لابن عبدالبر (٤۰) كشاف القناع (۳۸٦/۱)]

(۳) [بخاري (۷۵۷)]

(2) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔(۱) اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ﴿صلوا کما رأیتمونی أصلی﴾ ''اسی طرح نماز پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔''(۲)

(ابن حزمؒ) سورہ فاتحہ ہر نماز کی ہر رکعت میں فرض ہے۔(۳)

(ابن حجرؒ، نوویؒ) جمہور کے نزدیک ہر رکعت میں سورہ فاتحہ فرض ہے۔(٤)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(قرطبیؒ) فاتحہ ہر رکعت میں متعین ہے۔(٦)

○ اکثر علماء نے سورہ فاتحہ کو نماز کا رکن قرار دیا ہے۔

(احمدؒ، مالکؒ، شافعیؒ) سورہ فاتحہ نماز کا رکن ہے۔(۷)

(ابن حجرؒ) سورہ فاتحہ نماز کا رکن ہے۔(۸)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) رکنیت کا قول ہی راجح ہے۔(۹)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱۰)

(ابن قدامہؒ) سورہ فاتحہ رکن ہے۔(۱۱)

مقتدی پر بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے

(1) گذشتہ بیان کردہ فاتحہ کی رکنیت کے تمام دلائل اس کا ثبوت ہیں مثلاً حدیث ﴿لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب﴾ میں عموم ہے کہ کوئی بھی نماز ہو اور کوئی بھی شخص ہو خواہ مقتدی ہو یا امام ہو یا منفرد ہو کسی کی کوئی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی۔

(2) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم فی الصلوات کلها فی الحضر والسفر وما یجهر فیها وما یخافت)) ''امام اور مقتدی کے لیے حضر و سفر ہر حال میں سری اور جہری سب نمازوں میں قراءت کے وجوب کا بیان۔''

---

(۱) [أحمد (۲۹٥/٥) بخاری (۷٥۹) کتاب الأذان : باب القراءۃ فی الظهر، مسلم : کتاب الصلاۃ، نسائی (۱۲۸/۲)]
(۲) [بخاری (٦۰۰۸) کتاب الأذان : باب الأذان للمسافر إذا کانوا جماعۃ......]
(۳) [المحلی بالآثار (۲٦٥/۲)]
(٤) [فتح الباری (٤۸۷/۲) شرح مسلم (۳٤۰/۲)]
(٥) [نیل الأوطار (۳۳/۲) السیل الجرار (۲۱٤/۱)]
(٦) [تفسیر قرطبی (۱۱۹/۱)]
(۷) [المغنی (۱٤٦/۲)]
(۸) [فتح الباری (۲۸۲/۲-۲۸۳)]
(۹) [تحفۃ الأحوذی (۷۱/۱)]
(۱۰) [الروضۃ الندیۃ (۲٤٥/۱)]
(۱۱) [المغنی (۱٤٦/۲)]

(3) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے قرائت کی تو قرائت آپ ﷺ پر بوجھل ہو گئی۔ فراغت کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لعلکم تقرء ون خلف إمامکم﴾ ''شاید تم لوگ امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہو۔'' ہم نے کہا ''ہاں'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تفعلوا إلا بفاتحة الکتاب فإنه لا صلاة لمن لم یقرأ بها﴾ ''ایسا نہ کیا کرو سوائے سورہ فاتحہ کے کیونکہ جس نے اسے نہ پڑھا اس کی کوئی نماز نہیں۔'' (۱)

(4) جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت بیان کی ﴿من صلی صلاة لم یقرأ فیها بأم القرآن فهي خداج ......﴾ تو راوی ابو سائبؒ نے کہا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! ﴿إني أحیانا أکون وراء الإمام﴾ ''میں بعض اوقات امام کے پیچھے ہوتا ہوں۔'' تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ ﴿اقرأ بها في نفسك یا فارسي﴾ ''اے فارسی! اسے اپنے نفس میں (یعنی بغیر آواز نکالے) پڑھ لیا کرو۔'' (۲)

(5) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں ﴿لا صلاة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب خلف الإمام﴾ ''اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی۔'' (۳)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿اقرأ خلف الإمام بفاتحة الکتاب﴾ ''امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو۔'' (٤)

(شافعیؒ) ہر رکعت میں امام، مقتدی اور منفرد سب کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے خواہ سری نماز ہو یا جہری، فرض ہو یا نفل ہو۔

(مالکؒ، احمدؒ) جہری نمازوں میں نہیں بلکہ صرف سری نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے گی۔

(احناف) مقتدی قراءت نہیں کرے گا خواہ سری نماز ہو یا جہری ہو۔ (٥)

احناف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا﴾ [الأعراف: ۲۰٤] ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش ہو جاؤ۔''

---

(۱) [**ضعیف**: ضعیف ترمذی (٤٩) ضعیف أبو داود (١٤٦) ضعیف الجامع (٢٠٨٢) أحمد (٣١٦/٥) أبو داود (٨٢٣) کتاب الصلاة: باب من ترك القراءة في صلاته بأم الکتاب، ترمذی (٣١١) ابن الجارود (١١٨) حاکم (٢٣٨/١)] اور امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام دارقطنیؒ اور امام بغویؒ نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ امام بیہقیؒ، امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ احمد شاکرؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [شرح الترمذی (١١٧/٢)] **البتہ شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔** [التعلیق علی السیل الجرار (٤٦٣/١)]

(۲) [موطا (٨٤/١) کتاب النداء للصلاة: باب القراءة خلف الإمام فیما لا یجهر فیه بالقراءة، مسلم (٣٩، ٤٠) أبو داود (٨١٢) ترمذی (٢٤٧) نسائی (١٣٥/٢) أحمد (٢٨٥/٢) دارقطنی (٣١٢/١) شرح معاني الآثار (٢١٦/١) ابن خزیمة (٤٨٩)]

(۳) [بیهقي في کتاب القراءة (٥٦) اس کی سند کو مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ [فصل الختام (١٤٧)]

(٤) [بیهقي في کتاب القراءة (٧٧) وفي السنن الکبری (١٦٩/٢) امام بیہقیؒ نے اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ کنز میں ہے [رقم (٢٢٩٦٦)]

(٥) [شرح المهذب (٣٢٣/٣) المبسوط (١٩/١) الأم (٢١٠/١) الهدایة (٤٨/١) الکافي لابن عبدالبر (ص/٤٠) کشاف القناع (٣٤٠/١) بدایة المجتهد (١١٩/١) مغني المحتاج (١٥٦/١) المغني (٣٧٦/١) الشرح الصغیر (٣٠٩/١)]



(2) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿وإذا قرأ فأنصتوا﴾ ''جب امام قراءت کرے تو خاموش رہو۔''(۱)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة﴾ ''جس کے آگے امام ہو تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔''(۲)

یاد رہے کہ یہ تینوں دلائل عام ہیں کہ جن کی تخصیص متعدد دیگر احادیث سے ہو جاتی ہے مثلاً:

(1) ﴿لا تفعلوا إلا بفاتحة الكتاب﴾ (2) ﴿لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب﴾ وغیرہ۔(۳)

امام احمدؒ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہری نماز سے فراغت کے بعد پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے؟ ایک آدمی نے اعتراف کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إني أقول مالي أنازع القرآن﴾ ''میں کہتا ہوں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں قرآن کے ساتھ جھگڑ رہا ہوں۔'' راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ﴿فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله فيما جهر فيه بالقراءة﴾ ''صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہری نمازوں میں قراءت سے باز آ گئے۔''(٤)

اس حدیث کی وضاحت راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود فرما دی ہے کہ جب کسی شخص نے ان سے سوال کیا کہ ''میں بعض اوقات امام کے پیچھے ہوتا ہوں'' تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿اقرأ بها في نفسك يا فارسي﴾ ''اے فارسی! اسے اپنے نفس میں پڑھ لیا کرو۔''(٥)

معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں صحابہ آواز نکال کر پڑھنے سے باز آ گئے تھے جبکہ ہلکی آواز سے فاتحہ پڑھتے تھے۔

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح ہے۔

(خطابیؒ) امام کے پیچھے فاتحہ کی قراءت واجب ہے خواہ امام جہری قراءت کر رہا ہو یا سری۔(٦)

(قرطبیؒ) امام شافعیؒ کے قول کو ترجیح حاصل ہے۔(۷)

---

(۱) [مسلم (٤٠٤) كتاب الصلاة : باب التشهد في الصلاة ' أحمد (٣٩٤/٤) أبو داود (٩٧٣) نسائي (٢٤١/٢) دارمي (٣١٥/١) دارقطني (٣٣٠/١) بيهقي (١٤٠/٢)]

(۲) [حسن : إرواء الغليل (٥٠٠) ابن ماجة (٨٥٠) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا ' شرح معاني الآثار (٢١٧/١) دارقطني (٣٣١/١)]

(۳) [السيل الجرار (٢١٥/١) تفسير قرطبي (١١٨/١) مجموع الفتاوى لابن تيمية (٢٦٥/٢٣)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (٧٣٦) مؤطا (٨٦/١) كتاب الصلاة : باب من كره القراءة بفاتحة الكتاب إذا جهر الإمام ' أحمد (٢٨٤/٢) أبو داود (٨٢٦) ترمذي (٣١١) نسائي (١٤٠/٢) ابن ماجة (٨٤٨) بيهقي (١٥٧/٢) عبدالرزاق (٢٧٩٥)]

(٥) [مسلم (٣٩' ٤٠)]

(٦) [معالم السنن (٢٠٥/١)]

(۷) [تفسير قرطبي (١١٩/١)]

(شوکانیؒ) حق یہی ہے کہ امام کے پیچھے بھی قراءت (فاتحہ) واجب ہے۔(۱)
(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) امام کے پیچھے فاتحہ کی قراءت تمام نمازوں میں واجب ہے خواہ سری ہوں یا جہری ہوں۔(۲)
(ابن حزمؒ) امام اور مقتدی دونوں پر فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔(۳)
(عبدالحی لکھنوی حنفیؒ) کسی صحیح مرفوع حدیث میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی ممانعت مروی نہیں ہے اگر کوئی ایسی حدیث ہے تو یا اس کی کوئی اصل نہیں یا وہ صحیح نہیں ہے۔(۴)
(ابن بازؒ) جہری نماز میں بھی مقتدی پر فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔(۵)

جہری نمازوں میں امام کے پیچھے فاتحہ کے علاوہ قراءت قرآن

جائز نہیں البتہ سری نمازوں میں جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جہری نماز کے متعلق فرمایا ﴿لا تفعلوا إلا بفاتحة الكتاب.....﴾ ''سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو۔'' اور سری نماز کے متعلق حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی تو ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے سورت "**سبح اسم ربک الأعلى**" کی قراءت کرنے لگا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا تم میں سے کون پڑھ رہا تھا؟ اس آدمی نے کہا ''میں'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لقد ظننت أن بعضكم خالجنيها﴾ ''بے شک میں نے یہ گمان کیا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے جھگڑ رہا ہے۔''(۶)
محل شاہد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس آدمی کو قراءت سے منع نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے فاتحہ کے بعد صحابہ کوئی سورت پڑھ لیتے تھے اور ایسا کرنا جائز و مباح ہے۔(۷)

○ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مقتدی کو جہری نمازوں میں امام کے سکتوں کے وقفوں میں فاتحہ کی قراءت کرنی چاہیے جیسا کہ بعض آثار صحابہ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ عمل ضروری نہیں ہے مقصود سورہ فاتحہ پڑھنا ہے اسے کسی طرح بھی پڑھ لیا جائے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جب امام کے پیچھے فاتحہ کی قراءت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ﴿اقرأ بها في نفسك يا فارسي﴾ ''اے فارسی! اسے اپنے نفس میں پڑھ لو۔''(۸)
اور امام بیہقیؒ نے "**كتاب القراءة خلف الامام**" میں یہ لفظ نقل کیے ہیں کہ سائل نے پوچھا ﴿فكيف أصنع إذا جهر الإمام؟﴾ ''جب امام جہری قراءت کرے تو میں کیا کروں؟'' اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿اقرأ بها في

---

(۱) [نيل الأوطار (۳۹/۱)]
(۲) [تحفة الأحوذى (۲٤٠/۲)]
(۳) [المحلى بالآثار (۲٦٥/۲)]
(٤) [التعليق الممجد (۱۰۱)]
(٥) [الفتاوى الإسلامية (۲۳٥/۱)]
(٦) [مسلم (۳۹۸) كتاب الصلاة : باب نهى المأموم عن جهره بالقراءة خلف إمامه' أبو داود (۸۲۹) نسائى (۱٤٠/۲) بخارى فى جزء القراءة (۹۱) أحمد (٤۲٦/٤) ابن حبان (۱۸٤٥) دارقطنى (٤٠٥/۱) بيهقى (۱٦۲/۲)]
(۷) [تفصیل کے لیے دیکھیے : نيل الأوطار (٤٤/۲) شرح مسلم للنووى (۳٤٦/۲)]
(۸) [مسلم (۳۹' ٤٠)]



نفسك﴾ ”اسے اپنے نفس میں پڑھ لو۔“

معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کو کسی حال میں بھی نہیں چھوڑنا چاہیے خواہ امام کے ساتھ پڑھے‘ پہلے پڑھے یا بعد میں پڑھے۔(۱)

○ مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مزید تفصیل وتوضیح کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ مفید ہے۔

(1) خير الكلام في القراء ة خلف الإمام للإمام بخاریؒ۔

(2) كتاب القراء ة خلف الإمام للبيهقيؒ۔

(3) تحقيق الكلام في وجوب القراء ة خلف الإمام للشيخ عبدالرحمن مبارکپوریؒ۔

(4) أبكار المنن في نقد آثار السنن للشيخ عبدالرحمن مبارکپوریؒ۔

(5) جزء الصلاة للشيخ محمد صبحي حسن حلاقؒ۔

آخری تشہد واجب ہے

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كنا نقول قبل أن يفرض علينا التشهد ' السلام على الله السلام على جبرئيل وميكائيل﴾ ”ہم تشہد فرض کیے جانے سے پہلے یہ کہا کرتے تھے ”السلام على الله ' السلام على جبرئيل وميكائيل“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرما کر حکم دیا کہ یہ کہا کرو ”التحيات لله ......الخ۔“(۲)

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا قعدتم في كل ركعتين فقولوا : التحيات لله ......الخ﴾ ”جب تم ہر دو رکعتوں میں بیٹھو تو کہو' التحيات لله......الخ۔“(۳)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تشہد سکھایا ﴿وأمره أن يعلمه الناس﴾ ”اور انہیں حکم دیا کہ یہ تشہد لوگوں کو بھی سکھائیں۔“(٤)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری تشہد واجب ہے۔(٥)

(احمدؒ، شافعیؒ) آخری تشہد واجب ہے۔

(مالکؒ) آخری تشہد کے لیے سلام تک بیٹھنا اور اس میں ذکر الٰہی کرنا فرض ہے جبکہ تشہد فرض نہیں ہے۔(٦)

(۱) [تحفة الأحوذي (۲۴۸/۲)]

(۲) [صحيح : تمام المنة (ص/۱۷۱) إرواء الغليل (۳۱۹) دارقطني (۳۵۰/۱) بيهقي (۱۳۸/۲)]

(۳) [صحيح : صحيح نسائي (۱۱۱٤) كتاب التطبيق : باب كيف التشهد الأول ' نسائي (۱۱٦٤) أحمد (٤۳۷/۱) ابن خزيمة (۷۲۰)]

(٤) [أحمد (۳۸۲/۱)]

(٥) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (۱۱٥/۲) السيل الجرار (۲۱۹/۱) الروضة الندية (۲٤۸/۱) المحلي بالآثار (۳۰۰/۲) سبل السلام (٤٤۳/۱)]

(٦) [بداية المجتهد (۱۲٥/۱) المغني (٥۳۲/۱) كشاف القناع (٤٥۳/۱) فتح القدير مع العناية (۱۱۳/۱) بدائع الصنائع (۱۱۳/۱) تبيين الحقائق (۱۰٤/۱) الشرح الكبير (۲٤۰/۱) القوانين الفقهية (ص/٦٤) الفقه الإسلامي وأدلته (۸٥۰/۲)]



(راجح) تشہد اور اس کے لیے بیٹھنا دونوں ہی فرض ہیں۔(۱)

تشہد کے الفاظ

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں "التحیات للّٰه والصلوات والطیبات السلام علیک أیها النبی و رحمة اللّٰه وبرکاته السلام علینا وعلی عباداللّٰه الصلحین أشهد أن لا إله إلا اللّٰه وأشهد أن محمدا عبده ورسوله۔"(۲)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس طرح تشہد سکھاتے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھا رہے ہوں اور فرماتے "التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للّٰه السلام علیک أیها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته السلام علینا وعلی عباد اللّٰه الصالحین أشهد أن لا إله إلا اللّٰه وأشهد أن محمد رسول اللّٰه۔"(۳)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو یہ تشہد سکھایا کرتے تھے "التحیات للّٰه الزاکیات للّٰه الطیبات الصلوات للّٰه السلام علیک أیها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته السلام علینا وعلی عباد اللّٰه الصالحین أشهد أن لا إله إلا اللّٰه وأشهد أن محمدا عبده ورسوله۔"(٤)

(4) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں "التحیات الطیبات الصلوات للّٰه ...... (باقی آخر تک حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کی طرح ہے)۔(٥)

- اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کون سا تشہد افضل ہے؟

(احمدؒ، ابوحنیفہؒ، جمہور) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد افضل ہے۔

(شافعیؒ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا تشہد افضل ہے۔

(مالکؒ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تشہد افضل ہے۔(٦)

(نوویؒ) ان سب (تشہدوں) کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے۔(۷)

(۱) [المحلی بالآثار (۲/۳۰۰)]

(۲) [بخاری (۸۳۱) کتاب الأذان : باب التشهد فی الآخرة ' مسلم (٤٠۲) أبو داود (۹٦۸) ترمذی (۲۸۹) نسائی (۲/۲۳۹) ابن ماجة (۸۹۹) أحمد (۱/۳۸۲) دارمی (۱/۳۰۸) بیهقی (۲/۱۳۸) دارقطنی (۱/۳۵۰) أبو عوانة (۲/۲۹۹)]

(۳) [مسلم (٤٠۳) کتاب الصلاة : باب التشهد فی الصلاة ' أبو داود (۹۷٤) ترمذی (۲۹۰) نسائی (۲/۲٤۲) ابن ماجة (۹۰۰) أحمد (۱/۲۹۲) دارقطنی (۱/۳۵۰) بیهقی (۲/۱٤۰)]

(٤) [صحیح : نصب الرایة (۱/٤۲۲) موطا (۱/۹۰) کتاب النداء للصلاة : باب التشهد فی الصلاة ' حاکم (۱/۲٦٦) بیهقی (۲/۱٤۲)]

(٥) [مسلم (٤٠٤) کتاب الصلاة : باب التشهد فی الصلاة]

(٦) [شرح المهذب (۳/٤۳۳) الأم (۱/۲۲۸) حلیة العلماء فی معرفة مذاهب الفقهاء (۲/۱۲٦) المبسوط (۱/۲۷) کشاف القناع (۱/۳۵۷) سبل السلام (۱/۲٦۷)]

(۷) [شرح مسلم (۲/۳۵٤)]



(راجح) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد افضل ہے (کیونکہ یہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے اور اس کے راوی ایسے ثقہ ہیں کہ جنہوں نے اس کے الفاظ میں اختلاف نہیں کیا)۔

(ترمذیؒ) تشہد میں نبی ﷺ سے مروی سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے۔(۱)

(مسلمؒ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد پر لوگوں کا اجماع ہے۔(۲)

(بزارؒ) تشہد میں میرے نزدیک سب سے زیادہ صحیح حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے۔(۳)

(ابن حجرؒ) انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کی افضلیت کے مختلف اسباب بیان کیے ہیں۔(٤)

(صدیق حسن خانؒ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد سب سے زیادہ صحیح ہے۔(٥)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث تمام احادیث سے زیادہ راجح ہے۔(٦)

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نماز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ﴿وإذا جلس في الركعتين جلس على رجله اليسرى ونصب اليمنى وإذا جلس في الركعة الأخيرة قدم رجله اليسرى ونصب الأخرى وقعد على مقعدته﴾ ”جب آپ ﷺ دو رکعت نماز پڑھ کر (تشہد کے لیے) بیٹھتے تو بایاں پاؤں زمین پر بچھا لیتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور جب آخری رکعت میں (تشہد کے لیے) بیٹھتے تو بایاں پاؤں (دائیں ران کے نیچے سے) آگے بڑھا دیتے اور دایاں کھڑا رکھتے اور سرین پر بیٹھ جاتے۔“(۷)

اس حدیث میں آخری تشہد میں بیٹھنے کی جو کیفیت بیان ہوئی ہے اسے تورک کہتے ہیں۔ علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ درمیانے تشہد میں بھی تورک کیا جائے گا یا محض آخری تشہد میں ہی کیا جائے گا۔

(شافعیؒ) تورک دوسرے تشہد میں کیا جائے گا۔

(مالکؒ) دونوں تشہدوں میں تورک کیا جائے گا۔

(احمدؒ) تورک صرف اس نماز کے ساتھ خاص ہے جس میں دو تشہد ہوں۔

(ابوحنیفہؒ) تورک آخری تشہد میں بھی نہیں کیا جائے گا۔(۸)

---

(۱) [سنن ترمذی (۲۸۹)]

(۲) [سبل السلام (۱/٤٤٣)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۲/۱۸٥)]

(٤) [فتح الباری (۲/۳٦۸)]

(٥) [الروضة الندية (۱/۲٤۹)]

(٦) [تحفة الأحوذی (۲/۱۸٦)]

(۷) [بخاری (۸۲۸) كتاب الأذان : باب سنة الجلوس في التشهد ' أبو داود (۷۳۰ ' ۷۳۱) ترمذی (۳۰٤ ' ۳۰٥) أحمد (٥/٤۲٤) ابن ماجة (۸٦۲) دارمی (۱/۳۱۳) ابن خزيمة (٥۸۷)]

(۸) [المجموع (۳/٤۳۳) الأم (۱/۲۲۹) الاختيار (۱/٥٤) رد المحتار (۲/۱٥۹) الهداية (۱/٥۱) تحفة الفقهاء (۱/۲٦٦) المغنی (۲/۲۲٦)]

(ابن قیمؒ) رسول اللہ ﷺ سے تورک کا ذکر صرف اسی تشہد میں کیا گیا ہے جس میں سلام ہوتا ہے جیسا کہ سنن ابی داود کی ایک روایت میں ہے کہ ﴿حتى إذا كانت السجدة التي فيها التسليم﴾ ''حتی کہ جب آپ ﷺ وہ سجدہ کرتے کہ جس میں سلام ہے (تو تورک کرتے)۔''(۱)

جن حضرات (یعنی احناف) نے آخری تشہد میں بھی تورک مستحب نہیں سمجھا ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ جس میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ پہلے یا دوسرے تشہد کی قید کے بغیر مطلقاً آپ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ﴿ثم قعد فافترش رجله اليسرى﴾ ''پھر آپ ﷺ بیٹھے اور اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیا۔''(۲)

تورّک کا دوسرا طریقہ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ﴿فإذا كان في الرابعة أفضى بوركه اليسرى إلى الأرض وأخرج قدميه من ناحية واحدة﴾ ''جب آپ ﷺ چوتھی رکعت میں ہوتے تو اپنے بائیں چوتڑ کے ساتھ زمین پر بیٹھ جاتے اور اپنے دونوں قدموں کو ایک جانب سے نکال لیتے۔''(۳)

تورّک کا تیسرا طریقہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله ﷺ إذا قعد في الصلاة جعل قدمه اليسرى بين فخذه وساقه وفرش قدمه اليمنى﴾ ''رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو ران اور پنڈلی کے درمیان میں کر لیتے اور داہنا پاؤں بچھا لیتے۔''(٤)

ان احادیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ تورک کے لیے کبھی ایک طریقہ استعمال کرتے اور کبھی دوسرا۔ (واللہ اعلم)

تشہد میں انگلی کا اشارہ اور ہاتھوں کی کیفیت

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد کے لیے بیٹھتے ﴿وضع يده اليسرى على ركبته اليسرى واليمنى على اليمنى وعقد ثلاثا وخمسين﴾ ''تو اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے اور ترپن کی گرہ لگاتے'' ﴿وأشار بإصبعه السبابة﴾ ''اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿وقبض أصابعه كلها وأشار بالتي تلي الإبهام﴾ ''آپ ﷺ اپنی تمام انگلیاں بند کر لیتے اور انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی انگلی سے (یعنی شہادت والی انگلی سے) اشارہ کرتے۔''(٥)

(۱) [**صحيح**: صحيح أبو داود (٦٧٠) كتاب الصلاة: باب افتتاح الصلاة 'أبو داود (٧٣٠)]

(۲) [**صحيح**: صحيح أبو داود (٦٦٦ ' ٦٦٧) كتاب الصلاة: باب رفع اليدين في الصلاة 'أحمد (٣١٦/٤) أبو داود (٧٢٦ ' ٧٢٧) نسائي (٣٧/٣) دارمي (٣١٤/١) ابن ماجة (٨٦٧) حميدي (٨٨٥) دارقطني (٢٩٠/١) ابن أبي شيبة (٢٣٤/١)]

(۳) [**صحيح**: صحيح أبو داود (٦٧١) كتاب الصلاة: باب افتتاح الصلاة 'أبو داود (٧٣١) ابن حبان (٤٩١ ـ الموارد) ابن خزيمة (٣٤٧/١)]

(٤) [مسلم (٥٧٩) كتاب الصلاة: باب صفة الجلوس في الصلاة وكيفية وضع اليدين على الفخذين]

(٥) [أحمد (٦٥/٢) مسلم (٩١٣) كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب صفة الجلوس في الصلاة 'موطا (٨٨/١) عبدالرزاق (٣٠٤٦) نسائي (٣٦/٣) بيهقي (١٣٠/٢)]



(2) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿وقبض ثنتين وحلق حلقة وأشار بالسبابة﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیاں بند کیں اور ایک حلقہ بنا لیا اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔'' (۱)

(3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوران تشہد اپنی انگشت شہادت کو حرکت دیتے اور فرماتے ﴿لهي أشد على الشيطان من الحديد﴾ ''یہ انگلی شیطان کو لوہے سے زیادہ تکلیف پہنچاتی ہے۔'' (۲)

جس روایت میں ہے کہ ﴿ولا يحركها﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوران تشہد انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے۔'' وہ شاذ ہے جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔ (۳)

علاوہ ازیں اگر یہ روایت صحیح ثابت ہو بھی جائے تب بھی اس سے مذکورہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ حدیث نافی ہے اور حدیث وائل مثبت، اور علماء کے نزدیک یہ بات معروف ہے کہ مثبت کو نافی پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ (٤)

اس توضیح کے باوجود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مؤقف یہی ہے کہ دوران تشہد مستقل انگلی کو حرکت نہیں دینی چاہیے۔ (٥)

دورانِ تشہد نظر کہاں ہو؟

تشہد میں اپنی نظر انگشت شہادت اور اس کے اشارے کی طرف رکھنی چاہیے۔ (٦)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿لا يجاوز بصره إشارته﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے تجاوز نہیں کرتی تھی۔'' (۷)

(نوویؒ) سنت یہی ہے کہ انسان کی نظر اس کے اشارے سے تجاوز نہ کرے۔ (۸)

صحیح احادیث سے ثابت درود

(1) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ''**اللّٰهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم و على آل إبراهيم إنك حميد مجيد اللّٰهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد۔**'' (۹)

(2) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں ''**اللّٰهم صل على محمد وعلى أزواجه وذريته كما صليت**

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (٦٦٦) كتاب الصلاة : باب الإشارة في التشهد ' أبو داود (٧٢٦) عبدالرزاق (٣٠٨٠) بيهقي (١٣٩/٢)]

(۲) [صفة الصلاة للألباني (ص/١٥٩)]

(۳) [ضعيف أبو داود (٢٠٨) تمام المنة (ص/٢١٧) المشكاة (٩١٢) ضعيف نسائي (٦٧)]

(٤) [صفة الصلاة للألباني (ص/١٣٩) تمام المنة (ص/٢١٧)]

(٥) [تحفة الأحوذي (١٩٦/٢)]

(٦) [تحفة الأحوذي (١٩٦/٢)]

(۷) [صحيح : صحيح أبو داود (٨٧٤) كتاب الصلاة : باب الإشارة في التشهد ' أبو داود (٩٩٠)]

(۸) [المجموع (٤٣٥/٣)]

(۹) [بخاري (٣٣٧٠) كتاب أحاديث الأنبياء]

على آل ابراهيم وبارك على محمد وأزواجه وذريته كما باركت على آل إبراهيم إنك حميد مجيد۔"(۱)

(3) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں "اللّٰهم صل على محمد عبدك ورسولك كما صليت على إبراهيم وبارك على محمد وآل محمد كما باركت على إبراهيم وآل إبراهيم۔"(۲)

کیا تشہد کے بعد درود پڑھنا فرض ہے؟

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ﴿أمرنا الله أن نصلي عليك فكيف نصلي عليك؟﴾ "اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے (یعنی" صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ") لہٰذا ہم کس طرح آپ پر درود بھیجیں؟" کچھ توقف کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس طرح کہا کرو " اللّٰهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد اللّٰهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم و على آل إبراهيم إنك حميد مجيد" اور آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اور سلام اسی طرح ہے جیسا کہ تمہیں علم ہے۔"(۳)

صحیح ابن خزیمہ اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ سائل نے کہا ﴿فكيف نصلي عليك إذا نحن صلينا عليك في صلاتنا ؟﴾ "جب ہم اپنی نمازوں میں آپ پر درود بھیجیں تو کس طرح بھیجیں۔"

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث دوران نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے وجوب کی دلیل ہے۔(٤)

علاوہ ازیں علماء نے نماز میں درود کے حکم میں اختلاف کیا ہے۔

(شافعیؒ، احمدؒ) تشہد کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ' امام شعبیؒ' امام اسحاقؒ اور قاضی ابوبکر ابن عربیؒ وغیرہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(جمہور، مالکؒ، ابوحنیفہؒ) واجب نہیں ہے۔ امام ثوریؒ' امام اوزاعیؒ' امام طبریؒ اور امام طحاویؒ وغیرہ بھی اسی مؤقف کو ترجیح دیتے ہیں۔(٥)

(شوکانیؒ) تشہد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب نہیں ہے۔(٦)

(صدیق حسن خانؒ) عام اہل علم کا یہی مؤقف ہے کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔(۷)

---

(۱) [بخاری (٦٣٦٠) كتاب الدعوات : باب هل يصلى على غير النبی' مسلم (٤٠٧) أبو داود (٩٧٩) نسائی (٤٩/٣) موطا (١٦٥/١) أحمد (٤٢٤/٥)]

(۲) [بخاری (٦٣٥٨) كتاب الدعوات : باب الصلاة على النبی' ابن ماجة (٩٠٣) نسائی (١٢٩٣)]

(۳) [مسلم (٤٠٥) كتاب الصلاة : باب الصلاة على النبی بعد التشهد' أبو داود (٩٨٠) أحمد (٢٧٣/٥) ترمذی (٣٢٢٠) نسائی (٤٥/٣) موطا (١٦٥/١) دارقطنی (٣٥٤/١) حاكم (٢٦٨/١)]

(٤) [سبل السلام (٤٤٨/١)]

(٥) [شرح المهذب (٤٤٧/٣) الأم (٢٢٨/١) الحاوی للماوردی (١٣٧/٢) روضة الطالبين (٣٧٠/١) المبسوط (٢٩/١) كشاف القناع (٣٥٩/١) سبل السلام (٢٧١/١)]

(٦) [السيل الجرار (٢٢٠/١) نيل الأوطار (١٩٩/٢)]

(۷) [الروضة الندية (٢٥١/١)]

(راجح) گذشتہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اور مندرجہ ذیل حدیث وجوب کے قائل حضرات کے لیے ترجیح کا باعث ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اپنی نماز میں اس طرح دعا کرتے سنا' کہ نہ تو اس نے اللہ کی حمد بیان کی اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس شخص نے جلدی کی'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے پاس بلایا اور سمجھایا کہ ﴿إذا صلى أحدكم فليبدأ بتحميد ربه و الثناء عليه ثم يصلي على النبي ﷺ ثم يدعو بما شآء﴾ ''تم میں سے کوئی جب دعا مانگنے لگے تو پہلے اسے اپنے رب کی حمد و ثناء کرنی چاہیے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔'' (۱)

(البانیؒ) وجوب کا قول برحق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان الفاظ میں درود پڑھنے کا حکم دیا ہے ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ پھر صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس درود کے متعلق دریافت کیا جسے پڑھنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معروف درود ابراہیمی کے الفاظ سکھا دیے...... صحابہ نے آیت سے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم تشہد کے بعد ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں اسی پر قائم رکھا اور وہ ہمیشہ اسی پر عمل کرتے رہے حالانکہ ان کے درمیان وحی نازل ہو رہی تھی اور ہم نے یہ چیز ان کے تواتر عمل سے حاصل کی ہے۔ صحابہ کا سوال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لیے وضاحت کرنا پھر صحابہ کا اُس (عمل) پر دوام جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا قرآن میں وارد حکم کی تفسیر ہے اور یہ (دلیل) وجوب (کے اثبات کے) قوی دلائل میں سے ہے۔ (۲)

کیا درمیانے تشہد میں بھی درود پڑھنا مشروع ہے؟

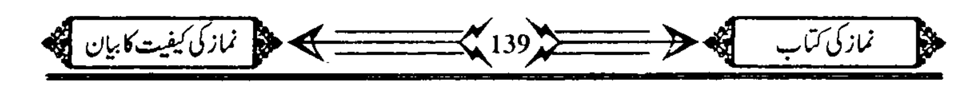
پہلے تشہد (یعنی درمیانے تشہد) میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا اے ام المومنین! (عائشہ رضی اللہ عنہا) آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے متعلق بتائیں تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ کے لیے مسواک اور طہارت کے لیے پانی تیار کر دیتے۔ رات کے وقت جب اللہ تعالیٰ چاہتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے اور وضوء کرتے ﴿ثم يصلي تسع ركعات لا يجلس فيهن إلا عند الثامنة فيدعو ربه و يصلي على نبيه ﷺ و يدعو ثم يسلم تسليما﴾ ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعتیں ادا کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھویں رکعت کے سوا کسی رکعت میں نہیں بیٹھتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اپنے رب سے دعا کرتے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے پھر کھڑے ہو جاتے اور سلام نہیں پھیرتے تھے پھر نویں رکعت ادا کر کے بیٹھتے اور اللہ کی حمد اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے اور دعا کرتے پھر سلام پھیر دیتے۔'' (۳)

(البانیؒ) اس حدیث میں واضح ثبوت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تشہد میں بھی اپنی ذات پر اسی طرح درود پڑھا جس

(۱) [صحيح: صحيح أبو داود (۱۳۱٤) كتاب الصلاة: باب الدعاء' أبو داود (۱٤۸۱) ترمذى (۳٤۷۷) نسائى (۱۲۸٤) ابن خزيمة (۷۱۰) بيهقى (۱٤۷/۲) ابن حبان (۱۹٦۰) أحمد (۱۸/٦)]

(۲) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲۷۲/۱) صفة صلاة النبى للألبانى (ص/۱۸۱-۱۸۲)]

(۳) [صحيح: صحيح نسائى (۱٦۲۳) كتاب قيام الليل: باب كيف الوتر بتسع' نسائى (۱۷۲۱) أبو عوانة (۳۲٤/۲) ابن ماجة (۱۱۹۱- بدون لفظ صلاة على النبى)]



طرح دوسرے تشہد میں پڑھا..... اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تو قیام اللیل کے متعلق ہے کیونکہ ہم کہیں گے اصل بات یہ ہے کہ جو چیز کسی ایک نماز میں مشروع کی گئی ہے وہ اس کے علاوہ (دیگر نمازوں) میں بھی بغیر فرض ونفل کی تفریق کے مشروع ہے اور جس نے کسی فرق کا دعوی کیا اس پر دلیل پیش کرنا (لازم) ہے۔(۱)

آخری تشہد میں درود کے بعد چار چیزوں سے پناہ مانگنا ضروری ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا فرغ أحدكم من التشهد الأخير فليتعوذ بالله من أربع﴾ ''جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو تو چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔''(۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اس طرح دعا کیا کرتے تھے ''اَللّٰهُمَّ إِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔''(۳)

(شوکانیؒ) حق یہی ہے کہ (ان چار اشیاء سے پناہ مانگنا) واجب ہے۔(٤)

(امیر صنعانیؒ) یہ حدیث استعاذہ کے وجوب کی دلیل ہے۔(٥)

(ابن حزمؒ) یہ (دعا) تشہد کی طرح فرض ہے۔(٦)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

اہل ظاہر بھی اس دعا کے وجوب کے ہی قائل ہیں البتہ امام ابن حزمؒ پہلے تشہد میں بھی اسے واجب کہتے ہیں لیکن حدیث کے یہ الفاظ "من التشهد الأخير" ان کا رد کرتے ہیں علاوہ ازیں جمہور اسے مستحب قرار دیتے ہیں۔(۸)

استعاذہ کے بعد حسب منشاء کوئی بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ثم ليتخير من الدعاء ما أعجبه إليه فيدعو﴾ ''(تشہد کے بعد) پھر اسے دعا کا انتخاب کرنا چاہیے کہ جو اسے سب سے زیادہ اچھی لگے وہ مانگے۔''(۹)

(۱) [تمام المنة (ص/۲۲٤_۲۲٥)]

(۲) [مسلم (٥۸۸) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب ما يستعاذ منه في الصلاة ' أحمد (۲۳۷/۲) دارمی (۳۱/۱) أبو داود (۹۸۳) نسائی (٥۸/۳) ابن ماجة (۹۰۹) بيهقی (۱٥٤/۲) أبو يعلى (٦۱۳۳) أبو عوانة (۲۳٥/۲) ابن حبان (۱۹٥۸)]

(۳) [بخاری (۸۳۲) كتاب الأذان : باب الدعاء قبل السلام ' مسلم (٥۸۹) أبو داود (۸۸۰) ترمذی (۳٤۹٥) نسائی (٥٦/۳)]

(٤) [نيل الاوطار (۱۲۹/۲)]

(٥) [سبل السلام (٤٥٠/۱)]

(٦) [المحلى بالآثار (۳۰۱/۲)]

(۷) [صفة صلاة النبي (ص/۱۸۲)]

(۸) [نيل الأوطار (۱۲۸/۲) سبل السلام (٤٥٠/۱)]

(۹) [بخاری (۸۳۱) كتاب الأذان : باب التشهد في الآخرة ' ترمذی (۲۸۹) نسائی (۳۳۷/۲) شرح معانی الآثار (۲٦۳/۱) طبرانی كبير (۹۹۱۲)]

(2) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ انہیں ایسی دعا سکھائیں جسے وہ نماز میں پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو "اَللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ"۔(١)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ دعا مذکور ہے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔"(٢)

یہاں علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ حسب منشا صرف ادعیہ ماثورہ ہی پڑھ سکتا ہے یا دنیا و آخرت کی جو بھی دعا چاہے پڑھ سکتا ہے؟

(جمہور) دنیا و آخرت کے معاملات کی کوئی بھی دعا "جب تک کہ گناہ نہ ہو" پڑھ سکتا ہے۔

(ابوحنیفہؒ) صرف قرآن و سنت میں موجود ماثور و مسنون دعائیں ہی پڑھی جا سکتی ہیں۔(٣)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ حدیث کے یہ الفاظ " ثم ليتخير من الدعا ما أعجبه اليه " اور ایک دوسری حدیث میں "ما أحب" کے الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں اور احناف کے مؤقف کو رد کرتے ہیں۔(٤)

سلام پھیرنا واجب ہے

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿...... وتحليلها التسليم﴾ "صرف نماز کو سلام کے ساتھ ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔"(٥)

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ " تحليلها " میں اضافت حصر کا تقاضا کرتی ہے گویا اس کا معنی یہ ہے " لا تحليل لها غيره " یعنی سلام کے علاوہ کسی چیز سے نماز کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔(٦)

یہ سلام کے وجوب کی واضح دلیل ہے۔

(2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر مداومت اختیار فرمائی جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ وكان يختم الصلاة بالتسليم ﴾ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے ساتھ نماز ختم کرتے تھے۔"(٧)

---

(١) [بخاری (٨٣٤، ٦٣٢٦) كتاب الأذان : باب الدعاء قبل السلام، مسلم (٢٧٠٥) ترمذی (٣٥٣١) نسائی (٥٣/٣) ابن ماجة (٣٨٣٥) أحمد (٣/١) ابن خزيمة (٨٤٦)]

(٢) [مسلم (٧٧١) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب الدعاء فی صلاة الليل و قيامه، أبو داد (٧٦٠) صفة صلاة النبی للألبانی (ص/١٨٧)]

(٣) [نيل الأوطار (١١٣/٢)]

(٤) [سبل السلام (٤٤٤/١) نيل الأوطار (١١٣/٢)]

(٥) [حسن : صحيح أبو داود (٥٧٧) كتاب الصلاة : باب الإمام يحدث بعد ما يرفع رأسه من آخر ركعة، أبو داود (٦١٨) ترمذی (٣) ابن ماجة (٢٧٥)]

(٦) [نيل الأوطار (١٤٢/٢)]

(٧) [مسلم (٤٩٨) كتاب الصلاة : باب ما يجمع صفة الصلاة وما يفتتح به......، ابن ماجة (٢٩٦/١) دارمی (٣١٠/١)]

اس مسئلے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(شافعیؒ، احمدؒ، جمہور صحابہ وتابعین) ایک طرف سلام واجب ہے اور دوسری طرف سنت ہے۔

(مالکؒ) محض ایک سلام ہی مسنون ہے۔

(احناف) نماز سے خارج ہونے کے لیے سلام واجب نہیں ہے بلکہ اگر نماز کے منافی کسی عمل یا حدث وغیرہ سے بھی نماز ختم کر دی جائے تو جائز ہے البتہ سلام پھیرنا سنت بہر حال ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) حدیث مسیئ الصلاۃ کی تاریخ کے بعد اگر وجوب ثابت ہو جائے (تو اسے قبول کیا جائے گا)۔(۲)

سلام کو سنت کہنے والوں کے دلائل

(1) حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام نماز مکمل کر کے بیٹھے ﴿فأحدث قبل أن يسلم فقد تمت صلاته﴾ ''اور سلام پھیرنے سے پہلے بے وضوء ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔''(۳)

(2) مسیئ الصلاۃ کی حدیث میں سلام کا ذکر نہیں اس لیے یہ واجب نہیں۔ اور ''**تاخير البيان عن وقت الحاجة لا يجوز**''۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مسیئ الصلاۃ کی حدیث اس کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ (صحیح حدیث میں موجود) زیادتی ہے جو کہ مقبول ہوتی ہے۔(٤)

(راجح) وجوب کا قول ہی راجح ہے۔ (واللہ اعلم)

(ابن تیمیہؒ) جو شخص سلام سے پہلے بے وضوء ہو گیا اس کی نماز باطل ہے خواہ فرض ہو یا نفل۔(٥)

(نوویؒ) صحابہ وتابعین اور ان کے بعد آنے والوں میں سے جمہور علماء وجوب کے قائل ہیں۔(٦)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) وجوب کے قائل ہیں۔(۷)

(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۸)

(ابن حزمؒ) سلام فرض ہے اور اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔(۹)

---

(۱) [المجموع (٤٦٢/٣) الأم (٢٣٤/١) رد المختار (١٦٢/٢) الهداية (٥٣/١) المبسوط (٣٠/١)]

(۲) [السيل الجرار (٢٢٠/١ـ٢٢١)]

(۳) [**ضعيف**: ضعيف أبو داود (١٢٢) ضعيف الجامع (٦٣٥) أبو داود (٦١٧) كتاب الصلاة: باب الإمام يحدث بعد ما يرفع رأسه' ترمذی (٤٠٨) شرح معانی الآثار (٢٧٤/١) دارقطنی (٣٧٩/١) بیهقی (١٧٢٣٢) شرح السنة (٣٢٩/٢)] اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد بن انعم الافریقی راوی ہے کہ جسے بعض اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔[نيل الأوطار (١٤٣/٢)] امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ حفاظ کا اتفاق ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے۔[المجموع (٤٦٢/٣)]

(٤) [سبل السلام (٤٥٥/١)]

(٥) [مجموع الفتاوى (٦١٣/٢٢)]

(٦) [شرح مسلم (٩٠/٣)]

(۷) [تحفة الأحوذی (٤٤/١)]

(۸) [سبل السلام (٤٥٥/١)]

(۹) [المحلى بالآثار (٣٠٤/٢)]



(البانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۱)

○ واضح رہے کہ تین سلاموں کے بارے میں کوئی قابل اعتبار چیز وارد نہیں ہے۔(۲)

سلام کے الفاظ اور اس کا طریقہ

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اپنے دائیں اور بائیں جانب (اس طرح) سلام کہتے تھے " السلام علیکم ورحمة الله ' السلام علیکم ورحمة الله " حتی کہ آپ کے رخسار کی سفیدی دیکھی جا سکتی تھی۔(۳)

(2) حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(٤)

(3) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں دونوں سلاموں میں "ورحمة الله" کے بعد "وبركاته" کے الفاظ زائد ہیں۔(٥)

احادیث میں سلام کے دو طریقے منقول ہیں:

(1) جیسا کہ ابھی گزرا ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب کچھ چہرہ پھیرتے ہوئے دونوں طرف سلام کہنا۔

(2) صرف ایک طرف سلام کہتے ہوئے ہلکا سا دائیں جانب چہرہ پھیرنا۔

مذکورہ دوسرا طریقہ اُس حدیث میں ہے کہ جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے نو رکعت وتر کے بیان میں روایت کیا ہے ﴿ثم يسلم تسليمة يسمعنا﴾ "پھر آپ ﷺ ایک مرتبہ سلام کہتے ہوئے ہمیں (آواز) سناتے۔"(٦)

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿كان يسلم في الصلاة تسليمة واحدة تلقاء وجهه ثم يميل إلى الشق الأيمن شيئا﴾ "آپ ﷺ نماز میں سیدھا چہرے کے رخ ایک مرتبہ سلام کہتے پھر قدرے دائیں جانب مائل ہوتے۔"(٧)

---

(۱) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲۷۵/۱) صفة صلاة النبي (ص/۱۸۸)]

(۲) [السيل الجرار (۲۲۱/۱)]

(۳) [صحيح : أبو داود (۹۹٦) كتاب الصلاة : باب في السلام ' مسلم (۱۱۷) أحمد (٤٤٤/۱) ترمذي (۲۹۵) نسائي (٦٣/٣) ابن ماجة (۹۱٤) بيهقي (۱۷۷/۲) دارقطني (۳٥٦/۱)]

(٤) [أبو عوانة (۲۳۷/۲) دارقطني (۳٥٦/۱) الحلية لأبي نعيم (۱۷٦/۸)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (۸۷۹) تمام المنة (ص/۱۷۱) إرواء الغليل (۳۰/۲) أبو داود (۹۹۷) كتاب الصلاة : باب في السلام ' أحمد (۳۱٦/٤) بيهقي (۱۷۸/۲)] شیخ البانیؒ کی تحقیق کے مطابق "وبركاته" کا لفظ پہلے سلام (یعنی دائیں جانب) میں ثابت ہے جبکہ دوسرے سلام (یعنی بائیں جانب) میں ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [بلوغ المرام (۳۰۱)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على السيل الجرار (٤٧٣/۱)] شیخ حازم علی قاضی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٤٥٢/۱)]

(٦) [مسلم (٧٤٦) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب جامع صلاة الليل...... ' أبو داود (۱۳٤۲) ابن ماجة (۱۱۹۱) أبو عوانة (۳۲۱/۲) ابن خزيمة (٧٤٦) ابن حبان (۲٤٤۲)]

(٧) [صحيح : صحيح ترمذي (۲٤۲) كتاب الصلاة : باب ما جاء في التسليم في الصلاة ' صحيح ابن ماجة (۷٥۰) ترمذي (۲۹٦) ابن ماجة (۹۱۹) ابن خزيمة (۷۲۹) ابن حبان (۱۹۹٥) دارقطني (۳٥۸/۱) حاكم (۲۳۱/۱) بيهقي (۱۷۹/۲)]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر صرف ایک طرف ہی سلام پھیر دیا جائے تو یہ بھی درست ہے۔

(ابن منذرؒ) علماء کا اس مسئلے میں اجماع ہے کہ جس نے صرف ایک سلام پر ہی اکتفاء کر لیا اس کی نماز درست ہے۔(۱)

(نوویؒ) قابل اعتبار علماء کا اجماع ہے کہ صرف ایک سلام ہی واجب ہے۔(۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ' امام ابن سیرین' حضرت عمر بن عبد العزیز' امام مالک' امام اوزاعی اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہم اللہ اجمعین ایک سلام کی مشروعیت کے قائل ہیں۔(۳)

○ سلام پھیرتے وقت اپنے ہاتھوں سے دائیں اور بائیں جانب اشارہ کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے جب صحابہ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ﴿علام تؤمون بأيديكم كأنها أذناب خيل شمس؟ إنما يكفي أحدكم أن يضع يده على فخذه ثم يسلم على أخيه من على يمينه وشماله﴾ ''تم اپنے ہاتھوں کو بدکے ہوئے گھوڑوں کی دموں کی مانند کیوں حرکت دیتے ہو؟ تم میں سے ایک کو تو اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھے پھر اپنے دائیں اور بائیں جانب (بیٹھے ہوئے) بھائی پر سلام کہے۔''(٤)

چار مرتبہ رفع الیدین کرنا مسنون ہے

چار مرتبہ رفع الیدین سے مراد یہ ہے:

① تکبیر تحریمہ کے وقت ② رکوع میں جاتے ہوئے ③ رکوع سے اٹھتے وقت

(1) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ﴿يرفع يديه إذا كبر وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع﴾ ''آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کو (کانوں تک) اٹھاتے جب آپ ﷺ تکبیر کہتے' جب رکوع کرتے اور جب اپنے سر کو رکوع سے اٹھاتے۔''(٥)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ إذا قام إلى الصلاة رفع يديه حتى يكونا حذو منكبيه ثم يكبر﴾ ''نبی ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے پھر تکبیر کہتے۔''(٦)

④ تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت

---

(١) [نيل الأوطار (١٣٦/٢)]

(٢) [شرح مسلم (٣١٠/٣)]

(٣) [نيل الأوطار (١٣٦/٢) تحفة الأحوذي (٢٠١/٢)]

(٤) [مسلم (٤٣١) كتاب الصلاة: باب الأمر بالسكون في الصلاة' أحمد (٨٦/٥) أبو داود (٩٩٨) نسائي (٦١/٣) أبو عوانة (٢٣٨/٢) بيهقي (١٧٨/٢)]

(٥) [بخاري (٧٣٧) كتاب الأذان: باب رفع اليدين إذا كبر... ' مسلم (٣٩١) أحمد (٤٣٦/٣) دارمي (٢٨٥/١) بيهقي (٧١/٢) أبو داود (٧٤٥) نسائي (١٢٣/٢) ابن ماجة (٨٥٩)]

(٦) [بخاري (٧٣٦) أيضا' مسلم (٣٩٠) موطا (٧٥/١) بيهقي (٢٦/٢) أحمد (١٤٧/١) دارمي (٢٨٥/١) أبو داود (٧٢١) ابن ماجة (٨٥٨)]

(1) حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب " سمع الله لمن حمده" کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ﴿وإذا قام من الركعتين رفع يديه﴾ ''اور جب دو رکعتوں (سے فراغت کے بعد تیسری کے لیے) کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔'' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع بیان کیا ہے۔(۱)

(ابن حجرؒ) رقمطراز ہیں کہ امام بخاریؒ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع الیدین (کی حدیث) سترہ صحابہ سے مروی ہے۔(۲)

(بخاریؒ) انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "جزء رفع اليدين" کے نام سے تحریر کیا ہے اور اس میں امام حسنؒ اور امام حمید بن بلالؒ سے حکایت بیان کی ہے کہ ((أن الصحابة كانوا يفعلون ذلك)) تمام صحابہ یہ عمل (یعنی رفع الیدین) کیا کرتے تھے۔'' امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امام حسنؒ نے کسی (ایک صحابی) کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔(۳)

(نوویؒ) تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنے پر امت کا اجماع ہے البتہ اس کے علاوہ (دوسری جگہوں میں) انہوں نے اختلاف کیا ہے۔(٤)

(محمد بن نصر مروزیؒ) (رکوع میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت) رفع الیدین کی مشروعیت پر اہل کوفہ کے سوا علمائے امصار نے اجماع کیا ہے۔(٥)

(جمہور صحابہ و تابعین) تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع کرتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت بھی رفع الیدین مشروع ہے۔

(شافعیؒ، احمدؒ، مالکؒ) اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ رفع الیدین کو صحابہ کی اتنی بڑی جماعت نے روایت کیا ہے کہ شاید اس سے زیادہ تعداد کے ساتھ کبھی بھی کوئی حدیث روایت نہ کی گئی ہو۔

(احناف، مالکیہ) تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی بھی جگہ رفع الیدین مسنون نہیں۔(٦)

مخالفین رفع الیدین کے دلائل اور ان کے جوابات

(1) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا ﴿ما لي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسكنوا في الصلاة﴾ ''کیا ہے مجھے کہ میں تمہیں رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھتا

(۱) [بخاری (۷۳۹) كتاب الأذان : باب رفع اليدين إذا قام من الركعتين' أبو داود (۷٤۱) أحمد (۱۰۰/۲) نسائی (۱۲۲/۲)]

(۲) [فتح الباری (۲۵۷/۲)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۱۱۲/۲) تلخيص الحبير (۲۲۰/۱)]

(٤) [شرح مسلم (۳۳۰/۲)]

(٥) [فتح الباری (۲۶۷/۲)]

(٦) [جامع ترمذی (بعد الحديث ۲۵٦) تحفة الأحوذی (۱۱۳/۲) نيل الأوطار (۶۹۲/۱) الفقه الإسلامی و أدلته (۸۷۱/۲) الأم للشافعی (۲۱٦/۱) الحاوی (۱۱٦/۲) المبسوط (۱٤/۱) روضة الطالبين (۳۳۸/۱) كشاف القناع (۳٤٦/۱) شرح مسلم للنووی (۳۳۱/۲)]



ہوں گویا کہ (تمہارے ہاتھ) سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں' نماز میں آرام کیا کرو۔'' (۱)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے:

① اس حدیث میں یہ کہیں موجود نہیں ہے کہ یہ ممانعت رکوع والے رفع الیدین کے متعلق ہے۔

② اس حدیث کے ورود کا ایک خاص سبب ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی ہی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''جب ہم سلام پھیرتے تو اپنے ہاتھوں کے ساتھ دونوں جانب اشارہ بھی کرتے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تم اپنے ہاتھوں کو بدکے ہوئے گھوڑوں کی دموں کی مانند کیوں حرکت دیتے ہو' تم میں سے کسی ایک کو تو اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھے پھر اپنے دائیں اور بائیں جانب (بیٹھے ہوئے) بھائی کو سلام کرے۔'' (۲)

③ اگر رفع الیدین نماز میں سکون کے منافی ہے تو مخالفین (یعنی احناف) وتروں میں رفع الیدین کیوں کرتے ہیں۔

(2) امام علقمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ألا أصلی بکم صلاة رسول الله ؟ قال: فصلی فلم یرفع یدیه إلا مرة﴾ ''میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کے نہ دکھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع الیدین کیا۔'' (۳)

(ابن حزمؒ) یہ خبر صحیح ہے اور اگر یہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو ہر (مرتبہ رکوع سے) اٹھتے اور جھکتے وقت رفع الیدین فرض ہوتا۔ لیکن چونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خبر صحیح ہے اس لیے ہمیں یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین صرف سنت و مستحب ہے۔ (٤)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے:

① یہ حدیث دیگر متعدد صحیح و متواتر احادیث کے خلاف ہے لہٰذا قابل حجت نہیں۔

② صحابی کا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مقابلے میں حجت نہیں۔

③ اگرچہ حدیث صحیح ہے لیکن اس سے رفع الیدین کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ صرف تاکید میں کچھ کمی واقع ہو جاتی ہے ورنہ مشروعیت تو دیگر کئی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

(3) امام علقمہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ﴿فلم یرفعوا أیدیهم إلا عند الاستفتاح﴾ ''تو ان سب نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کیا۔'' (٥)

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابن جوزیؒ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور امام دارقطنیؒ اسی روایت کو نقل کرنے کے

---

(۱) [مسلم (٤٣٠) کتاب الصلاة : باب الأمر بالسکون فی الصلاة... أبو داود (١٠٠٠)]

(۲) [مسلم (٤٣١) کتاب الصلاة : باب الأمر بالسکون فی الصلاة...' أحمد (٨٦/٥) أبو داود (٩٩٨) أبو عوانة (٢٣٨/٢)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (٦٨٣) کتاب الصلاة : باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع' أبو داود (٧٣٨) ترمذی (٢٥٧) أحمد (٣٨٨/١) نسائی (١٨٢/٢) شرح معانی الآثار (٢٢٤/١)] شیخ احمد شاکرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی الترمذی (٤١/٢)] شیخ شعیب أرنؤوط' شیخ عبدالقادر ارنؤوط اور زہیر شاویش وغیرہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی شرح السنة (٢٤/٣)]

(٤) [المحلی (٤/٣)]

(٥) [دارقطنی (٢٩٥/١) بیهقی (٧٩/٢)]

بعد فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن جابر راوی ''عن حماد'' ضعیف ہے۔ اور امام بیہقیؒ نے بھی اسے مرسل و موقوف کہا ہے۔

(4) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں تک اٹھاتے ﴿ثم لا یعود﴾ ''پھر دوبارہ ایسا (یعنی رفع الیدین) نہیں کرتے تھے۔'' (۱)

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ حفاظ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں ﴿ثم لم یعد﴾ کے الفاظ مدرج ہیں۔ (۲)

(5) ابتدائے اسلام میں بعض لوگ نماز پڑھتے ہوئے بغلوں میں بت رکھ لیا کرتے تھے اس لیے رفع الیدین کا حکم دیا گیا جو کہ بعد میں منسوخ ہوگیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بغلوں میں بت چھپانے والا دعویٰ بلا دلیل ہے کہ جو کسی صحیح حدیث و اثر سے تو درکنار کسی ضعیف و من گھڑت روایت سے بھی ثابت نہیں۔

معلوم ہوا کہ جن احادیث و روایات سے رفع الیدین کی مشروعیت کو رد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہ یا تو ضعیف و من گھڑت ہیں یا مبہم و غیر واضح ہیں لہٰذا چونکہ دیگر صحیح احادیث سے چاروں جگہوں میں رفع الیدین ثابت ہے اس لیے انہی پر عمل کیا جائے گا۔

(شوکانیؒ) چاروں جگہوں میں رفع الیدین کرنا مشروع و ثابت ہے۔ (۳)

(صدیق حسن خانؒ) صحیح و ثابت روایات اور راجح و پسندیدہ آثار سے چاروں جگہوں میں رفع الیدین ثابت ہے۔ (٤)

(عبد الرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

(مولانا عبد الحی لکھنوی حنفیؒ) رفع الیدین منسوخ نہیں ہے۔ (٦)

(سعودی مجلس افتاء) چاروں جگہوں میں رفع الیدین ثابت ہے۔ (٧)

مسئلہ رفع الیدین کی مزید تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ مفید ہے:

(1) التحقیق الراسخ فی أن أحادیث رفع الیدین لیس لها ناسخ (حافظ محمد گوندلویؒ)
(2) نور العینین فی مسئلة رفع الیدین (مولانا زبیر علی زئی حفظہ اللہ)
(3) جزء رفع الیدین (امام بخاریؒ)
(4) انسائیکلو پیڈیا آف اثبات رفع الیدین (مولانا خالد گھرجاکھی حفظہ اللہ)
(5) 12 مسائل (حکیم عبد الرحمن خلیق)

---

(۱) [ضعیف: ضعیف أبو داود (۱٥۳، ۱٥٤، ۱٥٥، ۱٥٦) کتاب الصلاة: باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، شرح معانی الآثار (۲۲٤/۱) دارقطنی (۲۹٤/۱) بیهقی (۷٦/۲) یہ حدیث شریف راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث اور اس معنی کی تمام دیگر روایات کو ضعیف کہا ہے۔]

(۲) [نیل الأوطار (٦۹٥/۱)]

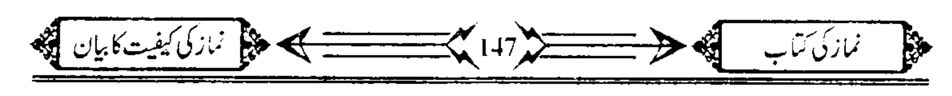
(۳) [السیل الجرار (۲۲٦/۱) نیل الأوطار (٦۹۹/۱)]

(٤) [الروضة الندیة (۲٦۲/۱)]

(٥) [تحفة الأحوذی (۱۱۳/۲)]

(٦) [التعلیق الممجد (ص/۸۹)]

(٧) [الفتاوی الإسلامیة (۲۳۳/۱)]



ایک دلچسپ واقعہ

امام زیلعیؒ "جزء رفع الیدین للبخاری" سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابن مبارکؒ رفع الیدین کیا کرتے تھے...... وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے نعمانؒ (یعنی امام ابوحنیفہؒ) کے ایک جانب نماز پڑھی تو میں نے رفع الیدین کیا۔ انہوں نے (نماز سے فراغت پر) مجھے کہا' مجھے (نماز میں) خدشہ لاحق ہوا کہ تم اڑنے لگے ہو۔ امام ابن مبارکؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: جب میں پہلی مرتبہ (رفع الیدین کے ساتھ) نہیں اُڑا تو دوسری مرتبہ بھی نہیں اُڑا۔ امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی امام ابن مبارکؒ پر رحم فرمائیں وہ بڑے حاضر جواب تھے۔ (۱)

سجدوں میں رفع الیدین ثابت نہیں

ایک روایت میں ہے کہ ﴿ولا یفعله حین یرفع رأسه من السجود﴾ "آپ ﷺ جب سجدوں سے سر اٹھاتے تو ایسا (یعنی رفع الیدین) نہیں کرتے تھے۔" (۲)

رفع الیدین کرتے ہوئے انگلیوں کی کیفیت

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿کان رسول الله إذا قام إلى الصلاة رفع یدیه مدا﴾ "رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو لمبا کر کے اٹھاتے۔" (۳)

(2) آپ ﷺ کی انگلیاں (رفع الیدین کے وقت) نہ زیادہ کھلی ہوتی تھیں اور نہ ہی بہت زیادہ ملی ہوتی تھیں۔ (٤)

حالت قیام میں ہاتھ باندھنا سنت ہے

(1) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے جب نماز شروع کی تو تکبیر کے بعد ﴿ثم وضع یده الیمنی علی الیسری﴾ "پھر آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیا۔" (٥)

(2) حضرت قبیصہ بن ھلب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں امامت کرواتے تھے ﴿فیأخذ شماله بیمینه﴾ "اور آپ ﷺ اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں کے ساتھ پکڑ لیتے تھے۔" (٦)

(جمہور صحابہ وتابعین) تکبیر تحریمہ کے بعد نماز ی کا اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا مسنون ہے۔

---

(۱) [نصب الرایة (٤١٧/١) تحفة الأحوذی (١١٣/٢ ـ ١١٤)]

(۲) [مسلم (٣٩٠) کتاب الصلاة : باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین.....]

(۳) [صحیح : صحیح ترمذی (١٩٩) صحیح أبو داود (٧٣٥) کتاب الصلاة : باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع التعلیق علی ابن خزیمة (٤٥٩) أحمد (٣٧٥/٢) ترمذی (٢٤٠) أبو داود (٧٥٣) نسائی (١٢٤/٢)]

(٤) [ابن خزیمة (٤٥٩)]

(٥) [مسلم (٤٠١) کتاب الصلاة : باب وضع یده الیمنی علی الیسری ...... أبو داود (٧٢٤) ابن ماجة (٨٦٧) أحمد (٣١٦/٤) دارمی (٢٨٦/١) نسائی (١٢٣/٢)]

(٦) [حسن : صحیح ترمذی (٢٠٧) ترمذی (٢٥٢)]

(مالکؒ) ہاتھ چھوڑنے کے قائل ہیں (یاد رہے کہ یہ قول شاذ ہے)۔(۱)

ہاتھ باندھنے کے تین طریقے منقول ہیں

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ والساعد﴾ ''پھر آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر' کلائی پر اور بازو پر رکھا۔ (یعنی کبھی ہاتھ کو ہاتھ پر رکھتے' کبھی ہاتھ کو کلائی پر اور کبھی بازو پر رکھ لیتے تھے۔)(۲)

ہاتھ باندھنے کی جگہ

اس میں اگرچہ علماء کا اختلاف تو ہے لیکن راجح و برحق یہی ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھے جائیں اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿صليت مع رسول الله ﷺ فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره﴾ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر اپنے سینے پر رکھا۔''(۳)

(2) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرى في الصلاة﴾ ''لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں بازو پر رکھے۔''(٤)

واضح رہے کہ جب بائیں بازو (یعنی کہنی تک) پر دایاں ہاتھ رکھا جائے گا تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آ جائیں گے۔

(3) امام طاؤسؒ بیان کرتے ہیں کہ ﴿كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشد بينهما على صدره وهو في الصلاة﴾ ''رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھتے پھر انہیں اپنے سینے پر باندھتے اور آپ ﷺ حالت نماز میں ہوتے۔''(٥)

(البانیؒ) یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن سب علماء کے نزدیک یہاں حجت ہے کیونکہ دوسری سندوں سے موصول بھی وارد ہوتی ہے۔(٦)

(ابوحنیفہؒ) نماز میں مرد اپنے ہاتھوں کو ناف سے نیچے اور عورت سینے پر باندھے گی۔

(مالکؒ) ان سے تین روایات منقول ہیں:

(1) اپنے ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے (یہی زیادہ مشہور ہے)۔

(2) ہاتھوں کو سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر رکھا جائے۔

(3) ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے میں اختیار ہے۔

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۸۷۳/۲) نيل الأوطار (۷۰٤/۱)]

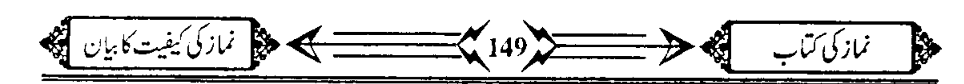
(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (٦٦٧) كتاب الصلاة : باب رفع اليدين في الصلاة ' أبو داود (۷۲۷) التعليق على المشكاة للألباني (۲٤۹/۱)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن خزيمة (۲٤۳/۱)'(٤۷۹)]

(٤) [بخاري (۷٤۰) كتاب الأذان : باب وضع اليمنى على اليسرى ' مؤطا (۱٥۹/۱) أحمد (۳۳٦/٥)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (٦۸۷) كتاب الصلاة : باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة ' أبو داود (۷٥۹)]

(٦) [إرواء الغليل (۷۱/۲)]



(شافعیؒ) ان سے تین روایات منقول ہیں:

(1) اپنے ہاتھوں کو سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر رکھا جائے۔

(2) سینے پر رکھا جائے۔

(3) ناف سے نیچے رکھا جائے۔

(احمدؒ) ان سے بھی تین روایات منقول ہیں:

(1) ہاتھوں کو ناف سے نیچے باندھا جائے۔

(2) سینے سے کچھ نیچے باندھا جائے۔

(3) ان دونوں میں اختیار ہے۔(۱)

ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿من السنة وضع الأكف على الأكف تحت السرة﴾ ''ہاتھوں کو ہاتھوں پر ناف سے نیچے باندھنا سنت ہے۔''(۲)

(راجح) اس مسئلے میں سب سے زیادہ صحیح روایت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (جو کہ ''صحیح ابن خزیمة'' میں ہے اور اس میں ''على صدره'' کے لفظ ہیں)۔(۳)

تکبیر تحریمہ کے بعد دعائے استفتاح پڑھنا

مختلف احادیث میں مختلف دعائیں منقول ہیں جن میں سے کسی ایک کا پڑھ لینا کفایت کر جاتا ہے البتہ ان میں سے سب سے زیادہ صحیح وہ دعا ہے جو صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (یعنی مندرجہ ذیل پہلی دعا)۔(٤)

(1) ''**اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ' اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَایَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ ' اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ**''۔ ''اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری ڈال دے جس طرح تو نے مشرق و مغرب کے درمیان دوری ڈالی ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے

(۱) [شرح المهذب (۲٦٧/۳) الحاوی للماوردی (۹۹/۲) روضة الطالبين (۳۳۹/۱) المبسوط (۲۳/۱) سبل السلام (۲۳۷/۱) نيل الأوطار (۷۰٦/۱)]

(۲) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (۱۵۷) كتاب الصلاة : باب وضع اليمنى على اليسرى فى الصلاة ' أبو داود (۷۵٦) أحمد (۱۱۰/۱) بيهقی (۳۱/۲)] امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تضعیف پر (علماء نے) اتفاق کیا ہے۔[الخلاصة (۳۵۹/۱)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی راوی (ضعیف ہے) 'امام ابوداودؒ نے کہا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو اس (راوی کا) ضعف بیان کرتے ہوئے سنا ہے اور امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ اس راوی میں نظر ہے...... امام نوویؒ نے اس راوی کو بالاتفاق ضعیف قرار دیا ہے۔[نيل الأوطار (۷۰٦/۱) شرح مسلم للنووی (۱۰۵/۳)]

(۳) [نيل الأوطار (۷۰٦/۱) تحفة الأحوذی (۹۳/۲-۱۰۰) التعليق على المشكاة للألبانی (۲٤۹/۱)]

(٤) [تحفة الأحوذی (۵۹/۲) نيل الأوطار (۱۱/۲)]

گناہوں سے پانی' برف اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال۔''(۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے نماز میں یوں کہتے تھے ''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ، وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا إِلٰهَ غَیْرُکَ۔''(۲)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ دعا مذکور ہے ''وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفًا مُسْلِمًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ......الخ''(۳)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں ''اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ قِیَامُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ... الخ''(۴)

(5) ایک اور روایت میں یہ دعا بھی موجود ہے ''اَللّٰہُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا (تین مرتبہ) وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا (تین مرتبہ) وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَأَصِیْلًا (تین مرتبہ)''(۵)

(شافعیؒ) دعائے استفتاح میں حدیث علی رضی اللہ عنہ ﴿إني وجهت وجهي ......﴾ کو مختار سمجھتے ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ﴿یعنی سبحانك اللهم و بحمدك......﴾ کو ترجیح دیتے ہیں۔

(مالکؒ) دعائے استفتاح کے علاوہ سورہ فاتحہ سے نماز شروع کی جائے گی۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم و أبو بكر وعمر يفتتحون الصلاة بالحمد لله رب العلمين﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ''الحمد للہ رب العلمین'' سے نماز شروع کرتے تھے۔''(۶)

(راجح) دعائے استفتاح مختلف احادیث میں مختلف الفاظ کے ساتھ ثابت ہے لہٰذا ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینا کافی ہے۔ (واللہ اعلم)

(شوکانیؒ) بلاتردد یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (پہلی) تکبیر کے بعد دعائے استفتاح پڑھتے تھے اور قراءت کی ابتداء سے پہلے تعوذ پڑھتے تھے۔(۷)

---

(۱) [بخاری (۷٤٤) كتاب الأذان : باب ما يقول بعد التكبير' مسلم (۵۹۸) أحمد (۲۳۱/۲) ابن ماجة (۸۰۵) أبو داود (۷۸۱) دارمی (۲۸۳/۱) نسائی (۱۲۸/۲) ابن خزیمة (٤٦٥)]

(۲) [**صحيح** : صحيح أبو داود (۷۰۲) كتاب الصلاة : باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم و بحمدك' أبو داود (۷۷٦) ترمذی (۲٤۳) ابن ماجة (۸۰٦)]

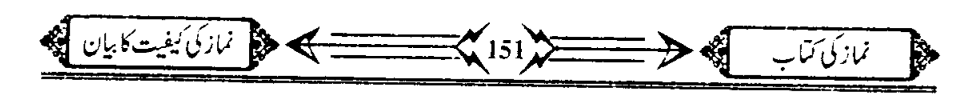
(۳) [أحمد (۹٤/۱) مسلم (۷۷۱) كتاب صلاة المسافرين و قصرها : باب الدعاء فی صلاة الليل وقيامه' أبو داود (۷٦۰) ترمذی (۳٤۲۱) نسائی (۱۲۹/۲) دارمی (۲۸۲/۱)]

(٤) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٦۹۸) كتاب الصلاة : باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء' أبو داود (۷۷۱)]

(۵) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (۱٦۰) كتاب الصلاة : باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء' المشكاة (۸۱۷) إرواء الغليل (۳٤۲) أبو داود (۷٦٤) وله شاهد عند أبي داود (۷۷۵) ومسلم (٦۰۱) وترمذی (۲٤۲)]

(٦) [الفقه الإسلامی و أدلته (۸۷۵/۲) الروضة الندية (۲٦۸/۱) رد المحتار (٤۵٦/۱) نيل الأوطار (۵/۲)]

(۷) [السيل الجرار (۲۲۳/۱)]



تعوذ کہنا مسنون ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [النحل: ۹۸] ''جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔''

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دعائے استفتاح پڑھتے پھر کہتے '' أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ ''(۱)

(3) تعوذ کے لیے یہ دوسرے الفاظ بھی ثابت ہیں مثلاً '' اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ '' اور '' أَسْتَعِيذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ '' وغیرہ۔(۲)

(ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ) نماز میں قراءت سے پہلے استعاذہ سنت ہے۔ امام حسنؒ، امام ابن سیرینؒ، امام عطاؒ، امام ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحاقؒ رحمہم اللہ اجمعین اور اصحاب الرائے کا یہی موقف ہے۔

(مالکؒ) استعاذہ نہیں کہنا چاہیے۔(۳)

تعوذ دعائے استفتاح کے بعد کہا جائے گا جیسا کہ گذشتہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور کہا ''الله اكبر كبيرا'' تین مرتبہ '' الحمد لله كثيرا '' تین مرتبہ '' سبحان الله بكرة وأصيلا '' تین مرتبہ (پھر کہا) '' أعوذ بالله من الشيطان من نفخه ونفثه وهمزه ''(٤)

کیا ہر رکعت میں تعوذ کہا جائے گا؟

شیخ البانیؒ اس آیت ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ.....﴾ کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے اسے ہر رکعت میں مشروع قرار دیتے ہیں اور مزید بیان کرتے ہیں کہ مذہب شافعیہ میں یہی زیادہ صحیح بات ہے اور امام ابن حزمؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔(٥)

(نوویؒ) ہمارے مذہب میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ہر رکعت میں تعوذ پڑھنا مستحب ہے۔ امام ابن سیرینؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) تعوذ صرف پہلی رکعت کے ساتھ خاص ہے امام عطاؒ، امام نخعیؒ اور امام ثوریؒ کا بھی یہی موقف ہے۔(٦)

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۷۰۱) كتاب الصلاة : باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم ' أبو داود (۷۷٥) ترمذی (۲٤۲) نسائی (۱۳۲/۲) ابن ماجة (۸۰٤) أحمد (٥۰/۳)]

(۲) [حجة البالغة (۸/۲) الروضة الندية (۲٦۹/۱) التعليق على السيل الجرار للشيخ محمد صبحی حلاق (٤۷۹/۱)]

(۳) [المغنی (۱٤٥/۲) نيل الأوطار (۱۳/۲)]

(٤) [ضعيف : ضعيف أبو داود (۱٦۰) كتاب الصلاة : باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء ' أبو داود (۷٦٤۰) أحمد (۸۰/٤) ابن ماجة (۸۰۷) ابن خزيمة (٤٦۸) ابن حبان (۱۷۷۹) حاكم (۲۳٥/۱) بيهقی (۳٥/۲) المشكاة (۸۱۷) إرواء الغليل (۳٤۲)]

(٥) [تمام المنة (ص/۱۷٦)]

(٦) [المجموع (۳۲٦/۳)]

(راجح) صرف پہلی رکعت میں ہی تعوذ پڑھا جائے گا جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث اس کا واضح ثبوت ہے:

﴿أن النبي ﷺ كان إذا نهض من الركعة الثانية استفتح القراءة بالحمد لله رب العلمين﴾ ''نبی ﷺ جب دوسری رکعت سے اٹھتے تھے تو '' الحمد لله رب العلمين '' کے ساتھ قراءت شروع فرماتے تھے۔''(۱)

معلوم ہوا کہ جب نبی ﷺ سے اس عمل کی وضاحت منقول ہے تو قرآنی آیت کے عموم سے استدلال درست نہیں۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(ابن قیمؒ) آپ ﷺ جب (کسی رکعت کے لیے) اٹھتے تو قراءت شروع فرما دیتے اور خاموش نہ رہتے جیسا کہ ابتدائے نماز میں خاموش رہتے تھے۔(۳)

(سید سابقؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

تعوذ کے بعد بسم اللہ کی قراءت

سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مشروع ہے لیکن فقہاء نے اس کے حکم میں اختلاف کیا ہے۔

(شافعیؒ) یہ سورہ فاتحہ کی طرح واجب ہے۔

(مالکؒ) سری طور پر اور جہری طور پر دونوں طرح مکروہ ہے۔

(احمدؒ، ابوحنیفہؒ) بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔(٥)

حق بات یہی ہے کہ اس کی قراءت (سنت نبوی سے) ثابت ہے اور یہ ہر سورت کی آیت ہے۔(٦)

○ اس کے ثبوت کے بعد اس مسئلے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ اسے اونچی آواز سے پڑھا جائے یا پوشیدہ پڑھا جائے۔

(شافعیؒ) اونچی آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔

(جمہور، ابوحنیفہؒ، احمدؒ) اونچی آواز سے پڑھنا مسنون نہیں ہے۔

امام ترمذیؒ رقمطراز ہیں کہ صحابہ و تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر (یعنی جمہور کے موقف پر) عمل ہے جن میں خلفاء اربعہ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن زبیر اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔(۷)

جن حضرات کے نزدیک مخفی و پوشیدہ پڑھنا مسنون ہے ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز

(۱) [مسلم (۹٤۱) كتاب المساجد و مواضع الصلاة : باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام و القراءة، ابن ماجة (۸۰٦) كتاب، إقامة الصلاة و السنة فيها]

(۲) [نيل الأوطار (۲۰۳/۲)]

(۳) [زاد المعاد (۲۳٤/۱)]

(٤) [فقه السنة (۱۳۳/۱)]

(٥) [تحفة الأحوذي (٦۱/۲)]

(٦) [الروضة الندية (۲۷۰/۱)]

(۷) [المغني (۱٤۹/۲) تحفة الأحوذي (٦۱/۲) ترمذي، كتاب الصلاة : باب ما جاء في ترك الجهر بسم الله الرحمن الرحيم، عارضة الأحوزي (٤٤/۲)]

پڑھی ﴿فلم أسمع أحدا منهم يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم﴾ ''میں نے ان میں سے کسی کو بھی ''بسم الله الرحمن الرحیم'' پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔'' (۱)

(2) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿فكانوا لا يجهرون بسم الله الرحمن الرحيم﴾ (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ) اونچی آواز سے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' نہیں پڑھتے تھے۔'' (۲)

(3) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ﴿و كانوا يستفتحون بالحمد لله رب العلمين لا يذكرون بسم الله الرحمن الرحيم في أول قراءة ولا آخرها﴾ ''(حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سب لوگ) نماز کا آغاز ''الحمد لله رب العلمين'' سے کرتے تھے اور قراءت کے شروع اور آخر دونوں موقعوں پر ''بسم اللہ'' نہیں پڑھتے تھے۔'' (۳)

(4) امام ابن خزیمہؒ نے ایک روایت میں یہ لفظ بھی نقل فرمائے ہیں ﴿و كانوا يسرون﴾ ''وہ لوگ مخفی بسم اللہ پڑھا کرتے تھے۔'' حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ اسی پر امام مسلمؒ کی نفی کو محمول کیا جائے گا بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے اسے معلول کہا ہے۔ (٤)

ان لوگوں کے دلائل جن کے نزدیک اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے:

(1) حضرت نعیم مجمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھی ﴿فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم ثم قرأ بأم القرآن......﴾ ''انہوں نے پہلے ''بسم اللہ'' تلاوت فرمائی پھر اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی۔'' اسی روایت میں آگے یہ لفظ ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿والذي نفسي بيده إني لأشبهكم صلاة برسول الله﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یقیناً میں تم میں نماز کی ادائیگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ ہوں۔'' (٥)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ﴿كانت مدا ثم قرأ بسم الله الرحمن الرحيم يمد "بسم الله" ويمد "بالرحمان" ويمد "بالرحيم"﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت مد کے ساتھ تھی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھی اور کہا کہ ''بسم اللہ'' (لفظ اللہ کی لام کو) مد کے ساتھ پڑھتے ''الرحمن'' (میں میم) کو مد کے ساتھ پڑھتے اور ''الرحیم'' (میں حاء کو) مد کے ساتھ پڑھتے۔'' (٦)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نماز پڑھی ﴿وجهر بسم الله الرحمن الرحيم وقال أقتدى بصلاة رسول الله﴾ ''اور ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کو اونچی آواز سے پڑھا اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کر رہا ہوں۔'' (٧)

(١) [أحمد (٢٧٣/٣) مسلم (٦٠٥) كتاب الصلاة : باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة ' دارقطنی (٣١٥/١)]

(٢) [أحمد (١٧٩/٣) نسائی (١٣٥/٢) دارقطنی (٣١٥/١) شرح معانی الآثار (٢٠٣/١)]

(٣) [مسلم (٦٠٦) كتاب الصلاة : باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة ' بيهقى (٥٠/٢) أحمد (٢٢٣/٣)]

(٤) [بلوغ المرام (٢٦٣)]

(٥) [ضعيف : ضعيف نسائی (٣٦) كتاب الافتتاح : باب قراءة (بسم الله الرحمن الرحيم) ' نسائی (٩٠٥) ابن خزيمة (٤٩٩) شرح معانی الآثار (١٩٩/١) دارقطنی (٣٠٥/١) بيهقى (٤٦/٢)] حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ یہ حدیث اونچی آواز سے بسم اللہ کے متعلق وارد شدہ احادیث میں سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔ [فتح الباری (٣١٢/٢)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [التعليق على السيل الجرار (٤٨٦/١)]

(٦) [بخاری (٥٠٤٦) كتاب فضائل القرآن : باب مد القراءة]

(٧) [دارقطنی (٣٠٨/١) كتاب الصلاة : باب وجوب قراءة (بسم الله الرحمن الرحيم) فى الصلاة والجهر بها ' حاكم (٢٣٣/١)]

(البانیؒ) حق بات یہی ہے کہ اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھنے کی کوئی صریح صحیح حدیث نہیں ہے۔(۱)
(راجح) دونوں طرح جائز ومباح ہے البتہ پوشیدہ پڑھنے کے متعلق احادیث زیادہ صحیح اور واضح ہیں۔
(ابن تیمیہؒ) عام اوقات میں پوشیدہ پڑھنا ہی سنت ہے جبکہ بعض اوقات اونچی آواز سے پڑھنا بھی جائز ہے۔(۲)
(ابن قیمؒ) آپ ﷺ "بسم اللّٰہ" اونچی آواز سے پڑھتے تھے لیکن اونچی آواز سے پڑھنے کی نسبت ہلکی آواز سے زیادہ پڑھتے تھے۔(۳)
(شوکانیؒ) دونوں طرح جائز ہے۔(٤)
(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) میرے نزدیک پوشیدہ پڑھنا اونچی آواز سے پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(٥)
یاد رہے کہ جن احادیث میں "بسم اللّٰہ" کا ذکر نہیں ہے انہیں راوی کے عدم علم یا اس کی قراءت کے مخفی ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

آمین کہنا مسنون ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿إذا أمن الإمام فأمنوا فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه﴾ "جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو بلاشبہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔"(٦)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ما حسدتكم اليهود على شيئ ما حسدتكم على السلام والتأمين﴾ "یہود تم سے کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا سلام اور آمین کہنے پر کرتے ہیں۔"(٧)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إذا قال الإمام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين﴾ "جب امام "غير المغضوب عليهم ولا الضآلين" کہے تو تم آمین کہو۔"(٨)

یہ حدیث بظاہر گذشتہ روایت ﴿إذا أمن الإمام فأمنوا﴾ کے مخالف معلوم ہوتی ہے (کیونکہ اس میں امام کے آمین کہنے پر آمین کا حکم ہے لیکن اس میں محض "ولا الضالين" پر ہی یہ حکم دیا گیا ہے) لیکن جمہور علماء نے ان میں اس طرح تطبیق دی

(۱) [تمام المنة (ص/١٦٩)]
(۲) [مجموع الفتاوى (٤١٠/٢٢)]
(۳) [زاد المعاد (١٩٩/١)]
(٤) [نيل الأوطار (٢٣/٢)]
(٥) [تحفة الأحوذى (٦١/٢)]
(٦) [بخارى (٦٤٠٢) كتاب الدعوات : باب فضل التأمين' مسلم (٤١٠) أبو داود (٩٣٦) ترمذى (٢٥٠) نسائى (٩٢٥' ٩٢٦) ابن ماجة (٨٥١' ٨٥٢) موطا (٨٧/١) ابن خزيمة (٥٦٩) أحمد (٢٣٣/٢) دارمى (٢٨٤/١) حميدى (٩٣٣)]
(٧) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٦٩٧) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب الجهر بآمين' الصحيحة (٦٩١) الترغيب والترهيب (٣٢٨/١)]
(٨) [بخارى (٧٨٢) كتاب الأذان : باب جهر المأموم بالتأمين' مسلم (٦٢٠) كتاب الصلاة : باب التسبيح والتحميد والتأمين' موطا (٨٧/١)]

ہے کہ ﴿إذا أمن﴾ کا معنی ہے ﴿إذا أراد التامين﴾ ”جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے (تو تم بھی آمین کہہ دو)۔“ (۱)

آمین اُونچی آواز سے کہنی چاہیے

(1) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”غير المغضوب عليهم ولا الضالين“ کی قراءت کرتے تو آمین کہتے ﴿ورفع بها صوته﴾ ”اور اس (یعنی آمین) کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کرتے۔“ (۲)

(2) حضرت نعیم مجمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب وہ ”غير المغضوب عليهم ولا الضالين“ پر پہنچے تو انہوں نے آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی ..... پھر انہوں نے فرمایا کہ نماز میں میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں۔“ (۳)

(3) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدیوں نے اس قدر اونچی آواز سے آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔ (٤)

(احمدؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ) آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیے۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) آمین مخفی و پوشیدہ کہنی چاہیے۔ (٥)

آمین مخفی کہنے کے قائل حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی ﴿وخفض بها صوته﴾ ”اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (یعنی آمین) کے ساتھ اپنی آواز کو پست کیا۔“ (٦)

(2) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ، تعوذ اور آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔“ (۷)

---

(۱) [نيل الأوطار (۲/۵٤)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۸۲٤) كتاب الصلاة : باب التأمين وراء الامام، صحيح ترمذى (۲۰۵) أحمد (۳۱٦/٤) أبو داود (۹۳۲) ترمذى (۲٤۸) بيهقى (۵۷/۲)]

(۳) [ضعيف : ضعيف نسائى (۳٦) كتاب الإفتتاح باب قراءة (بسم الله الرحمن الرحيم)، نسائى (۹۰۵)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على السيل الجرار (٤۸٦/۱)]

(٤) [عبدالرزاق (۹٦/۲) الأوسط لابن المنذر (۱۳۲/۳)]

(٥) [الأم (۲۱٤/۱) شرح المهذب (۳۳۱/۳) الفقه الإسلامى وأدلته (۸۸۰/۲) حلية العلماء فى معرفة مذاهب الفقهاء (۱۰۷/۲) المبسوط (۳۲/۱) الهداية (٤۸/۱) كشاف القناع (۳۳۹/۱) سبل السلام (۲٤۳/۱) نيل الأوطار (٤۸/۲)]

(٦) [شاذ : ضعيف ترمذى (٤۱) كتاب الصلاة : باب ما جاء فى التأمين، ترمذى (۲٤۸) ابن ماجة (۸۵۵) أحمد (۳۱۸/٤) دارقطنى (۳۳٤/۱)] یہ روایت شعبہؒ سے مروی ہے اور ((مدبها صوته)) والی روایت سفیانؒ سے مروی ہے اور سفیان شعبہ سے زیادہ بڑا حافظ ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے امام ابو زرعہؒ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا ((حديث سفيان فى هذا أصح من حديث شعبة)) اس مسئلے میں سفیانؒ کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ [ترمذى، كتاب الصلاة : باب ما جاء فى التامين]

(۷) [طحاوى (۱۵۰/۱) آثار السنن (۱۲۵)] یہ اثر بہت زیادہ ضعیف ہے۔ [أبكار المنن (۲۰۱)] اس کی سند میں سعید بن مرزبان البقال راوی ہے جس کے متعلق امام ابن معینؒ نے ((لا يكتب حديثه)) کہا ہے اور امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ [ميزان الاعتدال (۲۲۸/۳)]

(3) امام ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ پانچ چیزوں کو امام مخفی رکھے "سبحانک اللھم"، "تعوذ"، "بسم اللہ"، "آمین" اور "اللّٰھم ربنا لک الحمد"۔(۱)

واضح رہے کہ امام نخعیؒ کا یہ اثر مرفوع وصحیح روایت کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

(راجح) جہری نماز میں امام اور مقتدی دونوں اونچی آواز سے اور سری نماز میں دونوں مخفی آمین کہیں گے۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(ابن قیمؒ) محکم صحیح سنت یہی ہے کہ نماز میں آمین کو اونچی آواز سے کہا جائے۔(۳)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اونچی آواز سے آمین کہنے پر صحابہ کا اجماع ہے۔(٥)

(ابن حزمؒ) امام اور مقتدی دونوں اونچی آواز سے آمین کہیں گے کیونکہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔(٦)

(صدیق حسن خانؒ) اونچی آواز سے آمین کہنا پست آواز سے کہنے سے زیادہ بہتر ہے۔(۷)

(عبدالحیی لکھنوی حنفیؒ) برحق یہی ہے کہ اونچی آواز سے آمین کہنا دلیل کے اعتبار سے قوی ہے۔(۸)

(ابن ہمام حنفیؒ) اونچی آواز سے آمین کہنا سنت ہے۔(۹)

(رشید احمد گنگوہیؒ) احناف بھی آمین بالجہر کے معترف ہیں۔(۱۰)

فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت یا آیت تلاوت کرنا مسنون ہے

(1) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ کان یقرأ فی الظهر فی الأولیین بأم الکتاب و سورتین وفی الرکعتین الأخریین بفاتحة الکتاب﴾ "نبی ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے اور دوسری دو رکعتوں میں (صرف) سورہ فاتحہ پڑھتے۔"(۱۱)

(2) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أمرنا أن نقرأ بفاتحة الکتاب وما تیسر﴾ "ہمیں سورہ فاتحہ اور جو بھی

(۱) [مصنف عبدالرزاق]

(۲) [المغنی (۱٦۲/۲)]

(۳) [أعلام الموقعین (۳۹٦/۲)]

(٤) [نیل الأوطار (٤۸/۲)]

(٥) [تحفة الأحوذی (۷۹/۲)]

(٦) [المحلی بالآثار (۲۹٥/۲)]

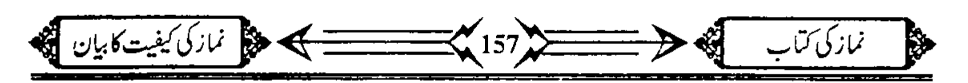
(۷) [الروضة الندیة (۲۷۲/۱)]

(۸) [التعلیق الممجد (۱۰۱) السعایة (۱۳٦۳۱)]

(۹) [فتح القدیر (۱۰۷/۱)]

(۱۰) [فتاوی الرشیدیه (۲۸۰) فتاوی شامی (۱۳٤/۱)]

(۱۱) [بخاری (۷۷٦) کتاب الأذان : باب یقرأ فی الأخریین بفاتحة الکتاب، مسلم (۱٥٥) أبو داود (۷۹۸) نسائی (۱٦٦/۲) ابن ماجة (۷۲۹) أحمد (۲۹٥/٥) ابن خزیمة (٥۰۳)]



(قرآن سے) میسر ہو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرنے کا حکم دیا کہ ﴿أنه لا صلاة إلا بقراء ة فاتحة الكتاب فما زاد...... ﴾ ''بلاشبہ سورہ فاتحہ اور کچھ مزید (قرآن کی) قراءت کے بغیر کوئی نماز نہیں۔'' (۲)

(4) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعدا﴾ ''جس شخص نے سورہ فاتحہ اور کچھ زائد نہ پڑھا اس کی کوئی نماز نہیں۔'' (۳)

تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت پڑھنا جائز ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں تیس آیتوں کے برابر قراءت کرتے اور دوسری دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کے برابر' یا انہوں نے کہا کہ اس سے نصف۔ اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں پندرہ آیتوں کے برابر قراءت کرتے اور دوسری دو رکعتوں میں اس سے نصف کے بقدر قراءت کرتے۔'' (٤)

مختلف نمازوں میں فاتحہ کے علاوہ قراءتِ قرآن کا بیان

① فجر: (1) ساٹھ سے سو تک آیات تلاوت فرماتے۔ (٥)

(2) ﴿ق وَالْقُرآنِ الْمَجِيدِ﴾ (٦) (3) ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ (٧)

② ③ ظہر و عصر: (1) ﴿واللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾ ''یہ سورت ان دونوں نمازوں میں پڑھتے۔ (٨)

(2) ظہر کی پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾'' اور دوسری میں ﴿هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ﴾ تلاوت فرماتے۔ (٩)

④ مغرب: (1) سورہ طور کی تلاوت فرماتے۔ (١٠)

---

(١) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٧٣٢) كتاب الصلاة : باب من ترك القراء ة فى صلاته بفاتحة الكتاب' أبو داود (٨١٨)]

(٢) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٧٣٣) أيضا' أبو داود (٨٢٠)]

(٣) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٧٣٥) أبو داود (٨٢٢) نسائي (٩١١) كتاب الإفتتاح : باب إيجاب قراء ة فاتحة الكتاب فى الصلاة]

(٤) [أحمد (٢/٣) مسلم (٤٥٢) كتاب الصلاة : باب القراء ة فى الظهر والعصر' أبو داود (٨٠٤) نسائي (٢٣٧/١) بيهقي (٦٦/٢)]

(٥) [بخاري (٥٩٩) كتاب مواقيت الصلاة : باب ما يكره من السمر بعد العشاء]

(٦) [أحمد (٩١/٥) مسلم (٤٥٨) بيهقي (٣٨٩/٢) ابن أبي شيبة (٣٥٣/١) ابن خزيمة (٥٢٦) ابن حبان (١٨١٦) طبراني كبير (١٩٢٩)]

(٧) [مسلم (٤٥٦) نسائي (١٥٧/٢) دارمي (٢٩٧/١) عبدالرزاق (٢٧٢١) ابن أبي شيبة (٣٥٣/١) حميدي (٥٦٧) ابن حبان (١٨١٩) بيهقي (٣٨٨/٢)]

(٨) [أحمد (١٠١/٥) مسلم (٤٥٩)]

(٩) [نسائي (١٦٣/٢)]

(١٠) [بخاري (٧٦٥) كتاب الأذان : باب الجهر فى المغرب' مسلم (٤٦٣) أبو داود (٨١١) نسائي (١٦٩/٢) ابن ماجة (٨٣٢) عبدالرزاق (٢٦٩٢) أحمد (٨٤/٤) مؤطا (٧٨/١)]



(2) ﴿قُلْ يٰأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ (۱)

⑤ عشاء: (1) نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز عشاء میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾ پڑھنے کا حکم دیا۔(۲)

(2) ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾(۳) (3) ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾(٤)

(4) ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾(٥)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ سورہ فاتحہ کے ساتھ مزید قرآن کی کچھ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

کیا درمیانہ تشہد سنت ہے؟

درمیانہ تشہد آخری تشہد کی طرح واجب ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اگر درمیانہ تشہد بھول کر رہ جائے تو سہو کے دو سجدے اس سے کفایت کر جاتے ہیں جبکہ آخری تشہد سے کفایت نہیں کرتے۔ امام احمد' امام لیث' امام ابوثور' امام اسحاق اور امام داود رحمہم اللہ اجمعین اسی کے قائل ہیں جبکہ امام شافعی' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام ثوری اور امام اوزاعی رحمہم اللہ اجمعین کے نزدیک یہ تشہد سنت ہے لیکن راجح موقف وجوب کا ہی ہے۔(٦)

درمیانے تشہد میں تشہد ابن مسعود پڑھا جائے نیز اس تشہد میں درود پڑھنا بھی ثابت ہے۔ مزید تفصیل کے لیے گذشتہ صفحات میں تشہد کی بحث کا مطالعہ کیجیے۔

ہر رکن میں مسنون اذکار پڑھنے چاہییں

حالت قیام میں سورہ فاتحہ اور ہر نماز میں گذشتہ بیان کردہ سورتوں یا دیگر قرآنی آیات کی تلاوت کی جا سکتی ہے علاوہ ازیں مزید اذکار مندرجہ ذیل ہیں:

ہر مرتبہ اٹھتے اور جھکتے وقت تکبیر کہی جائے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿رأيت النبي ﷺ يكبر في كل رفع وخفض وقيام وقعود﴾ ''میں نے نبی ﷺ کو ہر (مرتبہ) اٹھتے وقت' جھکتے وقت' کھڑے ہوتے وقت اور بیٹھتے وقت' تکبیر کہتے ہوئے دیکھا۔''(۷)

(۱) [ترمذی (٤١٧) ابن ماجة (١١٠٩) عبد الرزاق (٤٧٩٠) ابن حبان (٢٤٠٩) طبرانی کبیر (١٣٥٢٨) أحمد (٣٥/٢) نسائی (١٧٠/٢)]

(۲) [بخاری (٧٠٠) مسلم (٤٦٥) أبو داود (٧٩٠) نسائی (١٠٢/٢) دارمی (٢٣٩/١) أبو عوانة (١٥٦/٢) حمیدی (١٢٤٦)]

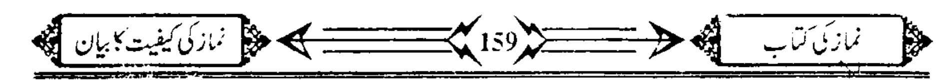
(۳) [بخاری (٧٦٨) كتاب الأذان : باب الجمع في العشاء' مسلم (١٧٥' ١٧٦) ترمذی (٣١٠) نسائی (١٧٣/٢)]

(٤) [بخاری (٧٦٨)]

(٥) [أحمد (٣٥٤/٥) ترمذی (٣٠٩) نسائی (١٧٣/٢)]

(٦) [المجموع (٤٢٩/٣) المغنی (٢١٧/٢)]

(۷) [صحيح : صحيح ترمذی (٢٠٨) كتاب الصلاة : باب ما جاء في التكبير عند الركوع والسجود' ترمذی (٢٥٣) أحمد (٤١٨/١) نسائی (١١٤٢) دارمی (٢٨٥/١) إرواء الغليل (٣٣٠)]



اسی کی مثل صحیحین میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔(۱)

رکوع و سجدہ کے اذکار

(1) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ رکوع میں " سبحان ربی العظیم " اور سجدے میں "سبحان ربی الأعلی" کہتے تھے۔(۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں " سبحان ربی العظیم " اور " سبحان ربی الأعلی" رکوع و سجدہ میں تین تین مرتبہ کہنے کا ذکر ہے وہ ضعیف ہے۔(۳)

(شوکانیؒ) (چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے)لہذا عدد کی قید کے بغیر جتنی مرتبہ انسان زیادہ سے زیادہ تسبیحات پڑھ سکتا ہے پڑھے۔(٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے " سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ"۔(٥)

(3) رکوع و سجدہ میں یہ دعا بھی ثابت ہے " اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ وَأَنْتَ رَبِّي سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ فَأَحْسَنَ صُوَرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ تَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ"۔(٦)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں بہت زیادہ یہ دعا پڑھتے تھے "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْلِي"۔(٧)

(5) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رکوع و سجدے میں یہ دعا پڑھتے " سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ"۔(٨)

---

(١) [بخاری (٧٨٦) مسلم (٣٩٣)]

(٢) [أحمد (٣٨٢/٥) مسلم (٧٧٢) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب استحباب تطويل القراءة فى صلاة الليل' ابن خزيمة (٦٠٣) ترمذى (٢٦٢) أبو داود (٨٧١) بيهقى (٨٥/٢) شرح معانى الآثار (٢٣٥٣١) دارقطنى (٣٣٤/١) ابن ماجة (٨٨٨)]

(٣) [ضعيف : ضعيف أبو داود (١٨٧) ضعيف ابن ماجة (١٨٧) ضعيف ترمذى (٤٣) المشكاة (٨٨٠) ضعيف الجامع (٥٢٥) أبو داود (٨٨٦) ترمذى (٢٦١) ابن ماجة (٨٩٠) بيهقى (٨٦/٢)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔[التعليق على السيل الجرار (٤٩٠/١)]

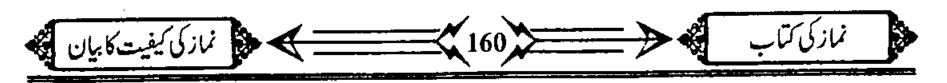
(٤) [نيل الأوطار (٧٥٠/٢)]

(٥) [مسلم (٤٨٧) كتاب الصلاة : باب ما يقال فى الركوع والسجود ' أبو داود (٨٧٢) نسائى (٢٢٤/٢) أحمد (٣٤/٦) ابن خزيمة (٦٠٦) بيهقى (٨٧/٢)]

(٦) [مسلم (٧٧١) كتاب صلاة المسافرين وقصرها ' دارقطنى (٢٩٧/١) أبو عوانة (١٠٢/٢) طحاوى (١٦٠/١)]

(٧) [بخارى (٨١١) كتاب الأذان : باب التسبيح والدعاء فى السجود ' مسلم (٤٨٤) أبو داود (٤٧٧) نسائى (١٩٠/٢) ابن ماجة (٨٨٩) بيهقى (٨٦/٢) أحمد (٤٣/٦)]

(٨) [صحيح : صحيح أبو داود (٧٧٦) كتاب الصلاة : باب ما يقول الرجل فى ركوعه وسجوده ' أبو داود (٨٧٣) نسائى (١٩١/٢) أحمد (٢٤/٦)]



(6) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے " اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ "۔(١)

(7) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قیام اللیل کے سجدوں میں آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے " أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ، وَأَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ "۔(٢)

(8) دوران رکوع یہ دعا بھی مسنون ہے " اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ أَنْتَ رَبِّيْ خَشَعَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَدَمِيْ وَلَحْمِيْ وَعَظْمِيْ وَعَصَبِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ "(٣)

(9) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ جب (آیت) " فسبح باسم ربك العظيم " [الواقعة: ٩٦] نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کہا کہ اسے اپنے رکوع میں پڑھو اور جب (آیت) " سبح اسم ربك الأعلى " [الأعلى: ١] نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنے سجدے میں پڑھو" وہ روایت ضعیف ہے۔(٤)

رکوع سے اٹھتے وقت اذکار

امام، مقتدی اور منفرد سب رکوع سے اٹھتے وقت " سمع الله لمن حمده " اور سیدھے کھڑے ہونے کے بعد "ربنا ولك الحمد" کہیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے' پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے' پھر رکوع سے اٹھتے وقت " سمع الله لمن حمده " کہتے' پھر سیدھے کھڑے ہو کر "ربنا ولك الحمد" کہتے' پھر سجدے کے لیے جھکتے وقت تکبیر کہتے' پھر جب اپنا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے' پھر دوبارہ سجدے کے لیے جھکتے وقت تکبیر کہتے' پھر جب اپنا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے' پھر بقیہ ساری نماز میں یہی عمل کرتے اور جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو تکبیر کہتے۔(٥)

ہمیں بھی اسی طرح نماز ادا کرنی چاہیے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ہمیں یہی ارشاد فرمایا ہے البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا قال الإمام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد﴾ "جب امام "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو"(٦)
اس سے یہ استنباط کرنا کہ مقتدی کو "سمع الله لمن حمده" نہیں کہنا چاہیے اور امام کو "ربنا ولك الحمد" نہیں کہنا

---

(١) [مسلم (٤٨٣) كتاب الصلاة : باب ما يقال في الركوع والسجود ' أبو داود (٨٧٨)]

(٢) [مسلم (٤٨٦) كتاب الصلاة : باب ما يقال في الركوع والسجود ' أبو داود (٨٧٩) ابن ماجة (٣٨٤١) نسائي (٢٢٠/٢)]

(٣) [صحيح : صحيح نسائي (١٠٠٦) كتاب التطبيق : باب نوع آخر ' نسائي (١٠٥٠)]

(٤) [ضعيف : إرواء الغليل (٣٣٤) أحمد (١٥٥/٤) أبو داود (٨٦٩) كتاب الصلاة : باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده ' ابن ماجة (٨٨٧) حاكم (٢٢٥/١) شرح معاني الآثار (٢٣٥/١) بيهقي (٨٦/٢) ابن خزيمة (٦٠٠) دارمي (٢٩٩/١)]

(٥) [بخاري (٧٨٩) كتاب الأذان : باب التكبير إذا قام من السجود ' مسلم (٢٨) أبو داود (٧٣٨) نسائي (٢٣٣/٢) ابن حبان (١٧٦٧) بيهقي (٦٧/٢)]

(٦) [بخاري (٧٣٢) كتاب الأذان : باب إيجاب التكبير وافتتاح الصلاة ' مسلم (٤١١)]

چاہیے درست نہیں ہے کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دونوں کلمات کہتے تھے اور اسی طرح نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ تاہم یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس حدیث کا مقصد یہ بتانا نہیں کہ امام اور مقتدی اس موقع پر کیا کہیں بلکہ محض یہ بتانا ہے کہ مقتدی کی "ربنا ولک الحمد" امام کی "سمع الله لمن حمده" کے بعد ہونی چاہیے۔(۱)

یہی بات راجح و برحق ہے اگرچہ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

(شافعیؒ، مالکؒ) ہر نمازی "سمع الله لمن حمده" اور "ربنا ولک الحمد" کے دونوں کلمات کہے گا خواہ امام ہو، مقتدی ہو یا منفرد ہو۔ امام عطاء، امام ابوداود، امام ابوبردہ، امام ابن سیرین، امام اسحاق اور امام داود رحمہم اللہ اجمعین کا یہی موقف ہے۔

(ابوحنیفہؒ) امام اور منفرد صرف "سمع الله لمن حمده" کہیں گے اور مقتدی صرف "ربنا ولک الحمد" کہے گا۔ امام ابن منذرؒ نے یہی قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، امام شعبیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ سے نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ میرا بھی یہی موقف ہے۔(۲)

رکوع سے اٹھتے وقت یہ دعا بھی ثابت ہے

"اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْئٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ"(۳)

○ "ربنا لک الحمد" اور واؤ کے ساتھ "ربنا ولک الحمد" اور "اللّٰهم ربنا ولک الحمد" تینوں طرح آپ ﷺ سے ثابت ہے۔(۴)

علاوہ ازیں یہ الفاظ بھی ثابت ہیں "ربنا ولک الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه" جیسا کہ جب ایک شخص نے یہ کلمات نماز میں کہے تو نبی ﷺ نے اس شخص کے متعلق فرمایا کہ "میں نے تیس سے زائد فرشتے دیکھے جو ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں تھے کہ ان کلمات کو پہلے کون تحریر کرتا ہے۔"(۵)

دو سجدوں کے درمیانی اذکار

(1) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دو سجدوں کے درمیان یہ کلمات کہتے تھے "رب اغفرلي، رب اغفرلي"(۶)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ"۔(۷)

---

(۱) [صفة صلاة النبي للألباني (ص/۱۳۵) الحاوي للفتاوى (۵۲۹/۱)]

(۲) [الأم (۲۲۰/۱) شرح المهذب (۲۵۲/۳) الحاوي للماوردي (۱۲۳/۲) المبسوط (۲۰/۱) الكافي لابن عبد البر (۴۳-۴۴) كشاف القناع (۳۴۸/۱) نيل الأوطار (۸۸/۲)]

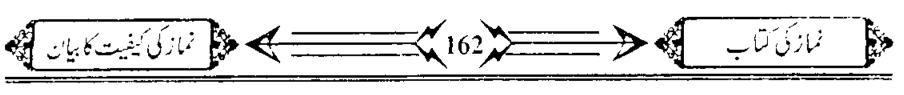
(۳) [مسلم (۴۸۷) كتاب الصلاة: باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع، نسائي (۱۹۸۳۲)]

(۴) [صفة صلاة النبي للألباني (ص/۱۳۵)]

(۵) [بخاري (۷۹۹) كتاب الأذان: باب فضل اللهم ربنا لك الحمد، أبو داود (۷۷۰) نسائي (۱۰۶۱)]

(۶) [صحيح: صحيح أبو داود (۷۷۷) كتاب الصلاة: باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده، أبو داود (۸۷۴)]

(۷) [حسن: صحيح أبو داود (۷۵۶) كتاب الصلاة: باب الدعاء بين السجدتين، أبو داود (۸۵۰) ترمذي (۲۸۴) ابن ماجة (۸۹۸) أحمد (۳۷۱/۱) حاكم (۲۶۲/۱) بيهقي (۱۲۲/۲)] امام نوویؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [...] شیخ حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تعليق على الروضة الندية (۲۷۹/۱)]



( ) تشہد کی دعائیں پیچھے تشہد کے بیان میں تفصیلاً ذکر کر دی گئی ہیں۔

آخری تشہد میں درود کے بعد کثرت سے دعا کرنی چاہیے خواہ مسنون ہو یا نہ ہو

جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿......ثم ليتخير من الدعاء أعجبه إليه فيدعو﴾ ''(تشہد کے بعد) پھر اسے جو دعا پسند ہو پڑھے۔''(۱) اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ثم ليتخير من المسألة ما شاء﴾ ''پھر وہ جو چاہے مانگے۔''(۲)

سلام پھیرنے کے بعد کے اذکار

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كنت أعرف انقضاء صلاة رسول الله ﷺ بالتكبير﴾ ''مجھے ''اللہ اکبر'' کے ساتھ علم ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز ختم ہو گئی ہے''۔(۳)

یاد رہے کہ نماز کے فوراً بعد اونچی آواز سے ''لا اله إلا الله'' کا ورد کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

(2) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ ''أَسْتَغْفِرُ اللّٰه'' کہتے پھر کہتے '' اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَتَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ''۔(٤)

واضح رہے کہ اس دعا میں ان الفاظ کا اضافہ '' وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَأَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ '' کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

(3) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز کے بعد کہتے '' رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ''۔(٥)

(4) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی کہ یہ کلمات ہر نماز کے بعد ہرگز نہ چھوڑنا '' اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ''۔(٦)

(5) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اسے جنت میں داخلے سے سوائے موت کے کسی چیز نے نہیں روکے رکھا۔''(۷)

جس روایت میں مذکور ہے کہ جس نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی ﴿كان في ذمة الله إلى الصلاة الأخرى﴾

---

(۱) [بخاری (۸۳۵) كتاب الأذان : باب ما يتخير من الدعاء بعد التشهد]

(۲) [مسلم (۴۰۲) كتاب الصلاة : باب التشهد في الصلاة]

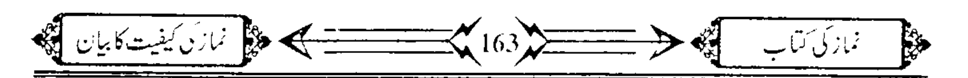
(۳) [بخاری (۸٤۱، ۸٤۲) كتاب الأذان : باب الذكر بعد الصلاة]

(٤) [مسلم (۵۹۱) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب استحباب الذكر بعد الصلاة، أبو داود (۶۸/۳) ابن ماجة (۹۲۸) أحمد (۲۷۵/۵) أبو عوانة (۲٤۲/۲) دارمی (۳۱۱/۱) ابن خزيمة (۷۳۷) ابن حبان (۲۰۰۳)]

(٥) [مسلم (۷۰۹) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب استحباب يمين الإمام]

(٦) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۳٤۷) كتاب الصلاة : باب في الاستغفار، أبو داود (۱۵۲۲) نسائی (۵۳/۳)]

(۷) [صحيح : الصحيحة (۹۷۲)، (۶۹۷/۲) نسائی (۳۰/۶)، (۹۹۲۸) طبرانی كبير (۱۳٤/۸) مجمع الزوائد (۱٤۸/۲)]



''وہ اگلی نماز تک اللہ کے ذمہ میں ہوگا''۔ وہ روایت ضعیف ہے۔(۱)

(6) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ نے مجھے ہر نماز کے بعد معوذات (یعنی سورۃ الفلق' سورۃ الناس اور سورۃ الاخلاص) پڑھنے کا حکم دیا۔(۲)

(7) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيرٌ ' اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَامُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَايَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ "۔(۳)

(8) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہتے" لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيرٌ' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ' لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ"(٤)

(9) جو شخص (ہر نماز کے بعد) تینتیس(33) مرتبہ" سبحان الله" تینتیس(33) مرتبہ" الله اكبر" اور تینتیس(33) مرتبہ" الحمد لله" اور سو(100) کا عدد پورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ" لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيرٌ" پڑھے گا اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے خواہ سمندر کی جھاگ کے ہی برابر کیوں نہ ہوں۔''(٥)

ایک روایت میں سو کا عدد پورا کرنے کے لیے چونتیس(34) مرتبہ "الله اكبر" کہنے کا ذکر ہے۔(٦)

ایک دوسری روایت میں دس(10) مرتبہ" سبحان الله" دس(10) مرتبہ" الله اكبر" اور دس(10) مرتبہ"الحمد لله" کہنے کا بھی ذکر ہے۔(٧)

(10) حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نماز کے بعد ان اشیاء سے پناہ مانگا کرتے تھے " اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ"۔(٨)

---

(۱) [**ضعيف** : الضعيفة (٥١٣٥) تمام المنة (ص/٢٢٧)]

(۲) [**صحيح** : صحيح أبو داود (١٣٤٨) كتاب الصلاة : باب في الاستغفار' ترمذى (٢٩٠٣) نسائى (٦٨/٣) أحمد (١٥٥/٤) حاكم (٢٥٣/١)]

(٣) [بخارى (٨٤٤) كتاب الأذان : باب الذكر بعد الصلاة ' مسلم (٥٩٣) أبوداود (١٥٠٥) نسائى (٧٠/٣) أبو عوانة (٢٤٣/٢) ابن أبى شيبة (٢٣١/١٠) دارمى (٣١١/١) ابن خزيمة (٧٤٢)]

(٤) [مسلم (٥٩٤) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب استحباب الذكر بعد الصلاة ' أبو داود (٧٤١) نسائى (٦٩/٣) ابن أبى شيبة (٢٣٢/١٠) أبو عوانة (٢٤٦/٢) ابن خزيمة (٧٤١) بيهقى (١٨٥/٢) ابن حبان (٢٠٠٨)]

(٥) [مسلم (٥٩٧) أيضا ' أحمد (٣٧١/٢)]

(٦) [مسلم (٥٩٦)]

(٧) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٧٥٤) المشكاة (٢٤٠٦) أبو داود (٥٠٦٥) ترمذى (٣٤١٠) ابن ماجة (٩٢٦) عبدالرزاق (٣١٨٩)]

(٨) [بخارى (٢٨٢٢) كتاب الجهاد والسير : باب ما يتعوذ من الجبن ' نسائى (٢٥٦/٨) ترمذى (٣٥٦٧) أحمد (١٨٣/١) ابن حبان (١٠٠٤) شرح السنة (٣٤/٢)]

(11) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نماز فجر سے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھتے "اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا طَیِّبًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا" (۱)

(12) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے نماز فجر با جماعت ادا کی' پھر طلوع آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھا رہا' پھر سورج نکلنے کے بعد دو رکعتیں پڑھیں' اس کے لیے ایک مکمل حج اور عمرے کے برابر ثواب ہے۔(۲)

دوران نماز نگاہ سجدے کی جگہ پر رکھنی چاہیے

کیونکہ نبی ﷺ جب نماز پڑھتے تو سر کو جھکائے رکھتے اور نگاہ کو زمین کی طرف لگائے رکھتے تھے اور جب آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو اپنی نگاہ سجدے کی جگہ سے نہیں اٹھائی تاوقتیکہ آپ ﷺ وہاں سے نکل گئے۔(۳)

قراءتِ قرآن میں سورتوں کی ترتیب

نہ تو واجب ہے اور نہ ہی سنت مؤکدہ ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز میں پہلے "سورہ بقرہ" پھر "سورہ نساء" اور پھر "سورہ آل عمران" تلاوت فرمائی۔ (حالانکہ سورہ نساء' سورہ آل عمران کے بعد ہے۔)(٤)

(2) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((باب الجمع بین السورتین فی الرکعۃ والقراءۃ بالخواتیم و بسورۃ قبل سورۃ وبأول سورۃ)) ''دو سورتیں ایک رکعت میں پڑھنا یا سورتوں کی آخری آیات یا سورتوں کو تقدیم و تاخیر سے پڑھنا یا سورتوں کی پہلی آیات پڑھنے کا بیان۔'' اور اس عنوان کے تحت انہوں نے کچھ آثار و روایات نقل کی ہیں کہ جو اس مسئلے کے اثبات کے لیے کافی ہیں۔

جو فاتحہ اور قرآن پڑھنے سے عاجز ہو وہ کیا کرے؟

(1) حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز سکھائی تو فرمایا ''اگر تمہیں قرآن (کا کچھ حصہ) یاد ہے تو پڑھو ﴿وإلا فاحمد الله وکبره وهلله ثم ارکع﴾ ''ورنہ **الحمد لله' الله اکبر** اور **لا إله إلا الله** (حسب توفیق) کہہ کر رکوع کر لو۔''(٥)

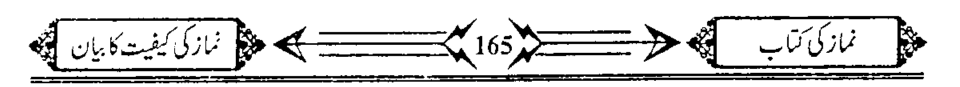
(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجة (۷۵۳) کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها: باب ما یقال بعد التسلیم' ابن ماجة (۹۲۵) أحمد (۲۹٤/٦) حمیدی (۲۹۹)]

(۲) [حسن: صحیح ترمذی (٤۸۰) کتاب الجمعة: باب ذکر ما یستحب من الجلوس فی المسجد' المشکاة (۹۷۱) ترمذی (٥۸٦)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: صفة صلاة النبی للألبانی (ص/۱٥۱)]

(٤) [مسلم (۷۷۲) أحمد (۳۸۲/٥)]

(٥) [صحیح: صحیح [illegible] المشکاة (۸۰٤) إرواء الغلیل (۳۲۱/۱) صحیح أبو داود (۸۰۳) کتاب الصلاة: باب صلاة من لا یقیم صلبه [illegible] أبو داود (۸[illegible]) نسائی (۱۹۳/۲) ترمذی (۳۰۲) أحمد (۳٤۰/٤) دارمی (۳۰٥/۱) [illegible] بیهقی (۳۷۲/۲)]



(2) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا بلاشبہ مجھے قرآن سے کچھ بھی یاد نہیں ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ چیز سکھا دیجیے جو مجھے کفایت کر جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو "سبحان اللہ ' الحمد للہ ' لا إله إلا الله ' والله أكبر ' ولا حول ولا قوة إلا بالله" (١)

یاد رہے کہ اس واقعہ کو تمام اوقات (یعنی ہمیشہ) کے لیے جواز نہیں بنانا چاہیے کیونکہ جو شخص ان کلمات کو سیکھنے کی طاقت رکھتا ہے لامحالہ وہ فاتحہ سیکھنے کی بھی طاقت رکھتا ہوگا چنانچہ اس کی تاویل یہ ہوگی کہ (اس شخص نے کہا) ''میں اس وقت کچھ بھی قرآن سیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور بے شک مجھ پر نماز کا وقت آ چکا ہے'' پس جب وہ اس نماز سے فارغ ہوگا تو اس پر (اگلی نماز کے لیے فاتحہ) سیکھنا لازم ہوگا جیسا کہ شارح المصابیح نے بھی یہی بیان کیا ہے۔(٢)

نماز میں قرآن سے دیکھ کر قراءت

ایسا کرنا جائز تو ہے لیکن اس پر دوام اختیار کر لینا درست نہیں۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امامت ان کا غلام قرآن سے دیکھ کر کراتا تھا۔(٣)

(2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی ''امامہ رضی اللہ عنہا'' کو نماز میں اٹھا لیتے تھے۔(٤)

جب نماز میں بچہ اٹھایا جا سکتا ہے تو قرآن بالأولی اٹھایا جا سکتا ہے البتہ اسے زبانی یاد کر کے پڑھنا ہی افضل ہے۔ نیز سعودی مجلس افتاء نے یہ فتوی دیا ہے کہ ''قرآن میں دیکھ کر قراءت قرآن فرائض اور نوافل دونوں میں جائز ہے۔(٥)

دوران قراءت رحمت کی آیت پر سوال کرنا اور......

عذاب کی آیت پر اس سے پناہ مانگنا مشروع ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ﴿فما مرت بآية رحمة إلا وقف عندها يسأل ولا آية عذاب إلا تعوذ منها﴾ ''جب ایسی آیت گزرتی جس میں رحمت الٰہی کا ذکر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر کر رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب کی آیت گزرتی تو وہاں ذرا ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے۔''(٦)

(البانی رحمہ اللہ) یہ رات کی نماز کے متعلق ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے......اگر فرائض میں اس طرح کرنا

(١) [حسن : صحيح أبو داود (٧٤٢) كتاب الصلاة : باب ما يجزئ الأمي والأعجمي من القراءة ' أبو داود (٨٣٢) نسائي (١٤٣/٢) أحمد (٣٥٣/٤) حميدى (٧١٧) عبدالرزاق (٢٧٤٧) ابن خزيمة (٥٤٤) دارقطني (٣١٤/١) شرح السنة (٢٢٤/٢)]

(٢) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (٤٩/٢)]

(٣) [بخاري تعليقا (٩٦/١) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے مصاحف میں اسے موصولا بھی بیان کیا ہے۔ [فتح الباري (١٤٧/٢)]

(٤) [بخاري (٥١٦)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة (٣٩٦/٦)]

(٦) [مسلم (٧٧٢) كتاب صلاة المسافرين و قصرها : باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل ' أحمد (٣٨٢/٥) نسائي (١٧٦/٢)]

مشروع ہوتا تو آپ ﷺ ایسا کرتے اور اگر آپ ﷺ ایسا کرتے تو (ضرور) نقل کیا جاتا... پس جب منقول نہیں ہے تو یہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔(۱)

دو رکعتوں میں ایک ہی سورت کی قراءت جائز ہے

حضرت معاذ بن عبداللہ جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے انہیں خبر دی کہ اُس نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے نمازِ صبح کی دونوں رکعتوں میں " إذا زلزلت...... " تلاوت فرمائی۔ (راوی کہتا ہے کہ) مجھے علم نہیں کہ آپ ﷺ بھول گئے یا جان بوجھ کر آپ ﷺ نے اس کی قراءت کی۔(۲)

(ابن حجرؒ) ظاہر یہی ہے کہ آپ ﷺ نے جان بوجھ کر اس سنت کی دلیل فراہم کرنے کے لیے ایسا کیا۔(۳)

دورانِ قراءت ہر آیت پر وقف کرنا چاہیے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قراءت فرماتے تو ﴿يقطع قراءته﴾ "ہر آیت علیحدہ علیحدہ پڑھتے" آپ ﷺ "بسم الله الرحمن الرحيم" پڑھتے پھر ٹھہر جاتے پھر " الحمد لله رب العلمين" کہتے پھر ٹھہر جاتے پھر "الرحمن الرحيم" پڑھتے پھر ٹھہر جاتے......"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿كان يقطع قراءته آية آية﴾ "آپ ﷺ اپنی قراءت میں ہر آیت کو الگ الگ پڑھتے تھے۔"(۴)

قراءِ کرام اور اہلِ علم کے نزدیک قراءت کا یہی طریقہ افضل و مستحب ہے۔(۵)

قراءت سے پہلے اور بعد میں سکتہ

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله ﷺ إذا كبر للصلاة سكت هنيئة قبل أن يقرأ......﴾ "رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت سے پہلے کچھ توقف فرماتے (اور اس وقفے میں دعائے استفتاح پڑھتے۔)"(۶)

(2) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں قراءت کے بعد سکتے کا ذکر ہے' وہ حدیث ضعیف ہے۔(۷)

---

(۱) [تمام المنة (ص/۱۸۵)]

(۲) [**حسن** : صحيح أبو داود (۷۳۰) كتاب الصلاة : باب الرجل يعيد سورة واحدة في الركعتين ' أبو داود (۸۱۶)]

(۳) [المرعاة (۱۷۷/۳)]

(٤) [**صحيح** : المشكاة (۲۲۰۵) كتاب فضائل القرآن : باب آداب التلاوة و دروس القرآن ' صحيح أبو داود (۳۳۷۹) كتاب الحروف والقراءات : باب ' أحمد (۳۰۲/٦) أبو داود (٤٠٠١) ترمذی (۲۹۲۷) دارقطنی (۳۰۷/۱) ابن أبي شيبة (۵۲۰/۲) حاکم (۲۳۲/۱) ابن خزيمة (٤٩٣) امام دارقطنیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ امام نوویؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[المجموع (۳۳۳/۳)]

(٥) [الإتقان في علوم القرآن (ص/۱۲۲) إرواء الغليل (٦٢/٢)]

(٦) [بخاری (٧٤٤) كتاب الأذان : باب ما يقول بعد التكبير ' مسلم (٥٩٨) أحمد (۲۳۱/۲) دارمی (۲۸۳/۱) أبو داود (۷۸۱) ابن ماجة (۸۰۵) أبو يعلى (٦٠٨١) ابن خزيمة (٤٦٥)]

(۷) [**ضعيف** : إرواء الغليل (۵۰۵) تمام المنة (ص/۱۸۸) ضعيف أبو داود (١٦٤' ١٦٥' ١٦٦) ضعيف ترمذی (٤٢) ضعيف ابن ماجة (۱۸۰) أبو داود (۷۷۸' ۷۷۹) كتاب الصلاة : باب السكتة عند الافتتاح ' ترمذی (۲۵۱) ابن ماجة (٨٤٤) أحمد (۷/۵)]

معلوم ہوا کہ قراءت سے پہلے سکتہ مشروع ہے جبکہ قراءت کے بعد مشروع نہیں ہے۔

رکوع وسجدہ میں قراءتِ قرآن ممنوع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ألا وإني نهيت أن أقرأ القرآن راكعا أو ساجدا﴾ ''لوگو یاد رکھو! مجھے رکوع اور سجدے میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔''(۱)

رکوع کی کیفیت

(1) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایسی نماز کفایت نہیں کرتی جس کے رکوع و سجدہ میں آدمی اپنی پیٹھ (بالکل) سیدھی نہ کرے۔''(۲)

(2) حالت رکوع میں کمر بالکل سیدھی ہو' سر نہ زیادہ نیچے ہو اور نہ زیادہ اونچا' دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر ہوں۔(۳)

(3) رسول اللہ ﷺ نے مسیئ الصلاۃ کو حکم دیا کہ حالت رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھو اور انگلیوں کے درمیاں فاصلہ کرو۔(٤)

(4) رسول اللہ ﷺ حالت رکوع میں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے اور اپنی کہنیاں پہلوؤں سے دور رکھتے۔(٥)

(5) رکوع میں رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿كان إذا ركع فرج بين أصابعه﴾ ''جب آپ ﷺ رکوع کرتے تو اپنی انگلیوں کے درمیان فاصلہ کرتے۔''(٦)

سجدے کی کیفیت

(1) سجدے کے لیے جھکتے وقت پہلے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا جائے:

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے جب کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے ﴿وليضع يديه قبل ركبتيه﴾ ''اور اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے زمین پر رکھے۔''(۷)

(۱) [مسلم (٤٧٩) كتاب الصلاة : باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود ' أحمد (٢١٩/١) أبو داود (٨٧٦) نسائی (١٨٩/١) بیهقی (٨٧/١)]

(۲) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٧٦١) كتاب الصلاة ' باب صلاة من لا يقيم صلبه...... ' أبو داود (٨٥٥) ترمذی (٢٦٥) نسائی (١٨٣/٢) ابن ماجة (٨٧٠) دارمی (٣٠٤/١) أحمد (١١٢/٤) عبدالرزاق (٢٨٥٦) ابن خزيمة (٥٩١)]

(۳) [مسلم (٤٩٨) بخاری (٨٢٨)]

(٤) [صفة صلاة النبي للألباني (ص/١٣٠)]

(٥) [**صحيح** : صحيح ترمذی (٢١٤) كتاب الصلاة : باب ما جاء أنه يجافي يديه عن جنبيه في الركوع ' صحيح أبو داود (٧٢٣) المشكاة (٨٠١) ترمذی (٢٦٠)]

(٦) [**صحيح** : حاكم (٢٢٤/١) بیهقی (١١٢/٢) دارقطنی (٣٣٩/١) امام حاکم اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۷) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٧٤٦) كتاب الصلاة : باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه ' أبو داود (٨٤٠) أحمد (٣٨١/٢) دارمی (٣٠٣/١) نسائی (٢٠٧٣) دارقطنی (٣٤٤/١) بیهقی (١٠٠/٢) شرح السنة (٢٤٩/٢) حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے قوی قرار دیا ہے۔[بلوغ المرام (٣٣١) نيل الأوطار (٨٢/٢) سبل السلام (٣١٦/١)]



(2) حضرت نافع ؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔(۱)

جن علماء کے نزدیک پہلے گھٹنے زمین پر رکھنے چاہئیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿رأیت النبی ﷺ إذا سجد وضع رکبتیه قبل یدیه﴾ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے تو دونوں گھٹنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے'' اور جب سجدے کے لیے اٹھتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔''(۲)

(جمہور، احناف) اسی ضعیف حدیث پر عمل کے قائل ہیں۔(۳)

(ابن قیمؒ) انہوں نے اسی (حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی) حدیث کو ترجیح دی ہے۔(٤)

(مالکؒ، ابن حزمؒ) پہلی حدیث چونکہ زیادہ صحیح ہے لہٰذا اُس پر عمل کیا جائے گا۔(٥)

(3) سجدے میں سات اعضاء یعنی پیشانی (اور ناک)' دونوں ہاتھ' دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں (کے سرے) زمین پر لگنے چاہئیں:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا سجد العبد سجد معه آراب : وجهه وكفاه وركبتاه وقدماه﴾ ''جب آدمی سجدہ کرتا ہے تو اس کے سات اعضاء بھی سجدہ کرتے ہیں اس کا چہرہ' اس کے دونوں ہاتھ' اس کے دونوں گھٹنے اور اس کے دونوں قدم۔''(٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی پر' یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے ناک کی طرف اشارہ کیا۔''(۷)

(البانیؒ) سجدے کے لیے پیشانی اور ناک دونوں کو ضروری قرار دینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لا صلاة لمن لا یمس أنفه الأرض ما یمس الجبین﴾ ''اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس کے ناک نے اس طرح زمین کو نہ چھوا جیسے پیشانی نے چھوا ہے۔'' یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔(۸)

---

(۱) [ابن خزیمة (٦٢٨) دارقطنی (٣٤٤/١) بیهقی (١٠٠/٢) حاکم (٢٢٦/١) بخاری تعلیقا (٢٩٨/٢)]

(۲) [**ضعیف** : ضعیف أبو داود (١٨١) کتاب الصلاة : باب کیف یضع رکبتیه قبل یدیه ' ضعیف ترمذی (٤٤) ضعیف نسائی (٤٩) ضعیف ابن ماجة (١٨٥) إرواء الغلیل (٣٥٧) أبو داود (٨٣٨) ترمذی (٢٦٧) نسائی (٢٣٤/٢) ابن ماجة (٨٨٢) دارقطنی (٣٤٥/١) ابن خزیمة (٦٢٦)]

(۳) [نیل الأوطار (٨٢/٢)]

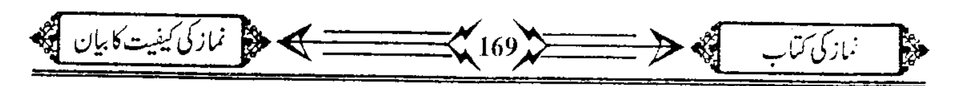
(٤) [زاد المعاد (٢٢٢/١)]

(٥) [المحلی (١٢٩/٤-١٣٠)]

(٦) [مسلم (٤٩١) کتاب الصلاة : باب أعضاء السجود والنهی عن کف الشعر..... ' أبو داود (٨٩١) نسائی (٢٠٨/٢) ابن ماجة (٨٨٥) أحمد (٢٠٦/١) ابن خزیمة (٦/١) ابن حبان (١٩٢١)]

(۷) [بخاری (٨١٢ ' ٨١٥) کتاب الأذان : باب السجود علی الأنف ' مسلم (٢٣٠) أبو داود (٨٨٩) ترمذی (٢٧٣) نسائی (٢٠٨/٢) ابن ماجة (١٠٤٠)]

(۸) [تمام المنة (ص/١٧٠)]



(4) دوران سجدہ ہاتھ زمین پر جبکہ کہنیاں زمین سے اٹھی ہونی چاہئیں:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا سجدت فضع كفيك وارفع مرفقيك﴾ ''جب تم سجدہ کرتے ہو تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو (زمین پر) رکھو اور اپنی دونوں کہنیوں کو (زمین سے) بلند رکھو۔'' (۱)

(5) سجدے میں قدموں کی ایڑیاں ملی ہونی چاہئیں۔ (۲)

(6) سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کے سرے قبلہ رخ اور قدم کھڑے ہونے چاہئیں۔ (۳)

(7) سجدے میں دونوں ہاتھ پہلوؤں سے دور ہوں۔ سینہ' پیٹ اور رانیں زمین سے اونچی ہوں۔ پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھیں۔ (۳)

(8) سجدے کی حالت میں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہونی چاہئیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿إذا سجد ضم أصابعه﴾ ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو اپنی انگلیاں ملا لیتے۔'' (۵)

(9) بوقت ضرورت کسی کپڑے پر بھی سجدہ کیا جا سکتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تھے۔ جب ہم میں سے کسی کے لیے زمین پر پیشانی رکھنا مشکل ہو جاتا ﴿بسط ثوبه فسجد عليه﴾ ''وہ اپنا کپڑا بچھاتا اور اس پر سجدہ کر لیتا۔'' (٦)

واضح رہے کہ عورت کے لیے بھی سجدے کا یہی طریقہ ہے اس کے علاوہ کوئی خاص طریقہ عورت کے لیے کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

سجدے میں کثرت سے دعا کرنی چاہیے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فأكثروا الدعاء﴾ ''بندہ اپنے رب کے بہت زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے لہٰذا تم (سجدے کی حالت میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔'' (۷)

(2) ایک روایت میں یہ الفاظ مذکور ہیں ﴿وأما السجود فاجتهدوا في الدعاء فقمن أن يستجاب لكم﴾ ''اور سجدے

---

(۱) [مسلم (٤٩٤) كتاب الصلاة : باب الاعتدال في السجود...... أحمد (٢٨٣/٤) ابن خزيمة (٦٥٦) بيهقي (١١٣/٢)]

(۲) [حاكم (٢٢٨/١) ابن خزيمة (٦٥٤)]

(۳) [بخاري (٨٢٨) كتاب الأذان : باب سنة الجلوس في التشهد ' أبو داود (٧٣٢)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (٦٧٠) كتاب الصلاة : باب افتتاح الصلاة ' أبو داود (٧٣٠ ' ٩٦٣)]

(٥) [صحيح : حاكم (٢٢٤/١)]

(٦) [بخاري (٣٨٥) كتاب الصلاة : باب السجود على الثوب في شدة الحر' مسلم (٦٢٠) أبو داود (٦٦٠) ترمذي (٥٨٤) نسائي (٢١٦/٢) ابن ماجة (١٠٣٣)]

(٧) [مسلم (٤٨٢) كتاب الصلاة : باب ما يقال في الركوع والسجود ' أبو داود (٨٧٥) نسائي (٢٢٦/٢) أبو عوانة (١٨٠/٢) أحمد (٤٢١/٢) بيهقي (١١٠/٢)]



میں کوشش وجستجو سے دعا مانگا کرو کیونکہ یہ اس لائق ہے کہ تمہاری دعا قبول کر لی جائے۔‘‘(۱)

نماز کے بعد انگلیوں کو اذکار کی گنتی کے لیے استعمال کرنا چاہیے

حدیث نبوی ہے کہ ﴿اعقدن بالأنامل فإنهن مسئولات مستنطقات﴾ ’’انگلیوں کے ساتھ (تسبیح وتحمید کی) گنتی کرو بلاشبہ ان سے سوال کیا جائے گا اور انہیں (روز قیامت) بلوایا جائے گا۔‘‘(۲)

ایک روایت میں ہے کہ ﴿یعقد التسبیح بیمینه﴾ ’’آپ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ ’’سبحن الله‘‘ کی گنتی کرتے تھے۔‘‘(۳)

(ابن بازؒ) تسبی کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے اور بعض اہل علم نے اسے ناپسند کیا ہے اور افضل یہی ہے کہ انگلیوں کے ساتھ تسبیح پڑھی جائے جیسا کہ نبی ﷺ کیا کرتے تھے۔(٤)

نماز کے بعد اجتماعی دعا

فرض نمازوں کے بعد امام اور مقتدیوں کی اجتماعی دعا نبی ﷺ اور صحابہ سے قطعی طور پر ثابت نہیں یہی وجہ ہے کہ بعض آئمہ نے اسے بدعت بھی قرار دیا ہے۔

(ابن تیمیہؒ) اس میں دو چیزیں ہیں:

(1) نمازی کا دعا کرنا جیسا کہ نمازی دعائے استخارہ وغیرہ کرتا ہے خواہ وہ امام ہو یا مقتدی۔

(2) امام اور مقتدیوں کا مل کر دعا کرنا۔

یہ دوسری چیز بلاشبہ نبی ﷺ نے فرض نمازوں کے بعد نہیں اختیار کی جیسا کہ آپ ﷺ اذکار کیا کرتے تھے اور جو بھی آپ ﷺ سے منقول ہیں۔ اگر اس موقع پر آپ ﷺ اجتماعی دعا کرتے تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام آپ ﷺ سے ضرور نقل فرماتے، پھر تابعین، پھر دیگر علماء (اسے ضرور نقل کرتے) جیسا کہ انہوں نے اس سے کم درجہ کی اشیاء آپ ﷺ سے نقل کی ہیں۔(٥)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے واضح طور پر اس عمل کو بدعت بھی کہا ہے۔(٦)

(ابن قیمؒ) (فرض نمازوں کے بعد) اجتماعی دعا آپ ﷺ کا قطعا طریقہ نہیں تھا اور نہ ہی آپ ﷺ سے کسی صحیح یا حسن سند

(۱) [مسلم (٤٧٩)]

(۲) [حسن : صحیح أبو داود (۱۳۲۹) ترمذی (۳۵۸۳) کتاب الدعوات : باب فی فضل التسبیح و التهلیل و التقدیس' أبو داود (۱۵۰۱) ابن أبی شیبة (۲۸۹/۱۰) طبرانی کبیر (۱۸۱) حاکم (٥٤٧/۱) أحمد (۳۷۰/٦) ابن حبان (۸٤۲)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۳۳۰) کتاب الصلاة : باب التسبیح بالحصی' أبو داود (۱۵۰۲) ترمذی (۳٤۱۱) نسائی (۷۹/۳) حاکم (٥٤٧/۱)]

(٤) [الفتاوی (۷٦/۱)]

(٥) [الفتاوی الکبری (۱٥۸/۱)]

(٦) [مجموع الفتاوی (٥۱۹/۲۲)]

کے ساتھ منقول ہے۔(۱)
(مالکؒ) امام ابن بطالؒ نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ عمل بدعت ہے۔(۲)
(شاطبیؒ) (نماز کے بعد) دائمی طور پر اجتماعی دعا رسول اللہ ﷺ کا فعل نہیں۔(۳)
(سعودی مجلس افتاء) ہمیں کسی ایسی دلیل کا علم نہیں جو اس عمل کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہو۔(٤)
(انور شاہ کشمیریؒ) دعائی اجتماعی صورت جس کا آج کل رواج ہے (شریعت سے) ثابت نہیں۔(٥)

عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں

نماز کی کیفیت وادائیگی میں مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں بلکہ آپ ﷺ نے عام حکم دیا ہے کہ ''جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھو اس طرح تم نماز پڑھو۔'' اور احناف وغیرہ جو مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق بیان کرتے ہیں' وہ ضعیف روایات وآثار پر مبنی ہے لہذا قابل اعتبار نہیں۔
(بخاریؒ) انہوں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ﴿إنها كانت تجلس في صلاتها جلسة الرجل و كانت فقيهة﴾ ''وہ نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ خاتون تھیں۔''(٦)
(ابراہیم نخعیؒ) عورت نماز میں مرد کی طرح ہی بیٹھے گی۔(۷)
(ابن حزمؒ) مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں۔(۸)
(ابن حجرؒ) تکبیر کے لیے ہاتھ اٹھانے میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔(۹)
(شمس الحق عظیم آبادیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱۰)
(ابن قدامہؒ) فی الحقیقت عورت کے حق میں بھی نماز کے وہی احکام ثابت ہیں جو مردوں کے لیے ہیں الا کہ اس کے لیے رکوع وسجدہ میں اپنے آپ کو سمیٹنا مستحب ہے۔(۱۱)
(نوویؒ) عورت بھی مرد کی طرح سینے پر ہاتھ رکھے گی۔(۱۲)

(۱) [زاد المعاد (۲۵۷/۱)]
(۲) [فتح الباري (۳۲٦/۲)]
(۳) [الاعتصام (۳٥۲/۱)]
(٤) [الفتاوى الإسلامية (۲۹۰/۱)]
(٥) [العرف الشذى (ص/۸٦)]
(٦) [التاريخ الصغير للبخاري (۹۰)]
(۷) [ابن أبي شيبة (۲۷۰/۱) بسند صحيح]
(۸) [المحلى (۳۷/۳)]
(۹) [فتح الباري (۲۲۲/۲)]
(۱۰) [عون المعبود (۲٦۳/۱)]
(۱۱) [المغني (۲٥۸/۲)]
(۱۲) شرح مسلم (۱۹٥/۱)]



(البانیؒ) مردوں اور عورتوں کی نماز کی (تمام کیفیات میں) کوئی فرق نہیں۔(۱)

حضرت یزید بن أبی حبیب رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے کہ ''عورت سمٹ کر سجدہ کرے اور وہ اس مسئلے میں مرد کی طرح نہیں ہے۔'' امام ابوداودؒ نے اسے مراسیل میں روایت کیا ہے اور شیخ البانیؒ بیان کرتے ہیں کہ وہ مرسل ہے جو کہ دلیل نہیں بن سکتی۔(۲)

اسی طرح جس روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''وہ اپنی عورتوں کو نماز میں چار زانو بیٹھنے کا حکم دیتے تھے'' اس کی سند بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں عبداللہ بن عمر العمری راوی ضعیف ہے۔(۳)

البتہ اتنا فرق بہر حال ضرور ہے کہ عورت کے لیے نماز میں سر پر اوڑھنی لینا ضروری ہے اس کے بغیر اس کی نماز نہیں ہوگی جبکہ مرد کے لیے یہ ضروری نہیں ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ نماز کی کیفیت و طریقے میں فرق نہیں ہے بلکہ نماز کی شرائط میں کچھ فرق ہے۔

دو سجدوں کے درمیان انگشت شہادت کو حرکت دینا

اس مسئلے میں کوئی مستند و قابل حجت روایت ہمارے علم میں نہیں ہے اِلا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ہے لیکن وہ شاذ ہے جیسا کہ شیخ البانیؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔(٤)

نماز میں وساوس و خیالات کا حل

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک شیطان میرے اور میری نماز اور قراءت کے درمیان حائل ہو کر میری نماز کو خراب (یعنی خلط ملط) کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ذاك شيطان يقال له خنزب فاذا أحسسته فتعوذ بالله منه واتفل على يسارك ثلاثا ، ففعلت ذلك فأذهب الله عني﴾ ''وہ شیطان ہے جسے خنزب کہا جاتا ہے۔ جب تم اسے محسوس کرو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو (یعنی أعوذ باللہ کہو) اور اپنے بائیں جانب (ہلکا سا) تین مرتبہ تھوکو۔ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ اسے مجھ سے لے گئے۔(٥)

چار زانو بیٹھ کر نماز پڑھنا

ایسا کرنا کسی عذر کی وجہ سے جائز و درست ہے جیسا کہ جب نبی ﷺ گھوڑے سے گر گئے اور پاؤں پر چوٹ آ گئی تو آپ ﷺ اسی طرح نماز پڑھنے لگے۔(٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿رأيت رسول الله يصلي متربعا﴾ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو چار زانوں پر بیٹھ کر نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا۔''(۷)

---

(۱) [صفة صلاة النبي (ص/۱۸۹)]

(۲) [مراسيل لأبي داود (ص/۱۱۸) الضعيفة (۲٦٥٤)]

(۳) [صفة صلاة النبي للألباني (ص/۱۸۹)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تمام المنة (ص/۲۱٤)]

(٥) [مسلم (٥٧٣٨) كتاب السلام : باب التعوذ من شيطان الوسوسة في الصلاة]

(٦) [سبل السلام (٤٢٧/١)]

(٧) [صحيح : كما في التعليق على سبل السلام (٤٢٦/١) نسائي (٢٢٤/٣) ابن خزيمة (٩٧٨/٢)]



ننگے سر نماز پڑھنا

نماز میں مرد کے لیے ستر ڈھانپنے کے علاوہ صرف کندھوں پر کوئی کپڑا ہونا ضروری ہے۔

(1) حضرت عمر بن أبی سلمۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ﴿رأیت النبی ﷺ یصلی فی ثوب واحد متوشحا به فی بیت أم سلمة قد ألقى طرفيه على عاتقيه﴾ ''میں نے نبی ﷺ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک ایسے کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا کہ جس کے دونوں کنارے آپ ﷺ نے اپنے کندھوں پر ڈال رکھے تھے۔''(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوران نماز آپ ﷺ کے سر پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن انہوں نے ایک کپڑا بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھی جبکہ دوسرا کپڑا بھی قریب پڑا تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد کسی نے پوچھا کہ آپ ایک ہی کپڑے میں (کیوں) نماز پڑھ رہے ہیں حالانکہ آپ کے پاس دوسرا کپڑا موجود ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿نعم، أحببت أن يراني الجهال مثلكم رأيت النبي ﷺ يصلي كذا﴾ ''ہاں! میں چاہتا ہوں کہ تمہارے جیسے جاہل مجھے دیکھ لیں۔ میں نے نبی ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔''(۲)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وسعت کے زمانہ میں بھی سر ڈھانپنا نماز کے لیے ضروری نہیں سمجھا۔(۳)

تاہم بالغ عورت کی نماز ننگے سر نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا يقبل الله صلاة حائض إلا بخمار﴾ ''اللہ تعالیٰ بالغہ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی (یعنی دوپٹے وغیرہ) کے قبول نہیں فرماتے۔''(٤)

---

(۱) [بخاري (٣٥٤، ٣٥٥) كتاب الصلاة: باب الصلاة في الثوب الواحد ملتحفا به، مسلم (٥١٧) موطا (١٤٠/١) ابو داود (٦٢٨) ترمذي (٣٣٩) نسائي (٧٠/٢) ابن ماجه (١٠٤٩)]

(۲) [بخاري (٣٧٠) كتاب الصلاة: باب الصلاة بغير رداء]

(۳) [بخاري (٣٦٥) كتاب الصلاة: باب الصلاة في القميص والسراويل ... مسلم (٥١٥) أبو داود (٦٢٥) نسائي (٦٩/٢) ابن ماجة (١٠٤٧) حميدي (٩٣٧) أبو يعلى (٥٨٨٣)]

(٤) [صحيح: صحيح أبو داود (٥٩٦) كتاب الصلاة: باب المرأة تصلي بغير خمار، أبو داود (٦٤١) أحمد (١٥٠/٦) ترمذي (٣٧٧) ابن ماجة (٦٥٥)]



باب بطلان الصلاة و سقوطه — نماز کے باطل اور ساقط ہونے کا بیان

پہلی فصل

نماز میں جو امور جائز نہیں

باتیں کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے

(1) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿إن كنا لنتكلم في الصلاة على عهد رسول الله ﷺ﴾ ''ہم عہد رسالت میں دوران نماز ایک دوسرے سے بات چیت کر لیتے تھے'' اور اپنی ضرورت و حاجت ایک دوسرے سے بیان کر دیتے تھے حتی کہ آیت ''حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ'' نازل ہوئی تو ﴿فأمرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام﴾ ''ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور دوران نماز گفتگو سے منع کر دیا گیا۔'' (۱)

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دوران نماز سلام کہا تو آپ ﷺ نے جواب نہ دیا (حالانکہ پہلے جواب دیا کرتے تھے) اور (پھر بعد میں) فرمایا ﴿إن في الصلاة لشغلا﴾ ''بلاشبہ نماز میں مشغولیت ہے۔'' (۲)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إذا كنتم في الصلاة فاقنتوا ولا تكلموا﴾ ''جب تم نماز میں ہوتے ہو تو فرمانبردار رہو اور کلام نہ کرو۔'' (۳)

(4) سنن أبي داود میں ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے ﴿إن الله قد أحدث ألا تكلموا في الصلاة﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے نیا حکم یہ دیا ہے کہ دوران نماز کلام مت کرو۔'' (٤)

یہ تمام دلائل دوران نماز کلام کی حرمت کا واضح ثبوت ہیں اور اصول میں یہ بات مسلم ہے کہ ((النهي يقتضي فساد المنهي عنه)) ''ممانعت منہی عنہ (جس کام سے روکا گیا ہے) کے فاسد ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔'' بالخصوص عبادات میں یہ قاعدہ متفق علیہ ہے۔ (٥)

(ابن حجرؒ، شوکانیؒ) اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے دوران نماز جان بوجھ کر کلام کیا اور وہ اصلاح نماز کا ارادہ نہیں رکھتا تو بلاشبہ اس کی نماز فاسد ہے۔ (٦)

(۱) [بخاري (۱۲۰۰) كتاب الجمعة : باب ما ينهى عنه من الكلام في الصلاة ' مسلم (۵۳۹) أبو داود (۹٤۹) ترمذي (٤۰۵) نسائي (۱۸/۳) أحمد (۳٦۸/٤)]

(۲) [بخاري (۱۱۹۹) أيضا ' مسلم (۵۳۸) مسند شافعي (۳۵۱) أحمد (۳۷۷/۱) أبو داود (۹۲٤) نسائي (۱۹/۳) بيهقي (۲٤۸/۲)]

(۳) [مسند أبي يعلى (۳۸٤/۸)]

(٤) [حسن : صحيح أبو داود (۸۱۷) كتاب الصلاة : باب رد السلام في الصلاة ' أبو داود (۹۲٤) نسائي (۱۹/۳)]

(۵) [إرشاد الفحول (۳۷۰/۲) الإحكام للآمدي (۲٦۹/۳)]

(٦) [فتح الباري (۹۰/۳) نيل الأوطار (۱۵۸/۲)]



(علامہ عینیؒ، ابن منذرؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

○ علماء نے بھول کر یا جہالت کی وجہ سے نماز میں کلام کے حکم میں اختلاف کیا ہے۔

(ابوحنیفہؒ) کلام جان بوجھ کر ہو' بھول کر ہو یا جہالت کی بنا پر ہو نماز باطل کر دیتا ہے۔امام ثوریؒ، امام ابن مبارکؒ، امام حماد بن ابی سلیمانؒ اور امام نخعیؒ وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ) بھول کر یا جہالت کی بنا پر کلام سے نماز باطل نہیں ہوتی۔امام ابن منذرؒ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت عروہ رضی اللہ عنہ' امام عطاءؒ' امام حسنؒ اور امام قتادہؒ وغیرہ سے بھی یہی مذہب نقل کیا ہے۔(۲)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔

(ابن حزمؒ) بھول کر یا جہالت سے کیا ہوا کلام محض سجدہ سہو لازم کر دیتا ہے جبکہ نماز مکمل ہو جاتی ہے۔(۳)

(شوکانیؒ) بھول کر کیا ہوا کلام اور جو بھولنے کے ہی حکم میں ہو نماز باطل نہیں کرتا۔(٤)

مزید اس موقف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ذوالیدین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھول کر دو رکعتیں پڑھا دیں پھر ذوالیدین کے یاد کروانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے استفسار کیا کہ ﴿أصدق ذو اليدين؟﴾ ''کیا ذوالیدین ٹھیک کہہ رہا ہے؟'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ دو رکعتیں ادا کر لیں اور آخر میں سہو کے سجدے کر لیے۔(٥)

ثابت ہوا کہ بھول کر کلام کر لینے سے نماز باطل نہیں ہوتی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت دوبارہ پڑھتے۔

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان ....﴾ ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطایا بھول کر کیے ہوئے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔''(٦)

(3) حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے (نماز میں ہی) کہہ دیا ''یرحمک الله'' اس پر لوگوں نے مجھے گھور گھور کر دیکھنا شروع کر دیا۔میں نے کہا ہائے! میری ماں مجھے گم پائے کیا بات ہے؟ تم مجھے (غصے سے) کیوں دیکھ رہے ہو؟ اس پر انہوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنا شروع کر دیا۔جب میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں (مجھے غصہ تو آیا) لیکن میں خاموش ہو گیا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں میں نے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور نہ بعد میں کسی ایسے معلم کو دیکھا جو تعلیم دینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہو' اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے ڈانٹا' نہ مارا اور نہ ہی سخت و کرخت گفتگو

(۱) [عمدة القاري (۲۹۸/٦ـ ۲۹۹) الأوسط لابن المنذر (۲۳٤/۳)]

(۲) [الأوسط لابن المنذر (۲۳٦/۳) نيل الأوطار (۱٥۸/۲) شرح مسلم للنووي (۲۷/۳) الأم (۲۳٦/۱) شرح المهذب (٦۹/٤) المبسوط (۱۷۰/۱) الهداية (٦۱/۱) سبل السلام (۳۱۹/۱) المغني (٤٤٤/۲)]

(۳) [المحلى بالآثار (۳۱٤/۲)]

(٤) [السيل الجرار (۲۳٤/۱)]

(٥) [بخاري (۱۲۱٤) كتاب الأذان: باب هل يأخذ الإمام إذا شك بقول الناس' مسلم (٥۷۳) مؤطا (۹۳/۱) ترمذي (۳۹۹) أبو داود (۱۰۰۸) ابن ماجة (۱۲۱٤)]

(٦) [صحيح: صحيح ابن ماجة (۱٦٦۲) كتاب الطلاق: باب طلاق المكره والناسي' إرواء الغليل (۸۲) ابن ماجة (۲۰٤۳)]

کی بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إن هذه الصلاة لا يصلح فيها شيئ من كلام الناس إنما هو التسبيح والتكبير و قراءة القرآن﴾ ''بلاشبہ نماز میں انسانی گفتگو کی کوئی گنجائش نہیں۔ نماز میں تو صرف تسبیح' تکبیر اور تلاوتِ قرآن ہونی چاہیے۔''(۱)

اس حدیث سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ جہالت کی وجہ سے نماز میں اگر گفتگو ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی اگر ایسا ہوتا تو نبی ﷺ اس شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیتے حالانکہ آپ ﷺ نے ایسا کچھ نہیں کیا بلکہ اسے اس حکم سے آگاہ کرنے پر ہی اکتفاء کیا۔

○ اصلاح نماز کے لیے کیا ہوا کلام آئمہ اربعہ کے نزدیک نماز باطل کر دیتا ہے البتہ امام اوزاعیؒ اور بعض مالکیہ نے اسے جائز کہا ہے۔(۲)

غیر متعلقہ کام میں مشغول ہونے سے نماز باطل ہو جاتی ہے

مراد یہ ہے کہ انسان کوئی ایسا کام شروع کر دے جو نماز کا حصہ نہیں اور اس وقت انسان کو نمازی نہ کہا جا سکے مثلاً لیٹ کر سو جانا' بھاگنا شروع کر دینا' کپڑے سینے لگ جانا' کسی چیز کی طرف طویل مدت دیکھتے رہنا' بوجھ اٹھا لینا' یا کھانا پینا وغیرہ یقیناً ایسے شخص کو کوئی بھی نمازی شمار نہیں کرتا۔

ایسا عملِ کثیر جو نماز کو باطل کر دیتا ہے اس میں علماء و مجتہدین نے بہت اختلاف کیا ہے۔(۳)

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ بے شک نماز منعقد ہونے کے بعد...... فاسد نہیں ہوتی الا کہ کوئی ایسا فاسد کر دینے والا عمل کر لیا جائے جس کے مفسد ہونے کی شریعت نے خبر دے دی ہو مثلاً وضوء کا ٹوٹ جانا' جان بوجھ کر لوگوں سے کلام کرنا' یا ثابت ارکانِ نماز میں سے عمداً کسی رکن کو چھوڑ دینا وغیرہ۔(٤)

ایسے افعال جو دورانِ نماز سنت سے ثابت ہیں لیکن انہیں عملِ کثیر نہیں کہا جا سکتا

(1) بچہ اٹھا کر نماز پڑھنا:

رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھ لیتے تھے۔ جب رکوع و سجدہ کرتے تو اسے اتار دیتے اور جب قیام کرتے تو اسے دوبارہ اٹھا لیتے۔(٥)

(2) منبر سے اتر کر سجدہ:

آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر نماز پڑھائی' جب سجدے کا ارادہ کیا تو نیچے اتر آئے اور سجدہ کر کے پھر واپس لوٹ گئے۔(٦)

---

(۱) [مسلم (۵۳۷) كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب تحريم الكلام في الصلاة..... أبو داود (۹۳۱) نسائي (۱٤/۳) دارمي (۳۵۳/۱) بيهقي (۲٤۹/۲)]

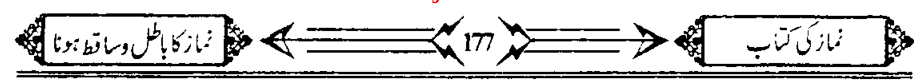
(۲) [تحفة الأحوذي (٤۵۵/۲) عمدة القاري (۲۹۸/٦)]

(۳) [تفصیل کے لیے دیکھیے: الفقه الإسلامي وأدلته (۱۰۳۱/۲-۱۰۳٤)]

(٤) [السيل الجرار (۲۳۵/۱)]

(۵) [بخاري (۵۱٦) كتاب الصلاة: باب إذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلاة' مسلم (۵٤۳) أبو داود (۹۱۷) نسائي (۱۲۰٤) موطا (۱۷۰/۱) أحمد (۲۹۵/۵)]

(٦) [بخاري (۳۷۷) كتاب الصلاة: باب الصلاة في السطوح والمنبر والخشب' مسلم (۵٤٤)]



(3) بہت زیادہ رونا:

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ﴿وفی صدرہ أزیز کأزیز المرجل من البکاء﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے گریہ وزاری کی ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے جوش کھاتی ہوئی ہنڈیا سے آوازیں آتی ہیں۔''(۱)

(4) کھنکارنا:

جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے میرے دو اوقات تھے۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے تو ﴿تنحنح لی﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مطلع کرنے کے لیے کھنکار دیتے۔''(۲)

امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ اس عمل کو نماز کے لیے مفسد نہیں کہتے جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ سے بھی مفسد قرار دیتے ہیں۔(۳)

(5) پھونکنا:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نفخ فی صلاۃ الکسوف﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف کے دوران پھونکا۔''(٤)

اس مسئلے میں بھی فقہاء نے اختلاف کا دامن نہیں چھوڑا۔(٥)

(6) سبحان اللہ کہنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿التسبیح للرجال والتصفیق للنساء﴾ ''(نماز میں بوقت ضرورت) مرد ''سبحن اللّٰہ'' کہیں (کہ امام کو مطلع کریں گے) اور عورتیں تالی بجائیں گی۔''(٦)

(7) اشارے سے سلام کا جواب:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ دوران نماز جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کیسے جواب دیتے تو انہوں نے کہا ﴿یقول ھکذا و بسط کفہ﴾ ''اس طرح کرتے' اور اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔''(۷)

---

(۱) [**صحیح**: صحیح أبو داود (۷۹۹) کتاب الصلاۃ: باب البکاء فی الصلاۃ' أبو داود (۹۰٤) أحمد (۲٥/٤) نسائی (۱۳/۳) ابن خزیمۃ (۹۰۰)]

(۲) [**ضعیف**: ضعیف ابن ماجۃ (۸۱۰) کتاب الأدب: باب الاستئذان' ابن ماجۃ (۳۷۰۸) أحمد (۸۰/۱)]

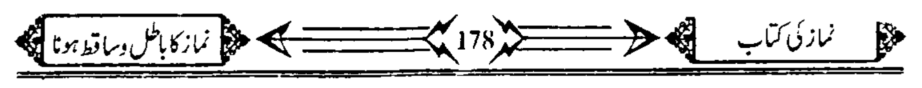
(۳) [نیل الأوطار (۱٦۳/۲)]

(٤) [**صحیح**: صحیح أبو داود (۱۰٥٥) کتاب الصلاۃ: باب من قال یرکع رکعتین' أحمد (۱٥۹/۲) أبو داود (۱۱۹٤) نسائی (۱۳۷/۳) بیہقی (۳۲٤/۳)]

(٥) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: روضۃ الطالبین (۳۹٤/۱) رد المحتار (۳۷۰/۲) الهدایۃ (٦۱/۱) سبل السلام (۱۹٦/۱) المغنی (٥۱/۲) تحفۃ الفقہاء (۲٤۷/۱)]

(٦) [بخاری (۱۲۰۳) کتاب الجمعۃ: باب التصفیق للنساء' مسلم (٤۲۲) أبو داود (۹۳۹) ترمذی (۳٦۷) نسائی (۱۱/۳) ابن ماجۃ (۱۰۳٤) أحمد (۲٦۱/۲)]

(۷) [**صحیح**: صحیح أبو داود (۸۲۰) کتاب الصلاۃ: باب رد السلام فی الصلاۃ' أحمد (۱۲۳٦) أبو داود (۹۲۷) ترمذی (۳٦٦)]



(8) سانپ اور بچھو کو مارنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اقتلوا الأسودين في الصلاة : الحية والعقرب﴾ ''نماز میں دو سیاہ جانوروں یعنی سانپ اور بچھو کو مار دیا کرو۔'' (۱)

(9) تھوکنا:

حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿بزق رسول الله ﷺ في ثوبه وحك بعضه ببعض﴾ ''آپ ﷺ نے اپنے کپڑے میں تھوکا پھر اس کے کچھ حصے کو کچھ دوسرے حصے کے ساتھ کھرچا۔'' (۲)

(10) تھوک کو جوتی سے ملنا:

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ﴿فرأيته تنخع فدلكها بنعله﴾ ''میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تھوکا اور اپنی جوتی کے ساتھ اسے مل دیا۔'' (۳)

(11) چند قدم چلنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور دروازہ بند ہوتا پس میں آ کر دروازہ کھلواتی (یعنی کھٹکھٹاتی) ﴿فمشى ففتح لي ثم رجع إلى الصلاة﴾ ''تو آپ ﷺ چل کر دروازہ کھولتے پھر نماز گاہ کی طرف لوٹ جاتے۔'' (٤)

(12) کسی کو ہاتھ لگا کر مطلع کرنا:

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے اور آپ ﷺ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوتیں۔ جب آپ ﷺ سجدے کا ارادہ فرماتے تو اپنا ہاتھ ان کی ٹانگ پر رکھتے تا کہ وہ سجدے کی جگہ چھوڑ دیں۔ (٥)

(13) دوران نماز بچے کا کمر پر سوار ہو جانا:

بعض اوقات حضرت حسین رضی اللہ عنہ آتے اور آپ ﷺ اس وقت سجدے میں ہوتے تو وہ آپ ﷺ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے اور آپ ﷺ اس وجہ سے سجدے کو قدرے طویل کر دیتے۔ (٦)

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (٨١٤) كتاب الصلاة : باب العمل في الصلاة ' أبو داود (٩٢١) ترمذی (٣٩٠) نسائی (١٢٠٢) ابن ماجة (١٢٤٥) ابن حبان (٢٣٤٦)]

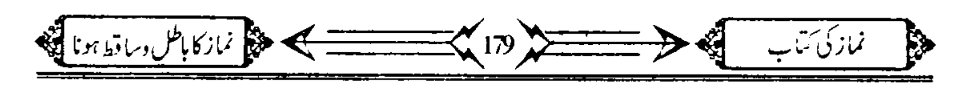
(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (٣٧٤) كتاب الطهارة : باب البصاق يصيب الثوب ' أبو داود (٣٨٩)]

(۳) [مسلم (٥٥٤) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب النهي عن البصاق في المسجد......]

(٤) [حسن : صحيح أبو داود (٨١٥) كتاب الصلاة : باب العمل في الصلاة ' أبو داود (٩٢٢) ترمذی (٦٠١) نسائی (١٢٠٦)]

(٥) [بخاری (٣٨٢) كتاب الصلاة : باب الصلاة على الفراش ' مسلم (٥١٢) موطا (١١٧/١) أبو داود (٧١٣)]

(٦) [صحيح : صحيح نسائی (١٠٩٣) كتاب التطبيق : باب هل يجوز أن تكون سجدة أطول من سجدة ' نسائی (١١٤٢) أحمد (٤٩٤/٣) حاکم (١٦٦/٣) | شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على الروضة الندية (٢٨٦/١)]



(14) دوران نماز جوتیاں اتارنا:

رسول اللہ ﷺ نے جوتیاں پہن کر نماز ادا فرمائی لیکن جب دوران نماز گندگی کا علم ہوا تو اپنی جوتیاں اتار دیں۔(۱)

(15) ایک صحابی اپنے جانور کی لگام تھامے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا وہ جانور جس طرف (زور سے) چلتا یہ بھی اس کے پیچھے چلنے لگتا۔(۲)

(16) جمائی روکنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿التثاؤب من الشيطان فإذا تثاؤب أحدكم فليكظم ما استطاع﴾ ''جمائی کا آنا شیطان کی طرف سے ہے پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو حتی الوسع اسے روکنے کی کوشش کرے۔'' اور جامع ترمذی کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے ﴿في الصلاة﴾ ''نماز میں (جمائی روکے)۔''(۳)

کوئی شرط یا رکن جان بوجھ کر چھوڑ دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے

شرط جیسا کہ وضوء یا نیت وغیرہ کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ شرط کا فقدان مشروط کے فقدان کو مستلزم ہے۔(٤)

اور رکن چھوڑنے سے اس لیے کیونکہ رکن کسی بھی چیز کا وہ حصہ ہوتا ہے جس کے بغیر اس چیز کی تکمیل ناممکن ہو۔(٥)

اگر بھول کر کوئی شخص شرط یا رکن چھوڑ دے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں یا تو بعد میں اسے یاد آ گیا یا نہیں آیا۔ اگر اسے بعد میں بھی یاد نہیں آیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لا يكلف الله نفسا إلا وسعها﴾ اور حدیث نبوی ہے کہ ﴿إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان......﴾ لہٰذا ان دلائل کے مطابق وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا۔ اور اگر اسے بعد میں یاد آ جائے تو شرط چھوڑنے کی صورت میں اسے مکمل نماز دوبارہ ادا کرنا ہوگی کیونکہ کوئی بھی شرط چھوڑ دینے سے نماز بالکل ہوتی ہی نہیں اور اگر رکن رہ گیا تھا تو وہ صرف متروکہ رکن ادا کر کے نماز کی تکمیل کرے اور آخر میں سہو کے سجدے کرے جیسا کہ نبی ﷺ کا یہی عمل حدیث ذوالیدین میں مذکورہ ہے۔ (واللہ اعلم)(٦)

○ فرائض کے متعلق حق بات یہی ہے کہ (ان میں سے کسی کو چھوڑ دینا) نماز کو فاسد نہیں کرتا۔(٧) بلکہ محض فرائض پر عمل

(۱) [حاکم (۱۳۹۳۹) مجمع الزوائد (۲/۵٦)]

(۲) [بخاری (۱۲۱۱) کتاب الجمعة : باب إذا انفلتت الدابة في الصلاة]

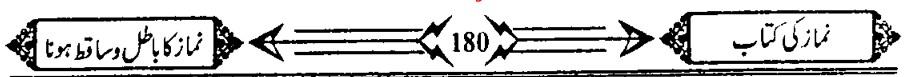
(۳) [مسلم (۲۹۹٤) كتاب الزهد والرقائق : باب تشميت العاطس و كراهة التثاؤب ' ترمذی (۳۷۰) كتاب الصلاة : باب ما جاء في كراهية التثاؤب في الصلاة ' صحیح ترمذی للألبانی (۳۰٤)]

(٤) [الإحكام للآمدی (۱/۱۳۰) الموافقات للشاطبی (۱/۱۸۷)]

(٥) [الفرائض (ص/۱۷)]

(٦) [بخاری (۷۱٤)]

(٧) [السيل الجرار (۱/۲۳٤)]



کرنے والا اجر وثواب اور انہیں چھوڑنے والا گناہ وسزا کا مستحق ہوتا ہے۔(١)

امام کو لقمہ دینا

دوران نماز اگر امام کو اس کے بھول جانے پر آیت یاد کروادی جائے تو یہ عمل نماز فاسد نہیں کرتا بلکہ ایسا کرنا جائز ہے اور اگر اس پر کوئی بھی واضح دلیل نہ ہو تب بھی یہ آیت ﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ﴾ ''نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔'' اس کے لیے کافی ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ نے یہی وضاحت فرمائی ہے۔(٢)

(1) حضرت مسور بن یزید مالکی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں قراءت فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ نے کوئی چیز بغیر پڑھے چھوڑ دی۔ (نماز کے بعد) ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے اس طرح آیت چھوڑ دی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿هلا ذكرتنيها﴾ ''تم نے مجھے وہ آیت یاد کیوں نہیں کروائی۔''(٣)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی تو آپ ﷺ پر قراءت خلط ملط ہوگئی۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا ''ہاں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فما منعك؟﴾ ''پھر تجھے کس چیز نے (غلطی بتانے سے) روکے رکھا؟۔(٤)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كنا نفتح على الائمة على عهد رسول الله ﴾ ''ہم عہد رسالت میں اماموں کو لقمہ دیا کرتے تھے۔''(٥)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿إذا استطعمك الإمام فأطعمه﴾ ''جب امام تم سے لقمہ طلب کرے تو اسے لقمہ دو۔''(٦)

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿لا تفتح على الإمام في الصلاة﴾ ''نماز میں امام کو لقمہ نہ دو۔'' وہ حدیث ضعیف ہے۔(٧)

دوران نماز قہقہہ کا حکم

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ جس روایت میں مذکور ہے کہ ہنسنے کی وجہ سے وضوء اور نماز دوبارہ دہرانے چاہییں، وہ ضعیف ہے مزید اس کا بیان ''باب الوضوء'' میں گزر چکا ہے۔

نماز میں کسی دوسرے واجب پر عمل کا حکم

کسی (دوسرے ناگزیر) واجب کام کی طرف متوجہ ہونے سے بھی نماز باطل نہیں ہوگی مثلاً کسی غرق ہونے والے کو بچانا۔(٨)

(١) [الإحكام في أصول الأحكام للآمدي (٩١/١) المستصفى للغزالي (٢٧/١) الموافقات للشاطبي (١٠٩/١)]

(٢) [السيل الجرار (٢٤٠/١) نيل الأوطار (١٧١/٢)]

(٣) [**حسن** : صحيح أبو داود (٨٠٢) كتاب الصلاة : باب الفتح على الإمام في الصلاة، أبو داود (٩٠٢) بيهقي (٢١١/٣)]

(٤) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٨٠٣) أيضا، أبو داود (٩٠٧) ابن حبان (٢٢٤٢) طبراني كبير (١٣٢١٦) بيهقي (٢١٢/٣)]

(٥) [حاكم (٢٧٦/١)]

(٦) [**صحيح** : تلخيص الحبير (٥١٣/١) ابن أبي شيبة (٧٢/٢)]

(٧) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (١٩٣) كتاب الصلاة : باب النهي عن التلقين، ضعيف الجامع (٦٤٠١) أبو داود (٩٠٨)]

(٨) [السيل الجرار (٢٤٣/١)]

یہ حکم اس لیے ہے کیونکہ نماز بعد میں بھی ادا کی جا سکتی ہے لیکن ایک مسلمان کی جان اس کے مرنے کے بعد حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ کام ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا ہی ایک حصہ ہے کہ جسے واجب کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل دلائل اس مسئلے میں مؤثر ہیں:

(1) ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [آل عمران: ١٠٤] ''اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خیر کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور وہ لوگ نیکی کا حکم کریں۔''

(2) ﴿أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْءِ﴾ [الاعراف: ١٦٥] ''ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے۔''

(3) حدیث نبوی ہے کہ ﴿من رأى منكم منكرا فليغيره بيده...﴾ ''تم میں سے جو بھی کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے۔''(١)

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿والذى نفسى بيده لاتدخلوا الجنة حتى تومنوا و لا تومنوا حتى تحابوا﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔''(٢)

(5) حضرت جریج علیہ السلام کو ان کی والدہ نے جب بلایا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اس لیے انہوں نے والدہ کی بات نہ سنی' لیکن پھر انہیں اس کا برا انجام بھگتنا پڑا۔(٣)

(6) اور اصول میں بھی یہ بات ثابت ہے کہ ((دفع المفاسد خير من جلب المنافع)) ''مفاسد کا ختم کرنا منافع کے حصول سے بہتر ہے۔''

دورانِ نماز آسمان کی طرف نظر اٹھانا

اس عمل کی ممانعت پر اجماع ہے۔(٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لينتهين أقوام يرفعون أبصارهم إلى السماء فى الصلاة أو لتخطفن أبصارهم﴾ ''ضرور بضرور حالت نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھانے سے لوگ باز آ جائیں یا پھر ان کی نظروں کو یقیناً اچک لیا جائے گا۔''(٥)

حائضہ عورت' گدھا اور کالا کتا نماز باطل کر دیتے ہیں

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يقطع صلاة المرء المسلم - إذا لم يكن بين يديه مثل مؤخرة الرحل - المرأة والحمار والكلب الأسود﴾ ''مسلمان آدمی کی نماز کو جبکہ اس کے سامنے پالان کے پچھلے حصے

(١) [بخاری (٢٤٤٢) مسلم (٢٥٨٠)]
(٢) [مسلم (٥٤) أبو داود (٥١٩٣) ترمذی (٢٦٨٨) ابن ماجة (٣٦٩٢)]
(٣) [بخاری (٢٣٥٠) أحمد (٣٨٥/٢)]
(٤) [شرح مسلم للنووی (١٥٢/٤) فتح الباری (٢٣٤/٢)]
(٥) [أحمد (٣٣٣/٢) مسلم (٤٢٩) كتاب الصلاة : باب النهى عن رفع البصر إلى السماء فى الصلاة' نسائی (٣٩/٣)]

ے برابر سترہ نہ ہو عورت' گدھا اور کالا کتا توڑ دیتا ہے۔''(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ﴿المرأة الحائض﴾ ''حائضہ عورت'' کے الفاظ ہیں۔(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' امام حسن بصریؒ' امام ابوالأحوصؒ اور امام ابن حزمؒ سے بھی یہی مذہب منقول ہے۔(۳)

(احمدؒ) کالا کتا نماز کو کاٹ دیتا ہے البتہ عورت اور گدھے کے متعلق مجھے اشکال ہے۔

(جمہور، شافعیؒ، مالکؒ، ابوحنیفہؒ) ان میں سے کوئی چیز بھی نماز کو باطل نہیں کرتی البتہ اجر وثواب میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔(٤)

جمہور علماء مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا يقطع الصلاة شيئ وادرؤوا ما استطعتم﴾ ''نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی البتہ سامنے سے گزرنے والے کو حتی الوسع روکنے کی کوشش کرو۔''(٥)

(شوکانیؒ) حائضہ عورت اور کالا کتا نماز توڑ دیتے ہیں۔(٦)

(راجح) یہ تینوں اشیاء نماز کو توڑ دیتی ہیں جیسا کہ گذشتہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث اس کی دلیل ہے۔

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(ابن قیمؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۸)

(ابن بازؒ) یہ تینوں اشیاء انسان کی نماز توڑ دیتی ہیں۔(۹)

نماز میں اِدھر اُدھر جھانکنا ممنوع ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوران نماز اِدھر اُدھر دیکھنے کے متعلق سوال کیا تو

(۱) مسلم (٥١٠) كتاب الصلاة: باب قدر ما يستر المصلي' أبو داود (٧٠٢) ترمذي (٣٣٧) نسائي (٦٣/٢) ابن ماجة (٩٥٢) أحمد (١٥١/٥) ابن خزيمة (٨٠٦)]

(۲) [صحيح: صحيح أبو داود (٦٥١) كتاب الصلاة: باب ما يقطع الصلاة' أبو داود (٧٠٣) ابن ماجة (٩٤٩) أحمد (٤٣٧/١) نسائي (٦٤/٢) ابن خزيمة (٨٣٢)]

(۳) [نيل الأوطار (٢١٠/٢) المحلى بالآثار (٣٢٠/٢)]

(٤) [نيل الأوطار (٢١٠/٢) شرح مسلم للنووى (٤٦٧/٣) تحفة الأحوذى (٣٢٠/٢) سبل السلام (٣٣٠/١) المحلى بالآثار (٣٢٠/٢)]

(٥) [ضعيف: ضعيف أبو داود (١٣٤) كتاب الصلاة: باب من قال لا يقطع الصلاة شيئ' ضعيف الجامع (٦٣٦٦) المشكاة (٧٨٥) أبو داود (٧١٩) بيهقى (٢٧٨/٢)] یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مجالد بن سعید بن عمر ہمدانی کوفی راوی متکلم فیہ ہے [نیل الاوطار (٢١٣/٢)] شیخ حازم علی قاضیؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (٣٣٥/١)] اس معنی کی اور بھی چند احادیث ہیں لیکن وہ بھی ضعیف ہیں۔[نيل الأوطار (٢١٣/٢)]

(٦) [نيل الأوطار (٢١٢/٢)]

(٧) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسام (٣٧٧/١)]

(٨) [أيضا]

(٩) [الفتاوى الإسلامية (٢٤٣/١)]

آپ ﷺ نے فرمایا ﴿هو اختلاس يختلسه الشيطان من صلاة العبد﴾ ''یہ تو شیطان کا جھپٹا ہے جس کے ذریعے شیطان انسان کو جھپٹ لیتا ہے۔'' (١) ۔

مسجد میں اور نماز کے لیے کیے ہوئے وضوء کے بعد تشبیک ممنوع ہے

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿إذا كان أحدكم في المسجد فلا يشبكن، فإن التشبيك من الشيطان﴾ ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو تو (اپنے ہاتھوں) کو تشبیک (تشبیک یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں مضبوطی سے داخل کر لینا) نہ دے کیونکہ تشبیک شیطان کی طرف سے ہے۔'' (٢)

(2) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا توضأ أحدكم ثم خرج عامدا إلى المسجد فلا يشبكن بين يديه فإنه في الصلاة﴾ ''جب تم میں سے کوئی وضوء کرے پھر مسجد کی طرف جانے کے لیے نکلے تو اپنے ہاتھوں کو تشبیک نہ دے کیونکہ بلاشبہ وہ نماز میں ہے۔'' (٣)

نماز میں سجدہ گاہ سے کنکریاں ہٹانا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا قام أحدكم في الصلاة فلا يمسح الحصى فإن الرحمة تواجهه﴾ ''جب تم میں سے کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو تو (سجدہ گاہ سے) کنکریوں کو مت ہٹائے کیونکہ اس وقت رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے۔'' مسند احمد کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ﴿واحدة أو دع﴾ ''اگر کنکریاں ہٹانا ضروری ہو تو ایک مرتبہ ہٹا لو یا رہنے دو۔'' (٤)

اگر اس حدیث میں کچھ کمزوری بھی ہو تب بھی یہ اس وجہ سے قابل حجت ہے کہ صحیحین میں اس کا شاہد موجود ہے۔ (٥)

دونوں پہلوؤں پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنا ممنوع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نهى النبي ﷺ أن يصلي الرجل مختصرا﴾ ''نبی ﷺ نے نماز میں کولہوں پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔'' (٦)

---

(١) [بخاري (٧٥١) كتاب الأذان : باب الإلتفات في الصلاة ' أحمد (٧٠/٦) أبو داود (٩١٠) نسائي (٨/٣) ابن خزيمة (٤٨٤)]

(٢) [حسن : المجمع (٢٥/٢) أحمد (٤٣/٣) مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔]

(٣) [صحيح : صحيح أبو داود (٥٢٦) كتاب الصلاة : باب ما جاء في الهدى في المشي إلى الصلاة ' أبو داود (٥٦٢) أحمد (٢٤١/٤) ابن خزيمة (٤٤٠) ترمذي (٣٨٦)]

(٤) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٢٠١) كتاب الصلاة : باب في مسح الحصى في الصلاة ' أبو داود (٩٤٥) ترمذي (٣٧٩) ابن ماجة (١٠٢٧) نسائي (٦/٣) ابن خزيمة (٩/٢) ابن حبان (٢٢٧٣) دارمي (٣٢٢/١) بيهقي (٢٨٤/٢)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٣٤١/١)] حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

(٥) [بخاري (١٢٠٧) مسلم (٥٤٦)]

(٦) [بخاري (١٢٢٠) كتاب الجمعة : باب الخصر في الصلاة ' مسلم (٥٤٥) أبو داود (٩٤٧) نسائي (١٢٧/٢) ترمذي (٣٨٣) أبو عوانة (٧٤/٢) دارمي (٣٣٢/١) ابن خزيمة (٩٠٦) حاكم (٢٦٤/١) بيهقي (٢٨٧/٢)]

نماز میں آنکھیں بند کرنا

(ابن قیمؒ) نماز میں آنکھیں بند کرنا آپ ﷺ کا طریقہ نہیں تھا جیسا کہ تشہد کے بیان میں یہ بات گزری ہے کہ آپ ﷺ دعا میں نظر اپنی انگلی کے اشارے کی طرف رکھتے۔(۱)

(فیروز آبادیؒ) آپ ﷺ نماز میں اپنی آنکھیں کھول کر رکھتے تھے۔(۲)

تصویر والی گھڑی کے ساتھ نماز

(ابن بازؒ) جب تصویر گھڑی کے اندر چھپی ہو جو دکھائی نہ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں.....مگر جب تصویر گھڑی کے باہر ہو یا کھولنے سے نظر آ جاتی ہو تو نماز جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ﴿لا تدع صورة إلا طمستها﴾ ''جو تصویر دیکھو اسے مٹا دینا۔''(۳)

نماز میں قنوت نازلہ مشروع ہے

مصیبت وآزمائش کے وقت کی جانے والی دعا کو قنوت نازلہ کہتے ہیں۔اس کی مشروعیت میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ، ابوحنیفہؒ) وتر کے سوا کسی نماز میں بھی قنوت مسنون نہیں ہے (البتہ امام احمدؒ کے نزدیک کسی پیش آمدہ مصیبت کی وجہ سے نماز فجر میں امام قنوت کر سکتا ہے۔)

(ترمذیؒ) اکثر اہل علم اسی پر ہیں (یعنی گذشتہ قول پر)۔

(مالکؒ، شافعیؒ) دائمی طور پر قنوت کرنا صرف نمازِ فجر میں مسنون ہے۔(٤)

(نوویؒ) ہمارے مذہب میں صرف نمازِ صبح میں قنوت جائز ہے۔(٥)

(ابن قدامہؒ) کسی پیش آمدہ مصیبت کے علاوہ کسی نماز میں بھی (سوائے وتر کے) قنوت مشروع نہیں۔(٦)

(ابن قیمؒ) عالم ومنصف شخص جس انصاف کی بات کے ساتھ مطمئن ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قنوت کی ہے اور چھوڑی بھی ہے (یعنی قنوت کرنا اور چھوڑنا دونوں میں اختیار ہے)۔(۷)

(راجح) ابتلا وآزمائش کے وقت بغیر کسی نماز کی تخصیص کے (تمام نمازوں میں) قنوت نازلہ مشروع ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۸)

---

(۱) [زاد المعاد (۲٤۸/۱)]

(۲) [سفر السعادة (ص/۲۰)]

(۳) [فتاوی ابن باز مترجم (۷۸/۱)]

(٤) [المغني (٥۸٥/۲) المجموع (٤۷٤/۳) الحاوی (۱٥۰/۲) رد المختار (٤٤۸/۲) المبسوط (۱٦٥/۱) الهداية (٥۲/۱) الاختيار (٥٥۳۱) الحجة على أهل المدينة (۹۷۳۱) ترمذی (بعد الحديث / ٤۰۲)]

(٥) [المجموع (٤۷٤/۳)]

(٦) [المغني (٥۸٥/۲)]

(۷) [زاد المعاد (۲۷۲/۱)]

(۸) [نيل الأوطار (۱۹۳/۲)]

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۱)

اس مؤقف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب مشرکین نے ستر قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل کر دیا تو ﴿قنت النبي ﷺ شهرا يدعو عليهم﴾ ”نبی ﷺ نے ایک ماہ قنوت فرمائی جس میں آپ ﷺ ان (کے قاتل مشرکوں) پر بددعا کرتے رہے۔“(۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی ﷺ قنوت نہیں فرماتے تھے الا کہ ﴿إذا دعا لقوم أو دعا على قوم﴾ ”جب کسی قوم کے لیے دعا کرتے یا کسی قوم پر بددعا فرماتے۔“(۳)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان القنوت في المغرب والفجر﴾ ”نماز مغرب اور نماز فجر میں قنوت کی جاتی تھی۔“(٤)

(4) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(٥)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”اللہ کی قسم میں تمہارے قریب وہ نماز ادا کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے ﴿فكان أبو هريرة يقنت في الظهر والعشاء الآخر وصلاة الصبح ويدعو للمؤمنين ويلعن الكفار﴾ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر، عشاء اور فجر کی نماز میں قنوت کرتے تھے (جس میں) مومنوں کے لیے دعا کرتے اور کافروں پر لعنت کرتے تھے۔“(٦)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ متواتر ایک ماہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی ہر نماز میں جب (آخری رکعت میں) ” سمع الله لمن حمده “ کہتے تو قنوت کرتے اور بنو سلیم کے چند قبیلوں رعل، ذکوان اور عصیہ پر بددعا کرتے اور پیچھے مقتدی آمین کہتے۔“(٧)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حالات کے مطابق ایک نماز میں، دو نمازوں میں، یا پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ کی جا سکتی ہے۔

قنوت نازلہ رکوع کے بعد کی جائے گی

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿قنت رسول الله بعد الركوع شهرا﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے مسلسل ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت فرمائی۔“(٨)

قنوت نازلہ میں مقتدی آمین کہہ سکتے ہیں

جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ويؤمن من خلفه﴾ ”(آپ ﷺ قنوت فرماتے تو) مقتدی آمین کہتے۔“(٩)

(١) [تحفة الأحوذي (٤٥٠/٢)]
(٢) [بخاري (١٠٠٢) كتاب الوتر: باب القنوت قبل الركوع و بعده]
(٣) [ابن خزيمة (٣١٤/١)، (٦٢٠)]
(٤) [بخاري (٧٩٨) كتاب الأذان: باب فضل اللهم ربنا لك الحمد]
(٥) [أحمد (٢٨٥/٤) مسلم (٣٠٥) أبو داود (١٤٤١) ترمذي (٤٠١) نسائي (٢٠٢/٢) شرح معاني الآثار (٢٤٢/٢) دارقطني (٣٧/٢)]
(٦) [بخاري (٧٩٧) كتاب الأذان: باب فضل اللهم ربنا لك الحمد، أحمد (٣٣٧/٢) مسلم (٦٧٦) أبو داود (١٤٤٠) نسائي (٢٠٢/٢) دارقطني (٣٨/٢) بيهقي (١٩٨/٢)]
(٧) [حسن: صحيح أبو داود (١٢٨٠) كتاب الصلاة: باب القنوت في الصلوات، ابوداود (١٤٤٣) أحمد (٣٠١/١)]
(٨) [بخاري (٤٠٩٦) كتاب المغازي: باب غزوة الرجيع......]
(٩) [حسن: صحيح أبو داود (١٢٨٠) أبو داود (١٤٤٣)]

قنوت نازلہ میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز میں دیکھا ﴿رفع یدیه فدعا علیهم﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اوران (مشرکین) پر بددعا کی۔'' (١)

قنوت نازلہ کی دعائیں

(1) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَأَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ كَفَرَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ أَوْلِيَاءَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ أَقْدَامَهُمْ وَأَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۔(٢)

(2) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ وَلَا نَكْفُرُكَ ......الخ۔(٣)

(3) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان قیدیوں کے نام لے لے کر ان کی نجات کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔(٤)

(نوویؒ) صحیح بات یہی ہے کہ اس بارے میں کوئی مخصوص دعا متعین نہیں ہے بلکہ ہر ایسی دعا پڑھی جا سکتی ہے جس سے یہ مقصود حاصل ہوتا ہو اور " اللّٰهم اهدني فيمن هديت " آخر تک پڑھنا مستحب ہے، شرط نہیں۔(٥)

○ جو لوگ قنوت کو مشروع قرار نہیں دیتے ان کی دلیل حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت ہے کہ جس میں ان کے والد نے قنوت کو بدعت کہا ہے۔(٦)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہ حدیث قنوت کی نفی میں ہے اور گذشتہ صحیح احادیث اس کے اثبات میں اور نفی واثبات کا تعارض ہو جائے تو اثبات کو ہی ترجیح حاصل ہوتی ہے۔(٧)

سلام کے بعد امام مقتدیوں کی طرف رخ پھیرے

(1) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم إذا صلى صلاة أقبل علينا بوجهه﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز پڑھتے تھے تو (سلام کے بعد) اپنا چہرہ ہماری طرف کر لیتے تھے۔'' (٨)

(2) حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نمازِ فجر

---

(١) [صحيح : إرواء الغليل (١٨١/٢) أحمد (١٣٧/٣)]

(٢) [أحمد (١٣٧/٣)]

(٣) [بيهقي (٢١٠/٢-٢١١)]

(٤) [بخاري (٨٠٤) كتاب الأذان : باب يهوى بالتكبير حين يسجد ' مسلم (٦٧٥) أبو عوانة (٣٨٣/٢) عبدالرزاق (٤٠٢٨)]

(٥) [شرح مسلم (٢٣٧/١)]

(٦) [صحيح : صحيح ترمذي (٣٣٠) كتاب الصلاة : باب ما جاء في ترك القنوت ' ترمذي (٤٠٢) أحمد (٤٧٢/٣) ابن ماجة (١٢٤١) نسائي (٢٠٤/٢)]

(٧) [نيل الأوطار (١٩١/٢) تحفة الأحوذي (٤٥١/٢)]

(٨) [بخاري (٨٤٥)]

پڑھائی ﴿ثم انحرف جالسا واستقبل الناس بوجهه﴾ "پھر بیٹھے ہوئے ہی پھرے اور اپنا چہرہ لوگوں کی طرف متوجہ کر لیا۔" (۱)

امام کو دائیں جانب پھرنا چاہیے یا بائیں جانب اس کے متعلق دو بظاہر مختلف احادیث ہیں:

① حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿لقد رأیت النبی کثیرا ینصرف عن یساره﴾ "بے شک میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ اپنے بائیں جانب پھرتے ہوئے دیکھا ہے۔" (۲)

② حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أکثر ما رأیت رسول اللہ ینصرف عن یمینه﴾ "اکثر جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں جانب پھرتے تھے۔" (۳)

(نوویؒ) ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بھی کرتے تھے اور اُس طرح بھی۔ اور ان دونوں (صحابہ) میں سے جس نے جو اکثر عمل سمجھا اس کو بیان کر دیا اور یقیناً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دائیں جانب پھرنے کے وجوب کے اعتقاد کو ناپسند کیا ہے (یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ صرف دائیں طرف ہی پھرنا چاہیے درست نہیں)۔ (٤)

(ابن حجرؒ) ایک اور طریقے سے بھی ان احادیث کو جمع کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مسجد میں نماز پڑھنے پر محمول کیا جائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس کے علاوہ سفر وغیرہ پر۔ اور جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں تعارض ہوا ہے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے زیادہ عالم، زیادہ عمر رسیدہ، بزرگ اور اکثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے تھے۔ (٥)

(راجح) دونوں طرح جائز ہے البتہ دائیں جانب پھرنا عمومی دلائل کی بنا پر علماء کے نزدیک افضل ہے۔ (٦)

(1) حضرت قبیصہ بن ھلب عن أبیہ روایت ہے کہ ﴿کان رسول اللہ یؤمنا فینصرف عن جانبیه جمیعا، علی یمینه وعلی شماله﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت کراتے تو دونوں جانب پھرتے تھے یعنی اپنی دائیں جانب اور اپنی بائیں جانب۔" (۷)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور مزید کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ انہوں نے کہا ﴿إن کانت حاجته عن یمینه أخذ عن یمینه وإن کانت حاجته عن یساره أخذ عن یساره﴾ "اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں جانب کوئی ضرورت یا کام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب پھر جاتے اور اگر بائیں جانب کوئی حاجت ہوتی تو بائیں جانب پھر جاتے۔"

---

(۱) [أحمد (٤/١٦١)]

(۲) [بخاری (۸٥۲) کتاب الأذان: باب الانفتال والانصراف من الیمین والشمال، مسلم (۷۰۷) أبو داود (۱۰٤۲) نسائی (۳/۸۱) ابن ماجة (۹۳۰) دارمی (۱/۳۱۱) حمیدی (۱۲۷) عبدالرزاق (۳۲۰۸) أبو عوانة (۲/۲٥۰)]

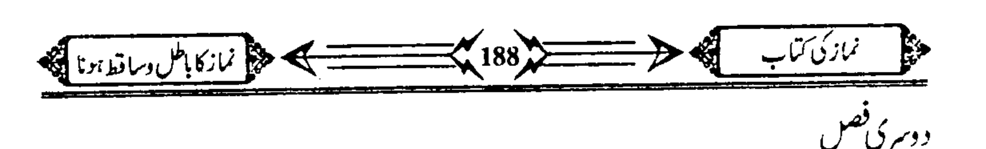
(۳) [مسلم (۷۰۸) کتاب صلاة المسافرین وقصرها: باب جواز الانصراف من الصلاة عن الیمین والشمال، نسائی (۳/۸۱) دارمی (۱/۳۱۲) ابن أبی شیبة (۱/۳۰٥) بیهقی (۲/۲۹٥)]

(٤) [شرح مسلم (۳/۲۳۸)]

(٥) [فتح الباری (۲/۲۰۹)]

(٦) [نیل الأوطار (۲/۱٥٥)]

(۷) [حسن: صحیح ترمذی (۲٤٦) کتاب الصلاة: باب ما جاء فی الإنصراف عن یمینه و عن شماله، صحیح أبو داود (۹۱۹) ترمذی (۳۰۱) أبو داود (۱۰٤۱) ابن ماجة (۹۲۹) ابن حبان (۱۹۹۸) بیهقی (۲/۲۹٥)]



دوسری فصل

فرض نمازیں کس پر لازم اور کس سے ساقط ہیں

غیر مکلف آدمی پر نماز فرض نہیں ہے

کیونکہ شریعت کے تمام احکامات صرف اسی پر نافذ ہوتے ہیں جو مکلف ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''تین آدمیوں کا گناہ نہیں لکھا جاتا ﴿عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يحتلم وعن المجنون حتى يعقل﴾ ''خوابیدہ شخص کا جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو جائے' بچے کا جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے' اور پاگل کا جب تک کہ وہ سمجھدار نہ ہو جائے۔''(۱)

یاد رہے کہ جب سونے والا بیدار ہوگا یا بھولنے والے کو یاد آئے گا تو ان پر متروکہ عبادت بجالانا ضروری ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے ﴿من نام عن صلاة أو نسيها فليصلها إذا ذكرها﴾ ''جب کوئی نماز کے وقت سویا رہ جائے یا اسے بھول جائے تو جب اسے یاد آئے نماز پڑھ لے۔''(۲)

اور جس حدیث میں بچوں کو بلوغت سے پہلے ہی نماز پڑھانے کا حکم دیا گیا ہے اس میں وجوب بچوں کے لیے نہیں ہے بلکہ والدین کے لیے ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کریں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے والدین کو حکم دیا کہ ﴿مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين﴾ ''اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ۔''(۳)

جو شخص اشارے سے بھی نماز پڑھنے سے عاجز ہو اس پر بھی فرض نہیں

مندرجہ ذیل دلائل اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں:

(1) ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ [التغابن: ١٦] ''حسب استطاعت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔''

(2) ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ٢٨٦] ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں نہیں ڈالتے۔''

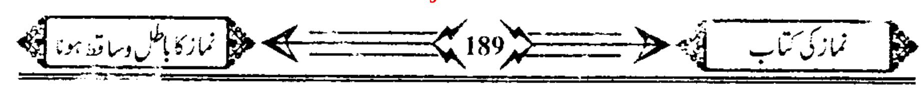
(3) ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا﴾ [البقرة: ٢٨٦] ''اے ہمارے رب! ہم پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہیں۔''

(4) حدیث نبوی ہے کہ ﴿إذا أمرتكم بأمر فاتوا منه ما استطعتم﴾ ''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جتنی تم میں

(۱) [صحيح: صحيح أبو داود (٣٦٩٨، ٣٦٩٩) كتاب الحدود: باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا' أحمد (١٠٠/٦) أبو داود (٤٣٩٨) نسائي (٣٤٣٢) ابن ماجة (٢٠٤١) دارمي (١٧١/٢)]

(۲) [بخاري (٥٩٧) أبو داود (٤٣٥)]

(۳) [حسن: صحيح أبو داود (٤٦٦) كتاب الصلاة: باب متى يؤمر الغلام بالصلاة' أبو داود (٤٩٥) حاكم (١٩٧/١)]



طاقت ہو اس پر عمل کر لو۔''(۱)

(5) یہ بات اصول میں بھی ثابت ہے کہ ((لا یجوز التکلیف بالمستحیل)) ''ناممکن کام کی تکلیف جائز نہیں ہے۔''(۲)

جس پر غشی طاری ہو جائے حتی کہ نماز کا وقت ختم ہو جائے

ایسے انسان پر نماز کا وجوب اس لیے نہیں ہے کیونکہ ایسی حالت میں وہ شخص مکلف ہی نہیں ہے کیونکہ مکلف وہی شخص ہو سکتا ہے جو سمجھ بوجھ رکھتا ہو جیسا کہ گذشتہ صحیح حدیث میں یہ بات گزری ہے ﴿رفع القلم عن ثلثة.....عن المجنون حتی یعقل﴾ ''تین آدمیوں کا گناہ نہیں لکھا جاتا..... پاگل کا جب تک کہ وہ عقلمند نہ ہو جائے۔''(۳) اور اصول میں بھی یہ بات ثابت ہے کہ صحتِ تکلیف کے لیے فہم شرط ہے۔(٤) اور وہ اس شخص سے مفقود ہے کیونکہ بے ہوش شخص کچھ بھی سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔

بیمار شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھے یا پھر بیٹھ کر یا پھر پہلو کے بل لیٹ کر

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس حالت میں) نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صل قائما فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلى جنب﴾ ''کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو۔''(٥)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ﴿فإن لم يستطع أن يصلي على جنبه الأيمن صلى مستلقيا رجلاه مما يلي القبلة﴾ ''اگر کوئی شخص اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو چت لیٹ کر اپنے قدم قبلہ رخ کرتے ہوئے نماز پڑھ لے۔''(٦)

اگر مریض ان صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ جیسے بھی پڑھ سکتا ہے پڑھ لے کیونکہ انسان اسی کام کا مکلف ہے جس کی اس میں طاقت ہے جیسا کہ ابھی پیچھے یہی ذکر گزرا ہے۔

(جمہور) پہلو پر لیٹنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دائیں پہلو پر لیٹے۔

(ابوحنیفہ) اس کا معنی یہ ہے کہ کمر پر لیٹ کر اپنے پاؤں قبلہ رخ کر لے۔(۷)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔(۸)

○ **"باب شروط الصلاۃ"** میں دوران نماز ممنوعہ افعال کا مزید بیان دیکھا جا سکتا ہے۔

---

(۱) [مسلم (۱۳۳۷) نسائی (۱۱۰/۵۔ ۱۱۱)]

(۲) [إرشاد الفحول (۳۰/۱) الإحکام للآمدی (۱۸۷/۱) المستصفی للغزالی (۷٤/۱) الوجیز (ص/۷۷)]

(۳) [**صحیح**: صحیح أبو داود (۳٦۹۸) أبو داود (٤۳۹۸)]

(٤) [الإحکام للآمدی (۱۳۸/۱) إرشاد الفحول (۳٥/۱) المستصفی (۱۸۳/۱)]

(٥) [بخاری (۱۱۱۷) کتاب الجمعة: باب إذا لم يطق قاعدا صلى على جنب' أبو داود (۹٥۲) ترمذی (۳۷۲) ابن ماجة (۱۲۲۳) ابن خزیمة (۹۷۹)]

(٦) [**ضعیف**: دارقطنی (۲۰۲) اس کی سند میں حسن بن حسین العرنی راوی ہے کہ جسے حافظ ابن حجرؒ نے متروک کہا ہے۔ [تلخیص الحبیر (٤۱۰/۱) امام نوویؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ [نیل الأوطار (٤٦۷/۲)]

(۷) [المجموع (۲۰٦/٤) حلیة العلماء (۲۲۱/۲) رد المختار (٥٦۹/۲) المبسوط (۲۱۳/۱)]

(۸) [نیل الأوطار (٤٦۸/۲)]



باب صلاة التطوع — نفل نماز کا بیان

لغوی وضاحت: بر سبیل وجوب نہیں بلکہ اپنی خوشی سے کوئی کام بجالانا تطوع کہلاتا ہے۔ یہ باب تَطَوَّعَ یَتَطَوَّعُ (تفعّل) سے مصدر ہے۔(۱)

قاموس میں اس کا یہ معنی مذکور ہے " النافلة "۔(۲)

شرعی تعریف: ایسی اطاعت وفرمانبرداری جو فرائض وواجبات کے علاوہ مشروع ہو۔(۳)

تطوع کے الفاظ

تطوع کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ بھی مستعمل ہیں:

مندوب، مستحب، نفل، سنت، احسان اور فضیلت وغیرہ۔(٤)

تطوع کا حکم

اس کا حکم یہ ہے کہ ((ما یمدح فاعله و لا یذم تارکه)) ''جس کے کرنے والے کی تو تعریف کی جاتی ہے (یعنی اسے اجر وثواب دیا جاتا ہے) لیکن اسے چھوڑنے والے کی مذمت نہیں کی جاتی (یعنی اسے گناہ نہیں ہوتا)۔''(٥)

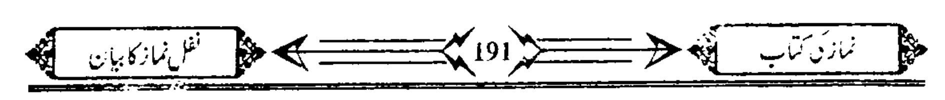
واضح رہے کہ اگرچہ نوافل وسنن کے چھوڑنے میں گناہ نہیں لیکن انہیں کلی طور پر چھوڑ دینا بھی جائز نہیں کیونکہ روزِ قیامت فرائض کی کمی نوافل سے پوری کی جائیگی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ﴿انظروا هل تجدون لعبدی من تطوع فتکملون به فریضته﴾ ''دیکھو! اگر تمہیں میرے بندے کی نفلی عبادت ملے تو اس کے ساتھ اس کے (ناقص) فرائض کو مکمل کر دو''۔(٦)

اور یہ بات اصول میں ثابت ہے کہ جو چیز فرائض کی تکمیل کے لیے لازم ہو اس کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جیسا کہ یہ قاعدہ ہے کہ ((مالا یتم الواجب إلا به فهو واجب)) ''جو چیز کسی واجب کی تکمیل کے لیے ناگزیر ہو وہ بھی واجب ہے۔''

مشروعیت

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا ''مانگ لو'' میں نے عرض کیا ﴿أسألك مرافقتك فی الجنة﴾ ''میں جنت میں آپ کی رفاقت کا طلبگار رہوں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کچھ اس کے علاوہ مزید بھی (مانگ لو)''۔ میں نے عرض کیا بس یہی مطلوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فأعنی علی نفسك بكثرة

(۱) [لسان العرب (۲٤۳/۸) الصحاح (۱۲٥٥/۳)]
(۲) [القاموس المحیط (ص/٦۷۰)]
(۳) [التعریفات (ص/٤۲) الفقه الإسلامی وأدلته (۱۰٥٥/۲) مغنی المحتاج (۲۱۹/۱)]
(٤) [إرشاد الفحول (۲۰/۱) البحر المحیط للزرکشی (۲۸٤/۱) الإحکام للآمدی (۱۱۱/۱) الوجیز (ص/۳۹)]
(٥) [إرشاد الفحول (۲۰/۱) المستصفی للغزالی (۷٥/۱) الموافقات للشاطبی (۱۰۹/۱)]
(٦) [صحیح: صحیح أبو داود (۷۷۱، ۷۷۰) أبو داود (۸٦٦) أحمد (۱۰۳/٤) ابن ماجة (۱٤۲٦) حاکم (۲٦۲/۱)]



السجود﴾ ''تو پھر اپنے مطلب کے حصول کے لیے کثرت سجود سے میری مدد کر۔''(۱)
امام صنعانی رقمطراز ہیں کہ سجدوں کی کثرت تب ہی ممکن ہے جب نماز کی کثرت ہو اور کثرت یا قلت صرف نفل نماز میں ہی ممکن ہے جبکہ فرائض میں کمی بیشی قطعاً ممنوع ہے۔(۲)

ظہر سے پہلے اور اس کے بعد چار چار رکعتیں

(1) حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿من صلى أربع ركعات قبل الظهر وأربعا بعدها حرمه الله على النار﴾ ''جو شخص ظہر سے پہلے چار اور اس کے بعد چار رکعتیں باقاعدگی سے ادا کرتا رہا اللہ تعالی نے اسے آتش جہنم پر حرام کر دیا''۔(۳)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور بعد میں دو رکعتیں اور عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور ﴿يفصل بين كل ركعتين بالتسليم﴾ ''ہر دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیر کر فاصلہ کرتے۔''(٤)

معلوم ہوا کہ ظہر اور عصر کے ساتھ پڑھی جانیوالی چار چار رکعتوں کو دو دو کر کے پڑھنا چاہیے لیکن مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر سے پہلے والی چار رکعتوں کو ایک سلام کے ساتھ ہی پڑھنا افضل ہے۔

(3) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ''ظہر سے پہلے (پڑھی جانیوالی) ایسی چار رکعتوں کے لیے جن میں سلام نہ ہو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں''۔(٥)

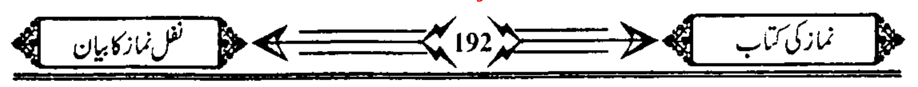
(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كان لا يدع أربعا قبل الظهر وركعتين قبل الغداة﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔''(٦)

عصر سے پہلے چار رکعتیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿رحم الله امرأ صلى قبل العصر أربعا﴾ ''اللہ تعالی اس شخص پر رحم فرمائیں جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں۔''(۷)

ان چار رکعات کو دو دو کر کے پڑھنا بھی درست ہے جیسا کہ گذشتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہی بات بیان کی گئی ہے۔

(۱) [مسلم (٤٨٩) كتاب الصلاة: باب فضل السجود والحث عليه' أبو داود (١٣٢٠) نسائي (١١٣٨) بيهقي (٤٨٦/٢)]
(۲) [سبل السلام (٥١٢/٢)]
(۳) [صحيح: صحيح أبو داود (١١٣٠) كتاب الصلاة: باب الأربع قبل الظهر وبعدها' أحمد (٣٢٦/٦) أبو داود (١٢٦٩) ترمذي (٤٢٨) نسائي (٢٠٤/٢) ابن ماجة (١١٦٠) حاكم (٣١٢/١) شرح السنة (٤٦٤/٣)]
(٤) [صحيح: صحيح ترمذي (٤٨٩) كتاب الصلاة: باب ماجاء في الأربع قبل العصر' ترمذي (٤٢٩) ابن ماجة (١١٦١) نسائي (١١٩/٢)]
(٥) [حسن: صحيح أبو داود (١١٣١) أبو داود (١٢٧٠)]
(٦) [بخاري (١١٨٢)]
(٧) [حسن: صحيح أبو داود (١١٣٢) كتاب الصلاة: باب الصلاة قبل العصر' أبو داود (١٢٧١) ترمذي (٤٣٠) أحمد (١١٧/٢) ابن خزيمة (١١٩٣) ابن حبان (٢٤٥٣) بيهقي (٤٧٣/٢) شرح السنة (٤٣٧/٢)]



مغرب کے بعد دو رکعتیں

(1) صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿ور کعتین بعد المغرب﴾ ''اور مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھنا (مستحب ہے)۔''(۱)

(2) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مسجد میں نمازِ مغرب پڑھائی پھر فرمایا ﴿ارکعوا هاتين الركعتين في بيوتكم﴾ ''ان دونوں رکعتوں (یعنی سنتوں) کو اپنے گھروں میں ادا کرو۔''(۲)

○ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا کہ نوافل اور سنتوں کو گھر میں ہی ادا فرماتے اور صحابہ کو بھی اس کی تلقین فرماتے جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فصلوا أيها الناس في بيوتكم فان أفضل صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة﴾ ''اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ بلا شبہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی بہترین نماز وہی ہے جو اس نے گھر میں ادا کی۔''(۳)

مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا مشروع ہے

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿بين كل آذانين صلاة﴾ ''ہر دو آذانوں (یعنی آذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے۔'' تیسری مرتبہ یہی بات کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لمن شآء﴾ ''جو شخص چاہے یہ نوافل پڑھ لے۔''(٤)

(2) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صلوا قبل المغرب ' صلوا قبل المغرب﴾ ''مغرب سے پہلے نماز پڑھو' مغرب سے پہلے نماز پڑھو۔'' پھر تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لمن شآء كراهية أن يتخذها الناس سنة﴾ ''یہ حکم صرف اس کے لیے ہے جو پڑھنا چاہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس اندیشے کے پیش نظر فرمائی کہ کہیں لوگ اسے سنت (لازمہ) نہ بنا لیں۔''(٥)

(3) صحیح ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ صلى قبل المغرب ركعتين﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں ادا فرمائیں۔''(٦)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم غروب آفتاب کے بعد دو رکعتیں ادا کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیکھ رہے ہوتے ﴿فلم يأمرنا ولم ينهنا﴾ ''نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس کا حکم دیتے اور نہ ہی اس سے منع فرماتے۔''(۷)

(۱) [بخاری (۱۱۸۰) مسلم (۷۲۹)]

(۲) [حسن: صحیح ابن ماجة (۹٥٦) کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها: باب ماجاء في ركعتين بعد المغرب ' ابن ماجة (۱۱٦٥) التعليق على ابن خزيمة (۱۲۰۰)]

(۳) [بخاری (۷۳۱) کتاب الأذان: باب صلاة الليل' مسلم (۷۸۱) أبو داود (۱٤٤۷) نسائی (۱۹۸/۳)]

(٤) [بخاری (٦۲۷) کتاب الأذان: باب بين كل أذانين صلاة لمن شاء' مسلم (۸۳۸) أبو داود (۱۲۸۳) ترمذی (۱۸٥)]

(٥) [بخاری (۱۱۸۳ ' ۷۳٦۸) کتاب الجمعة: باب الصلاة قبل المغرب ' ابن خزيمة (۱۲۸۹) أبو داود (۱۲۸۱) دارقطنی (۲٦٥/۱) شرح السنة (۸۹٤) بيهقي (٤۷٤/۲)]

(٦) [الإحسان لابن حبان (۱٥۸٦)]

(۷) [مسلم (۸۳٦) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب استحباب ركعتين قبل صلاة المغرب]



دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر سے پہلے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿حفظت من النبی ﷺ عشر رکعات﴾ ''مجھے نبی ﷺ کی دس رکعتیں یاد ہیں۔ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد، مغرب کے بعد دو رکعتیں اپنے گھر میں، عشاء کی فرض نماز کے بعد دو رکعتیں گھر میں اور دو رکعتیں صبح سے پہلے (یعنی نماز فجر سے پہلے)۔''(۱)

(2) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من صلی اثنتي عشرة ركعة في يوم وليلة بني له بهن بيت في الجنة﴾ ''جو شخص شب و روز میں بارہ رکعت نوافل پڑھے اس کے لیے ان کے بدلے جنت میں گھر تعمیر کیا جائے گا۔''(۲)

جامع ترمذی میں اسی کی مثل روایت مروی ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ چار رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت اس کے بعد میں، دو رکعت نماز مغرب کے بعد، دو رکعت نماز عشاء کے بعد اور دو رکعت صبح کی نماز سے پہلے۔''(۳)

ان رکعتوں کو ہی سنن رواتب یا سنن مؤکدہ کہا جاتا ہے اور یہ واجب نہیں ہیں۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

عشاء کے بعد نبی ﷺ سے چار رکعتیں پڑھنا بھی ثابت ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿فصلى رسول الله العشاء ثم جاء (إلى بيته) فصلى أربع ركعات ثم نام﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر گھر کی طرف چلے گئے اور چار رکعات ادا کرنے کے بعد سو گئے۔''(٥)

(ابن قیم) آپ ﷺ شب و روز میں چالیس رکعتوں پر محافظت فرماتے۔ سترہ فرائض، بارہ وہ رکعتیں جنہیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور قیام اللیل کی دس رکعتیں۔(٦)

فجر کی سنتوں کی اہمیت

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نوافل میں سب سے زیادہ اہتمام فجر کی سنتوں کا رکھتے تھے۔''(۷)

(2) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها﴾ ''نماز فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔''(۸)

(۱) [بخاری (۹۳۷) كتاب الجمعة : باب الصلاة بعد الجمعة و قبلها، مسلم (۷۲۹) مؤطا (۱۶۶/۱) أبو داود (۱۲۵۲) نسائی (۸۷۳) ترمذی (٤٣٣) شرح السنة (٤٤٤/٣)]

(۲) [مسلم (۷۲۸) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل السنن الراتبة، أبو داود (۱۲۵۰) أحمد (۳۲۷/٦) دارمی (۳۳۵/۱) أبو عوانة (۲٦١/٢) طيالسی (۱۵۹۱) ابن خزيمة (۱۱۸۵) ابن حبان (۲٤٥١) ابن ماجة (١١٤١)]

(۳) [صحيح : صحيح ترمذی (۳۳۸، ۳۳۹) ترمذی (٤١٥)]

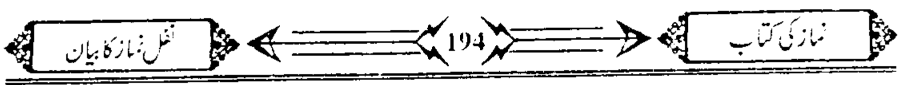
(٤) [فتح الباری (٣٦٧/٣)]

(٥) [بخاری (٦٩٧) كتاب الأذان : باب يقوم عن يمين الإمام، أبو داود (١٣٥٧) نسائی (٨٧/٢) أحمد (٢١٥/١)]

(٦) [زاد المعاد (٣٢٧/١)]

(۷) [بخاری (۱۱٦٩) مسلم (۷۲٤) أبو داود (١٢٥٤) نسائی (٢٥٢/٣)]

(۸) [مسلم (۷۲٥) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب استحباب ركعتي سنة الفجر والحث عليهما، ترمذی (٤١٤) نسائی (٢٥٢/٣) بیہقی (٤٧٠/٢)]



اگر کوئی فجر کی جماعت سے پہلے سنتیں نہ پڑھ سکے......

تو فرائض سے فارغ ہونے کے بعد یہ سنتیں پڑھی جا سکتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو جماعت کے بعد یہ دو سنتیں پڑھنے کی اجازت دی۔(۱)

اگر کوئی یہ سنتیں طلوعِ آفتاب تک نہ پڑھ سکے......

تو طلوعِ آفتاب کے بعد بھی یہ سنتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔(۲)

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس﴾ ''جس نے فجر کی دو سنتیں نہ پڑھیں وہ سورج طلوع ہونے کے بعد یہ دو رکعتیں پڑھ لے۔''(۳)

فجر کی سنتیں زیادہ طویل نہیں پڑھنی چاہییں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''نبی ﷺ نمازِ فجر سے پہلے دو سنتیں اس قدر خفیف پڑھتے کہ میں کہتی کیا آپ ﷺ نے صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھی ہے؟۔''(٤)

فجر کی سنتوں میں قراءتِ قرآن

نبی ﷺ فجر کی سنتوں میں سے پہلی رکعت میں '' قُلْ يٰأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' اور دوسری رکعت میں '' قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ'' پڑھتے تھے۔(۵)

فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب فجر کی دو رکعتیں پڑھ لیتے تو ﴿اضطجع علی شقه الأیمن﴾ ''اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔''(٦)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا صلی أحدکم رکعتی الفجر فلیضطجع علی یمینه﴾ ''جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعتیں (یعنی سنتیں) پڑھ لے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹے۔''(۷)

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی (۳٤٦) کتاب الصلاة : باب ما جاء فیمن یفوته الرکعتان قبل الفجر.... ترمذی (٤۲۲) أحمد (٤٤۷/۵) أبو داود (۱۲٦۷) ابن خزیمة (۱۱۱٦)]

(۲) [نیل الأوطار (۲۲۹/۲)]

(۳) [صحیح : صحیح ترمذی (۳٤۷) کتاب الصلاة : باب ما جاء فی إعادتهما بعد طلوع الشمس' الصحیحة (۲۳٦۱) ترمذی (٤۲۳) ابن خزیمة (۱۱۱۷) ابن حبان (۲٤۷۲) حاکم (۲۷٤/۱) بیهقی (٤۸٤/۲)]

(٤) [مسلم (۷۲۵) کتاب صلاة المسافرین و قصرها : باب استحباب رکعتی الفجر ' بخاری (۱۹۷) أبو داود (۱۲۵۵) نسائی (۹٤٦)]

(۵) [مسلم (۷۲٦) أیضا ' أبو داود (۱۲۵٦) نسائی (۱۵٦/۲) ابن ماجة (۱۱٤۸)]

(٦) [بخاری (٦۲٦) کتاب الأذان : باب من انتظر الإقامة ' مسلم (۷۳٦) أبو داود (۱۳۳۰) ترمذی (٤٤۰) دارمی (۳۳۷/۱) ابن حبان (۲٤٦۷)]

(۷) [صحیح : صحیح ترمذی (۳٤٤) کتاب الصلاة : باب ما جاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر ' صحیح أبو داود (۱۱٤٦) المشکاة (۱۲۰٦) أحمد (٤۱۵/۲) ابن حبان (۲٤٦۸) بیهقی (٤۵/۳) أبو داود (۱۲٦۱) ابن خزیمة (۱۱۲۰)]

(ابن قیم) امام عبدالرزاق نے مصنف میں معمر، ایوب اور امام ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فجر کی رکعتوں کے بعد لیٹتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے۔(۱)

علاوہ ازیں متعدد علماء کا یہی موقف ہے کہ یہ عمل مستحب ہے۔(۲) لیکن آج اکثر و بیشتر مقامات پر اس سنت کو چھوڑ دیا گیا ہے کہ جسے دوبارہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

چاشت کی نماز

یہ وہ نماز ہے کہ جو طلوع آفتاب کے بعد ادا کی جاتی ہے نیز اس کو نماز اشراق اور صلاۃ الاوابین بھی کہتے ہیں۔

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے خلیل (نبی ﷺ) نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی: ہر ماہ تین دنوں کے روزے رکھنا ﴿و رکعتي الضحی﴾ "چاشت کی دو رکعتیں پڑھنا" اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لینا۔"(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "نماز چاشت کی حفاظت بہت زیادہ رجوع کرنے والا شخص (یعنی أواب) ہی کرتا ہے اور یہی "صلاۃ الأوابین" ہے۔"(۴)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! دن کی ابتدا میں چار رکعتیں پڑھو میں تمہیں دن کی انتہاء میں کافی ہو جاؤں گا۔(۵)

(4) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "تم میں سے ہر ایک کے تمام جوڑوں پر صبح صدقہ کرنا لازم ہوتا ہے۔ پس ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے، ہر تہلیل صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، اچھی بات کا حکم اور برائی سے روکنا صدقہ ہے ﴿و یجزئ من ذلك ركعتان يركعهما من الضحى﴾ "ان تمام صدقوں سے نماز چاشت کی دو رکعتیں کفایت کر جاتی ہیں۔"(۶)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے تین سو ساٹھ (360) جوڑ ہیں اور ہر جوڑ پر صدقہ ہے اور نماز چاشت کی دو رکعتیں ان تمام صدقوں سے کفایت کر جاتی ہیں۔(۷)

یہ تمام احادیث "صلاۃ الضحی" یعنی نماز چاشت کی مشروعیت کا واضح ثبوت ہیں۔

(ابن قیم) اس نماز کے حکم میں چھ اقوال ہیں:

(1) یہ نماز مستحب ہے۔ (2) بغیر کسی سبب کے مشروع نہیں۔ (3) اصلاً مستحب ہے ہی نہیں۔

---

(۱) [زاد المعاد (۳۱۹/۱)]

(۲) [تفصیل کے لیے دیکھیے: تحفۃ الأحوذی (۴۹۴/۲) نیل الأوطار (۵۳/۳)]

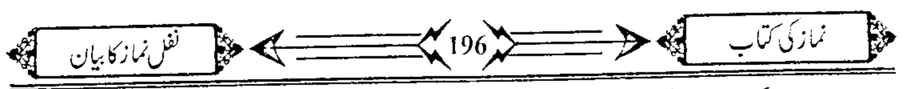
(۳) [بخاری (۱۹۸۱) كتاب الصوم: باب صيام أيام البيض ثلاث عشرة و أربع عشرة، مسلم (۷۲۱) أبو داود (۱۴۳۲) ترمذی (۷۶۰) نسائی (۱۶۷۷)]

(۴) [صحيح: الصحيحة (۱۹۹۴) ابن خزيمة (۱۲۲۴) حاكم (۳۱۴/۱)]

(۵) [صحيح: صحيح ترمذی (۱۱۴۶) كتاب الصلاة: باب ما جاء في صلاة الضحى، ترمذی (۴۷۵) أبو داود (۱۲۸۹) أحمد (۲۸۶/۵) ابن حبان (۲۵۳۳) دارمی (۳۳۸/۱)]

(۶) [مسلم (۷۲۰) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب استحباب صلاة الضحى، أبو داود (۱۲۸۶) أحمد (۱۶۷/۵)]

(۷) [مسلم (۱۰۰۷)]



(4) اسے کبھی پڑھنا اور کبھی نہ پڑھنا مستحب ہے۔ (5) گھروں میں دائمی طور پر اسے پڑھنا مستحب ہے۔
(6) یہ بدعت ہے۔(۱)

نماز چاشت کا وقت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿صلاة الأوابين حين ترمض الفصال﴾ ''اوابین کی نماز (یعنی نمازِ چاشت) اس وقت ہے جب شدتِ گرمی کی وجہ سے اونٹ کے پاؤں جلتے ہیں۔''(۲)

یاد رہے کہ نمازِ چاشت کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر دوپہر زوال سے پہلے تک ہے۔

نماز چاشت کی رکعتوں کی تعداد

(1) اس نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں جیسا کہ پیچھے حدیث میں یہی بات گزری ہے۔(۳)

(2) چار رکعتیں پڑھنا بھی ثابت ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے۔(٤)

(3) آٹھ رکعتیں پڑھنا بھی مشروع ہے جیسا کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے۔(٥)

(4) جس روایت میں ہے کہ ''جس شخص نے نماز چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں محل بنایا جائے گا' وہ ضعیف ہے۔(٦)

رات کی نماز یعنی تہجد اور تراویح وغیرہ

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا﴾ [المزمل : ٦] ''بلاشبہ رات کا اٹھنا دل جمعی کے لیے انتہائی مناسب ہے اور بات کو بہت درست کر دینے والا ہے۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل﴾ ''فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔''(۷)

(3) حدیث نبوی ہے کہ ﴿صلوا بالليل والناس نيام﴾ ''رات کو اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں۔''(۸)

---

(۱) [زاد المعاد (۳۵۲/۱-۳۵۵)]

(۲) [مسلم (۷٤۷) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب صلاة الأوابين ' بيهقي (٤٩/٣) ابن خزيمة (۱۲۲۷)]

(۳) [بخاری (۱۹۸۱)]

(٤) [مسلم (۷۱۹) ابن ماجة (۱۳۸۱) طیالسی (۱۵۷۱) عبدالرزاق (٤٨٥٣) أبو عوانة (٢٦٧/٢)]

(٥) [بخاری (۳۵۷) كتاب الصلاة : باب الصلاة في الثوب الواحد ملتحفا به ' مسلم (۳۳٦) أبو داود (۱۲۹۰) نسائی (۱۲٦/۱) ترمذی (۲۷۳٤) ابن ماجة (۱۳۷۹)]

(٦) [ضعيف : ضعيف ترمذی (۷۰) كتاب الصلاة : باب ما جاء في صلاة الضحى ' ترمذی (٤٧٣)] حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (۲۰/۲) شیخ محمد صبحی حلاق نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (٦٢/٣)]

(۷) [مسلم (۱۱٦۳) كتاب الصيام : باب فضل صوم المحرم ' ابن ماجة (۱۷٤۲) أبو داود (۲٤۲۹) ترمذی (٤٣٧) نسائی (۲۰٦/۳) أبو عوانة (۲۹۰/۲) أحمد (۳۰۳/۲)]

(۸) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲٦۳۰) ترمذی (۲٤۸٥) كتاب صفة القيامة : باب منه ' ابن ماجة (۳۲۵۱)]



(4) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿عليكم بقيام الليل فإنه دأب الصالحين قبلكم ، وهو قربة لكم إلى ربكم ، مكفرة للسيئات ، منهاة عن الإثم﴾ ''تہجد پڑھا کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے' تمہارے لیے اللہ کے قرب کا سبب ہے' برائیوں سے دور ہونے کا ذریعہ ہے اور گناہوں سے باز رکھنے والا عمل ہے۔'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(١)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنی دیر قیام فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سوج گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اتنی دیر کیوں قیام فرماتے ہیں حالانکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گذشتہ وآئندہ تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أفلا أحب أن أكون عبدا شكورا﴾ ''کیا پس میں پھر شکر گزار بندہ بننے کی خواہش و رغبت نہ کروں؟۔''(٢)

(6) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا ﴿كان يقوم من الليل فترك قيام الليل﴾ ''وہ قیام اللیل (یعنی تہجد) کیا کرتا تھا پھر اس نے قیام اللیل چھوڑ دیا۔''(٣)

(امیر صنعانیؒ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیام اللیل پر مداومت مستحب ہے۔(٤)

(7) قیام اللیل کے لیے اٹھنا اور پھر اللہ تعالیٰ سے اس وقت دعائیں اور مناجات کرنا اس لیے بھی بہت بہتر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ رات کے پچھلے پہر آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ﴿أنا الملك من ذا الذي يدعوني فأستجيب له ، من ذا الذي يسألني فأعطيه ، من ذا الذي يستغفرني فأغفر له ، فلا يزال كذلك حتى يضيئ الفجر﴾ ''میں بادشاہ ہوں جو مجھے پکارے گا میں اس کی دعا کو قبول کروں گا' جو مجھ سے مانگے گا میں اسے عطا کروں گا' جو مجھ سے بخشش طلب کرے گا میں اسے بخشش دوں گا' اور اللہ تعالیٰ فجر روشن ہونے تک اسی طرح رہتے ہیں۔(٥)

رات کی نماز کی زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعتیں ہیں

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله ﷺ يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت نماز ادا فرماتے'' ان میں پانچ وتر ہوتے تھے اور ان پانچ وتروں میں تشہد کے لیے صرف آخری رکعت میں بیٹھتے۔''(٦)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ رکعت قیام اللیل بھی ثابت ہے بلکہ اکثر اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک ﴿إحدى عشرة ركعة﴾

---

(١) [حسن : إرواء الغليل (١٩٩/٢) ' (٤٥٢) بيهقي (٥٠٢/٢) ابن خزيمة (١١٣٥) ترمذي (٣٥٤٩) بيهقي (٥٠٢/٢)]

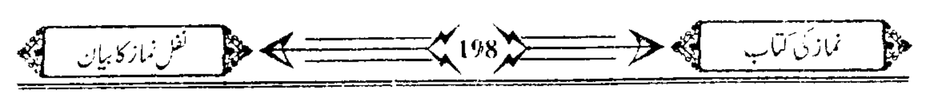
(٢) [بخاري (٤٨٣٧) كتاب تفسير القرآن : باب ليغفر لك الله ما تقدم ' مسلم (٢٨٢٠)]

(٣) [بخاري (١١٥٢) مسلم (١١٥٩) نسائي (١٧٦٣) ابن خزيمة (١١٢٩)]

(٤) [سبل السلام (٥٤٠/٢)]

(٥) [بخاري (١١٤٥) مسلم (٧٥٨) أبو داود (١٣١٥) ابن ماجه (١٣٦٦) ابن حبان (٩٢٠) بيهقي (٣/٢)]

(٦) [مسلم (٧٣٧) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب صلاة الليل ' أحمد (٢٣٠/٦) دارمي (٣٧١/١) أبو داود (١٣٣٨) ترمذي (٤٥٩) نسائي (٢٤٠/٣) بيهقي (٢٧/٣)]



''گیارہ رکعت نماز پڑھتے تھے۔''...... آپ ﷺ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے۔(۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رات کو آپ ﷺ دس رکعتیں پڑھتے تھے اور ان کے بعد ایک وتر پڑھتے اور اس کے بعد فجر کی دو رکعتیں ادا فرماتے ﴿فتلك ثلاث عشرة ركعة﴾ ''یہ سب ملا کر کل تیرہ رکعتیں ہوئیں۔''(۲)

رات کی نماز دو دو رکعتیں ہے

(1) جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ﴿يسلم بين كل ركعتين﴾ ''آپ ﷺ تہجد پڑھتے ہوئے ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے۔''(۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿صلاة الليل مثنى مثنى﴾ ''رات کی نماز دو دو رکعت کی صورت میں پڑھی جائے۔''(٤)

قیام اللیل میں طویل سجدہ کرنا مستحب ہے

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے پچاس آیتوں کی تلاوت کے برابر سجدہ کرنا منقول ہے۔(٥)

تہجد کی رکعات میں طویل قیام کرنا مستحب ہے

جیسا کہ یہ بات ثابت ہے کہ نبی ﷺ ان رکعتوں میں طویل قیام فرماتے اور انہیں خوب اچھی طرح ادا کرتے۔(٦)

قیام اللیل میں سری اور جہری دونوں طرح قراءت درست ہے

دونوں طرح نبی ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿ربما أسر وربما جهر﴾ ''بعض اوقات آپ ﷺ سری قراءت فرماتے اور بعض اوقات جہری قراءت فرماتے۔''(۷)

تہجد کا وقت

تہجد کا وقت عشاء کے بعد سے فجر تک ہے۔(۸)

البتہ افضل رات کا آخری وقت ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿فإن صلاة آخر

(۱) [مسلم (۷۳٦) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي' بخاری (٦٢٦) مؤطا (۱۲۰/۱) أحمد (۳٥/٦) أبو داود (۱۳۳٥) ترمذی (٤٤٠) نسائی (۲۳٤/۳) شرح معانی الآثار (۲۸۳/۱)]

(۲) [مسلم (۷۳۸) أيضا' بخاری (۱۱٤٠)]

(۳) [مسلم (۷۳٦)]

(٤) [بخاری (۹۹۰) كتاب الجمعة : باب ما جاء في الوتر' مسلم (۷٤۹) أبو داود (۱۳۲٦) ترمذی (٤۳۷) نسائی (۲۲۷/۳) ابن ماجة (۱۳۲۰) أحمد (٥/۲) مؤطا (۱۲۳/۱) دارقطنی (٤۱۷/۱) ابن خزيمة (۱۲۱۰)]

(٥) [بخاری (۱۱۲۳) كتاب التهجد : باب طول السجود في قيام الليل]

(٦) [بخاری (۱۱۳٥' ۱۱٤۷) كتاب التهجد : باب طول القيام في صلاة الليل]

(۷) [**صحيح** : صحيح أبو دود (۱۲۷٤) كتاب الصلاة : باب في وقت الوتر' أبو داود (۱٤۳۷) نسائی (۹۹/۱) ترمذی (۲۹۲٤) ابن خزيمة (۲٥۹)]

(۸) [مسلم (۷۳٦) بخاری (٦۲٦)]



اللیل مشھودۃ وذلک أفضل ﴾ ''بلاشبہ رات کے آخری حصے کی نماز میں (فرشتوں کو) حاضر کیا جاتا ہے اور وہی افضل ہے۔'' (۱)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

قیام اللیل کی ثابت رکعات سے تجاوز درست نہیں

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے کہ تین آدمیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت سے تجاوز کرنے کی کوشش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ﴿ فمن رغب عن سنتی فلیس منی ﴾ ''جو میری سنت سے بے رغبتی اختیار کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔'' (۳)

○ قیام اللیل' نماز تہجد اور نماز تراویح ایک ہی چیز ہے۔ مزید تفصیل آگے متفرقات میں آئے گی۔

ان رکعات کے آخر میں ایک رکعت وتر ہے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الوتر رکعة من آخر اللیل ﴾ ''وتر رات کے آخر میں ایک رکعت ہے۔'' (٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ و یوتر بواحدۃ ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وتر پڑھتے تھے۔'' (٥)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فإذا خفت الصبح فأوتر بواحدۃ ﴾ ''جب تمہیں صبح ہونے کا خدشہ ہو تو ایک وتر پڑھ لو۔'' (٦)

وتروں کی تعداد

علاوہ ازیں نو' سات' پانچ اور تین رکعت وتر پڑھنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے البتہ ان میں سے صرف نو رکعت وتر پڑھتے ہوئے دو تشہد ہوں گے جن میں سے پہلا آٹھ رکعتوں کے بعد ہوگا اور دوسرا آخری رکعت کے بعد اور باقی وتروں میں صرف آخری رکعت میں ہی تشہد کے لیے بیٹھا جائے گا۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رات کو وتر کی) نو رکعتیں ادا کیں۔ ان میں صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھے...... پھر نویں رکعت پڑھ کر سلام پھیرا۔'' (۷)

(2) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ کان رسول اللہ یوتر بسبع أو بخمس لا یفصل بینھن بتسلیم

(۱) [مسلم (۷۵۵) کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا : باب من خاف أن لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر أوله ' أحمد (۳/۳۱۵) ترمذی (٤٥٥) ابن ماجة (۱۱۸۷) ابن خزیمة (۱۰۸٦)]

(۲) [المحلی بالآثار (۹۱/۲)]

(۳) [بخاری (۵۰٦۳) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح ' مسلم (۲٤۸۷) أحمد (٦۱۸۸) دارمی (۲۰۷۵)]

(٤) [مسلم (۷۵۲ ' ۷۵۳) کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا : باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی ' أحمد (۳۱۱۳۱) نسائی (٤۳۹/۱)]

(٥) [مسلم (۷۳٦) أیضا ' بخاری (٦۲٦) أبو داود (۱۳۳٥)]

(٦) [بخاری (۱۱۳۷) مسلم (۷٤۹) موطا (۱۲۳/۱) أبو داود (۱۳۲٦) ترمذی (٤۳۷)]

(۷) [مسلم (۷٤٦) کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا : باب جامع صلاۃ اللیل ' أبو داود (۱۳٤۲) نسائی (۲٤۰/۳) بیھقی (۳۰/۳)]



ولا کلام ﷺ "رسول اللہ سات یا پانچ وتر پڑھتے تو ان کے درمیان سلام یا کلام کے ساتھ فاصلہ نہیں کرتے تھے۔"(۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "آپ ﷺ پانچ وتر پڑھتے اور ان میں صرف آخری رکعت میں بیٹھتے تھے۔"(۲)

(4) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الوتر حق على كل مسلم فمن أحب أن يوتر بخمس فليفعل ومن أحب أن يوتر بثلاث فليفعل ومن أحب أن يوتر بواحدة فليفعل﴾ "وتر ہر مسلمان پر حق ہے۔ جسے پانچ وتر پڑھنا پسند ہو وہ ایسا کر لے جسے تین وتر پڑھنا پسند ہو وہ اس طرح کر لے اور جسے ایک وتر پڑھنا پسند ہو تو وہ بھی ایسا کر لے۔"(۳)

(5) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لا توتروا بثلاث ...... ولا تشبهوا بصلاة المغرب﴾ "تین رکعت وتر نہ پڑھو ...... اور مغرب کی نماز سے مشابہت نہ کرو۔"(٤)

(ابن حجرؒ) ممانعت کو ایسی تین رکعت نماز پر محمول کیا جائیگا جس میں دو تشہد ہوں اور بلاشبہ سلف نے اسی طرح کیا ہے یعنی ایک تشہد کے ساتھ ہی وتر پڑھتے ہیں۔(٥)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) رکعاتِ وتر کی جتنی تعداد مختلف احادیث سے ثابت ہے ان میں سے کسی کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

(احناف) تین وتر سے نہ کم درست ہے اور نہ ہی زیادہ۔(۷)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے جس پر تمام گذشتہ احادیث شاہد ہیں۔(۸)

وتر کا حکم

اس کے حکم میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ) وتر واجب نہیں ہے بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔

(ابوحنیفہؒ) وتر واجب ہے (امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ وتر فرض ہے)۔(۹)

---

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۹۸۰) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب ماجاء في الوتر بثلاث وخمس وسبع وتسع ابن ماجة (۱۱۹۲) أحمد (۲۳۹/۳) نسائي (۲۳۹/۳)]

(۲) [مسلم (۷۳۷) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ' دارمي (۳۷۱/۱) أبو داود (۱۳۳۸) ترمذي (٤٥۹)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۲٦۰) كتاب الصلاة : باب كم الوتر' أبو داود (۱٤۲۲) ابن ماجة (۱۱۹۰) نسائي (۲۳۸/۳) أحمد (٤۱۸/٥) دارمي (۳۷۱/۱)]

(٤) [دار قطني (۲٤/۲) شرح معاني الآثار (۲۹۲/۱) بيهقي (۳۱/۳) حاكم (۳۰٤/۱) امام حاکمؒ نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام دارقطنیؒ نے اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔]

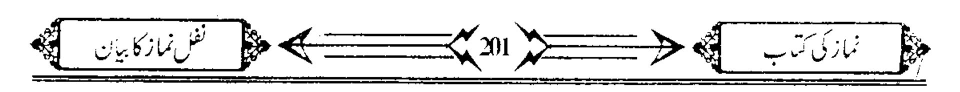
(٥) [فتح الباري (٥٥۸/۲ ـ ٥٥۹)]

(٦) [تحفه الأحوذي (٥٦۷/۲)]

(۷) [نيل الأوطار (۲۳۰/۲) الأم (۲٥۹/۱) المبسوط (۱٥٦/۱) المغني (٥۷۸/۲) بداية المجتهد (۱٥۷/۱)]

(۸) [تحفة الأحوذي (٥٦٥/۲)]

(۹) [الأم (۲٥۷/۱) بدائع الصنائع (۲۷۰/۱) المغني (٥۷۸/۲) الهداية (٦٥/۱) نيل الأوطار (۲۳۸/۲)]



(راجح) وتر سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں ہے۔
(شوکانیؒ) عدم وجوب کے قائل ہیں۔(۱)
(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)
(ابن قدامہؒ) وتر سنت موکدہ ہے۔(۳)
(ابن حزمؒ) وتر فرض نہیں۔(٤)
(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)
(صدیق حسن خانؒ) وتر سنت مؤکدہ ہے۔(٦)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿لیس الوتر بحتم كهيئة المكتوبة ولكن سنة سنها رسول الله ﷺ﴾ ''وتر فرضوں کی طرح حتمی ولازمی نہیں ہے بلکہ سنت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہے۔''(۷)

(2) جس حدیث میں ہے ﴿الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا﴾ ''وتر حق ہے لہٰذا جس نے وتر نہ پڑھا وہ ہم میں سے نہیں۔'' وہ ضعیف ہے۔(۸)

وتر کا وقت

وتر کا وقت عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الوتر ما بين صلاة العشاء إلى طلوع الفجر﴾ ''وتر (کا وقت) نماز عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔''(۹)

(۱) [نيل الأوطار (۲۳۸/۲)]
(۲) [تحفة الأحوذي (٥٥٤/۲)]
(۳) [المغني (٥٩٥/۲)]
(٤) [المحلى بالآثار (۹۲/۲)]
(٥) [سبل السلام (٥۲۹/۲)]
(٦) [الروضة الندية (۳۰۰/۱)]
(۷) [صحيح : صحيح الترغيب (٥۹۰) ترمذی (٤٥۳، ٤٥٤) كتاب الصلاة : باب ما جاء أن الوتر ليس بحتم، نسائی (۲۲۸/۳) أبو داود (۱٤۱٦) ابن ماجة (۱۱٦۹) ابن خزيمة (۱۰٦۷)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۲۸/۳)]
(۸) [ضعيف : إرواء الغليل (٤۱۷) أبو داود (۱٤۱۹) كتاب الصلاة : باب فيمن لم يوتر، أحمد (۳٥۷/٥) حاكم (۳۰٥/۱) بيهقي (٤۷۰/۲)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [تلخيص الحبير (۲۰/۲)] امام زیلعیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [نصب الراية (۱۱۲/۲)]
(۹) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۹۸٥) إرواء الغليل (٤۲۳) الصحيحة (۱۰۸) أبو داود (۱٤۱۸) كتاب الصلاة : باب استحباب الوتر، ترمذی (٤٥۲) ابن ماجة (۱۱٦۸)] اس حدیث کی مزید اسناد اور شواہد دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیے۔ [نصب الراية (۱۰۹/۲) تلخيص الحبير (۱٦/۲) إرواء الغليل (۱٥۸/۲)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۳۹/۳)]

(2) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أوتروا قبل أن تصبحوا﴾ "صبح سے پہلے وتر پڑھو۔" (١)
جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری اوقات میں بیدار نہیں ہو سکے گا اسے چاہیے کہ وہ وتر پڑھ کر سوئے لیکن اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو رات کے آخری حصے میں ہی وتر پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أيكم خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر ثم ليرقد......﴾ "تم میں سے جسے یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں نہیں اٹھ سکے گا تو وہ وتر پڑھ لے، پھر سو جائے۔" (٢)

وتر کی قضاء

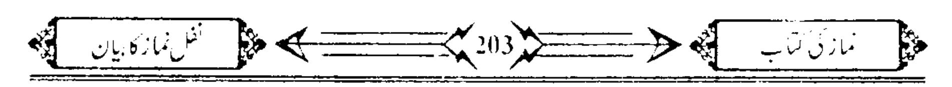
(1) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من نام عن الوتر أو نسيه فليصل إذا ذكر وإذا استيقظ﴾ "جو شخص وتر کے وقت سویا رہ جائے یا اسے وتر پڑھنا بھول جائے تو جب اسے یاد آئے یا جب وہ بیدار ہو اسی وقت پڑھ لے۔" (٣)
(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿من نام عن وتره فليصل إذا أصبح﴾ "جو شخص وتر کے وقت سویا رہ جائے جب صبح ہو تو وہ وتر پڑھ لے۔" (٤)
(3) علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ﴿إذا منعه من قيام الليل نوم أو وجع صلى من النهار اثنتي عشرة ركعة﴾ "جب نیند یا کوئی تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام اللیل سے رکاوٹ بن جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں بارہ رکعتیں ادا فرما لیتے تھے۔" (٥)
جمہور، صحابہ، تابعین اور آئمہ کے نزدیک وتر کی قضاء مستحب ہے۔ (٦) لیکن انہوں نے قضاء کے وقت میں اختلاف کیا ہے۔
(شافعیؒ) جب بھی یاد آئے وتر پڑھ لے حتی کہ صبح کے فوراً بعد بھی درست ہے۔
(مالکؒ، احمدؒ) صبح کے بعد وتر کی قضا نہ دی جائے۔ (٧)
(راجح) اس مسئلے میں شافعی مذہب گذشتہ احادیث کے زیادہ قریب ہونے کی بنا پر راجح ہے۔ (٨)

وتر میں قراءت

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر (کی پہلی رکعت میں) "سبح اسم ربك الأعلى" (اور

---

(١) [مسلم (٧٥٤) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب صلاة الليل مثنى مثنى ' ترمذى (٤٦٧) نسائى (٢٣١/٣) ابن ماجة (١١٨٩) أحمد (١٤/٣) حاكم (٣٠١/١) أبو عوانة (٣٠٩/٢) بيهقى (٤٧٨/٢)]
(٢) [أحمد (٣١٥/٣) مسلم (٧٥٥) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب من خاف أن لا يقوم ' ترمذى (٤٥٥) ابن ماجة (١١٨٧) ابن خزيمة (١٠٨٦)]
(٣) [**صحيح** : صحيح ترمذى (٣٨٦) كتاب الصلاة : باب ما جاء فى الرجل ينام عن الوتر أو ينساه ' ترمذى (٤٦٥) أبو داود (١٤٣١) ابن ماجة (١١٨٨) أحمد (٣١/٣) بيهقى (٤٨٠/٢) دارقطنى (١٧١/١) حاكم (٣٠٢/١)]
(٤) [**صحيح** : صحيح ترمذى (٣٧٨) أيضا ' ترمذى (٤٦٩)]
(٥) [دارمى (١٤٣٩) كتاب الصلاة : باب صفة صلاة رسول الله]
(٦) [نيل الأوطار (٢٦٢/٢)]
(٧) [أيضا]
(٨) [تحفة الأحوذى (٥٨٢/٢)]



دوسری میں) "قل یایہا الکفرون" (اور تیسری میں) "قل ھو اللہ أحد" پڑھتے تھے۔(۱)

قنوتِ وتر

قنوت وتر رسول اللہ ﷺ سے صرف رکوع سے پہلے ثابت ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿إن رسول اللہ ﷺ کان یوتر فیقنت قبل الرکوع﴾ "بے شک رسول اللہ ﷺ وتر پڑھتے تو رکوع سے پہلے قنوت کرتے۔"(۲)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں ﴿قبل الرکوع و بعدہ﴾ "رکوع سے پہلے اور بعد" میں قنوت کا ذکر ہے وہ نماز فجر کے متعلق ہے، قنوت وتر کے متعلق نہیں جیسا کہ اسی حدیث میں یہ ذکر موجود ہے۔(۳) تاہم رکوع کے بعد بھی قنوت کی جا سکتی ہے جیسا کہ خلفائے اربعہ وغیرہ کے عمل سے یہ بات ثابت ہے۔(۴) اور نبی ﷺ بھی قنوت نازلہ رکوع کے بعد کیا کرتے تھے۔(۵)

○ کسی صحیح حدیث میں آپ ﷺ سے قنوت وتر کے لیے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں جیسا کہ سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿کان النبی ﷺ لا یرفع یدیہ فی شیء من دعائہ إلا فی الاستسقاء﴾ "نبی ﷺ صرف نماز استسقاء میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے تھے۔"(۶)

البتہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل سے ہاتھ اٹھانا ثابت ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے "جزء رفع الیدین" میں ذکر فرمایا ہے۔(۷) اس قنوت کے لیے تکبیر تحریمہ کے رفع الیدین کی طرح رفع الیدین کا ثبوت بھی مفقود ہے البتہ احناف بعض غیر صریح آثار کی بنا پر اس رفع الیدین کے قائل ہیں۔(۸)

امام طاؤسؒ کے نزدیک قنوت وتر بدعت ہے جیسا کہ امام ابن منذرؒ نے نقل کیا ہے۔(۹) لیکن یہ بات گذشتہ صحیح احادیث کی مخالفت کی وجہ سے مردود اور باطل ہے۔

قنوتِ وتر کی دعائیں

(1) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ کلمات سکھائے جنہیں میں قنوت وتر میں پڑھتا (وہ یہ ہیں) **"اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا أَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَإِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ إِنَّهُ لَا یَذِلُّ مَنْ وَالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ**

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۹٦۱) کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها : باب ما جاء فیما یقرأ فی الوتر، ابن ماجة (۱۱۷۱) نسائی (۲۳۵/۳) دارقطنی (۳۱/۲) بیهقی (۴۰/۳)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۹۷۰) کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها : باب ما جاء فی القنوت قبل الرکوع ... ابن ماجة (۱۱۸۲) إرواء الغلیل (۲/۱٦٤)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۹۷۱) أیضا إرواء الغلیل (۲/۱٦۰) ابن ماجة (۱۱۸۳)]

(۴) [نیل الأوطار (۲/۲۵۸)]

(۵) [بخاری (۱۰۰۲)]

(٦) [**صحیح** : صحیح نسائی (۱٦۴۹)]

(۷) [تحفة الأحوذی (۲/۵۸۰)]

(۸) [تحفة الأحوذی (۲/۵۸۱)]

(۹) [الأوسط لابن المنذر (۵/۲۰۷)]



عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ''(۱)

''لایذل من والیت'' کے بعد ''ولا یعز من عادیت'' کے الفاظ سنن بیہقی کی روایت میں ہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) یہ دعا صرف وتروں میں پڑھی جائے کیونکہ آپ ﷺ سے یہی ثابت ہے۔(۳)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے وتر کے آخر میں یہ دعا پڑھتے۔

'' اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ ' أَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا أُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ ' أَنْتَ کَمَا أَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ''(۴)

- پہلی دعا میں '' تبارکت ربنا وتعالیت '' کے بعد '' وصلی اللہ علی النبی '' کے الفاظ ثابت نہیں ہیں۔(۵)

(ابن حجرؒ) جن روایات میں ان الفاظ کا اضافہ ہے وہ تمام منقطع ہیں۔(۶) البتہ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ ان الفاظ کا اضافہ صحیح یا حسن سند کے ساتھ مروی ہے۔(۷)

- نماز وتر سے فارغ ہونے کے بعد تین مرتبہ '' سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ '' کہنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔(۸)

وتر کے بعد نوافل

اگرچہ بعض روایات میں وتر کو رات کی آخری نماز قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترا﴾ ''وتر کو اپنی رات کی آخری نماز بناؤ۔''(۹)

لیکن درج ذیل صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم محض استحباب کے لیے ہے اور آپ ﷺ وتر کے بعد بھی دو رکعت ادا فرما لیا کرتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ کان یرکع رکعتین بعد الوتر﴾ ''نبی ﷺ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔''(۱۰)

---

(۱) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۲۶۳) کتاب الصلاة : باب القنوت فی الوتر' أبو داود (۱۴۲۵) ترمذی (۴۶۴) نسائی (۲۴۸/۳) ابن ماجة (۱۱۷۸) ابن خزیمة (۱۰۹۵) أحمد (۱۹۹/۱)]

(۲) [بیهقی (۲۰۹/۲)]

(۳) [السیل الجرار (۲۲۹/۱)]

(۴) [صحیح : صحیح أبو داود (۱۲۶۵) أیضا ' أبو داود (۱۴۲۷) ترمذی (۳۵۶۶) أحمد (۹۶/۱) ابن ماجة (۱۱۷۹) حاکم (۳۰۶/۱) بیهقی (۴۲/۳)]

(۵) [ضعیف : ضعیف نسائی (۱۰۶)]

(۶) [تلخیص الحبیر (۴۴۹/۱)]

(۷) [شرح المهذب (۴۷۶/۳)]

(۸) [صحیح : صحیح نسائی (۱۶۰۴) کتاب القیام اللیل : باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین .... ' نسائی (۱۷۰۰)]

(۹) [بخاری (۹۹۸) کتاب الجمعة : باب لیجعل آخر صلاته وترا ' مسلم (۷۵۱) أبو داود (۱۴۳۸) نسائی (۲۳۰/۳) أبو عوانة (۳۳۳/۲) أحمد (۱۴۳/۲) بیهقی (۳۴/۳)]

(۱۰) [صحیح : صحیح ترمذی (۳۹۲) کتاب الصلاة : باب ما جاء لا وتران فی لیلة ' ترمذی (۴۷۱) أحمد (۲۹۸/۶) ابن ماجة (۱۱۹۵)]

اس لیے اگر کوئی شخص وتر پڑھ کے سو جائے پھر رات کو پچھلے پہر اٹھ کر نوافل ادا کرے تو وہ آخر میں دوبارہ وتر نہیں پڑھے گا کیونکہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا وتران في ليلة﴾ "ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔" (١)

امام احمد' امام شافعی' امام مالک' امام ثوری' امام ابن مبارک اور امام ابن حزم رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ کا بھی یہی مؤقف ہے اور یہی راجح و برحق ہے۔ (٢)

تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں

(1) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يصلي ركعتين﴾ "تم میں سے کوئی جب بھی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کرے۔" (٣)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اونٹ کی قیمت وصول کرنے کے لیے جب مسجد میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا ﴿أن يصلي الركعتين﴾ "کہ وہ دو رکعت نماز ادا کریں۔" (٤)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جبکہ وہ دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھ گئے ﴿أن يصليهما﴾ "کہ وہ دو رکعت نماز ادا کریں۔" (٥)

اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔

(اہل ظاہر) امام ابن بطالؒ نے ان سے وجوب نقل کیا ہے۔ (٦)

(جمہور) تحیۃ المسجد کا حکم استحباب کے لیے ہے۔ (٧)

(امیر صنعانیؒ) زیادہ ظاہر وجوب ہی ہے۔ (٨)

(شوکانیؒ) (اس مسئلے پر بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ گذشتہ شواہد سے آپ کو یہی معلوم ہوگا کہ) اہل ظاہر کا قول یعنی وجوب زیادہ ظاہر ہے۔ (٩)

(راجح) ہمارے علم کے مطابق تحیۃ المسجد واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ و مستحب عمل ہے۔ (واللہ اعلم)

---

(١) [**صحيح**: صحيح ترمذي (٣٩١) أبو داود (١٤٣٩) كتاب الصلاة: باب في نقض الوتر' ترمذي (٤٦٨) نسائي (٢٢٩/٣) بيهقي (٣٦/٣) ابن خزيمة (١١٠١)]

(٢) [تحفة الأحوذي (٥٨٨/٢) نيل الأوطار (٢٥٩/٢) المحلى بالآثار (٩١/٢)]

(٣) [بخاري (٤٤٤' ١١٦٣) كتاب الصلاة: باب إذا دخل أحدكم المسجد فليركع ركعتين' أبو داود (٤٦٧) نسائي (٥٣/٢) ابن ماجة (١٠١٣) أحمد (٢٩٥/٥) ابن خزيمة (١٨٢٥) ابن حبان (٢٤٩٦)]

(٤) [مسلم (٧١٥) كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب استحباب تحية المسجد...' بخاري (٢٠٩٧)]

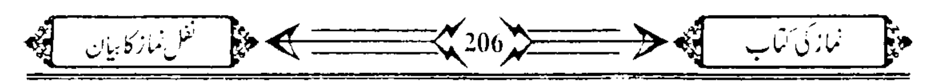
(٥) [بخاري (٤٤٣) كتاب الصلاة: باب الصلاة إذا قدم من سفر' مسلم (٨٧٥)]

(٦) [تحفة الأحوذي (٢٦٥/٢)]

(٧) [أيضا]

(٨) [سبل السلام (٣٦٦/١)]

(٩) [نيل الأوطار (٢٩٠/٢)]



جن علماء کا یہ موقف ہے وہ مندرجہ ذیل دلائل پیش نظر رکھتے ہیں:

(1) نبی ﷺ نے حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو فرض نمازوں کی تعداد پانچ بتلائی تو انہوں نے عرض کیا ﴿هل علي غيرها؟﴾ "کیا ان نمازوں کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی فرض ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لا ' إلا أن تطوع﴾ "نہیں' مگر یہ کہ تم خوشی سے کوئی نماز پڑھو۔" (۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ ﴿كان أصحاب رسول الله ﷺ يدخلون المسجد ثم يخرجون ولا يصلون﴾ "رسول اللہ ﷺ کے صحابہ مسجد میں داخل ہوتے' پھر نکلتے اور وہ کوئی نماز (یعنی تحیۃ المسجد وغیرہ) نہیں پڑھتے تھے۔" (۲)

(3) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جب غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے ...... (اس حدیث میں ہے کہ) حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ نے کہا ﴿تعال فجئت حتى جلست بين يديه فقم حتى يقضي الله فيك فقمت فمضيت﴾ "یہاں آؤ' پس میں آیا حتی کہ آپ ﷺ کے سامنے (یعنی مسجد میں) بیٹھ گیا" ...... (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) کھڑے ہو کر چلے جاؤ حتی کہ اللہ تعالی تمہارے متعلق فیصلہ فرما دیں (حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں کھڑا ہوا اور چلا گیا۔" (۳)

اسی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو اس وقت بلایا تھا کہ جب آپ ﷺ مسجد میں تھے۔

(4) رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے روز مسجد میں داخل ہوتے' منبر پر بیٹھ جاتے' اور خطبے سے فارغ ہو جانے سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھتے۔

(5) بروز جمعہ گردنیں پھلانگنے والے شخص سے آپ ﷺ نے کہا ﴿إجلس فقد آذيت﴾ "تم بیٹھ جاؤ یقینا تم نے تکلیف پہنچائی ہے۔" (٤)

(ابن حجرؒ) فتوی دینے والے آئمہ کا اتفاق ہے کہ اس (یعنی گذشتہ) حدیث میں حکم استحباب کے لیے ہے۔ (٥)

(ابن حزمؒ) یہ دو رکعتیں واجب نہیں ہیں۔ (٦)

(نوویؒ) اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے (یعنی عدم وجوب پر)۔ (٧)

(ابن قدامہؒ) مسجد میں بیٹھنے سے پہلے یہ رکعتیں پڑھنا مسنون ہے۔ (٨)

اگر کوئی بھول کر یہ رکعتیں پڑھے بغیر بیٹھ جائے؟

تو جب یاد آئے وہ دوبارہ کھڑا ہو کر یہ رکعتیں ادا کرے اور پھر بیٹھے جیسا کہ آپ ﷺ نے دوران خطبہ ایک شخص کو حکم دیا

(١) [بخاری (٤٦) كتاب الإيمان : باب الزكاة من الإسلام]

(٢) [ابن أبي شيبة (٣٤٢٨)]

(٣) [بخاری (٤٤١٨) كتاب المغازي : باب حديث كعب بن مالك]

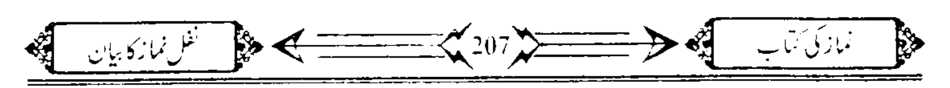
(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (٩٨٩) أحمد (١٨٨/٤) أبو داود (١١١٨) ابن خزيمة (١٨١١)]

(٥) [فتح الباري (٤٠٢/٢)]

(٦) [نيل الأوطار (٢٩١/٢)]

(٧) [شرح مسلم (٢٢٤/٣)]

(٨) [المغني (٥٥٤/٢)]



﴿قم فصل رکعتین﴾ ''کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعت نماز ادا کرو۔'' اسی طرح جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ گئے تو نبی ﷺ نے پوچھا ﴿أرکعت رکعتین؟﴾ ''کیا تم نے دو رکعتیں ادا کی ہیں؟'' انہوں نے کہا ''نہیں'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿قم فارکعهما﴾ ''کھڑے ہو جاؤ اور یہ دو رکعتیں ادا کرو۔'' (۱)

اگر جماعت کھڑی ہو اور کوئی مسجد میں آئے؟

تو اسے باجماعت نماز ادا کر لینی چاہیے تحیۃ المسجد پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اسے یہی کفایت کر جائے گا۔ (۲)

جیسا کہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ﴿إذا أقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ إلا المکتوبة﴾ ''جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے تو صرف فرض نماز ہی قبول ہوتی ہے۔'' (۳)

ممنوعہ اوقات میں تحیۃ المسجد کا حکم

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رکعتیں ممنوع اوقات میں بھی پڑھی جا سکتی ہیں جیسا کہ شافعیہ اسی کے قائل ہیں البتہ امام ابوحنیفہؒ، امام اوزاعیؒ اور امام لیثؒ ان اوقات میں تحیۃ المسجد کو مکروہ کہتے ہیں۔ راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان اوقات میں نماز سے گریز کرنا ہی بہتر ہے خواہ جواز بھی ثابت ہوتا ہو۔ (٤)

(ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ) تحیۃ المسجد تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ (٥)

(ابن بازؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٦)

نماز استخارہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اس طرح تمام معاملات میں استخارہ سکھاتے جیسا کہ آپ ﷺ ہمیں قرآن کی سورت سکھاتے۔ آپ ﷺ فرماتے ﴿إذا هم أحدکم بالأمر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضة ثم لیقل﴾ ''تم میں سے کوئی جب کسی کام کا ارادہ کرے تو فرائض کے علاوہ دو رکعتیں پڑھے پھر کہے'' اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْتَخِیرُکَ بِعِلْمِکَ وَأَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَأَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیمِ فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوبِ اَللّٰهُمَّ إِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَیْرٌ لِّی فِی دِیْنِی وَ مَعَاشِی وَعَاقِبَةِ أَمْرِی فَاقْدُرْهُ لِی وَیَسِّرْهُ لِی ثُمَّ بَارِکْ لِی فِیهِ وَإِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّی فِی دِیْنِی وَمَعَاشِی وَعَاقِبَةِ أَمْرِی فَاصْرِفْهُ عَنِّی وَاصْرِفْنِی عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ أَرْضِنِی بِهِ﴾ (۷)

---

(۱) [فتح الباری (۱/٦٤١) ابن حبان 'باب ان تحیة المسجد لا تفوت بالجلوس]

(۲) [تفصیل کے لیے دیکھیے سبل السلام (۳٦٧/۱)]

(۳) [مسلم (۷۱۰) أبو داود (۱۲٦٦)]

(٤) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نیل الأوطار (۲/۲۹۲) تحفة الأحوذی (۲/۲٦٦) شرح مسلم (۲٤٤/۳)]

(٥) [فتاوی ابن باز مترجم (۱/٦۲)]

(٦) [أیضا]

(۷) [بخاری (٦۳۸۲، ۱۱٦۲) کتاب الدعوات: باب الدعاء عند الاستخارة' أبو داود (۱٥۳۸) ترمذی (٤٨۰) نسائی (٦/٨۰) ابن ماجه (۱۳٨۳) ابن حبان (۸۸۷) بیهقی (۳/٥۲)]

(شوکانی) نماز استخارہ اور اس کے بعد کی دعا کی مشروعیت میں کوئی اختلاف میرے علم میں نہیں۔(۱)

(نووی) جب کوئی شخص استخارہ کرے تو اس کے بعد اس کام کو اپنا لے جس پر اسے انشراح صدر ہو جائے۔(۲)

اگر ایسا کچھ بھی محسوس نہ ہو تو جو کام انسان کے لیے آسان ہوتا جائے اسے اختیار کر لے۔

(عبدالرحمن مبارکپوری) اس حدیث میں جو نماز استخارہ اور اس کے بعد مسنون دعا کے استحباب کا ذکر ہے وہ صرف ان معاملات میں ہے جن میں انسان کو (دنیاوی معاملات میں سے کسی معاملے کے لیے) درست راہ معلوم نہ ہو رہی ہو علاوہ ازیں جو معروف نیکیاں ہیں مثلاً عبادات اور دیگر معروف اعمال ان میں استخارے کی کوئی ضرورت نہیں۔(۳)

(شوکانی) حدیث کے یہ الفاظ ﴿من غير الفريضة﴾ اس بات کا ثبوت ہیں کہ فرض نماز، سنن رواتب، تحیۃ المسجد یا اس کے علاوہ دیگر نوافل کے بعد اگر (استخارے کی غرض سے) یہی دعا کر دی جائے تو اس سے سنت حاصل نہیں ہو گی (بلکہ استخارے کے لیے الگ دو رکعتیں صرف استخارے کی غرض سے ہی ادا کی جائیں گی)۔(۴)

استخارہ صرف بعض اولیاء کے لیے خاص نہیں

یہ گمان رکھنا کہ استخارہ صرف وہی سودمند ہوتا ہے جو لوگوں میں سے بعض بزرگ شخصیات سے کروایا جائے اور یہ خیال کرنا کہ استخارے کے لیے دوران نیند خواب آنا ضروری ہے، محض (دین میں) ایسا غلو و جمود ہے جس کا نہ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت اس کی رہنمائی کرتی ہے... اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ اپنے تمام معاملات میں پروردگار سے خود استخارہ کرے یقیناً وہ ضرور اسے ہدایت بخشے گا اور دور حاضر کے لوگوں نے جس تشدد کو اور محض دوسروں (یعنی اولیاء و بزرگوں) پر ہی اعتماد کر لینا عادت و رواج بنا لیا ہے اس کی طرف یکسر توجہ نہ کرے۔(۵)

- اگر استخارے کے بعد مطلوبہ کام کرنے یا نہ کرنے کے متعلق شرح صدر نہ ہو تو کیا وہ شخص دوبارہ استخارہ کرے گا؟ ایسی صورت میں یاد رہے کہ دوبارہ استخارہ کرنے کے متعلق کوئی بھی مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے۔(۶)
- عمل استخارہ کو پیشہ بنا لینا بھی کسی طور پر درست نہیں کیونکہ اسے ہر انسان کی اپنی ذات کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔

ہر اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعتیں

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿بين كل آذانين صلاة﴾ "ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے۔" لیکن تیسری مرتبہ اس فرمان کے ساتھ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لمن شاء﴾

---

(۱) [نيل الأوطار (۲۹۸/۲)]

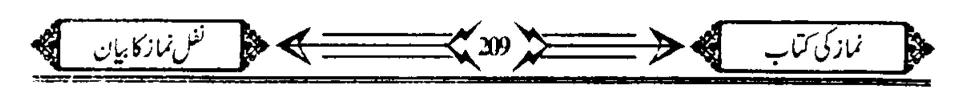
(۲) [الأذكار للنووي (ص/۱۵۲)]

(۳) [تحفة الأحوذي (۶۰۵/۲)]

(۴) [نيل الأوطار (۲۹۷/۲)]

(۵) [القول المبين في أخطاء المصلين (ص/۳۹٤) المدخل (۹۰/۳) الدين الخالص (۲٤٥/٥)]

(۶) [نيل الأوطار (۲۹۷/۲)]



''صرف اس کے لیے جو پڑھنا چاہے۔''(۱)

حدیث میں موجود لفظ '' آذانین '' سے مراد آذان اور اقامت ہے اور یہ لفظ تغلیباً کہا گیا ہے جیسا کہ سورج اور چاند کو قمرین اور ظہر و عصر کو عصرین کہہ دیا جاتا ہے۔(۲)

(ابن حجرؒ) آذان اور اقامت کے درمیان جس نماز کو مشروع کیا گیا ہے اس سے نفلی نماز مراد ہے۔(۳)

نماز تراویح کے مسائل

باجماعت نماز تراویح کی شرعی حیثیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجزم حکم تو نہیں دیتے تھے البتہ قیام رمضان کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے ﴿من قام رمضان إيمانا و احتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه﴾ ''جس نے حالت ایمان میں اور اجر و ثواب کی غرض سے قیام رمضان میں شرکت کی اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''(٤)

(نوویؒ) اس حدیث میں قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے اور اس کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہے۔(٥)

(شوکانیؒ) یہ حدیث قیام رمضان یعنی نماز تراویح کی فضیلت و استحباب پر دلالت کرتی ہے۔(٦)

فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ یہ نماز گھر میں اکیلا کیلے پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(احمدؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ) مسجد میں جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(مالکؒ، ابو یوسفؒ) گھر میں اکیلے پڑھنا افضل ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ فرائض کے علاوہ انسان کی نماز گھر میں افضل ہے۔(۷)

(راجح) نماز تراویح مسجد میں باجماعت افضل ہے کیونکہ سنت نبوی سے یہی عمل ثابت ہے۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض ہو جانے کے اندیشے سے اسے ترک کر دیا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب یہ اندیشہ نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) [بخاری (٦٢٤) كتاب الأذان : باب كم بين الأذان والإقامة ' مسلم (٨٣٨) أبو داود (١٢٨٣) ترمذی (١٨٥) نسائی (٢٩/٢)]

(۲) [تحفة الأحوذی (٥٧٣/١) الروضة الندية (٣٠٤/١)]

(۳) [فتح الباری (٣١٥/٢)]

(٤) [بخاری (٢٠٠٩) كتاب صلاة التراويح : باب فضل من قام رمضان ' مسلم (٧٥٩) أبو داود (١٣٧١) نسائی (٢٠٢/٣) ترمذی (٨٠٨) ابن ماجة (١٣٢٦)]

(٥) [شرح مسلم (٢٩٨/٣)]

(٦) [نيل الأوطار (٢٦٥/٢)]

(٧) [نيل الأوطار (٢٦٥/٢) المغنی (٦٠٥/٢)]

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھائی۔ صحابہ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ یہ نماز ادا کی۔ دوسری رات آپ ﷺ نے یہ نماز پڑھائی تو نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی۔ تیسری یا چوتھی رات تو یہ تعداد ایک بڑے اجتماع کی صورت اختیار کر گئی لیکن نبی ﷺ اس رات نماز پڑھانے کے لیے تشریف نہ لائے۔ صبح کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا جتنی بڑی تعداد میں تم لوگ جمع ہو گئے تھے۔ میں نے اسے دیکھا ﴿ولم يمنعني من الخروج إليكم إلا أني خشيت أن تفرض عليكم و ذلك في رمضان﴾ ''لیکن یہ خدشہ میرے باہر آنے کے لیے رکاوٹ بنا رہا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے' یہ رمضان کا واقعہ ہے۔''

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین راتیں نماز پڑھائی لیکن چوتھی رات آپ ﷺ تشریف نہ لائے......

(اس روایت کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا) ﴿ولكني خشيت أن تفترض عليكم فتعجزوا عنها فتوفي رسول الله ﷺ والأمر على ذلك﴾ ''لیکن مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے تو تم اس سے عاجز آ جاؤ' پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی لیکن یہ معاملہ اسی طرح رہا۔''

صحیح بخاری کی ہی ایک اور روایت میں یہ بھی ذکر موجود ہے کہ چوتھی رات آپ ﷺ تشریف نہ لائے۔(۱)

(2) حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؒ فرماتے ہیں کہ میں رمضان کی ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا' سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی کسی کے پیچھے کھڑا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿إني أرى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان أمثل﴾ ''میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ مناسب ہو گا'' چنانچہ انہوں نے اسی عزم وارادے کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام مقرر کر دیا۔ (حضرت عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ) پھر ایک رات جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿نعم البدعة هذه﴾ ''یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے۔'' اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اُس حصے سے بہتر ہے جس میں یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مراد رات کے آخری حصے کی فضیلت سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع میں ہی پڑھ لیتے تھے۔(۲)

مذکورہ دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان با جماعت مشروع ہے اور رسول اللہ ﷺ نے محض اس اندیشے کی وجہ سے چوتھی رات جماعت سے گریز کیا تھا کہ یہ نماز مسلمانوں پر فرض نہ کر دی جائے۔ بعد ازاں جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے' وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو جس چیز سے رسول اللہ ﷺ خائف تھے اس سے امن ہو گیا کیونکہ کسی بھی کام کی علت اپنے وجود یا عدم میں معلول کے ساتھ ہوتی ہے لہذا جب عارض زائل ہو گیا تو با جماعت (نماز تراویح) کی سنت باقی رہ گئی۔

پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے اُسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنایا

---

(۱) [بخاری (۱۱۲۹' ۲۰۱۲) كتاب الجمعة : باب تحريض النبي على صلاة الليل' مسلم (۷۶۱) مؤطا (۱/۱۱۳) نسائی (۳/۲۰۲) أحمد (۶/۱۶۹) ابن خزيمة (۲۲۰۷) بيهقي (۲/۴۰۲)]

(۲) [بخاری (۲۰۱۰) كتاب صلاة التراويح : باب فضل من قام رمضان' مؤطا (۱/۱۱۴)]

تھا اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فعل کو بدعت سے اس لیے موسوم کیا تھا کہ ان کے زمانے میں پہلے اس طرح یہ نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اس لیے ان کے زمانے میں یقیناً یہ نیا کام تھا۔ لیکن فی الحقیقت یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیا جا چکا تھا۔ اسے بدعت کہنے کی وجہ یہ ہرگز نہیں تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدعت کی تقسیم سے مطلع کرنا چاہتے تھے کہ بدعت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک بدعت حسنہ اور ایک سیئہ جیسا کہ آج بعض حضرات یہ مؤقف رکھتے ہیں۔ بلکہ ہر بدعت گمراہی ہی ہے۔

(ابن تیمیہؒ) اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت کو اچھا کہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی بدعت ہے شرعی نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ لغت میں بدعت ہر ایسے کام کو کہا جاتا ہے جس کی ابتدا پہلی مرتبہ کی گئی ہو۔ شرعی بدعت یہ ہے کہ ہر ایسا کام جس کی کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ (۱)

نمازِ تراویح کی تعدادِ رکعات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ما كان النبي ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة﴾ ”رمضان اور غیر رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم (رات کی نماز) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“ (۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد' قیام اللیل' قیام رمضان اور نماز تراویح ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) اس نماز کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے۔

(مالکؒ) یہ تعداد گیارہ رکعت ہے۔ (۳)

(راجح) امام مالکؒ کا قول راجح ہے کیونکہ گذشتہ صحیح حدیث اس کا ثبوت ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) دلیل کے اعتبار سے راجح مختار اور قوی ترین قول امام مالکؒ کا ہے۔ (٥)

(امیر صنعانیؒ) انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کو ہی مقدم رکھا ہے۔ (٦)

جو لوگ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) [اقتضاء الصراط المستقيم (ص/۲۷٦)]

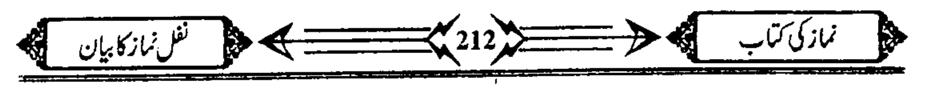
(۲) [بخاری (۱۱٤۷) كتاب الجمعة : باب قيام النبي بالليل فر رمضان وغيره' مسلم (۷۳۸) أبو داود (۱۳٤۱) ترمذی (٤۳۹) نسائی (۲٤۱۳) موطا (۱۲۰/۱)]

(۳) [المغنى (٦۰٤/۲) عمدة القارى (۲۰۱/۹) تحفة الأحوذى (٦۰۸/۳)]

(٤) [نيل الأوطار (۲٦۹/۲)]

(٥) [تحفة الأحوذى (٦۰۸/۳)]

(٦) [سبل السلام (٥۳۳/۲)]



رمضان میں بیس رکعت نماز اور وتر پڑھا کرتے تھے۔'' (۱)

(2) حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ '' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان میں تیئیس (23) رکعات قیام کرتے تھے۔'' (۲)

(3) سنن بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ '' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائیں۔ (۳)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائے۔ (٤)

یاد رہے کہ بیس رکعت تراویح کے اثبات میں پیش کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔ (٥)

○ نماز تراویح چونکہ قیام اللیل ہی کا دوسرا نام ہے اس لیے اس کے مزید احکام و مسائل دیکھنے کے لیے اسی باب میں پیچھے "قیام اللیل" کے بیان کا مطالعہ کیجیے۔

قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت

(ابن باز) قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر پڑھتا (یعنی امامت کراتا) تھا۔ (٦)

تین راتوں سے کم میں قرآن ختم کرنا درست نہیں

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ﴿لا يفقه من قراء القرآن في أقل من ثلاث﴾ '' ایسا شخص سمجھدار نہیں ہے جس نے تین راتوں سے کم میں مکمل قرآن پڑھا۔'' (۷)

---

(۱) [ابن أبي شيبة (۲/۳۹۳) بيهقي (۲/٤۹٦) ابن عدى (۱/۲٤۱) عبد بن حميد (٦٥۳) طبراني كبير (۱۲۱۰۲) طبراني أوسط (۷۹۸)] حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ [فتح الباری (٤/۲٥٤)] امام زیلعیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [نصب الراية (۲/۱٥۳)] امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف اور نا قابل حجت قرار دیا ہے۔ [الحاوى للفتاوى (۱/۳٤۷) المصابيح في صلاة التراويح (ص/۲۰۱)] عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف کہا ہے۔ [تحفة الأحوذى (۳/٦۱۳)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على السبل الجرار (۱/٦٦۳)] اس کی سند میں ابوشیبہ (ابراہیم بن عثمان) راوی ہے جسے امام احمدؒ امام ابن معینؒ امام بخاریؒ امام مسلمؒ امام ابو داودؒ امام ترمذیؒ امام نسائی رحمہم اللہ اجمعین اور دیگر علماء نے ضعیف کہا ہے۔ [سبل السلام (۲/٥۳۲) تحفة الأحوذى (۳/٦۱٥) التاريخ الكبير (۱/۳۱۰) المجروحين (۱/۱۰٤) الجرح والتعديل (۲/۱۱٥) ميزان الاعتدال (٤۷۳۱) تقريب التهذيب (۱/۳۹)]

(۲) [موطا (۱/۱۱٥)]

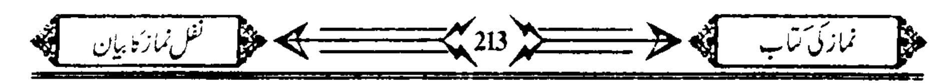
(۳) [بيهقي (۲/٤۹٦)]

(٤) [اس کی سند میں ابوالحسناء راوی مجہول ہے۔ [تقريب التهذيب (۲/٤۱۲) الاكمال (۲/٤۷٥) ميزان الاعتدال (۷/۳٥٦)]

(٥) [تحفة الأحوذى (۳/٦۱۲-٦۱٦)]

(٦) [الفتاوى الإسلامية (۱/۳۳۷)]

(۷) [صحيح: صحيح أبو داود (۱۲۳۹) كتاب الصلاة: باب في كم يقرأ القرآن، أبو داود (۱۳۹۰، ۱۳۹٤)]



اس مسئلے میں مزید تفصیل کے لیے "محلی ابن حزم" کا مطالعہ مفید ہے۔(۱)

ہر مرتبہ وضوء کے بعد کچھ نفل پڑھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے نماز فجر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے بلال! مجھے اپنے اسلام میں کیا ہوا کوئی سب سے زیادہ پرامید عمل بتاؤ ﴿فإني سمعت دف نعليك بين يدي في الجنة﴾ "بے شک میں نے جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی حرکت سنی ہے" تو بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جو میرے نزدیک اس سے زیادہ پرامید ہو کہ ﴿إني لم أتطهر طهورا في ساعة من ليل أو نهارا إلا صليت بذلك الطهور ما كتب لي أن أصلي﴾ "میں نے رات اور دن کے اوقات میں جب بھی وضوء کیا اس کے ساتھ لازماً اس قدر نماز پڑھی جتنی کہ میرے لیے پہلے سے لکھ دی گئی تھی۔"(۲)

نوافل گھروں میں پڑھنا افضل ہے

(1) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿أفضل الصلاة صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة﴾ "فرض نماز کے علاوہ آدمی کی سب سے افضل نماز وہ ہے جسے وہ اپنے گھر میں ادا کرتا ہے۔"(۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿اجعلوا في بيوتكم من صلاتكم ولا تتخذوها قبورا﴾ "اپنی کچھ نماز اپنے گھروں میں بھی ادا کیا کرو اور انہیں قبروں کی مانند مت بنالو۔"(٤)

(نوویؒ) آپ ﷺ نے گھر میں صرف اس لیے نفل پڑھنے کی ترغیب دلائی کیونکہ یہ زیادہ مخفی' ریاکاری سے زیادہ بعید' اعمال ضائع کر دینے والی اشیاء سے بہت زیادہ محفوظ ہیں اور ان کے ذریعے گھر میں برکت ہوتی ہے' اس میں فرشتے اور رحمت نازل ہوتی ہے' اور شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے۔(٥)

نوافل کی جماعت بھی درست ہے

جیسا کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے گھر کے ایک حصے کو مسجد بنانا چاہتے تھے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس جگہ میں نماز پڑھنے کی درخواست کی (اس روایت میں ہے کہ) ﴿فقام رسول الله فصففنا خلفه فصلى بنا ركعتين﴾ "پس آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی پھر آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔"(٦)

---

(۱) [المحلى بالآثار (٩٦/٦-٩٧)]

(۲) [بخاري (١١٤٩) كتاب الجمعة : باب فضل الطهور بالليل والنهار وفضل الصلاة بعد الوضوء ' مسلم (٢٤٥٨) نسائي (٦٦/٥) أحمد (٣٣٣/٢) ابن خزيمة (١٢٠٨)]

(۳) [بخاري (٧٣١) كتاب الأذان : باب صلاة الليل ' مسلم (٧٨١) أبو داود (١٠٤٤) ترمذي (٤٥٠) ابن خزيمة (١٢٠٣)]

(٤) [بخاري (٤٣٢) كتاب الصلاة : باب كراهية الصلاة في المقابر' مسلم (٧٧٧) أبو داود (١٠٤٣)]

(٥) [شرح مسلم (٣٢٦/٣)]

(٦) [بخاري (٤٢٤) كتاب الصلاة : باب إذا دخل بيتا يصلي حيث شاء أو حيث أمر..... ' مسلم (٣٣) نسائي (١٢٥٠) أحمد (٤٣/٤) ابن ماجة (٧٥٤)]



علاوہ ازیں اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی نماز میں بائیں جانب سے دائیں جانب گھمایا۔(۱)

نوافل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿لما بدن رسول الله ﷺ وثقل كان أكثر صلاته جالسا﴾ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بوجھل ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔"(۲)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں وضاحت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل (یعنی نفل نماز) میں بیٹھا کرتے تھے۔(۳)

اگرچہ نوافل بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے لیکن بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر پڑھنے سے اجر میں لامحالہ نقص واقع ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن صلى قائما فهو أفضل ومن صلى قاعدا فله نصف أجر القائم ومن صلى نائما فله نصف أجر القاعد﴾ "اگر کوئی کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو یہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے گا اسے کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف اجر ملے گا اور جو لیٹ کر پڑھے گا اسے بیٹھ کر پڑھنے والے سے نصف اجر ملے گا۔"(٤)

اقامت کے بعد نفل پڑھنا جائز نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة﴾ "جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔"(٥)

امام نوویؒ نے احناف کے متعلق نقل کیا ہے کہ (ان کے نزدیک) اقامت کے بعد (مسجد میں) فجر کی سنتیں پڑھی جا سکتی ہیں لیکن فجر کی دوسری رکعت بھی فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سنتیں چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے۔(٦)

اس مسئلے میں فقہاء نے طویل بحث و تمحیص کی ہے کہ جسے کتب طوال میں دیکھا جا سکتا ہے۔(۷)

---

(۱) [بخاری (٨٥٩) كتاب الأذان : باب وضوء الصبيان و متى يجب عليهم الغسل والطهور' مسلم (٧٦٣)]

(۲) [مسلم (٧٣٢) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب جواز النافلة قائما وقاعد......' أحمد (٢٥٧/٦) ابن خزيمة (١٢٣٩)]

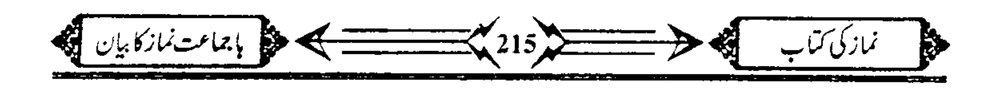
(۳) [بخاری (١١١٨)]

(٤) [أحمد (٤٣٥/٤) بخاری (١١١٥) كتاب الجمعة : باب صلاة القاعد' أبو داود (٩٥١) ترمذی (٣٦٩) ابن ماجة (١٢٣١) بیهقی (٤٩١/٢)]

(٥) [مسلم (٧١٠) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب كراهة الشروع فى نافلة بعد شروع المؤذن' أبو داود (١٢٦٦) ترمذی (٤١٩) أبو عوانة (٣٣/٢)]

(٦) [شرح مسلم (٢٤١/٣)]

(٧) [نيل الأوطار (٣١٣/٢) المجموع (٥٥٠/٣) روضة الطالبين (٤٣٥/١) رد المختار (٣٠٤/٢) المغنى (١١٩/٢) كشاف القناع (٢٦١/١) الهداية (٧٢/١) شرح مسلم (٢٤١/٣)]



باب صلاة الجماعة — باجماعت نماز کا بیان

نماز باجماعت کا حکم

مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے کے حکم میں اختلاف ہے۔

(مالکؒ، ابو حنیفہؒ) یہ عمل سنت موکدہ ہے۔

(شافعیؒ) فرض کفایہ ہے۔

(اہل ظاہر، احمدؒ) فرض عین ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا سنت موکدہ ہے۔(۲)

(راجح) اگر کوئی شرعی عذر رکاوٹ نہ ہو تو ہر آذان سننے والے مرد پر مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرنا واجب ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ [البقرة: ٤٣] "اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔"
ایک اور آیت میں فرمایا کہ ﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ﴾ [النساء: ۱۰۲] "جب تم ان میں ہو اور ان کے لیے نماز کھڑی کرو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لیے کھڑی ہو۔"
جب حالت خوف میں باجماعت نماز کا حکم (یعنی وجوب) ہے تو امن میں بالاولی واجب ہے۔(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کہوں ﴿ثم أخالف إلى رجال لا يشهدون الصلاة فأحرق عليهم بيوتهم﴾ "پھر میں خود ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں شریک نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو جلا ڈالوں۔"(٤)
مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے گھروں میں عورتیں اور بچے ہیں تو میں ان کے گھروں کو جلا ڈالتا۔"(٥)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اندھے آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت طلب

---

(۱) [تحفة الأحوذى (۱/۶۰۹) نيل الأوطار (۲/۳۶۶) المهذب (۱/۹۳) اللباب (۱/۸۰) بداية المجتهد (۱/۱۳۶) المجموع (٤/۸۸) مغنى المحتاج (۱/۲۲۹) المغنى (۲/۱۷۶)]

(۲) [السيل الجرار (۱/۲٤٥)]

(۳) [تمام المنة (ص/۲۷٦)]

(٤) [بخارى (٦٤٤) كتاب الأذان: باب وجوب صلاة الجماعة' مسلم (٦٥١) موطا (۱/۱۲۹) أبو داود (٥٤٨) ابن ماجة (۷۹۱) ترمذى (۲۱۷) نسائى (۲/۱۰۷) ابن خزيمة (۱٤۸۱) أبو عوانة (۲/٥) دارمى (۱/۲۹۲)]

(٥) [أحمد (۲/۳٦۷)]

کی (کیونکہ اسے مسجد تک لانے والا کوئی دوسرا موجود نہیں تھا) آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ ﴿هل تسمع النداء......﴾ ''کیا تم آذان سنتے ہو؟'' اس نے کہا ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فأجب﴾ ''تو پھر اس کا جواب دو (یعنی مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرو)۔'' (۱)

(4) اسی معنی کی حدیث حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (۲)

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿من سمع النداء فلم يات فلا صلاة له إلا من عذر﴾ ''جو شخص آذان سنے پھر (باجماعت) نماز ادا نہ کرے تو اس کی کوئی نماز نہیں اِلا کہ کوئی عذر رکاوٹ بن گیا ہو۔'' (۳)

(6) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿لقد رأيتنا وما يتخلف عنها إلا منافق معلوم النفاق﴾ ''ہمارے مشاہدے کی بات ہے کہ باجماعت نماز سے صرف ایسا منافق ہی پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معلوم ہوتا تھا۔'' حتی کہ اگر کوئی بیمار ہوتا تو دو آدمیوں کے درمیان سہارا لے کر چلتا اور باجماعت نماز میں شریک ہوتا۔ (٤)

(7) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم وليؤمكم أكبركم﴾ ''جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک آذان کہے اور جو تم میں سب سے بڑا ہے امامت کرائے۔'' (٥)

(9) باجماعت نماز ادا کرنا واجب تھا یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں بھی مسجد میں آ کر نماز پڑھائی۔ (٦)

(8) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ما من ثلثة في قرية ولا بدو ولا تقام فيهم الصلاة إلا وقد استحوذ عليهم الشيطان فعليك بالجماعة﴾ ''کسی بھی بستی یا دیہات میں تین آدمی ہوں اور وہ باجماعت نماز ادا نہ کریں تو شیطان ان پر حملہ کر دیتا ہے اس لیے جماعت کو لازم پکڑو۔'' (٧)

اکثر ائمہ کرام بھی اسی کے قائل ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

---

(١) [مسلم (٦٥٣) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب يجب إتيان المسجد على من سمع النداء ' نسائي (١٠٩/٢) أبو عوانة (٦/٢) بيهقي (٥٧/٣)]

(٢) [حسن : صحيح أبو داود (٥١٦) كتاب الصلاة : باب في التشديد في ترك الجماعة ' أبو داود (٥٥٢) ابن ماجة (٧٩٢) حاكم (٢٤٧/١) أحمد (٤٢٣/٣)]

(٣) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٦٤٥) كتاب المساجد والجماعات : باب التغليظ في التخلف عن الجماعة ' إرواء الغليل (٣٣٧/٢) تمام المنة (ص/٢٧٦) ابن ماجة (٧٩٣) أبو داود (٥٥١) دارقطني (٤٢٠/١) بيهقي (٧٥/٣)]

(٤) [مسلم (٦٥٤) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب صلاة الجماعة من سنن الهدى ' أبو داود (٥٥٠) نسائي (١٠٨/٢) ابن ماجة (٧٧٧) أحمد (٣٨٢/١) ابن خزيمة (١٤٨٣)]

(٥) [بخاري (٦٢٨) كتاب الأذان : باب من قال ليؤذن في السفر مؤذن واحد ' مسلم (١٠٨٠) بيهقي (٣٨٥/١) دارقطني (٢٧٣/١) نسائي (٩١٢) أبو داود (٥٨٩)]

(٦) [بخاري (٧١٣) كتاب الأذان : باب الرجل يأتم بالإمام ويأتم الناس بالمأموم ' مسلم (٤١٨) سبل السلام (٥٧٣/٢)]

(٧) [حسن : صحيح أبو داود (٥١١) كتاب الصلاة : باب في التشديد في ترك الجماعة ' أبو داود (٥٤٧) أحمد (١٩٦/٥) حاكم (٢١١/١) ابن حبان (٢٠٩٨)]

(بخاریؒ) انہوں نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے کہ ((باب وجوب صلاۃ الجماعۃ)) ''باجماعت نماز کے وجوب کا بیان۔''(۱)

(ابن تیمیہؒ) باجماعت نماز ادا کرنا فرض عین یا فرض کفایہ ہے۔(۲)

(ابن قیمؒ) آپ ﷺ کا یہ ارشاد'' کہ میں نے باجماعت نماز سے پیچھے رہنے والے لوگوں کے گھروں کو جلا ڈالنے کا ارادہ کیا ہے'' یقیناً کسی صغیرہ گناہ کے مرتکب کے لیے نہیں ہو سکتا تو ثابت ہوا کہ باجماعت نماز چھوڑنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔(۳)

(ابن حجرؒ) باجماعت نماز ادا کرنا فرض عین ہے کیونکہ اگر سنت ہوتا تو آپ ﷺ اس کے تارک کو جلا ڈالنے کے ساتھ نہ ڈراتے۔(٤)

(ابن حزمؒ) آذان سننے والے مرد کی فرض نماز صرف مسجد میں امام کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔(٥)

(امیر صنعانیؒ) آذان سننے والے پر باجماعت نماز پڑھنا واجب ہے۔(٦)

(علامہ عینیؒ) اگر کسی کی والدہ اسے کسی خطرے کے باعث باجماعت نمازِ عشاء پڑھنے سے روکے تو وہ اپنی والدہ کی اطاعت نہ کرے۔(۷)

(البانیؒ) باجماعت نماز پڑھنا واجب ہے۔(۸)

(ابن بازؒ) مکلف مرد پر واجب ہے کہ پانچوں نمازیں مسجد میں حاضر ہو کر اپنے بھائیوں کے ساتھ ادا کرے۔(۹)

جن احادیث میں باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے مثلاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿صلاۃ الجماعۃ تفضل علی صلاۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ﴾ ''باجماعت نماز اکیلے شخص کی نماز سے ستائیس (27) درجے زیادہ افضل ہے۔''(۱۰)

اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ منفرد کی نماز صحیح ہے اس لیے باجماعت نماز ضروری نہیں ہے بلکہ واجب تو ہمیشہ غیر واجب سے اجر میں زیادہ ہی ہوتا ہے۔(۱۱)

اور جس حدیث میں ہے کہ دو آدمی اپنے گھر میں نماز پڑھ کے آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم

(۱) [بخاری (٦٤٤) کتاب الأذان]
(۲) [الفتاوی الکبری (۱۲٥/۱)]
(۳) [القول المبین فی أخطاء المصلین (ص/۲۸۰)]
(٤) [فتح الباری (٥/۳)]
(٥) [المحلی بالآثار (۱۰٤/۳)]
(٦) [سبل السلام (٥٥٦/۲)]
(۷) [عمدۃ القاری (۱٥۹/٥)]
(۸) [تمام المنۃ (ص/۲۷٥)]
(۹) [فتاوی ابن باز مترجم (۹٥/۱)]
(۱۰) [بخاری (٦٤٥) کتاب الأذان : باب فضل صلاۃ الجماعۃ، مسلم (٦٤۹) أبو عوانۃ (۲/۳) بیهقی (٥۹/۳) دارمی (۲۹۳/۱) ترمذی (۲۱٥) ابن ماجۃ (۷۸۹) موطا (۱۲۹/۱)]
(۱۱) [تمام المنۃ (ص/۲۷۷)]

نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تھی تو دوبارہ پڑھ لیتے اور یہ تمہارے لیے نفل بن جاتی۔(۱)

وہ بھی وجوب کے منافی نہیں ہے کیونکہ باجماعت نماز' آذان سننے والے پر واجب ہے' اور اس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ شاید انہوں نے آذان ہی نہ سنی ہو۔ اس لیے دیگر صریح روایات کے مقابلے میں اس محتمل روایت کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

عورتوں پر مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت نماز ادا کرنا فرض نہیں ہے بلکہ ان کے لیے گھر میں نماز ادا کرنا ہی افضل ہے البتہ اگر وہ مسجد میں آ کر نماز پڑھنا چاہیں تو اس کا جواز موجود ہے۔(۲)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے آئندہ متفرقات میں دیکھیے۔

کم از کم دو آدمیوں کے ساتھ بھی جماعت منعقد ہو جاتی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ﴿فقمت عن يساره فأخذ رسول الله ﷺ برأسي من وراء فجعلني عن يمينه﴾ "میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کر لیا۔"(۳)

(جمہور) دو افراد کے ساتھ جماعت منعقد ہو جاتی ہے۔

(مالکیہ، حنابلہ) اگر دونوں میں سے ایک بچہ ہو تو جماعت درست نہیں کیونکہ بچے کو غیر مکلف قرار دیا گیا ہے ﴿رفع القلم عن ثلثه...... عن الصبي حتى يحتلم﴾ (٤)

(شوکانیؒ) حدیث ﴿رفع القلم﴾ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بچے کی نماز یا اس کے ساتھ جماعت کا انعقاد درست نہیں۔(٥)

(نوویؒ) بعض شافعیہ سے مروی ہے کہ مقتدی کو امام سے کچھ ہٹ کے کھڑا ہونا چاہیے۔(٦)

شافعیہ کی اس بات کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ اس کے برخلاف مؤطا کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں جانب برابر کھڑا کیا۔(٧)

(ابراہیم نخعیؒ) امام کے ساتھ اگر ایک مقتدی ہو تو اسے بھی امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے لیکن بعد ازاں اگر کسی اور کے آنے سے پہلے امام رکوع میں چلا جائے تو مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا ہو جائے۔(٨)

یہ قول گذشتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بالکل مخالف ہے اس لیے کسی طور پر بھی قابل حجت نہیں۔

---

(۱) [أحمد (١٦٠/٤) ترمذی (٢١٩) كتاب الصلاة : باب ما جاء في الرجل يصلي وحده ثم يدرك الجماعة]

(۲) [بخاری (٨٦٥' ٨٦٩) مسلم (٤٤٤) أحمد (٣٠١/٦) طبرانی كبير (٧٠٩)]

(۳) [بخاری (٨٥٩) كتاب الأذان : باب وضوء الصبيان...... مسلم (٧٦٣) أبو داود (٦١٠) نسائی (٨٤٢) ترمذی (٢٣٢) مؤطا (١٢١٣١) أبو عوانة (٣١٥/٢) ابن خزيمة (١٥٣٣) عبدالرزاق (٤٧٠٨) بيهقی (٧/٣)]

(٤) [سبل السلام (٥٨٧/٢) كشاف القناع (٥٣٢/١) المغنی (١٧٨/١) الشرح الكبير (٣٢١/١)]

(٥) [نيل الأوطار (٣٩٣/٢)]

(٦) [المجموع (٢٩٢/٤)]

(٧) [مؤطا (١٥٤/١)]

(٨) [موسوعة فقه إبراهيم النخعي (٦٥٩/٢)]

اکیلے مرد کی اکیلی عورت کے ساتھ جماعت درست ہے

(1) امام بخاریؒ نقل فرماتے ہیں کہ ﴿كانت عائشة يؤمها عبدها ذكوان من المصحف﴾ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ''ذکوان'' مصحف سے (دیکھ کر) ان کی امامت کراتا تھا۔''(۱)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا أيقظ الرجل أهله من الليل فصليا أو صلى ركعتين جميعا كتبا في الذاكرين والذاكرات﴾ ''جب کوئی آدمی رات کو اپنی بیوی کو بیدار کرتا ہے پھر وہ دونوں نماز پڑھتے ہیں یا دونوں اکٹھے دو رکعت نماز پڑھتے ہیں تو وہ ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھ دیے جاتے ہیں۔''(۲)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ إذا رجع من المسجد صلى بنا﴾ ''نبی ﷺ جب مسجد سے لوٹتے تھے تو ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔''(۳)

(شوکانیؒ) مرد اکیلی عورت کو امامت کرا سکتا ہے اس کے برخلاف کوئی دلیل موجود نہیں۔(٤)

(صدیق حسن خانؒ) جو اس کو صحیح تصور نہیں کرتا اس پر لازم ہے کہ دلیل پیش کرے۔(٥)

تاہم یہ یاد رہے کہ عورت مرد کی طرح امام کے ساتھ نہیں کھڑی ہوگی بلکہ امام کے پیچھے کھڑی ہوگی کیونکہ اکیلی عورت بھی مکمل صف کے حکم میں ہوتی ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((المرأة وحدها تكون صفا)) ''اکیلی عورت صف کے حکم میں ہوتی ہے۔'' اور اس کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿صليت أنا ويتيم في بيتنا خلف النبي ﷺ وأمي أم سليم خلفنا﴾ ''میں نے اور ایک یتیم بچے نے اپنے گھر میں نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جبکہ میری والدہ ''ام سلیم'' ہمارے پیچھے (اکیلی صف بنائے) کھڑی تھیں۔''(٦)

جب نمازی زیادہ ہوں گے تو ثواب بھی زیادہ ہوگا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿صلاة الرجل مع الرجل أزكى من صلاته وحده وصلاته مع الرجلين أزكى من صلاته مع الرجل وما كان أكثر فهو أحب إلى الله﴾ ''ایک آدمی کا کسی دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے کہیں زیادہ پاکیزہ اور اجر و ثواب کا باعث ہے اور دو آدمیوں کے

---

(۱) [بخاری (۲۹۲) كتاب الأذان]

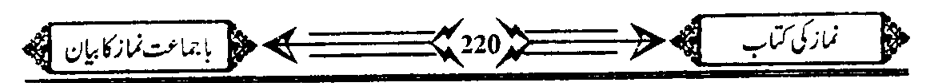
(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۱٦۱) أبو داود (۱۳۰۹) نسائی (٤۱۳/۱) ابن ماجة (۱۳۳٥) ابن حبان (۲٥٦۸) حاکم (۳۱٦۳۱)]

(۳) [مستخرج الإسماعيلي كما في تلخيص الحبير (۳۸/۲)]

(٤) [السيل الجرار (۲٥۰/۱)]

(٥) [الروضة الندية (۳۱۲/۱)]

(٦) [بخاری (۷۲۸) كتاب الأذان ، مسلم (٦٥۸) أبو داود (٦۱۲) ترمذی (۲۳٤) نسائی (۸٥/۲)]



ساتھ مل کر پڑھنا (پہلی صورت سے بھی) زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اسی طرح جتنے افراد زیادہ ہوں گے اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔'' (۱)

غیر افضل شخص کے پیچھے بھی نماز درست ہے

(1) کیونکہ غیر افضل شخص کے پیچھے نماز درست نہ ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے خود حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿فلما سلم عبدالرحمن قام رسول الله ﷺ يتم صلاته﴾ ''جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور اپنی نماز مکمل کرنے لگے۔'' (۲)

کوئی شخص تقویٰ و پرہیز گاری میں کتنا ہی بلند ہو' اسلام نے امامت میں اس کا اعتبار نہیں کیا بلکہ افضلیت اسے دی جو قراءت میں افضل ہو' سنت کا عالم ہو' ہجرت میں مقدم ہو یا سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہو۔ (۳)

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو دو مرتبہ مدینہ کا والی بنایا گیا اور وہ اندھے ہونے کے باوجود لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ (٤)

(شوکانی رحمہ اللہ) ہر ایسا شخص جس کی اپنی نماز ہو جاتی ہے (اس کے پیچھے) اس کے علاوہ کسی دوسرے کی نماز بھی ہو جائے گی۔ (٥)

(صدیق حسن خان رحمہ اللہ) فی الحقیقت نماز ایسی عبادت ہے جسے ہر نمازی کے پیچھے ادا کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وہ اس کے ارکان و اذکار کو اسی طرح سے بجا لائے جس سے نماز کافی ہو جائے اگرچہ وہ شخص گنہگار ہو یا بہت زیادہ متقی و پرہیز گار نہ ہو۔ (٦)

دو ضعیف روایات

(1) ﴿صلوا خلف كل بر وفاجر......﴾ ''ہر نیک اور گنہگار کے پیچھے نماز پڑھ لو۔'' (۷)

(2) ﴿صلوا خلف من قال لا إله إلا الله﴾ ''جس نے کلمہ لا إلہ إلا اللہ پڑھا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھ لو۔'' (۸)

---

(۱) [حسن : صحيح أبو داود (٥١٨) كتاب الصلاة : باب في فضل صلاة الجماعة' أحمد (١٤٠/٥) أبو داود (٥٥٤) نسائي (٨٤٣) تلخيص الحبير (٢٦/٢)]

(۲) [مسلم (٢٧٤) كتاب الصلاة : باب تقديم الجماعة من يصلي بهم إذا تأخر الإمام' مؤطا (٣٥/١) أحمد (٢٤٩/٤) أبو داود (١٤٩) أبو عوانة (٢١٤/٢) عبدالرزاق (١٩١/١)]

(۳) [مسلم (٦٧٣)]

(٤) [حسن : صحيح أبو داود (٥٥٥) كتاب الصلاة : باب إمامة الأعمى' أبو داود (٥٩٥)]

(٥) [نيل الأوطار (٤٢٣/٢)]

(٦) [الروضة الندية (٣٠٩/١)]

(۷) [ضعيف : التعليقات الرضية على الروضة الندية (٣٣٠/١) دارقطني (٥٧/٢)] اس کی سند میں حارث راوی ضعیف ہے۔ شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على السيل الجرار (٥٢٣/١)]

(۸) [ضعيف : تلخيص الحبير (٣٥/٢) مختصر البدر المنير (٤٧٤) دارقطني (٥٦/٢)]

بہتر یہ ہے کہ امام قابل احترام لوگوں میں سے ہو

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اجعلوا أئمتكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم﴾ ”ایسے لوگوں کو امام بناؤ جو تم میں معزز ہوں کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد کی حیثیت رکھتے ہیں۔“ (۱)

(2) امام حاکمؒ نے حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کے ترجمے (یعنی حالات زندگی) میں آپ ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ ﴿إن سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم﴾ ”اگر تم اس بات پر خوش ہو کہ تمہاری نماز قبول کی جائے تو اپنے امام ایسے لوگوں کو بناؤ جو تم میں معزز و قابل احترام ہوں کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد کی حیثیت رکھتے ہیں۔“ (۲)

اگرچہ ان روایات میں ضعف ہے لیکن دیگر صحیح روایات سے ثابت ہے کہ امام لوگوں کا ناپسندیدہ شخص نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة، من تقدم قوما وهم له كارهون﴾ ”تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتے، ایک ایسا شخص جو (امامت کے لیے) کسی قوم کے آگے ہوتا ہے لیکن وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں۔“ (۳)

مرد عورتوں کی امامت کرا سکتا ہے جبکہ عورت مردوں کی نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿صليت أنا ويتيم في بيتنا خلف النبي ﷺ وأمي أم سليم خلفنا﴾ ”میں نے اور ایک یتیم بچے نے نبی ﷺ کے پیچھے اپنے گھر میں نماز پڑھی اور میری والدہ ’ام سلیم‘ (نماز میں) ہمارے پیچھے کھڑی تھیں۔“ (٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ إذا رجع من المسجد صلى بنا﴾ ”نبی ﷺ جب مسجد سے واپس لوٹتے تو ہمیں نماز پڑھاتے۔“ (٥)

عورت کی امامت مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر صحیح نہیں۔

(1) شریعت اسلامیہ میں عورت کو مردوں کی امام بنانے کا کہیں ثبوت نہیں۔

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أخروهن من حيث أخرهم الله﴾ ”ان خواتین کو اس جگہ سے مؤخر رکھو

---

(۱) [ضعيف: التعليقات الرضية على الروضة الندية (۳۲۹/۱) دارقطنی (۸۷/۲) بیهقی (۹۰/۳) شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على السيل الجرار (۵۲۳/۱)] اس کی سند میں سلام بن سلیمان المدائنی راوی ضعیف ہے۔ [میزان الاعتدال (۱۷۸/۲)]

(۲) [ضعيف: حاكم (۲۲۲/۳) طبرانی کبیر (۳۷۷/۲۰) دارقطنی (۸۸/۲)] اس کی سند میں یحییٰ بن یعلی راوی ضعیف ہے۔ [المجمع للهيثمی (۶۷/۲) میزان الاعتدال (۲۲۹/۷)]

(۳) [صحيح: صحيح أبو داود (۵۵٤) كتاب الصلاة: باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون، أبو داود (۵۹۳)]

(٤) [بخاری (۷۲۷) كتاب الأذان: باب المرأة وحدها تكون صفا، مسلم (٦٥۸) أبو داود (۲۱۲) ترمذی (۲۳٤)]

(٥) [أخرجه الإسماعيلی كما فی تلخیص الحبير (۳۸/۲)]

جہاں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤخر رکھا ہے۔''(۱)

(3) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ [النساء : ٣٤] ''مرد عورتوں پر حکمران ہیں۔''

(4) عورتوں کا دین وعقل دونوں ناقص ہیں۔(۲)

(5) حدیث نبوی ہے کہ ﴿لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة﴾ ''وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جو اپنے معاملات کسی عورت کے سپرد کر دے۔''(۳)

(ابن حزمؒ) عورت کے لیے مردوں کی امامت کرانا جائز نہیں۔(٤)

(شیخ عبداللہ بن حمیدؒ) عورت مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی۔(٥)

فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی امامت کرا سکتا ہے

مراد یہ ہے کہ امام فرض پڑھ رہا ہو اور مقتدی نفل۔

(1) نبی ﷺ نے ان دو آدمیوں سے ارشاد فرمایا جو کہ گھر میں نماز پڑھ کر آئے تھے ﴿إذا صليتما في رحالكما ثم أدركتما الإمام ولم يصل فصليا معه فإنها لكم نافلة﴾ ''اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکے ہو پھر تم امام کو ملے ہو اور امام نے ابھی نماز نہ پڑھائی ہو تو اس کے ساتھ تم بھی نماز پڑھ لو یہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔''(٦)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ﴿ألا رجل يتصدق على هذا فيصلي معه﴾ ''کیا کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو اس پر صدقہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ نماز پڑھ لے۔''(٧)

نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی امامت کرا سکتا ہے

یعنی امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی فرض پڑھ رہا ہو۔

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿إن معاذا كان يصلي مع النبي ﷺ عشاء الآخرة ثم يرجع إلى قومه فيصلي بهم تلك الصلاة﴾ ''بلاشبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز عشاء پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو

(١) [عبدالرزاق (٥١١٥) مجمع الزوائد (٣٨/٢) نصب الراية (٣٦/١) الدراية (١٧١/١)]

(٢) [بخاری (٢٩٣) كتاب الحيض : باب ترك الحائض الصوم]

(٣) [بخاری (٧٠٩٩) كتاب الفتن : باب الفتنة التي تموج كموج البحر' ترمذی (٢٢٦٢) نسائی (٢٢٧/٨) بیهقی (٩٠/٣) شرح السنة (٢٤٨٦) أحمد (٤٧/٥)]

(٤) [المحلى بالآثار (١٣٥/٣)]

(٥) [فتاوى المرأة المسلمة (٣١٩/١)]

(٦) [صحيح : صحيح أبو داود (٥٣٨) أحمد (١٦٠/٤) ترمذی (٢١٩) كتاب الصلاة : باب ما جاء في الرجل يصلي وحده ثم يدرك الجماعة' نسائی (١١٢/٢) أبو داود (٥٧٥) حاكم (٢٤٤/١) ابن خزيمة (١٦٣٨)]

(٧) [صحيح : صحيح أبو داود (٥٣٧) كتاب الصلاة : باب في الجمع في المسجد مرتين' أبو داود (٥٧٤) ابن خزيمة (١٦٣٢)]

انہیں یہی نماز پڑھاتے تھے۔"(۱)

(2) نماز خوف میں رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کو دو دو رکعتیں پڑھائیں اس طرح آپ ﷺ کی پہلی نماز فرض اور دوسری نفل تھی جبکہ مقتدی دونوں مرتبہ ہی فرض ادا کر رہے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے ﴿فكان للنبى ﷺ أربع وللقوم ركعتان﴾ "نبی ﷺ نے چار رکعتیں پڑھیں اور لوگوں نے دو۔"(۲)

(ملا علی قاری حنفیؒ) اس حدیث کا ظاہر مذہب شافعی کی تائید میں ہے..... لیکن اگر ہم اسے تسلیم کر لیں تو نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی اقتداء لازم ہوگی جو کہ ہمارے مذہب میں صحیح نہیں۔(۳)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله ﷺ إذا رجع من المسجد صلى بنا﴾ "رسول اللہ ﷺ جب مسجد سے واپس لوٹتے تو ہمیں نماز پڑھاتے۔"(٤)

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہؒ، مالکؒ) نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز درست نہیں کیونکہ امام اور مقتدی کی نیت ایک ہونی چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿لا تختلفوا على إمامكم﴾ "اپنے امام سے اختلاف مت کرو۔"(٥)

(ابن حزمؒ) امام نفل پڑھے اور مقتدی فرض تو یہ جائز ہے۔(٦)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٧)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٨)

نفلوں کی جماعت یعنی نفل کے پیچھے نفل کا حکم

نفلوں کی جماعت کرانا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

(1) قیام رمضان یعنی نماز تراویح کی آپ ﷺ نے جماعت کرائی۔(٩)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باجماعت قیام اللیل کیا۔(١٠)

(١) [بخاری (٧٠٠) كتاب الأذان : باب إذا طول الإمام وكان للرجل حاجة فخرج فصلى، مسلم (٤٦٥) أبو داود (٧٩٠) نسائی (١٠٢/٢) دارمی (٢٣٩/١) أبو عوانة (١٥٦/٢) شرح معانی الآثار (٢١٣/١)]

(٢) [بخاری (٤١٣٦) كتاب المغازی : باب غزوة ذات الرقاع، مسلم (٨٤٣) نسائی (١٧٨/٣) دارقطنی (٦١/٢)]

(٣) [مرقاة شرح مشكاة (٢٨٢/٣)]

(٤) [أخرجه الإسماعيلی كما فی تلخيص الحبير (٣٨/٢)]

(٥) [كشف الأستار للبزار (٤٧٤) المجمع (٨١/٢)] یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم کی راوی ضعیف ہے۔ [تقريب التهذيب (ص/١٤٤)]

(٦) [المحلى بالآثار (١٤١/٣)]

(٧) [نيل الأوطار (٤٢٨/٢) السيل الجرار (٢٥٣/١)]

(٨) [الروضة الندية (٣١٣/١)]

(٩) [بخاری (١١٢٩)]

(١٠) [بخاری (٨٥٩)]

(3) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے رات کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔(۱)

(4) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی (نفل نماز میں) امامت کرائی۔(۲)

(5) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خسوف باجماعت ادا کی۔(۳)

(6) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء کی جماعت کرائی۔(٤)

نماز باطل کر دینے والے کاموں کے علاوہ ہر کام میں امام کی پیروی واجب ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا ولا تكبروا حتى يكبر وإذا ركع فاركعوا ولا تركعوا حتى يركع وإذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد وإذا سجد فاسجدوا ولا تسجدوا حتى يسجد وإذا صلى قائما فصلوا قياما وإذا صلى قاعدا فصلوا قعودا أجمعين﴾ ''امام اسی لیے مقرر کیا گیا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور اس کے تکبیر کہنے سے پہلے مت تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور اس کے رکوع کرنے سے پہلے مت رکوع کرو اور جب وہ '' سمع اللّٰہ لمن حمدہ '' کہے تو تم '' اللّٰھم ربنا لک الحمد '' کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور اس کے سجدہ کرنے سے پہلے سجدہ مت کرو اور جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھائے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔''(٥)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أما يخشى الذي يرفع رأسه قبل الإمام أن يحول الله رأسه رأس حمار﴾ ''کیا ایسا شخص جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے ایسی بات سے ڈرتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر نہ بنا دے۔''(٦)

یاد رہے کہ اگر امام کوئی ایسا فعل کرتا ہے جو نماز کو باطل کر دینے والا ہے مثلاً کلام وغیرہ یا ایسے افعال اختیار کرتا ہے جن سے انسان حالت نماز سے خارج ہو جاتا ہے مثلاً لیٹ جانا' بہت زیادہ دائیں بائیں دیکھنا' یا چلنا شروع کر دینا وغیرہ تو ایسے کسی بھی فعل میں امام کی پیروی نہیں کی جائے گی۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

---

(۱) [مسلم (۷۷۲)]

(۲) [بخاری (۸٦۰) مسلم (٦٥۸)]

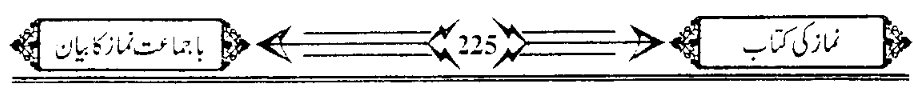
(۳) [بخاری (۱۰٤٤) مسلم (۹۰۱)]

(٤) [مسلم (۷۹۷) بخاری (۱۰۱٥) أبو داود (۱۱۷۳)]

(٥) [**صحيح**: صحيح أبو داود (٥٦٣) كتاب الصلاة: باب الإمام يصلى من قعود' أبو داود (٦۰۳) ابن ماجة (۸٤٦) أحمد (۳۱٤/۲) بخاری (۷۲۲) مسلم (٤۱٤) نسائی (۱۹٦/۲)]

(٦) [بخاری (٦۹۱) كتاب الأذان: باب إثم من رفع رأسه قبل الإمام' مسلم (٤۲۷) أبو عوانة (۱۳۷/۲) أبو داود (٦۲۳) نسائی (۹٦/۱) ترمذی (٥۸۲) ابن ماجة (۹٦۱) دارمی (۳۰۲/۱) أحمد (۲٦۰/۲)]

(۷) [المسوى (۱۷۳/۱)]



اگر مریض امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو کیا تندرست مقتدی بھی ......

بیٹھ کر ہی نماز پڑھے گا؟ اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ، اسحاقؒ) ایسی صورت میں مقتدی بھی بیٹھ کر نماز ادا کریں گے۔

(شافعیہ، احناف، اہل ظاہر) مقتدی پیچھے کھڑے ہو کر بھی نماز ادا کر سکتے ہیں۔

(مالکؒ، ابن قاسمؒ) بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی امامت تو جائز ہے لیکن اگر کوئی اس کے پیچھے بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر نماز ادا کرے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔(۱)

(البانیؒ) مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے بیٹھ کر ہی نماز پڑھیں گے جیسا کہ واضح نص اسی کا تقاضا کرتی ہے ﴿إذا صلى جالسا فصلوا جلوسا﴾ ''جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو'' اور مرض الموت میں نبی ﷺ کا بیٹھ کر امامت کرانا اور لوگوں کا (پیچھے) کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا مختلف روایات میں مختلف طرح سے ثابت ہے۔ بعض میں ہے کہ نبی ﷺ امام تھے۔(۲) بعض میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امام تھے۔(۳) اور بعض میں ہے کہ نبی ﷺ کے پیچھے ابتدائے نماز میں لوگ کھڑے تھے پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اشارے پر بیٹھ گئے۔(۴)

اور (اس عمل کی آپ ﷺ کے ساتھ) خصوصیت کی دلیل ضعیف روایت ہے۔ وہ روایت کہ جس میں ہے ﴿لا يؤمن أحد كم بعدي قاعدا قوما قياما﴾ ''تم میں سے کوئی بھی میرے بعد اس صورت میں بیٹھ کر امامت نہ کرائے کہ لوگ پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہوں۔''(۵) اس لیے مقتدیوں پر لازم ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کریں۔(۶)

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

(1) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ۔(۷)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔(۸)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق فتوی دیا۔(۹)

---

(۱) [بداية المجتهد (۱۵۲/۱) المغني (۴۸/۲) التاج المذهب (۱۱۱/۱) الخرشي على مختصر سيدى خليل (۴۲/۲) المجموع (۲۶۴/۴)]

(۲) [بخاری (۶۸۳)]

(۳) [ترمذی (۳۶۲، ۳۶۳) ابن خزيمة (۱۶۲۰) أحمد (۱۵۹/۶)]

(۴) [مسلم (۴۱۳)]

(۵) [ضعيف: نصب الراية (۴۹/۲) دارقطنی (۳۹۸/۱) بیهقی (۸۰/۳) اس کی سند میں جابر جعفی راوی ضعیف ہے۔ الكامل لابن عدى (۵۳۷/۲) الجرح والتعديل (۴۹۷/۲) المجروحين (۲۰۸/۱)]

(۶) [التعليقات الرضية على الروضة الندية للألباني (۳۳۵/۱)]

(۷) [ابن أبي شيبة (۳۲۶/۲) الأوسط لابن المنذر (۲۰۶/۴)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [فتح الباري (۱۷۶/۲)]

(۸) [ابن ابي شيبة (۳۲۶/۲) الأوسط لابن المنذر (۲۰۶/۴) (۲۰۴۳) باسناد صحيح]

(۹) [ابن أبي شيبة (۳۲۶/۲) حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [فتح الباري (۱۷۶/۲)]

(4) حضرت قیس بن قہد انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں ان کا امام بیمار ہو گیا تو ﴿فكان يؤمنا جالسا ونحن جلوس﴾ ''وہ بیٹھ کر ہماری امامت کراتا تھا اور ہم بھی بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔'' (۱)

جن حضرات کے نزدیک مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿فكان أبو بكر يصلي بصلاة رسول الله والناس يصلون بصلاة أبي بكر﴾ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتداء میں (جبکہ آپ بیماری تھے) نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ (پیچھے کھڑے ہو کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔'' (۲)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے امام شوکانیؒ کی کتاب '' نيل الأوطار ''اور حافظ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ کی کتاب '' تحفة الأحوذی '' کا مطالعہ کیجیے۔

(راجح) دونوں طرح جائز ہے (یعنی بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کے پیچھے بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر دونوں طرح نماز پڑھی جا سکتی ہے) البتہ افضل بیٹھ کر پڑھنا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے اور کھڑے ہو کر اس لیے جائز ہے کیونکہ مرض الموت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر امامت کرائی اور دائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر (آپ کی اقتداء میں) نماز ادا کی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو مقرر رکھا (یعنی اس سے منع نہیں فرمایا)۔ (۳)

آدمی ایسے لوگوں کی امامت نہ کرائے جو اُسے ناپسند کرتے ہوں

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة : من تقدم قوما وهم له كارهون ......﴾ ''تین آدمیوں کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے، پہلا وہ شخص جو (امامت کے لیے) کسی قوم کے آگے بڑھے لیکن وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں۔'' (٤)

(2) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ثلاثة لا تجاوز صلاتهم آذانهم ...... وإمام قوم وهم له كارهون﴾ ''تین آدمی ایسے ہیں جن کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی ...... ان میں سے ایک لوگوں کا ایسا امام ہے جسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔'' (٥)

---

(۱) [عبدالرزاق (۲/٤٦٢)، (٤٠٨٤) شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (۳/۸۲)]

(۲) [بخاری (۶۸۳) كتاب الأذان : باب من قام إلى جنب الإمام لعلة، مسلم (٤١٨)]

(۳) [الإحكام في أصول الأحكام لابن حزم (۱/٤٦٩)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (٥٥٤) كتاب الصلاة : باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون، أبو داود (٥٩٣) ابن ماجة (٩٧٠)]

(٥) [حسن : صحيح ترمذی (۲۹٥) كتاب الصلاة : باب ما جاء فيمن أم قوما وهم له كارهون، المشكاة (۱۱۲۲) ترمذی (۳٦٠) ابن أبي شيبة (۱/۳٥۸) بيهقي (۳/۱۲۸) تحفة الأشراف (٤/١٥٨٤)] امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے جبکہ امام بیہقیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے اور امام نوویؒ نے امام ترمذیؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔[خلاصة الأحكام للنووي (۲/۷٠٤)]

(3) حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ بات کہی جاتی تھی ﴿ أشد الناس عذابا اثنان: امرأة عصت زوجها وإمام قوم وهم له كارهون ﴾ ''لوگوں میں سے جنہیں سب سے سخت عذاب دیا جائے گا دو ہیں: (ایک) ایسی عورت جو اپنے خاوند کی نافرمان ہے اور (دوسرا) وہ امام جسے مقتدی ناپسند کرتے ہیں۔''(۱)

امام کمزوروں کا خیال کرتے ہوئے نماز پڑھائے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا أم أحدكم الناس فليخفف فإن فيهم الصغير والكبير والضعيف وذا الحاجة فإذا صلى وحده فليصل كيف شاء ﴾ ''جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو اسے قراءت میں تخفیف کرنی چاہیے اس لیے کہ مقتدیوں میں بچے، بوڑھے، کمزور اور حاجت مند لوگ بھی ہوتے ہیں ہاں جب تنہا نماز پڑھے تو پھر جس طرح چاہے پڑھے۔''(۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں نماز کو لمبا کرنا چاہتا ہوں لیکن بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ اس کے رونے سے اس کی ماں کی سخت پریشانی و تکلیف کو میں جانتا ہوں۔''(۳)

(3) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل نماز پڑھانے سے ان الفاظ میں روکا ﴿ أتريد أن تكون يا معاذ فتانا ﴾ ''اے معاذ! کیا تو نمازیوں کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔''(٤)

تخفیف کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ بغیر خشوع و خضوع کے، اطمینان و اعتدال کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے جلد از جلد نماز کو سمیٹ لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسیئ الصلاۃ نے اس طرح نماز پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا ﴿ ارجع فصل فإنك لم تصل ﴾ ''واپس جا کر دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ بلاشبہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔''(٥)

ایک دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص نے رکوع و سجود میں اپنی کمر سیدھی نہ کی اس کی نماز کفایت نہیں کرے گی۔''(٦)

اس لیے نماز میں مختصر قراءت یا مختصر اذکار کے ذریعے طوالت تو کم کرنی چاہیے لیکن اس کی ادائیگی میں مکمل خشوع و خضوع اور اطمینان و اعتدال کا لحاظ رکھنا چاہیے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كان النبي ﷺ يوجز الصلاة ويكملها ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر مگر مکمل پڑھا کرتے تھے۔''(۷)

---

(۱) [صحيح: صحيح ترمذى (٢٩٤) أيضا، ترمذى (٣٥٩)]

(۲) [بخارى (٧٠٣) كتاب الأذان: باب إذا صلى لنفسه فليطول ما شاء، مسلم (٤٦٧) أبو داود (٧٩٤، ٧٩٥) ترمذى (٢٣٦) نسائى (٨٢٣) موطا (١٣٤/١) أحمد (٢٥٦/٢) شرح السنة (٣٠٥/٢)]

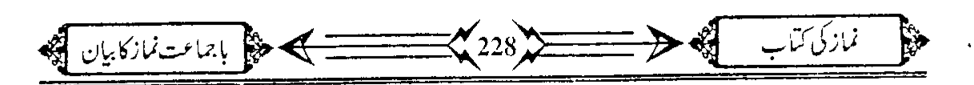
(۳) [بخارى (٧٠٩، ٧١٠) كتاب الأذان: باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبى، مسلم (٤٧٠) ابن ماجة (٩٨٩) أحمد (١٠٩/٣) ابن خزيمة (١٦١٠) ترمذى (٣٧٦)]

(٤) [بخارى (٧٠٥) كتاب الأذان: باب من شكا إمامه إذا طول، مسلم (٤٦٥)]

(٥) [بخارى (٧٥٧) مسلم (٣٩٧) أبو داود (٨٥٦) ترمذى (٣٠٣) ابن ماجة (١٠٦٠) أحمد (٤٣٧/٢)]

(٦) [صحيح: صحيح أبو داود (٧٦١) أبو داود (٨٥٥) ترمذى (٢٦٥) نسائى (١٨٣/٢) ابن ماجة (٨٧٠) أحمد (١١٢/٤) حميدى (٤٥٤) عبدالرزاق (٢٨٥٦) ابن خزيمة (٣٠٠/١) بيهقى (٨٨/٢) دارقطنى (٣٤٨/١)]

(۷) [بخارى (٧٠٦) كتاب الأذان: باب الإيجاز فى الصلاة وإكمالها، مسلم (٤٦٩) ابن ماجة (٩٨٥)]



امامت کا اولین مستحق حکمران اور پھر گھر کا مالک ہے

(1) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ولا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانه﴾ ''کوئی آدمی کسی آدمی کے دائرہ اقتدار میں امامت نہ کرائے۔'' اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿لا یؤمن الرجل الرجل فی أهله ولا فی سلطانه﴾ ''کوئی آدمی کسی آدمی کے گھر میں یا اس کے دائرہ اقتدار میں امامت نہ کرائے۔'' (۱)

(2) ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿لا یؤم الرجل فی بیته ولا فی سلطانه﴾ ''کسی آدمی کے گھر میں یا اس کے دائرہ اقتدار میں اس کی امامت نہ کرائی جائے۔'' (۲)

(3) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من زار قوما فلا یؤمهم ولیؤمهم رجل منهم﴾ ''جو شخص کسی قوم کی زیارت کے لیے جائے تو ان کی امامت مت کرائے بلکہ ان میں سے ہی کسی آدمی کو ان کی امامت کرانی چاہیے۔'' (۳)

(حافظ ابن تیمیہ) منتقی میں رقمطراز ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک مالک مکان کی اجازت سے اگر مہمان امامت کراتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إلا بإذنه﴾ ''یعنی مالک مکان کی اجازت کے ساتھ زائر کا امامت کرانا درست ہے۔'' (٤)

(ابن عربی) اگر مہمان آدمی اہل علم و فضل لوگوں میں سے ہو تو مالک مکان کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ اسے آگے کرے اور اگر دونوں علم و فضل میں برابر ہوں تو بھی حسن ادب کا یہی تقاضا ہے کہ اسے ہی امامت کی درخواست کرے۔ (٥)

پھر جسے قرآن کا زیادہ علم ہو پھر جو سنت کا زیادہ عالم ہو اور پھر جو عمر میں بڑا ہو

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا کانوا ثلاثة فلیؤمهم أحدهم وأحقهم بالإمامة أقرأهم﴾ ''جب کہیں تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرائے اور ان میں سے سب سے زیادہ امامت کا مستحق وہ ہے جو قرآن کا زیادہ قاری ہو۔'' (٦)

(2) حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا حضرت الصلاة فلیؤذن أحدکم ولیؤمکم

(۱) [مسلم (٦٧٣) کتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب من أحق بالإمامة ' أبو داود (٥٨٢) ترمذی (٢٣٥) ابن ماجة (٩٨٠) أبو عوانة (٣٥/٢) دارقطنی (٢٠٨/١)]

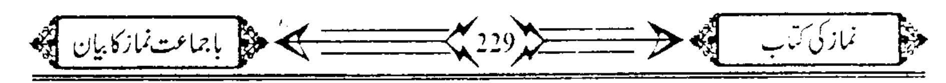
(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (٥٤٢) أبو داود (٥٨٢)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (٥٥٦) کتاب الصلاة : باب إمامة الزائر ' أبو داود (٥٩٦) ترمذی (٣٥٦) نسائی (٨٠/٢) أحمد (٤٣٦/٣) ابن خزیمة (١٥٢٠) شرح السنة (٣٩٩/٢) بیهقی (١٢٦/٣)]

(٤) [نیل الأوطار (٤١٥/٢) تحفة الأحوذی (٣٠٣/٢)]

(٥) [عارضة الأحوذی (١٥١/٢)]

(٦) [مسلم (٦٧٢) کتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب من أحق بالإمامة ' نسائی (٧٧/٢) أحمد (٢٤/٣) ابن خزیمة (١٥٠٨) شرح السنة (٣٩٩/٢) بیهقی (٨٩/٣)]



اکثر کم قرآنا﴾ ”جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک آذان کہے اور تم میں سے وہ شخص امامت کرائے جسے قرآن زیادہ یاد ہو۔“(۱)

(3) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿یؤم القوم أقرأهم لكتاب الله فإن كانوا في القراءة سواء فأعلمهم بالسنة فإن كانوا في السنة سواء فأقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فأقدمهم سنا﴾ ”لوگوں کا امام ایسا شخص ہونا چاہیے جو قرآن کا زیادہ علم رکھتا ہو اگر اس وصف میں لوگ برابر ہوں تو پھر وہ شخص امام بنے جسے سنت نبوی کا زیادہ علم ہو اگر سنت کے علم میں بھی لوگ برابر ہوں تو پھر وہ امام بنے جو ہجرت کرنے میں مقدم ہو اور اگر اس وصف میں بھی لوگ برابر ہوں تو پھر وہ شخص امام بنے جو عمر میں زیادہ ہو۔“(۲)

(احمدؒ، ابوحنیفہؒ) قرآن کے بڑے عالم شخص کو قرآن کے زیادہ فقیہ پر ترجیح دی جائے گی۔ امام ابن سیرینؒ اور امام ثوریؒ وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ، شافعیؒ) زیادہ فقیہ کو قرآن کے زیادہ عالم پر مقدم کیا جائے گا۔(۳)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے (یعنی بڑے قاری کو بڑے فقیہ پر ترجیح ہے)۔

(ابن حجرؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) میرے نزدیک یہی بات (یعنی گزشتہ موقف) راجح ہے۔(٦)

اگر امام کی نماز میں کچھ خلل واقع ہو جائے تو اس کا بوجھ امام پر ہوگا مقتدیوں پر نہیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿یصلون لكم فإن أصابوا فلكم وإن أخطاوا فلكم وعليهم﴾ ”امام تمہیں نماز پڑھاتے ہیں اگر وہ ٹھیک نماز پڑھائیں تو اس کا تمہیں ثواب ملے گا اور اگر وہ غلطی کریں تو بھی تم کو ثواب ملے گا اور غلطی کا وبال اُن پر ہوگا۔“(۷)

(2) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الإمام ضامن فإذا أحسن فله ولهم وإن

(۱) [بخاری (٦٣١) كتاب الأذان: باب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة والإقامة كذلك، مسلم (٦٧٤) ترمذی (٢٠٥) ابن ماجة (٩٧٩) نسائی (٧٨١)]

(۲) [مسلم (٦٧٣) كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب من أحق بالإمامة، ترمذی (٢٣٥) أبو داود (٥٨٢) أحمد (١١٨/٤) ابن ماجة (٩٨٠) أبو عوانة (٣٥/٢) دارقطنی (٢٠٨/١) بيهقی (١١٩/٣) ابن خزيمة (١٠٥٧)]

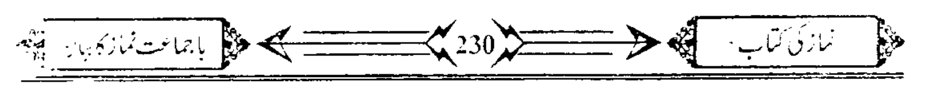
(۳) [نيل الأوطار (٤١٣/٢)]

(٤) [فتح البارى (٢٠١/٢)]

(٥) [نيل الأوطار (٤١٣/٢)]

(٦) [تحفة الأحوذى (٣٧/٢)]

(۷) [بخاری (٦٩٤) كتاب الأذان: باب إذا لم يتم الإمام وأتم من خلفه، أحمد (٣٥٥/٢) شرح السنة (٨٤٠) بيهقی (٣٩٧/٢)]



نسئة فعليه ولا عليهم﴾ ''امام ذمہ دار ہے اگر وہ احسن انداز میں نماز پڑھائے تو اسے بھی ثواب ملے گا اور مقتدیوں کو بھی۔ اور اگر وہ نماز میں غلطی وکوتاہی کرے تو اسی پر اس کا وبال ہوگا نہ کہ مقتدیوں پر۔''

مقتدی امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں اپنے دائیں جانب کھڑا کیا پھر ایک دوسرا شخص آیا اور آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو ﴿فأخذ النبی بأیدیھما فدفعھم حتی أقامھما خلفه﴾ ''نبی ﷺ نے ان دونوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر دھکیلا حتی کہ انہیں اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔'' (۱)

(2) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أمرنا النبی ﷺ إذا كنا ثلاثة أن يتقدم أحدنا﴾ ''نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب ہم تین آدمی ہوں تو (امامت کے لیے) ہم میں سے ایک آگے بڑھ جائے۔'' (۲)

جس روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام اسود بن یزید اور امام علقمہ کو اپنے دائیں اور بائیں جانب کھڑا کر دیا۔ (۳)

امام شوکانی رقمطراز ہیں کہ وہ روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ (٤)

اور یہ بات مسلم ہے کہ مرفوع احادیث کو موقوف پر ترجیح ہوتی ہے۔

(جمہور، مالک، شافعی، ابو حنیفہ) سب اسی کے قائل ہیں کہ دو یا دو سے زائد افراد امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔

(جمہور) اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

(سعید بن مسیب) اسے صرف مستحب کہتے ہیں۔

(نخعی) اکیلا شخص بھی امام کے پیچھے کھڑا ہوگا۔ (٥)

(نووی) یہ دونوں مذہب (امام سعید اور امام نخعی کا) فاسد ہیں۔ (٦)

(شوکانی) دو افراد امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے اور یہی عمل زمانہ رسالت، زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین وغیرہ میں ثابت ہے۔ (۷)

اگر مقتدی اکیلا ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہوگا

(1) گذشتہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اسی پر شاہد ہیں جس میں ہے کہ ﴿أنه صلى مع النبی ﷺ فجعله عن

(۱) [مسلم (۳۰۱۰) كتاب الزهد والرقائق: باب حديث جابر الطويل وقصة أبي اليسر' أبو داود (٦٣٤) بيهقي (۲۳۹/۲) شرح السنة (۸۲۷) حاكم (۲٥٤/۱) ابن حبان (٥۷۳/٥)'(۲۱۹۷)]

(۲) [ضعيف: ضعيف ترمذی (۳۷) كتاب الصلاة: باب ما جاء فی الرجل يصلی مع الرجلين' ترمذی (۲۳۳)]

(۳) [مسلم (٥۳٤) ترمذی (٤٥۳) أبو داود (۸٦۸) نسائی (۱۸۳/۲) بيهقی (۸۳/۲) دارقطنی (۳۳۹/۱) ابن أبی شيبة (۲٤٦/۱) ابن خزيمة (٥۹٥)]

(٤) [السيل الجرار (۲٦۱/۱)]

(٥) [نيل الأوطار (٤٤۳/۲) الروضة الندية (۳۲۱/۱)]

(٦) [المجموع (۲۹٤/٤)]

(۷) [السيل الجرار (۲٦۰/۱)]

يمينه ...... ﴾ ''انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے انہیں اپنے دائیں جانب کھڑا کر لیا۔'' (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب قیام اللیل کے لیے نبی ﷺ کے بائیں جانب آ کر کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے انہیں پکڑ کر اپنے دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ (۲)

عورتوں کی امام پہلی صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أنها أمت النساء فقامت وسطهن﴾ ''انہوں نے عورتوں کی امامت کرائی اور ان کے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔'' (۳)

(2) ایک روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ ﴿كانت تؤمهن في رمضان وتقوم معهن في الصف﴾ ''وہ رمضان میں عورتوں کی امامت کراتی تھیں اور ان کے ساتھ صف میں کھڑی ہوتی تھیں۔'' (٤)

(4) حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ أمرها أن تؤم أهل دارها﴾ ''نبی ﷺ نے انہیں اپنے گھر والوں کی امامت کرانے کا حکم دیا۔'' (٥)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ عورت بھی امامت کرا سکتی ہے اور وہ مرد امام کی طرح الگ صف میں تنہا کھڑی نہیں ہوگی بلکہ عورتوں کے ساتھ پہلی صف کے وسط میں کھڑی ہوگی نیز عورت صرف عورتوں کو ہی امامت کرا سکتی ہے مردوں کو نہیں جیسا کہ اس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

کیا سب سے آگے مردوں کی صفیں ہوں گی' پھر بچوں کی اور پھر عورتوں کی؟

(1) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كان يجعل الرجال قدام الغلمان' والغلمان خلفهم والنساء خلف الغلمان﴾ ''نبی ﷺ مردوں کو بچوں کے آگے کھڑا کرتے اور بچوں کو ان کے پیچھے اور عورتوں کو بچوں کے پیچھے۔'' (٦)

(البانی ؒ) بچوں کو مردوں کے پیچھے کھڑا کرنے کی (کوئی دلیل) اس حدیث کے علاوہ مجھے نہیں ملی اور یہ (حدیث) ناقابل حجت ہے اس لیے میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ بچے مردوں کے ساتھ کھڑے ہوں جبکہ صف میں وسعت بھی ہو اور آپ ﷺ کے پیچھے ایک یتیم بچے کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا بھی اس مسئلہ میں حجت ہے۔ (۷)

---

(۱) [مسلم (۳۰۱۰)]

(۲) [بخاري (۸۵۹) كتاب الأذان : باب وضوء الصبيان ...... ' مسلم (۷٦۳)]

(۳) [عبدالرزاق (۱٤۱/۳) ' (٥٠٨٦) دارقطني (٤٠٤/۱) بيهقي (۱۳۱/۳) ابن أبي شيبة (۸۹/۲) حاكم (۲۰۳/۱)]

(٤) [ابن أبي شيبة (۸۸/۲) عبدالرزاق (۱٤٠/۳)(٥٠٨٢) دارقطني (٤٠٥/۱) المحلى بالآثار (۱۳۷/۳)]

(٥) [حسن : صحيح أبو داود (٥٥۳) كتاب الصلاة : باب إمامة النساء ' أبو داود (٥۹۲) ابن خزيمة (۱۲۷٦) بيهقي (۱۳٠/۳)]

(٦) [ضعيف : ضعيف أبو داود (۱۳۲) كتاب الصلاة : باب مقام الصبيان من الصف ' أحمد (۳٤٥/٥) أبو داود (٦۷۷) یہ حدیث شہر بن حوشب راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [المجروحين (۳٦۱/۱) ميزان الاعتدال (۲۸۳/۲) تقريب التهذيب (۳٥٥/۱) الجرح والتعديل (۳۸۲/٤)]

(۷) [تمام المنة (ص/۲۸٤)]

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿قمت أنا واليتيم وراءه وقامت العجوز من ورائنا﴾ ”میں اور ایک یتیم بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ایک بوڑھی عورت ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔“

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿خير صفوف الرجال أولها وشرها آخرها وخير صفوف النساء آخرها وشرها أولها﴾ ”مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین آخری ہے اور عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین پہلی ہے۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ پہلے مردوں کی صفیں ہوں گی جن میں بچے بھی شامل ہوں گے ان کے پیچھے عورتوں کی صفیں ہوں گی اور امام شوکانیؒ نے یہاں جو موقف اپنایا ہے ممکن ہے کہ ان کے نزدیک پہلی حدیث قابل اعتبار ہو لیکن چونکہ فی الحقیقت وہ حدیث ضعیف ہے اس لیے ان کا یہ موقف کہ ”بچوں کو مردوں کے پیچھے کھڑا کیا جائے گا“ درست نہیں۔

اگر امام کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت ہو......

تو مرد امام کے دائیں جانب اور عورت پیچھے اکیلی کھڑی ہو گی۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ صلى به وبأمه أو خالته قال فأقامني عن يمينه وأقام المرأة خلفنا﴾ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کی والدہ یا خالہ کو نماز پڑھائی وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور اس عورت کو ہمارے پیچھے کھڑا کر لیا۔“ (۳)

○ اگر عورت اور مرد دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں تو کیا نماز ہو جائے گی؟

(جمہور) نماز ہو جائے گی۔

(احناف) مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن عورت کی فاسد نہیں ہو گی۔ (٤)

(ابن حجرؒ) یہ (احناف کا قول نہایت) عجیب ہے۔ (٥)

پہلی صف میں کھڑے ہونے کے سب سے زیادہ مستحق عقلمند و سمجھدار لوگ ہیں

(1) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ليلني منكم أولوا الأحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم﴾ ”تم میں سے عقلمند اور سمجھدار لوگ میرے قریب کھڑے ہوں پھر وہ لوگ جو (فہم و فراست میں) ان کے

---

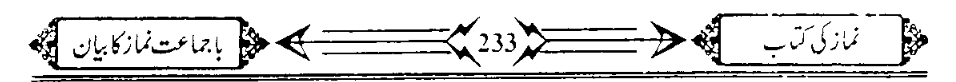
(۱) [بخاری (۸٦۰) كتاب الأذان : باب وضوء الصبيان ...... مسلم (٦٥٨) مؤطا (١٥٣/١) أحمد (١٣١/٣) أبو داود (٦١٢) ترمذی (٢٣٤) نسائی (٨٥/٢)]

(۲) [مسلم (٤٤٠) كتاب الصلاة : باب تسوية الصفوف وإقامتها ...... أبو داود (٦٧٨) ترمذی (٢٢٤) نسائی (٩٣/٢) ابن ماجة (١٠٠٠) أحمد (٣٣٦/٢) ابن خزيمة (١٥٦١)]

(۳) [مسلم (٦٦٠) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب جواز الجماعة في النافلة ...... أبو داود (٦٠٩) نسائی (٨٦/٢) ابن ماجة (٩٧٥) أحمد (٢٥٨/٣) أبو عوانة (٧٥/٢) بيهقى (١٠٦/٣)]

(٤) [نيل الأوطار (٤٤٤/٢) سبل السلام (٥٨٨/٢) الهداية (٥٧/١)]

(٥) [فتح البارى (٤٤٩/٢)]



قریب ہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں۔'' (۱)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله يحب أن يليه المهاجرون والأنصار ليأخذوا عنه﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مہاجرین وانصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھیں۔'' (۲)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ اور حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ اگر وہ (پہلی) صف میں کسی بچے کو دیکھتے تو اسے نکال دیتے۔ (۳)

نمازیوں پر صفیں برابر کرنا اور خلا کو پر کرنا لازم ہے

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿سووا صفوفكم فإن تسوية الصفوف من إقامة الصلاة﴾ ''اپنی صفیں برابر کرو کیونکہ صفوں کو برابر کرنا نماز قائم کرنے کا حصہ ہے۔'' (٤)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بأيدي إخوانكم ولا تذروا فرجات للشيطان ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله﴾ ''صفوں کو سیدھا کرو' کندھوں کو برابر کرو' خلا کو پر کرو' اپنے بھائیوں کے لیے نرم ہو جاؤ' شیطان کے لیے (صف میں) خالی جگہیں مت چھوڑو' جس نے صف کو ملایا اللہ تعالیٰ اسے ملائے اور جس نے صف کو کاٹا اللہ تعالیٰ اسے کاٹے۔'' (٥)

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿وسطوا الإمام وسدوا الخلل﴾ ''امام کو درمیان میں رکھو اور خلا کو پُر کرو۔'' (٦)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ سے پہلے ہماری طرف چہرہ کر کے فرماتے ﴿تراصوا واعتدلوا﴾ ''ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے مل جاؤ اور برابر ہو جاؤ۔'' (٧)

(5) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿عباد الله' لتسون صفوفكم أو ليخالفن الله بين وجوهكم﴾ ''اللہ کے بندو! تم ضرور اپنی صفوں کو برابر کرو گے یا اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت

(۱) [مسلم (٤٣٢) كتاب الصلاة : باب تسوية الصفوف وإقامتها...... ' أبو داود (٦٧٤) نسائي (٨٧/٢) أحمد (١٢٢/٤) ابن خزيمة (١٥٤٢) ابن حبان (٢١٧٢) حاكم (٢١٩/١) بيهقي (٩٧/٣)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٧٩٧) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب من يستحب أن يلي الإمام ' الصحيحة (١٤٠٩) ابن ماجة (٩٧٧) ابن حبان (٧٢٥٨) حاكم (٢١٨/١)]

(۳) [ابن أبي شيبة (٣٦٣/١) كتاب الصلوات : باب إخراج الصبيان من الصف]

(٤) [بخاري (٧٢٣) كتاب الأذان : باب إقامة الصف من تمام الصلاة ' مسلم (٤٣٣) أبو داود (٦٦٨) ابن ماجة (٩٩٣) أحمد (١٧٧/٣) ابن خزيمة (١٥٤٣) شرح السنة (٣٨٢/٢) بيهقي (١٠٠/٣) دارمي (٢٨٩/١)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (٦٢٠) كتاب الصلاة : باب تسوية الصفوف ' أبو داود (٦٦٦)]

(٦) [صحيح : صحيح أبو داود (٦٣٢) كتاب الصلاة : باب مقام الإمام من الصف ' أبو داود (٦٨١) بيهقي (١٠٤/٣) اس حدیث کا صرف دوسرا حصہ صحیح ہے جیسا کہ شیخ البانیؒ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔]

(٧) [أحمد (٢٦٨/٣) مسلم (٤٣٣) أبو يعلى (٣٢٩١) عبدالرزاق (٢٤٢٧) أبو عوانة (٣٩/٢) بيهقي (٢١/٢)]

ڈال دیں گے۔“ (۱)

(نوویؒ) اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ((یوقع بینکم العداوة والبغضاء واختلاف القلوب)) ”اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض اور دلوں کا اختلاف پیدا کر دیں گے۔“ (۲)

(ابن حجرؒ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ عمل واجب ہے اور اس میں کوتاہی حرام ہے۔ (۳)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أقيموا الصف في الصلاة فإن إقامة الصف من حسن الصلاة﴾ ”نماز میں صف کو سیدھا کرو کیونکہ صف کو سیدھا کرنا نماز کی خوبصورتی کا ایک حصہ ہے۔“ (٤)

نمازی پہلی صف کو پہلے مکمل کریں پھر اس سے قریبی صف کو اور پھر اسی طرح بقیہ صفوں کو

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أتموا الصف المقدم ثم الذي يليه فما كان من نقص فليكن في الصف المؤخر﴾ ”پہلے اگلی صف کو مکمل کرو پھر اس سے قریبی کو اور جو بھی کمی ہو وہ پچھلی صف میں ہونی چاہیے۔“ (٥)

(2) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو فرشتوں جیسی صف بنانے کی ترغیب دلائی اور پھر فرشتوں کا صف بنانے کا طریقہ بتلایا کہ ﴿يتمون الصف الأول ويتراصون في الصف﴾ ”وہ پہلی صف کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔“ (٦)

پہلی صفوں کی فضیلت

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لو يعلمون ما في النداء والصف الأول ثم لم يجدوا إلا أن يستهموا عليه لاستهموا﴾ ”اگر لوگوں کو آذان اور پہلی صف کے اجر کا علم ہو جائے' پھر وہ انہیں صرف قرعہ ڈال کر ہی حاصل ہو تو وہ ضرور قرعہ ڈالیں۔“ (۷)

(2) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إن الله وملائكته يصلون على الصفوف

(۱) [مسلم (٤٣٦) كتاب الصلاة : باب تسوية الصفوف وإقامتها...... ' أبو داود (٦٦٣) نسائي (٨٩/٢) ترمذى (٢٢٧) ابن ماجة (٩٩٤) أحمد (٢٧٠/٤) عبدالرزاق (٢٤٢٩) بيهقى (١٠٠/٣)]

(۲) [شرح مسلم (٣٩٤/٢)]

(۳) [فتح البارى (٤٤٣/٢)]

(٤) [بخارى (٧٢٢) كتاب الأذان : باب إقامة الصف من تمام الصلاة ' مسلم (٤٣٤) عبدالرزاق (٢٤٢٤) أحمد (٣١٤/٢) ابن حبان (٢١٧٧) بيهقى (٩٩/٣)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (٦٢٣) كتاب الصلاة : باب تسوية الصفوف ' نسائى (٩٣/٢) أحمد (١٣٢/٣) ابن خزيمة (١٥٤٦) ابن حبان (٢١٥٥) أبو يعلى (٣١٦٣) شرح السنة (٣٨٦/٢)]

(٦) [مسلم (٤٣٠) كتاب الصلاة : باب الأمر بالسكون فى الصلاة ' أبو داود (٦٦١) نسائى (٩٢/٢) ابن ماجة (٩٩٢) أحمد (١٠١/٥) ابن خزيمة (١٥٤٤) أبو عوانة (٣٩/٢) ابن حبان (٢١٥٤)]

(۷) [مسلم (٦٦٠) كتاب الصلاة : باب تسوية الصفوف وإقامتها ......]

الأولى ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔'' (۱)

(3) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن رسول الله كان يستغفر للصف المقدم ثلاثا وللثاني مرة ﴾ ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صف کے لیے تین مرتبہ استغفار کرتے اور دوسری صف کے لیے ایک مرتبہ۔'' (۲)

تاخیر سے پہنچنا اور پچھلی صفوں میں کھڑا ہونا

ایسے شخص کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید بیان کی ہے لہذا تاخیر سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا يزال قوم يتأخرون حتى يؤخرهم الله عز وجل ﴾ ''لوگ ہمیشہ تاخیر کرتے رہیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کو مؤخر کر دیں گے۔'' (۳)

(شوکانی) اس حدیث کا مفہوم یوں واضح کرتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت اور عظیم فضل سے مؤخر کر دیں گے۔'' (٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا يزال قوم يتأخرون عن الصف الأول حتى يؤخرهم الله في النار ﴾ ''لوگ ہمیشہ پہلی صف سے تاخیر کرتے رہیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ انہیں مؤخر کر کے آگ میں پہنچا دیں گے۔'' (٥)

صف کے دائیں جانب کھڑا ہونا

(1) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے (مسعرؒ نے کہا کہ) جسے ہم پسند کرتے یا جسے میں پسند کرتا تھا وہ یہ تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب کھڑے ہوں۔ (٦)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن الله وملئكته يصلون على ميامن الصفوف ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کی دائیں اطراف پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔'' (۷)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿يعجبه التيمن في تنعله وترجله وطهوره وفي شانه كله ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوتا پہننے، بالوں میں کنگھی کرنے اور وضوء کرنے بلکہ ہر کام میں دائیں جانب کو پسند فرماتے تھے۔'' (۸)

(۱) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٦١٨) كتاب الصلاة : باب تسوية الصفوف ' أبو داود (٦٦٤)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٨١٥) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب فضل الصف المقدم ' ابن ماجة (٩٩٦) نسائي (٩٢/٢) أحمد (١٢٦/٤) دارمي (٢٩٠/١) ابن خزيمة (١٥٥٨) ابن حبان (٢١٥٨)]

(۳) [مسلم (٤٣٨) أبو داود (٦٨٠) نسائي (٨٣/٢) ابن ماجة (٩٧٨) أحمد (١٩/٣) ابن خزيمة (١٦١٢)]

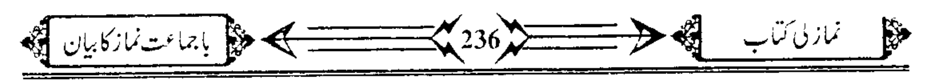
(٤) [نيل الأوطار (٤٥٧/٢)]

(٥) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٦٣٠) أبو داود (٦٧٩)]

(٦) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٨٢٤) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب فضل ميمنة الصف ' ابن ماجة (١٠٠٦)]

(۷) [**ضعيف** : ضعيف ابن ماجة (٢٠٩) أبو داود (٦٧٦) كتاب الصلاة : باب من يستحب أن يلي الإمام ' ابن ماجة (١٠٠٥) ابن حبان (٢١٦٠) بيهقي (١٠٣/٣)]

(۸) [بخاري (١٦٨) كتاب الوضوء : باب التيمن في الوضوء والغسل ' مسلم (٢٦٨) ترمذي (٦٠٨) أحمد (٢٤٣٦٩)]



عورتیں مساجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کر سکتی ہیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تمنعوا إماء الله مساجد الله﴾ ''اللہ کی بندیوں (یعنی خواتین) کو مسجدوں سے مت روکو۔'' (١)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا استأذنكم نسائكم بالليل إلى المساجد فاذنوا لهن﴾ ''اگر تمہاری عورتیں رات کو مساجد میں جانے کے لیے تم سے اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔'' (٢)

(نوویؒ) پہلی حدیث میں موجود ممانعت حرمت کے لیے نہیں بلکہ کراہت کے لیے ہے اور ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے خاوندوں سے اجازت لے کر (باہر مساجد یا دوسری جگہوں کی طرف) جانا چاہیے۔ (٣)

خواتین کے لیے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تمنعوا نسائكم المساجد وبيوتهم خير لهن﴾ ''اپنی عورتوں کو مسجدوں سے مت روکو لیکن ان کے گھر ہی ان کے لیے بہتر ہیں۔'' (٤)

(2) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿خير مساجد النساء قعر بيوتهن﴾ ''خواتین کی بہترین مساجد ان کے گھروں کی چار دیواری ہے۔'' (٥)

عورتوں کا خوشبو لگا کر یا زیب و زینت کے ساتھ مساجد میں جانا

ایسا کرنا کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

(1) حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا شهدت إحداكن المسجد فلا تمس طيبا﴾ ''جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں حاضر ہونا چاہے تو خوشبو مت لگائے۔'' (٦)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿لو أن رسول الله رأى من النسآء ما رأينا لمنعهمن من المسجد كما منعت بنو اسرائيل نسائها﴾ ''بلاشبہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی وہ کیفیت و صورتحال دیکھ لیتے جو کہ ہم نے دیکھی ہے تو

(١) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٥٢٩) كتاب الصلاة : باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد 'أبو داود (٥٦٥) أحمد (٤٣٨/٢) عبدالرزاق (٥١٢١) دارمي (٢٩٣/٢) ابن خزيمة (١٦٧٩) بيهقي (١٣٤/٣)]

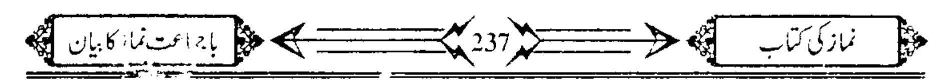
(٢) [بخاري (٨٦٥) كتاب الأذان : باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس' مسلم (٤٤٢) أحمد (٧/٢) عبدالرزاق (٥١٠٧) حميدي (٦١٢) دارمي (٢٩٣/١) بيهقي (١٣٢/٣) شرح السنة (٨٦٣)]

(٣) [شرح مسلم (٣٩٩/٣-٤٠٠) المجموع (٩٢/٤)]

(٤) [**صحيح** : صحيح أبو داود (٥٣٠) كتاب الصلاة : باب ما جاء في خروج النسآء إلى المسجد ' ابن خزيمة (١٦٨٤) أحمد (٧٢/٢)]

(٥) [أحمد (٢٩٧/٦) ابن خزيمة (١٦٨٣) حاكم (٢٠٩/١) بيهقي (١٣١/٣)]

(٦) [مسلم (٤٤٣) نسائي (١٥٥/٨) أحمد (٣٦٣/٦) أبو عوانة (٦١/٢) ابن خزيمة (١٦٨٠) ابن حبان (٢٢١٢)]



یقیناً انہیں مسجدوں سے اسی طرح روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو روکا تھا۔'' (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أيما امرأة أصابت بخورا فلا تشهدن معنا العشاء الآخرة﴾ ''جو عورت بخور (یعنی خوشبو) لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء میں حاضر نہ ہو۔'' (۲)

دور سے چل کر مسجد میں آنے کی فضیلت

(1) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن أعظم الناس في الصلاة أجرا أبعدهم إليها ممشى﴾ ''بے شک نماز میں لوگوں میں سے سب سے بڑے اجر کا مستحق وہ شخص ہے جو ان میں سب سے زیادہ دور سے اس کی طرف چل کر آتا ہے۔'' (۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الأبعد فالأبعد من المسجد أعظم أجرا﴾ ''کوئی شخص جس قدر مسجد سے دور سے آئے گا اسی قدر اس کا اجر بھی زیادہ ہوگا۔'' (٤)

نماز کے لیے مسجد کی طرف جاتے ہوئے اطمینان سے جانا چاہیے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تم نماز کی اقامت سنو تو ﴿عليكم السكينة والوقار﴾ ''نماز کی طرف اطمینان و سکون اور وقار کے ساتھ چل کر آؤ'' جلدی اور عجلت مت کرو۔ جتنی نماز جماعت کے ساتھ پالو اتنی پڑھ لو اور جو باقی رہ جائے اسے (بعد میں) پورا کرلو۔'' (٥)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إذا أتيتم الصلاة فعليكم السكينة﴾ ''جب بھی تم نماز کے لیے آؤ تو سکون و اطمینان سے چل کر آؤ۔'' (٦)

○ فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ بعد میں جماعت کے ساتھ ملنے کی صورت میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز پہلی رکعتیں شمار ہوں گی یا پچھلی؟

---

(١) [بخاري (٨٦٩) كتاب الأذان : باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس' مسلم (٤٤٥) أبو داود (٥٦٩) أحمد (٩١/٦)]

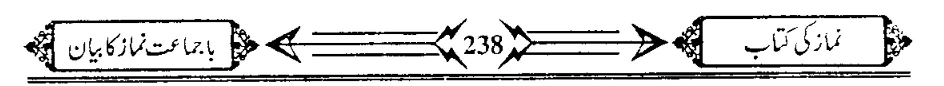
(٢) [مسلم (٤٤٤) أبو داود (٤١٧٥) نسائي (١٥٤/٨) أحمد (٣٠٤/٢)]

(٣) [بخاري (٦٥١) كتاب الأذان : باب فضل صلاة الفجر في جماعة' مسلم (٦٦٢) ابن خزيمة (١٥٠١) بيهقي (٦٤/٣)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (٥٢٠) كتاب الصلاة : باب ما جاء في فضل المشي إلى الصلاة' أبو داود (٥٥٦) ابن ماجة (٧٨٢) أحمد (٣٥١/٢) حاكم (٢٠٨/١) بيهقي (٦٤/٣)]

(٥) [بخاري (٦٣٦) كتاب الأذان : باب لا يسعى إلى الصلاة وليأت بالسكينة والوقار' مسلم (٦٠٢) أبو داود (٥٧٢) نسائي (١١٤/٢) ابن ماجة (٧٧٥) ترمذي (٣٢٧) أحمد (٢٣٩/٢) عبدالرزاق (٣٤٠٥) موطا (٦٨/١)]

(٦) [بخاري (٦٣٥) كتاب الأذان : باب قول الرجل فاتتنا الصلاة' مسلم (٦٠٣) أحمد (٣٠٦/٥) ابن خزيمة (١٦٤٤) أبو عوانة (٨٣/٢) بيهقي (٢٨٩/٢)]



(جمہور) مقتدی کی یہ نماز پہلی شمار ہوگی۔

(ابوحنیفہؒ) یہ نماز پچھلی رکعتیں شمار ہوں گی۔(۱)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔(۲)

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا﴾ ”جتنی نماز تم امام کے ساتھ پالو اتنی پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے بعد میں پورا کرلو۔“(۳)

(شوکانیؒ) اتمام کا حکم اس بات کا ثبوت ہے کہ امام کے ساتھ اس نے جتنی نماز پڑھی تھی وہ اس کی ابتدائی نماز تھی۔(٤)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ما أدركت مع الإمام فهو أول صلاتك﴾ ”امام کے ساتھ جو تم نماز پالو وہ تمہاری پہلی نماز ہے۔“(٥)

اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ دوران رکوع ملے......

تو کیا اس کی وہ رکعت شمار ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن راجح یہی ہے کہ فاتحہ کے بغیر رکعت نہیں ہوگی۔

(جمہور، ائمہ اربعہ) جس نے صرف رکوع حاصل کرلیا اس کی رکعت ہوگئی۔(٦)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(علامہ عینیؒ) جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی۔(۸)

(البانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۹)

(سعودی مجلس افتاء) اسی کے قائل ہیں۔(۱۰)

(شیخ سعدیؒ) انہوں نے اسی کی طرف میلان ظاہر کیا ہے۔(۱۱)

---

(۱) [نيل الأوطار (۳۸۲/۲)]

(۲) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الروضة الندية (۳۲٦/۱) السيل الجرار (۲٦٦/۱)]

(۳) [بخاری (٦۳٥) مسلم (٦۰۳)]

(٤) [السيل الجرار (۱٦٦/۱)]

(٥) [بيهقي (۲۹۹/۲)]

(٦) [نيل الأوطار (٤۰/۲) السيل الجرار (۲٦٥/۱) المجموع (۱۱۳/٤) مغنى المحتاج (٥۰٤/۱) فتح القدير (۳٤٤/۱) المغنى (٥۰٤/۱) الإنصاف (۲۲۳/۲) المدونة الكبرى (٦۹/۱)]

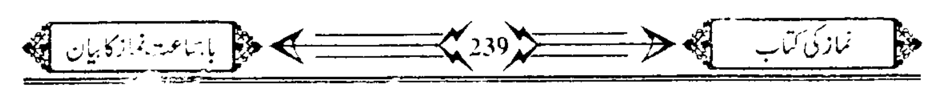
(۷) [المغنى (٥۰٤/۱)]

(۸) [عمدة القارى (۱٥۳/۳)]

(۹) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۳٤٥/۱)]

(۱۰) [فتاوى اللجنة الدائمة (٤۰٤/٦)]

(۱۱) [الفتاوى السعدية (۱۷۱/۱)]



(ابن بازؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔(۱)

جمہور اور ان کے ہم فتوی حضرات نے مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال لیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا جئتم إلى الصلاة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا ومن أدرك الركعة فقد أدرك الصلاة﴾ ''جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدے کی حالت میں ہوں تو تم بھی سجدے میں چلے جاؤ لیکن اسے کچھ شمار نہ کرو اور جس نے رکعت (جمہور اس سے مراد رکوع لیتے ہیں) کو پالیا اس نے نماز کو پالیا۔''(۲)

علاوہ ازیں جن احادیث میں رکعت کی جگہ لفظ رکوع کی وضاحت ہے وہ ضعیف ہیں مثلاً ﴿من أدرك الركوع من الركعة الأخيرة في صلاته يوم الجمعة فليضف إليها ركعة أخرى﴾ ''جو شخص نماز جمعہ کی دوسری رکعت سے رکوع حاصل کر لے تو وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت بھی ملا لے۔''

اور جس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ﴿زادك الله حرصا ولا تعد﴾ ''اللہ تیری حرص وطمع میں اضافہ فرمائے آئندہ ایسا مت کرنا۔''(۳)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اگر اس حدیث میں دوبارہ نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے تو اس میں یہ بھی نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس رکعت کو شمار کر لیا تھا۔(٤)

(راجح) جس رکعت میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ شمار نہیں ہوگی۔

(بخاریؒ) انہوں نے اپنی کتاب "**القراءة خلف الإمام**" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ذکر فرمایا ہے کہ اگر تم جماعت کے افراد کو حالت رکوع میں پاؤ تو اس رکعت کو شمار نہ کرو۔(٥)

(شوکانیؒ) انہوں نے جمہور کے قول کو کمزور قرار دیا ہے۔(٦)

(ابن حزمؒ) رکعت شمار کرنے کے لیے اس میں قیام اور قراءت کا حصول ضروری ہے۔(۷)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۸)

ایک مسجد میں فرائض کی دوسری جماعت کا حکم

ایک ہی مسجد میں فرض نماز کی دوسری جماعت جائز و درست ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) [الفتاوى الإسلامية (۲۳۰/۱)]
(۲) [صحيح: الصحيحة (۱۱۸۸ ، ۲۳۰) إرواء الغليل (٤٩٦) ابن خزيمة (۱۶۲۲) أبو داود (۸۹۳) دارقطني (۳٤۷/۱) حاكم (۲۱٦/۱)]
(۳) [بخاري (۷۸۳) أبو داود (٦٨٤)]
(٤) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (٤٠/٢-٤١) السيل الجرار (٢٦٥/١)]
(٥) [نيل الأوطار (٤١/٢)]
(٦) [أيضا]
(۷) [المحلى بالآثار (٢٧٤/٢)]
(۸) [الروضة الندية (٣٣٦/١)]

(1) ﴿وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ [البقرة : ٤٣] ''رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

(2) ﴿صلاة الجماعة تفضل على صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة﴾ ''جماعت کی نماز اکیلے شخص کی نماز سے ستائیس (27) گنا افضل ہے۔'' (۱)

(3) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ﴿ألا رجل يتصدق على هذا فيصلي معه﴾ ''کیا کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اس پر صدقہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ نماز ادا کرے۔'' (۲)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مسجد میں فرض نماز کی دوسری جماعت جائز قرار دیتے ہیں۔ (۳)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) انہوں نے بھی اس حدیث سے ایک ہی مسجد میں دوسری جماعت کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ (٤)

(حاکمؒ) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث مساجد میں دو مرتبہ اقامت جماعت کی دلیل ہے۔ (٥)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک ایسی مسجد میں آئے جس میں نماز ادا کی جا چکی تھی تو انہوں نے آذان دی' اقامت کہی اور پھر باجماعت نماز ادا کی۔ (٦)

(5) امام ابو یعلیٰؒ نے اسی روایت کو موصول بیان کیا ہے۔ (۷)

(6) امام ابن ابی شیبہؒ، امام عبدالرزاقؒ اور امام بیہقیؒ نے بھی اسے موصول بیان کیا ہے۔ (۸)

(ترمذیؒ، بغویؒ، داود ظاہریؒ) دوسری جماعت کے جواز کے قائل ہیں۔ (۹)

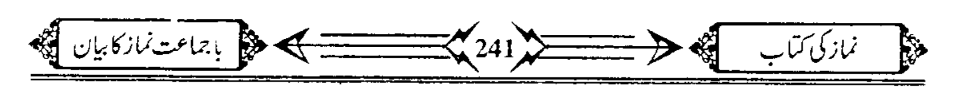
(ابن حزمؒ) (مسجد میں) دوسری جماعت جائز ہے۔ (۱۰)

(احمدؒ، اسحاقؒ، ابن منذرؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۱۱)

(شیخ عثیمینؒ) اگر کوئی عارضہ و مسئلہ درپیش ہونے کی وجہ سے کوئی جماعت تاخیر سے آئے اور اس وقت لوگ نماز پڑھ چکے ہوں تو بلاشبہ اگر وہ جماعت سے نماز ادا کر لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۱۲)

---

(۱) [بخاري (٦٤٥، ٦٤٦) كتاب الأذان : باب فضل صلاة الجماعة]
(۲) [صحيح . أبو داود (٥٧٤) كتاب الصلاة : باب الجمع في المسجد مرتين]
(۳) [تحفة الأحوذي (١١/٢)]
(٤) [عون المعبود (٢٢٥/١)]
(٥) [مستدرك حاكم (٢٠٩/١)]
(٦) [بخاري تعليقا' كتاب الأذان : باب فضل صلاة الجماعة]
(۷) [مسند أبي يعلى (٣٥١/٧)]
(۸) [مصنف ابن أبي شيبة (٣٢١/٢) مصنف عبدالرزاق (٢٩١/٢) السنن الكبرى للبيهقي (٧٠/٣)]
(۹) [جامع ترمذي (٤٣٠/١) شرح السنة (٤٣٧/٣) المجموع (١٢١/٤)]
(۱۰) [المحلى (٢٣٦/٤)]
(۱۱) [عمدة القاري (١٦٥/٥) المجموع (٢٢٢/٤)]
(۱۲) [إعلام العابد (ص ٦٦)]



○ بعض علماء اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔
(ابن مسعودؓ، مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) جس مسجد میں ایک مرتبہ باجماعت نماز ادا کی جا چکی ہو اس میں دوبارہ جماعت کروانے سے زیادہ بہتر ہے کہ اکیلے اکیلے نماز پڑھ لی جائے۔(۱)
(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)
ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿إن رسول الله أقبل من نواحي المدينة يريد الصلاة فوجد الناس قد صلوا فمال إلى منزله فجمع أهله فصلى بهم﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے گردونواح سے آئے تو نماز پڑھنا چاہتے تھے لیکن لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ انہوں نے نماز پڑھ لی ہے لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر چلے گئے وہاں اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور ان کے ساتھ نماز پڑھ لی۔"(۳)

(2) امام علقمہؒ اور امام اسودؒ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں آئے ﴿واستقبلهم الناس وقد صلوا فرجع بهما إلى البيت ...... ثم صلى بهما﴾ "لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ نماز پڑھ چکے تھے اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ گھر کی طرف روانہ ہو گئے ...... پھر وہیں ان کے ساتھ نماز پڑھ لی۔"(٤)
شیخ البانیؒ رقمطراز ہیں کہ "اگر دوسری جماعت مسجد میں مطلقا جائز تھی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں گھر میں کیوں جمع کیا اس کے باوجود کہ فرائض مسجد میں ہی افضل ہیں۔(٥)

(3) یہ بات مسلم ہے کہ عبادات توقیفی ہیں یعنی عبادات پر اسی قدر عمل کیا جائے گا جس قدر شریعت سے ثابت ہوگا۔(٦)

(راجح) مسجد میں دوسری جماعت جائز ہے جیسا کہ ابتداء میں بیان کیے جانے والے دلائل اس میں کافی ہیں البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذکورہ عمل کی وجہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ کراہت ضرور موجود ہے۔(واللہ اعلم)
اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ شیخ ابوعبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان کی تالیف "**إعلام العابد بحكم تكرار الجماعة في المسجد الواحد**"۔

کیا اکیلا شخص دورانِ نماز امام بن سکتا ہے؟

اکیلے شخص کا دوران نماز امام بن جانا' اور مقتدیوں اور امام کے درمیان کسی دیوار وغیرہ کا حائل ہو جانا نماز کے لیے نقصان

(۱) [جامع ترمذی (۱/۴۳۰) شرح السنة (۳/٤۳۷) الأم (۱/۱۸۰) المبسوط (۱/۱۳٥) المدونة الكبرى (۱/۸۹) الحجة على أهل المدينة (۱/۷۸) المعونة على مذهب عالم المدينة (۱/۲٥۸) المجموع (٤/۲۲۲) البناية في شرح الهداية (۲/۳۰٥) عمدة القاري (٥/۱٦٥) بدائع الصنائع (۱/۱٥٦) بذل المجهود (٤/۱۷۷)
(۲) [تمام المنة (ص/۱٥۷)]
(۳) [حسن : تمام المنة (ص/۱٥٥) مجمع الزوائد (۲/٤٥)]
(٤) [عبدالرزاق (۲/٤٠٩)(۳۸۸۳) المعجم الكبير (۹۳۸۰)]
(٥) [تمام المنة (ص/۱٥۷ ـ ۱٥۸)]
(٦) [مجموع الفتاوى (۲۸/۳۸٥) أعلام الموقعين (۱/۲۹۹) الموافقات (۲/٥۱۳)]

دہ نہیں ہے بلکہ جائز و درست ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے میں نماز ادا کر رہے تھے اور حجرے کی دیوار چھوٹی تھی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم دیکھا تو ﴿ فقام ناس يصلون بصلاته ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ ہی نماز ادا کرنے لگے...... (پھر دوسری رات بھی ایسا ہی ہوا)۔''(۱)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے بھی اس عمل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نوافل اور اسی طرح دیگر نمازوں میں منفرد (نمازی) کا امام بن جانا جائز ہے۔(۳)

(بخاریؒ) انہوں نے پہلی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ باب قائم کیا ہے ((إذا كان بين الإمام وبين القوم حائط أو سترة)) ''جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار یا پردہ حائل ہو (تو کچھ قباحت نہیں)۔'' اور اس کے تحت نقل کیا ہے کہ امام حسن بصریؒ نے فرمایا ''اگر امام اور تمہارے درمیان نہر ہو تب بھی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔'' اور ابو مجلز تابعیؒ نے فرمایا کہ ''اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی راستہ یا دیوار حائل ہو تب بھی اقتدا کر سکتا ہے بشرطیکہ امام کی تکبیر سن سکتا ہو اور اس کے بعد امام بخاریؒ نے گذشتہ بیان کردہ حدیثِ عائشہ بیان کی ہے۔

اذان میں '' ألا صلوا في الرحال '' کی نداء

سخت سردی یا برساتی رات میں مؤذن کے لیے مستحب ہے کہ دورانِ اذان '' حي على الصلوة '' کی جگہ '' ألا صلوا في الرحال '' کہہ کر لوگوں کو گھروں میں نماز ادا کرنے کی اطلاع دے۔(٤)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ أن رسول الله كان يأمر المؤذن إذا كانت ليلة ذات برد ومطر يقول ألا صلوا في الرحال ﴾ ''جب رات سخت سرد اور برساتی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو یہ کہنے کا حکم دیتے کہ '' ألا صلوا في الرحال '' خبردار! گھروں میں نماز پڑھ لو۔''(٥)

کھانے کے دوران اگر جماعت کھڑی ہو جائے......

تو کھانا نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ خوب اچھی طرح فارغ ہو کر پھر نماز کی طرف جانا چاہیے۔

جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا كان أحدكم على الطعام فلا يعجل حتى يقضي حاجته منه وإن أقيمت الصلاة ﴾ ''جب تم میں سے کوئی کھانے پر ہو تو جب تک اس سے اپنی حاجت پوری نہ

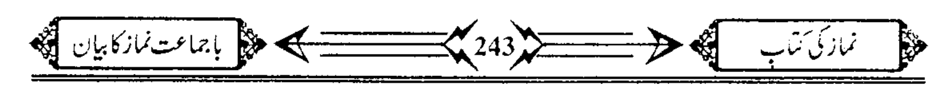
(۱) [بخاری (٧٣١) كتاب الأذان : باب صلاة الليل ' مسلم (٧٨١) أبو داود (١٤٤٧) ترمذی (٤٤٩) نسائی (١٩٨/٣)]

(۲) [مسلم (١١٠٤) كتاب الصيام : باب النهي عن الوصال في الصوم ' أحمد (١٩٣/٣)]

(۳) [نيل الأوطار (٣٩٩/٢)]

(٤) [تفصیل کے لیے دیکھیے : بخاری (٦٦٨) كتاب الأذان : باب هل يصلي الإمام لمن حضر ...؟ ' مسلم (٦٩٩) أبو داود (١٠٦٦) ابن ماجه (٩٣٩) بيهقي (٣٩٨/١) عن ابن عباس ' بخاری (٦٦٦) كتاب الأذان : باب الرخصة في المطر والعلة أن يصلي في رحله ' عن ابن عمر]

(٥) [بخاری (٦٦٦) [illegible] مسلم (٦٩٧) مؤطا (٧٣/١) أبو داود [illegible] نسائی (١٥/٢) ابن ماجة (٩٣٨) أحمد (٤/٢) حميدی (٧٠٠) ابن خزيمة (١٦٥٥) دارمی (٢٩٢/١) بيهقي (٣٩٨/١)]



کرے جلدی مت کرے اگرچہ نماز کے لیے اقامت ہی کیوں نہ کہہ دی جائے۔''(۱)

کم سن بچے کی امامت

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حق لے کر آیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے اور امامت ایسا شخص کرائے جو قرآن کا زیادہ عالم ہو۔'' (حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میری قوم نے دیکھا کہ میرے سوا کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم نہیں ہے تو انہوں نے مجھے آگے کر دیا ﴿وأنا ابن ست أو سبع سنين﴾ ''اس وقت میری عمر چھ یا سات برس تھی۔''(۲)

اس واضح حدیث کے باوجود فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے۔

(شافعیؒ) بچے کی امامت درست و مباح ہے۔

(مالکؒ) بچے کی امامت مکروہ ہے۔

(احمدؒ، ابوحنیفہؒ) اس کی امامت نوافل میں کفایت کر جائے گی..... فرائض میں نہیں۔(۳)

(راجح) مطلقاً جواز کا قول راجح ہے۔

اندھے اور غلام کی امامت

جائز و درست ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل اس پر شاہد ہیں:

(1) حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا والی مقرر کیا اور وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے حالانکہ وہ نابینے تھے۔(٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان ان کی امامت کراتا تھا۔(٥)

مشرک کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جب کسی انسان کا شرک معلوم و واضح ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(1) ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الأنعام: ۸۸] ''اگر انبیاء بھی شرک کرتے تو جو کچھ وہ اعمال کرتے تھے سب برباد ہو جاتے۔''

(2) ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [الزمر: ٦٥] ''اگر تو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا۔''

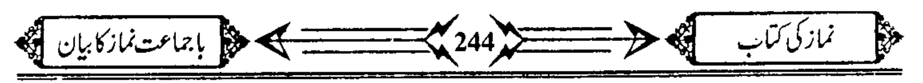
(۱) [بخاری تعلیقا (٦٧٤) كتاب الأذان: باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة]

(۲) [بخاری (٤٣٠٢) كتاب المغازي: باب وقال الليث حدثني يونس...... أبو داود (٥٨٥) نسائی (۹/۲) ابن خزیمة (١٥١٢)]

(۳) [فتح الباری (١٥/٢٤) نيل الأوطار (٤٢٥/٢) المجموع (١٤٤/٤) الأم (٢٩٥/١) رد المختار (٣٢١/٢) المبسوط (١٨٠/١) المغنی (٧٠/٣) الهداية (٥٦/١)]

(٤) [حسن: صحيح أبو داود (٥٥٥) كتاب الصلاة: باب إمامة الأعمى، أبو داود (٥٩٥) أحمد (١٣٢/٣)]

(٥) [بخاری تعلیقا (٦٩٢) كتاب الأذان: باب إمامة العبد والمولى]



(3) ﴿وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الأعراف : ١٣٨] ''اور جو بھی وہ عمل کرتے تھے سب باطل ہے۔''
ان آیات سے معلوم ہوا کہ مشرک کا عمل قابل قبول نہیں۔ جب اس کی اپنی نماز باطل ہے تو لامحالہ مقتدیوں کی نماز کیسے درست ہو سکتی ہے۔

بدعتی و گنہگار کے پیچھے نماز

بدعت اگر کفر و شرک تک پہنچ جائے تو اس کا حکم مشرک کا ہی ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو بدعتی یا کسی گنہگار شخص کو مستقل امام نہیں بنانا چاہیے البتہ اگر اس کے پیچھے کبھی بوقت ضرورت نماز پڑھنی پڑ جائے تو نماز درست ہوگی۔ اس کا حکم فاسق کا ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔
(شوکانیؒ) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔(۱)

تیمّم کرنے والے کے پیچھے وضوء کرنے والی کی نماز

جائز و مباح ہے (کیونکہ تیمم کرنے والا بھی وضوء کرنے والے کے ہی حکم میں ہے)۔(۲)

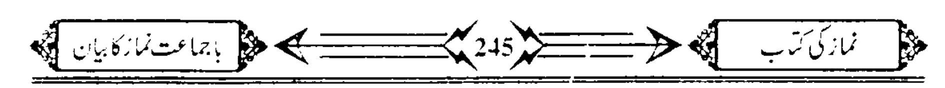
مقیم کے پیچھے مسافر اور مسافر کے پیچھے مقیم کی نماز

جائز و درست ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:
(1) اگر مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے گا تو مکمل پڑھے گا اور اگر اکیلا پڑھے گا تو قصر نماز پڑھے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ''مسافر کی کیا حالت ہے جب وہ اکیلا ہوتا ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور جب کسی مقیم امام کی اقتدا میں ہوتا ہے تو چار رکعتیں پڑھتا ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ﴿تلك السنة﴾ ''یہ سنت ہے۔''(۳)
(2) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ہمیشہ دو رکعت نماز ادا کی حتی کہ واپس لوٹ جاتے...... مغرب کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے تو فرماتے ﴿يا أهل مكة قوموا فصلوا ركعتين أخريين فإنا قوم سفر﴾ ''اے مکہ والو! کھڑے ہو جاؤ اور دوسری دو رکعتیں ادا کرو بلاشبہ ہم تو مسافر لوگ ہیں۔''(٤)
(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں آ کر دو رکعت نماز پڑھائی اور فرمایا ﴿يا أهل مكة أتموا صلاتكم فإنا قوم سفر﴾ ''اے مکہ والو! اپنی نماز پوری کرو بلاشبہ ہم تو مسافر لوگ ہیں۔''(٥)

بے وضو امام کے پیچھے نماز

اگر امام بے وضو تھا اور اس نے بھول کر نماز پڑھا دی پھر بعد میں علم ہوا تو امام اپنی نماز دہرائے گا اور مقتدیوں کی پہلی نماز

(۱) [السيل الجرار (٢٤٧/١) نيل الأوطار (٤٢٣/٢)]
(۲) [السيل الجرار (٢٥٣/١)]
(۳) [أحمد (٢١٦/١) بيهقى (٩٨/٢)]
(٤) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٢٦٤) كتاب الصلاة : باب متى يتم المسافر ' المشكاة (١٣٤٢) ضعيف الجامع (٦٣٨٠) أبو داود (١٢٢٩) ترمذى (٥٤٥) أحمد (٤٣٠/٤) ابن خزيمة (٧٠/٣)]
(٥) [موطا (١٤٩/١) بيهقى (١٢٦/٢)]



ہی کفایت کر جائے گی۔

(1) ایک حدیث میں ہے کہ ﴿أن عمر صلى بالناس وهو جنب فأعاد ولم يأمرهم أن يعيدوا﴾ ''بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (بھول کر) حالت جنابت میں ہی لوگوں کو نماز پڑھا دی تو (بعد میں) انہوں نے دوبارہ نماز پڑھی لیکن لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔'' (١)

(2) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا عمل ثابت ہے۔(٢)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿يصلون لكم فإن أصابوا فلكم وإن أخطاوا فلكم وعليهم﴾ ''امام تمہیں نماز پڑھاتے ہیں اگر وہ ٹھیک نماز پڑھائیں تو اس کا ثواب تمہیں ملے گا' اور اگر وہ غلطی کریں تو بھی تمہیں ثواب ملے گا اور غلطی کا وبال ان پر ہوگا۔'' (٣)

صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز

صف میں اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوگی البتہ اسے نماز شروع کر دینی چاہیے۔ اگر کوئی مل جائے تو ٹھیک ورنہ جتنی نماز اکیلے پڑھی ہے وہ دوبارہ پڑھ لے۔

(1) حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے آدمی کو دیکھا جو صف کے پیچھے تنہا کھڑا نماز پڑھ رہا تھا ﴿فأمره أن يعيد الصلاة﴾ ''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔'' (٤)

(2) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿لا صلاة لمنفرد خلف الصف﴾ ''صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوتی۔'' (٥)

فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ) صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوگی۔

(شافعیؒ، مالکؒ، ابوحنیفہؒ) اگر وہ اکیلا ہے تو اسے اکیلے ہی پڑھ لینی چاہیے اور یہ نماز کافی ہو جائے گی۔(٦)

(بیہقیؒ) گزشتہ حدیث کی وجہ سے (اکیلے صف کے پیچھے نماز پڑھنے سے) اجتناب ہی بہتر ہے۔(٧)

(١) [موطا (٤٩/١) عبدالرزاق (٣٤٧/٢) ابن أبي شيبة (٣٩٧/١) نيل الأوطار (٤٣٦/٢)]

(٢) [دارقطني (٣٦٤/١)]

(٣) [بخاري (٦٩٤) كتاب الأذان: باب إذا لم يتم الإمام وأتم من خلفه ' أحمد (٣٥٥/٢) شرح السنة (٨٤٠) بيهقي (٣٩٧/٢)]

(٤) [صحيح: صحيح أبو داود (٦٣٣) كتاب الصلاة: باب الرجل يصلي وحده خلف الصف ' ترمذي (٢٣١) شرح معاني الآثار (٣٩٣/١) بيهقي (١٠٤/٣)]

(٥) [صحيح: صحيح ابن ماجة (٨٢٢) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها: باب صلاة الرجل خلف الصف وحده ' إرواء الغليل (٣٢٨/٢) ابن ماجة (١٠٠٣) أحمد (٢٣/٤) شرح معاني الآثار (٣٩٤/١) بيهقي (١٠٥/٣) ابن أبي شيبة (١٩٣/٢) ابن خزيمة (١٥٦٩)]

(٦) [نيل الأوطار (٤٥١/٢) المغني (٦٤/٢) المجموع (٢٩٨/٤) معرفة السنن والآثار (١٨٤/٤)]

(٧) [سبل السلام (٥٩٣/٢)]



(راجح) امام احمدؒ کا مؤقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہے۔
(ابن حزمؒ) جس نے صف کے پیچھے (اکیلے) نماز پڑھی اس کی نماز باطل ہے۔(۱)
(امیر صنعانیؒ) حدیث وابصہ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ اس میں یہ ثبوت موجود ہے کہ صف کے پیچھے جس نے اکیلے نماز پڑھی اس کی نماز باطل ہے۔(۲)

○ طبرانی کی جس روایت میں ہے کہ اگلی صف سے نمازی کھینچ لینا چاہیے۔

(1) پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے۔(۳)
(2) وہ روایت اس کے بھی خلاف ہے ﴿أتموا الصف الأول﴾ ''پہلی صف مکمل کرو۔''(٤)
(3) اور یہ وعید بھی اس پر صادق آتی ہے ﴿من قطع صفا قطعه الله﴾ ''جس نے صف کو کاٹا اللہ تعالیٰ اسے تباہ و برباد کر دے۔''

(ابن تیمیہؒ، ابن بازؒ) اگلی صف سے کسی کو نہیں کھینچنا چاہیے کیونکہ جس روایت میں یہ مذکور ہے وہ ضعیف ہے۔(۵)
(البانیؒ) ضعیف حدیث کی وجہ سے کسی کو کھینچنا تو نہیں چاہیے البتہ وہ اکیلا ہی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے۔(٦)

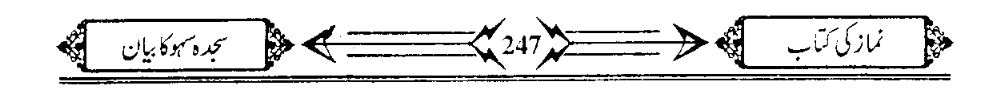
دورانِ جماعت ملنے والا شخص......

دوران جماعت اگر کوئی شخص آئے تو اسے چاہیے کہ جس حالت میں بھی امام کو دیکھے اس میں نماز شروع کر دے' پیچھے کھڑا رہنا اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا درست نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا أتى أحدكم الصلاة والإمام على حال فليصنع كما يصنع الإمام﴾ ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے لیے آئے تو امام کو جس حالت میں پائے اس میں امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔''(۷)



(۱) [المحلى بالآثار (۳۷۲/۲)]
(۲) [سبل السلام (۵۹۳/۲)]
(۳) [الضعيفة (۹۲۲)]
(٤) [أبو داود (٦٧١)]
(٥) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسام (٥٩٥/٢)]
(٦) [الضعيفة (٩٢٢)]
(٧) [صحيح الصحيحة (١١٨٨) ترمذی (٥٩١) كتاب الجمعة : باب ما ذكر فى الرجل يدرك الإمام وهو ساجد كيف يصنع]



باب سجود السهو — سجدہ سہو کا بیان

لغوی وضاحت: لفظِ "سہو" مصدر ہے باب سَهَا يَسْهُوْ (نصر) سے اور اس کا معنیٰ "بھول جانا' کسی چیز سے غافل ہو جانا' یا دل کا دوسری طرف متوجہ ہو جانا" مستعمل ہے۔(۱)

(ابن حجرؒ) سہو کسی چیز سے غفلت اور دل کے کسی اور طرف متوجہ ہو جانے کو کہتے ہیں اور بعض لوگوں نے سہو اور نسیان میں فرق کیا ہے جو کہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔(۲)

(علامہ عینیؒ) ان دونوں میں دقیق فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ سہو میں انسان کا بالکل شعور ختم ہو جاتا ہے اور نسیان میں کچھ شعور باقی بھی ہوتا ہے۔(۳)

اصطلاحی تعریف: سجود السہو ان دو سجدوں کو کہتے ہیں جو نماز میں بھول کر کمی بیشی کر دینے کی صورت میں کیے جاتے ہیں۔

مشروعیت: چونکہ نبی ﷺ ایک انسان تھے اور بحیثیت انسان وہ بھی بعض اوقات دوران نماز بھول جاتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا ﴿إنما أنا بشر أنسى كما تنسون فإن نسيت فذكروني﴾ "بے شک میں ایک انسان ہوں' میں بھی بھول جاتا ہوں جیسا کہ تم بھولتے ہو اس لیے اگر میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دہانی کرا دیا کرو۔"(٤)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سہو و نسیان کی وجہ سے نماز میں واقع ہو جانے والے نقص کی تکمیل کے لیے ان سجدوں کو مشروع کیا جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و فعل کے ذریعے امت تک پہنچایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لكل سهو سجدتان﴾ "ہر سہو کے لیے دو سجدے ہیں۔"(٥)

علاوہ ازیں جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إنما أنسى أو أُنسى لأسن﴾ "بے شک میں عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں۔" اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(٦)

سہو کے سجدوں کا حکم: اس مسئلے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(احناف) یہ سجدے واجب ہیں۔

(شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) مسنون و مستحب ہیں۔(۷)

(ابن حزمؒ) دوران نماز ہر کمی بیشی میں یہ سجدے واجب ہیں۔(۸)

واجب کہنے والوں نے اُن احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں آپ ﷺ سے ان سجدوں کا حکم مروی ہے مثلاً:

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/١١٦٨) المنجد (ص/٤٠٠)]
(۲) [فتح البارى (١١/٣)]
(۳) [عمدة القارى (٣٣٢/٦)]
(٤) [بخارى (٤٠١) مسلم (٥٧٢)]
(٥) [حسن: إرواء الغليل (٤٧/٢) ابن ماجة (١٢١٩) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها: باب ما جاء فيمن سجدهما بعد الإمام]
(٦) [الضعيفة (١٠١) شرح الزرقانى على الموطا (٢٠٥/١)]
(٧) [المغنى (٤٣٠/٢) فتح القدير (٣٥٥/١) بدائع الصنائع (١٦٣/١) اللباب (٩٥/١) الشرح الصغير (٣٧٧/١)]
(٨) [المحلى بالآثار (٧٧/٣)]

(1) ﴿إذا شك ...... وليسجد سجدتين﴾ ”جب کسی کو شک ہو جائے...... اسے چاہیے کہ دو سجدے کرے۔“ (۱)

(2) ﴿إذا زاد الرجل أو نقص فليسجد سجدتين﴾ ”جب آدمی (نماز میں) کوئی زیادتی یا کمی کر دے تو اسے چاہیے کہ دو سجدے کر لے۔“ (۲)

سجود السہو سلام پھیرنے سے پہلے یا بعد میں دو سجدے ہیں

سلام سے پہلے یا بعد میں دونوں طرح اس لیے جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ سے دونوں طرح ثابت ہے البتہ اس میں افضل و اولیٰ یہی ہے کہ (سہو کے) سجدوں کے جو اسباب سلام سے پہلے (کسی فعل) کے ساتھ مقید ہوں ان میں سلام سے پہلے سجدے کیے جائیں اور جو سلام کے بعد کے ساتھ مقید ہوں ان میں اس کے بعد سجدے کیے جائیں اور جن اسباب کی ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی قید نہ ہو ان میں قطع نظر زیادتی اور نقصان کے فرق سے انسان کو سلام سے پہلے اور بعد میں سجدے کرنے کا اختیار ہے۔ (۳)

جن احادیث میں سلام سے پہلے سجدوں کا ذکر ہے وہ درج ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا شك أحدكم في صلاته فلم يدر كم صلّى ثلاثا أم أربعا فليطرح الشك وليبن على ما استيقن ثم ليسجد سجدتين قبل أن يسلم فإن كان صلى خمسا شفعن له صلاته وإن كان صلى تماما كانتا ترغيما للشيطان﴾ ”تم میں سے جب کسی کو شک ہو جائے کہ اس نے کتنی رکعتیں ادا کی ہیں تین یا چار؟ تو ایسی صورت میں شک کو نظر انداز کر کے جس پر یقین ہو اس پر نماز کی بنیاد رکھے۔ پھر سلام پھیرنے سے پہلے سہو کے دو سجدے کرے پس اگر تو اس نے پانچ رکعتیں پڑھی ہوں گی تو یہ دو سجدے اسے چھٹی رکعت کے قائم مقام ہو کر (طاق رکعات کو جفت یعنی) چھ بنا دیں گے اور اگر وہ پہلے ہی پوری نماز پڑھ چکا ہو تو یہ دو سجدے شیطان کے لیے باعث ذلت و رسوائی ہوں گے۔“ (٤)

(2) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا شك أحدكم في صلاته فلم يدر أواحدة صلى أم ثنتين فليجعلها واحدة وإذا لم يدر ثنتين صلى أم ثلاثا فليجعلها ثنتين وإذا لم يدر أثلاثا صلى أم أربعا فليجعلها ثلاثا ثم ليسجد إذا فرغ من صلاته وهو جالس قبل أن يسلم سجدتين﴾ ”جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے اور اسے علم نہ ہو کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو وہ اپنی نماز کو ایک رکعت ہی بنا لے اور اگر اسے یہ علم نہ ہو کہ اس نے دو رکعتیں نماز پڑھی ہے یا تین تو وہ اپنی نماز کو دو رکعت ہی بنا لے اور اگر اسے یہ علم نہ ہو کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار تو وہ اسے تین رکعت بنا لے۔ پھر جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہو تو سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے ہوئے ہی (سہو کے) دو سجدے کر لے۔“ (٥)

(3) حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر (درمیانے تشہد کے لیے)

---

(۱) [بخاری (۱۰٤۱)]

(۲) [مسلم (۵۹۵) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب السهو في الصلاة والسجود له]

(۳) [نيل الأوطار (۳۵۲/۲)]

(٤) [مسلم (۵۷۱) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب السهو في الصلاة والسجود له ' أبو داود (۱۰۲٤) ابن ماجة (۱۲۱۰) أحمد (۸۳/۳) دارقطني (۳۷۱/۱) بيهقي (۳۳۱/۲) ابن أبي شيبة (۱۷۵/۱)]

(٥) [حسن : الصحيحة (۳٤۱/۳) '(۱۳۵٦) ترمذی (۳۹۸) أحمد (۱۹۰/۱) ابن ماجة (۱۲۰۹) حاکم (۳۲٤/۱)]

بیٹھے بغیر ہی کھڑے ہو گئے' لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی کھڑے ہو گئے جب آپ ﷺ اپنی نماز پوری کرنے کے قریب تھے تو ہم آپ ﷺ کی سلام کا انتظار کرنے لگے کہ ﴿كبر قبل التسليم فسجد سجدتين وهو جالس ثم سلم﴾ "آپ ﷺ نے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر کہی اور بیٹھے ہوئے ہی دو سجدے کیے پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔" (۱)

جن احادیث میں سلام کے بعد سجدوں کا ذکر ہے وہ درج ذیل ہیں:

(1) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر پڑھائی اور تین رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا پھر اپنے گھر میں داخل ہو گئے...... (اس حدیث میں ہے کہ) ﴿فصلى ركعة ثم سلم ثم سجد سجدتين ثم سلم﴾ "آپ ﷺ نے ایک رکعت پڑھی پھر سلام پھیر دیا پھر دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیر دیا۔" (۲)

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھا دیں تو آپ ﷺ سے کسی نے کہا کہ کیا نماز میں زیادتی کر دی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں' لیکن بات کیا ہے" تو لوگوں نے کہا کہ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں ﴿فسجد سجدتين بعد ما سلم﴾ "تو آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کر لیے۔" (۳)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وإذا شك أحدكم في صلاته فليتحر الصواب فليتم عليه ثم ليسلم ثم ليسجد سجدتين﴾ "اور جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو وہ درستگی کی کوشش کرتے ہوئے نماز مکمل کر لے پھر سلام پھیر دے اور پھر (آخر میں) دو سجدے کرے۔" (٤)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ذوالیدین میں ہے کہ آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدے کیے جیسا کہ اس میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿فصلى ماترك ثم سلم ثم كبر و سجد﴾ "آپ ﷺ نے متروکہ نماز پڑھی' پھر سلام پھیر دیا' پھر تکبیر کہی اور سجدے کیے۔" (٥)

(5) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لكل سهو سجدتان بعد ما يسلم﴾ "ہر سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں۔" (٦)

اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

(احناف) ہر قسم کا سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے گا۔ امام نخعیؒ، امام ثوریؒ، امام حسنؒ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ اسی کے

---

(۱) [بخاری (۱۲۲٤) كتاب السهو: باب ما جاء في السهو إذا قام من ركعتي الفريضة' مسلم (٥٧٠) أبو داود (١٠٣٤) ترمذی (٣٨٩) نسائی (١٩/٣) ابن ماجة (١٢٠٦) مؤطا (٩٦/١) ابن أبي شيبة (١٧٩/١) دارمي (٣٥٣/١) بيهقي (١٣٤/٢)]

(۲) [مسلم (٥٧٤) كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب السهو في الصلاة والسجود له' أبو داود (١٠١٨) نسائی (٢٦/٣)]

(۳) [بخاری (١٢٢٦) كتاب السهو: باب إذا صلى خمسا' مسلم (٩١) ترمذی (٣٩٢) أبو داود (١٠١٩) نسائی (٣١/٣) ابن ماجة (١٢٠٥) بيهقي (٣٤١/٢)]

(٤) [بخاری (٤٠١) كتاب الصلاة: باب التوجه نحو القبلة حيث كان' مسلم (٥٧٢)]

(٥) [بخاری (٤٨٢) كتاب الصلاة: باب تشبيك الأصابع في المسجد وغيره' مسلم (٥٧٣) مؤطا (٩٣/١) أبو داود (١٠٠٨) ترمذی (٣٩٩) نسائی (٢٢/٣) ابن ماجة (١٢١٤) دارمي (٣٥١/١) أحمد (٢٣٤/٢)]

(٦) [حسن: صحيح أبو داود (٩١٧) أبو داود (١٠٣٨)]

قائل ہیں۔

(شافعیؒ) تمام سجدے سلام سے پہلے کیے جائیں گے۔ امام مکحولؒ، امام زہریؒ، امام اوزاعیؒ اور امام لیثؒ وغیرہ بھی یہی مؤقف رکھتے ہیں۔

(مالکؒ) نماز میں زیادتی کی صورت میں سلام کے بعد اور کمی کی صورت میں سلام سے پہلے سجدے کیے جائیں۔ امام ابو ثورؒ، امام مزنیؒ اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(احمدؒ) سجدہ سہو کے متعلق تمام احادیث میں جو کچھ وارد ہے اسی پر عمل کیا جائے اور جس صورت کے متعلق کوئی حدیث نہیں اس میں سلام سے پہلے سجدے کیے جائیں۔

(اہل ظاہر، ابن حزمؒ) دو صورتوں کے علاوہ تمام صورتوں میں سلام کے بعد یہ سجدے کیے جائیں گے:

① جب انسان دو رکعتوں کے بعد تشہد کے لیے بیٹھنے کے بغیر کھڑا ہو جائے۔

② جب انسان کو شک ہو جائے کہ اس نے تین رکعتیں ادا کی ہیں یا چار۔

بعض حضرات کے نزدیک بھولنے والے کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو سلام پھیرنے سے پہلے سجدے کرے اور چاہے تو بعد میں کرے۔(۱)

(ابن حجرؒ) انہوں نے امام احمدؒ کے قول کو تمام مذاہب میں سے زیادہ مبنی بر انصاف قرار دیا ہے۔(۲)

(نوویؒ) امام مالکؒ کا مذہب سب سے زیادہ قوی ہے' اس کے بعد مذہب شافعی ہے۔(۳)

(راجح) پہلے اور بعد میں دونوں طرح جائز ہے البتہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ احادیث میں جو طریقہ جس سہو کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس پر عمل کیا جائے۔

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(صدیق حسن خانؒ) سلام سے پہلے اور بعد میں دونوں طرح جائز ہے۔(٦)

تکبیر تحریمہ اور سلام کے ساتھ

جیسا کہ حدیث ذوالیدین میں ہے کہ ﴿ثم کبر وسجد...... ثم سلم﴾ ''پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور سجدے

(۱) [نیل الأوطار (۳۵۰/۲) بدائع الصنائع (۱۷۲/۱) رد المحتار (٥٤٠/۲) الهداية (٧٤/۱) المغنی (٤١٥/۲) الأم (۲٤٦/۱) الکافی لابن عبدالبر (ص/٥٦ـ٥٧) بداية المجتهد (۱٥٠/۱) ابن أبی شيبة (۳۸٦/۱) عبدالرزاق (۳۰۰/۲) شرح مسلم للنووی (٦٩/۳)]

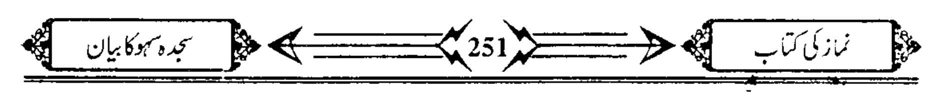
(۲) [فتح الباری (۱۱٤/۳)]

(۳) [شرح مسلم (٧٠/۳)]

(٤) [نیل الأوطار (۳٥۲/۲)]

(٥) [تحفة الأحوذی (٤۲۳/۲)]

(٦) [الروضة الندية (۳۲٧/۱)]



کیے ...... پھر سلام پھیر دیا۔'' (۱)

علاوہ ازیں یاد رہے کہ کسی صحیح روایت میں تشہد کا ذکر نہیں ہے اور جن روایات میں یہ ذکر ہے وہ قابل حجت نہیں۔ جیسا کہ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ صلی بهم فسها فسجد سجدتین ثم تشهد ثم سلم﴾ ''نبی ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی تو آپ ﷺ بھول گئے لہذا آپ ﷺ نے دو سجدے کیے' پھر تشہد پڑھا' اور پھر سلام پھیر دیا۔'' (۲)

(2) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ تشهد بعد أن رفع رأسه من سجدتی السهو﴾ ''نبی ﷺ نے سہو کے دو سجدوں سے سر اٹھانے کے بعد تشہد پڑھا۔'' (۳)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ثم تشهدت أیضا ثم تسلم﴾ ''پھر تم اس طرح تشہد پڑھو اور پھر سلام پھیرو۔'' (٤)

(4) معجم طبرانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿تشهدی وانصرفی ثم اسجدی ...... ثم تشهدی﴾ ''تو تشہد پڑھ اور سلام پھیر دے پھر سہو کے سجدے کر ...... پھر تشہد پڑھ۔'' (٥)

(نوویؒ) ہمارے مذہب میں صحیح بات یہی ہے کہ ایسا شخص صرف سلام پھیرے گا تشہد نہیں پڑھے گا۔ (٦)

(ابن حزمؒ) سہو کے دونوں سجدوں میں سے ہر ایک کے لیے تکبیر کہنا اور ان کے بعد تشہد پڑھنا پھر سلام پھیر دینا افضل ہے لیکن اگر ان افعال کے علاوہ صرف دو سجدوں پر ہی اکتفاء کر لے تو کفایت کر جائے گا۔ (۷)

کسی مسنون فعل کو بھول کر چھوڑنے کی وجہ سے سجدہ سہو مشروع کیا گیا ہے

(1) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لکل سهو سجدتان﴾ ''ہر سہو کے لیے دو سجدے ہیں۔'' (۸)

(۱) [بخاری (٤٨٢) کتاب الصلاة : باب تشبیك الأصابع فی المسجد وغیره' مسلم (۵۷۳)]

(۲) [شاذ : ضعیف أبو داود (۲۲۷) کتاب الصلاة : باب سجدتی السهو فیهما تشهد وتسلیم' ضعیف ترمذی (٦٢) إرواء الغلیل (٤٠٣) أبو داود (١٠٣٩) ترمذی (۳۹۳) بیهقی (۳٥٤/۲) ابن خزیمة (١٠٦٢) ابن حبان (٥٣٦)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی الروضة (۳۳۱/۱)]

(۳) [ضعیف : التعلیق علی الروضة الندیة للحلاق (۳۳۱/۱) بیهقی (۳٥٥/۲)]

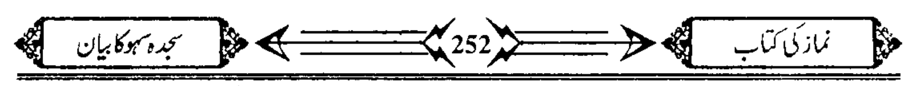
(٤) [ضعیف : ضعیف أبو داود (۲۲۰) کتاب الصلاة : باب من قال یتم علی أکثر ظنه' ضعیف الجامع (٦٨٤) أحمد (٤٢٨/١) أبو داود (١٠٢٨) نسائی (٢١٠/١)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [فتح الباری (٤٣٠/٣)]

(٥) [ضعیف : اس کی سند میں موسی بن مطیر عن أبیه ضعیف ہے۔ [نیل الأوطار (۳٦٥/۲)]

(٦) [شرح مسلم (۷۱/۳)]

(۷) [المحلی بالآثار (۸۲/۳)]

(۸) [حسن : إرواء الغلیل (٤٧١٢) صحیح أبو داود (٩١٧) ابن ماجة (١٢١٩) کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها : باب ما جاء فیمن سجدها بعد السلام' أبو داود (١٠٣٨) أحمد (٢٨٠/٥)]



مسنون فعل کے علاوہ کسی فرض کو چھوڑ دینے میں یہ سجدہ بالاولی ضروری ہے اور آپ ﷺ سے بھی ثابت ہے۔

(1) حضرت ابن بحسینہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے درمیانہ تشہد چھوڑ دیا تو آخر میں دو سجدے کر لیے۔(۱)

(2) حدیث ذوالیدین میں ہے کہ آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھنا بھول گئے تو آپ ﷺ نے انہیں ادا کرنے کے بعد سجدے کیے۔(۲)

(3) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے نماز عصر کی ایک رکعت بھول کر چھوڑ دی۔ پھر وہ رکعت پڑھی اور سجدے کیے۔(۳)

(4) چونکہ یہ سجدے شیطان کے لیے ذلت ورسوائی کا باعث ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿کانتا ترغیما للشیطان﴾ (٤) اس لیے اگر ہر مسنون فعل چھوڑ دینے پر بھی یہ سجدے کر لیے جائیں تو بہتر ہے۔

بھول کر زیادتی کی وجہ سے بھی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿صلی الظهر خمسا﴾ ''آپ ﷺ نے نماز ظہر کی (بھول کر) پانچ رکعتیں پڑھ لیں'' لیکن جب اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے سجدے کر لیے۔(٥)

(جمہور) جس شخص نے بھول کر پانچ رکعتیں ادا کر لیں اور چوتھی میں نہ بیٹھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ) اگر چوتھی رکعت میں نہ بیٹھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور مزید امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر چوتھی رکعت میں بیٹھ گیا پھر پانچویں پڑھی تو ایک اور رکعت اس کے ساتھ ملا لے یہ دو رکعتیں اس کے لیے نفل بن جائیں گی۔(٦)

رکعتوں کی تعداد میں شک کی وجہ سے بھی

جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿إذا شك أحدكم...... فليطرح الشك وليبن على مااستيقن ثم ليسجد سجدتين﴾ ''جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو جائے...... تو وہ شک کو نظر انداز کر کے جس پر یقین ہو اس پر نماز کی بنیاد رکھے پھر دو سجدے کر لے۔''(٧)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) جب نمازی کو رکعتوں کی تعداد میں شک پڑ جائے تو اسے کم تعداد پر ہی نماز کی بنیاد رکھنی چاہیے کیونکہ اس میں یقین کا امکان ہے۔

(ابوحنیفہؒ) ایسے شخص کو انتہائی سوچ بچار کرنی چاہیے اگر گمان غالب کسی طرف ہو تو اس پر عمل کرے ورنہ اگر دونوں اطراف

---

(١) [بخاری (١٢٢٤) كتاب الجمعة : باب ما جاء في السهو...... ' مسلم (٥٧٠)]

(٢) [بخاری (١٢٢٩) كتاب الجمعة : باب من يكبر في سجدتي السهو]

(٣) [مسلم (٥٧٤) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب السهو في الصلاة......]

(٤) [مسلم (٥٧١) أيضا]

(٥) [بخاری (١٢٢٦) كتاب الجمعة : باب إذا صلى خمسا ' مسلم (٩١)]

(٦) [المجموع (٧٤/٤) المبسوط (٢٢٧/١) المغني (٤٢٨/٢) شرح فتح القدير (٤٤٧/١) الكافي لابن عبدالبر (ص/٥٧) الاستذكار (٣٦٣/٤)]

(٧) [مسلم (٥٧١) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب السهو في الصلاة...... ' أبو داود (١٠٢٤)]



مساوی ہوں تو کم پر بنیاد رکھے۔(۱)

اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا شك أحدكم فقام في الركعتين فاستتم قائما فليمض ولا يعود وليسجد سجدتين فإن لم يستتم قائما فليجلس ولا سهو عليه﴾ ''جب تم میں سے کسی کو شک ہو جائے اور وہ دو رکعتوں میں سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو (اور اسے یاد آ جائے) تو وہ بیٹھ جائے اس صورت میں اس پر سہو کے سجدے نہیں ہیں۔''(۲)

جب امام سجدہ سہو کرے تو مقتدی بھی اس کی پیروی کرے

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿إنما جعل الإمام ليؤتم به﴾ ''امام اسی لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔''(۳)

(2) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ نے سہو کے سجدے کیے تو ﴿و سجدهما الناس معه﴾ ''آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی یہ سجدے کیے۔''(۴)

(شوکانیؒ) (اس سے معلوم ہوا کہ) مقتدی بھی امام کے ساتھ سہو کے سجدے کرے گا۔(۵)

(ابن حزمؒ) امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنا مقتدیوں پر فرض ہے اِلا کہ کسی کی کوئی رکعت رہ گئی ہو۔(٦)

○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إن الإمام يكفي من ورائه فإن سها الإمام فعليه سجدتا السهو وعلى من وراءه أن يسجدوا معه وإن سها أحد ممن خلفه فليس عليه أن يسجد والإمام يكفيه﴾ ''بلاشبہ امام مقتدیوں سے کفایت کر جاتا ہے وہ اس طرح کہ اگر امام بھول جائے تو اس پر سہو کے دو سجدے کرنا لازم ہے اور اس کے مقتدیوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اس کے ساتھ سجدے کریں اور اگر مقتدیوں میں سے کوئی بھول جائے تو اس پر سجدے کرنا لازم نہیں ہے' امام اسے کفایت کر جائے گا۔'' وہ ضعیف و ناقابل حجت ہے۔(۷)

یہی وجہ ہے کہ جب امام کے پیچھے کوئی مقتدی بھول جائے تو اس کے سجدہ سہو میں اختلاف ہے۔

---

(۱) [الأم (۲٤٤/۱) بدائع الصنائع (۱٦۸/۱) المغني (٤۰۷/۲) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (٥۱۱/۲) رد المختار (٥٦۳/۲) الكافي لابن عبدالبر (ص/٥٦)]

(۲) [صحيح: صحيح أبو داود (۹۰۹) الصحيحة (۳۲۱) أحمد (۲٥۳/٤) أبو داود (۱۰۳٦) ابن ماجة (۱۲۰۸)] بعض حضرات نے اس حدیث کو جابر جعفی راوی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[بلوغ المرام (۲٦۷)] شیخ حازم علی قاضیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (٤۷۷/۱)]

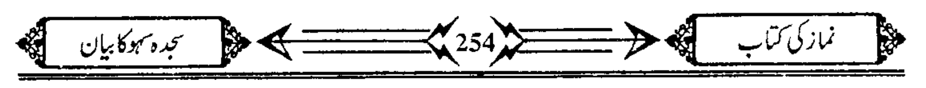
(۳) [بخاری (۷۲۲) مسلم (٤۱٤) أبو داود (٦۰۳) ابن ماجة (۸٤٦) نسائي (۱۹٦/۲) أحمد (۳۱٤/۲)]

(٤) [صحيح: صحيح ترمذي (۳۲۰) كتاب الصلاة: باب ما جاء في سجدتي السهو قبل التسليم' ترمذي (۳۹۱) بخاري (۸۲۹) مسلم (٥۷۰) أبو داود (۱۰۳٤) نسائي (۳٤۳) ابن ماجة (۱۲۰٦' ۱۲۰۷) مؤطا (۹٦/۱)]

(٥) [نيل الأوطار (۳٦۲/۲)]

(٦) [المحلى بالآثار (۸۰/۳)]

(۷) [ضعيف: بيهقي (۳٥۲/۲) دار قطني (۳۷٦/۱)] اس کی سند میں خارجہ بن مصعب اور حکم بن عبید اللہ ضعیف ہیں اور ابو الحسین المدائنی مجہول ہے۔[نيل الاوطار (۳٦۳/۲)]



(شافعیہ، حنفیہ) مقتدی امام کے سہو کے لیے تو سجدہ کرے گا لیکن اپنے سہو کے لیے سجدہ نہیں کرے گا۔

(ابن حزمؒ) جب سہو مقتدی سے ہو اور امام سے نہ ہو تو مقتدی پر سجدہ سہو کرنا فرض ہے جیسا کہ اگر وہ تنہا ہوتا' یا امام ہوتا' اسے سجدہ سہو کرنا پڑتا...... اس کی دلیل جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے کہ جس شخص سے نماز میں کوئی بھول چوک ہو جائے تو آپ ﷺ نے اسے سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا ہے ﴿فمن زاد أو نقص فليسجد سجدتين﴾ اس کے لیے آپ ﷺ نے امام یا مقتدی کی کوئی تخصیص نہیں کی لہٰذا تخصیص جائز نہیں ہوگی۔(۱)

(شوکانیؒ) دلائل کے عموم کی وجہ سے مقتدی پر (اپنے سہو کے لیے) سجدے کرنا واجب ہے۔(۲)

(راجح) امام ابن حزمؒ کا مؤقف ہی حدیث کے زیادہ قریب ہے۔ (واللہ اعلم)

اگر سہو زیادہ ہو جائیں تو کیا سجدے بھی زیادہ ہوں گے؟

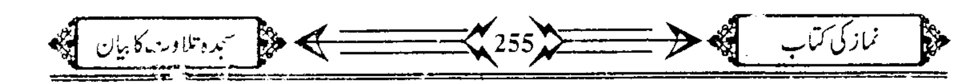
سہو زیادہ ہونے پر سجدے زیادہ نہیں ہوں گے کیونکہ اگرچہ ہر نمازی سے اس کا امکان تو موجود ہے لیکن نہ تو نبی ﷺ سے یہ عمل ثابت ہے اور نہ ہی کسی ایک صحابی سے منقول ہے کہ انہوں نے سہو کے تکرار کی وجہ سے بار بار سجدے کیے ہوں جیسا کہ امام شوکانیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔(۳)

سجدہ سہو کے اذکار

نبی ﷺ سے سجدہ سہو کے دوران کوئی خاص دعا و ذکر ثابت نہیں۔



(۱) [المحلی بالآثار (۳/۱۸۱)]
(۲) [السیل الجرار (۱/۲۸۵)]
(۳) [السیل الجرار (۱/۲۸۵)]



سجدہ تلاوت کے مسائل

مشروعیت

سجدہ تلاوت کی مشروعیت پر اجماع ہے۔(۱)

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ﴾ [الإنشقاق: ۲۱] ''اور جب ان (یعنی کفار) کے پاس قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ " إذا السماء انشقت" اور سورہ "اقرا باسم ربک" میں سجدہ کیا۔''(۲)

سجدہ تلاوت کا حکم

فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے۔

(جمہور) سجدہ تلاوت سنت ہے۔

(ابو حنیفہؒ) یہ سجدہ واجب ہے (ان کی دلیل موقوف حدیث ہے ﴿السجدة على من سمعها وعلى من تلاها﴾ ''جس نے سجدے کی آیت سنی اور جس نے تلاوت کی دونوں پر سجدہ لازم ہے۔'')(۳)

عدم وجوب کے قائل حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿قرأت على النبي ﷺ "والنجم" فلم يسجد فيها﴾ ''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سورہ نجم کی تلاوت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کوئی سجدہ نہیں کیا۔''(٤)

معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت فرض نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سجدہ فرض یا واجب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے کبھی نہ چھوڑتے۔

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أنه قرأ على المنبر يوم الجمعة سورة النحل حتى جآء السجدة فنزل وسجد وسجد الناس حتى إذا كانت الجمعة القابلة قرأ بها حتى إذا جآء السجدة قال: "أيها الناس إنا لم نؤمر بالسجود فمن سجد فقد أصاب ومن لم يسجد فلا إثم عليه﴾ ''انہوں نے جمعہ کے دن منبر پر سورہ نحل کی تلاوت کی حتی کہ سجدہ کی آیت آئی تو نیچے اترے اور سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر جب اگلا جمعہ آیا تو انہوں نے دوبارہ وہی سورت تلاوت کی حتی کہ جب سجدے کی آیت آئی تو کہا ''اے لوگو! یقیناً ہمیں ان سجدوں کا حکم نہیں دیا گیا لہٰذا جو شخص یہ سجدے

(۱) [سبل السلام (٤۸۱/۱) نيل الأوطار (۳۳۰/۲)]

(۲) [مسلم (۵۷۸) كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب سجود التلاوة]

(۳) [نصب الراية (۱۷۸/۲) المغنى (۳٦٤/۲) الأم (۲۵۲/۱) الهداية (۷۸/۱) روضة الطالبين (۳۲۲/۱) الدر المختار (۷۱۵/۱) اللباب (۱۰۳/۱) الشرح الصغير (٤۱٦/۱) القوانين الفقهية (ص/۹۰) مغني المحتاج (۲۱٤/۱) الفقه الإسلامي وأدلته (۱۱۲۷/۲) سبل السلام (٤۸۱/۱) بداية المجتهد (۱۷٤/۱) الكافي (ص/۷۷)]

(٤) [بخاری (۱۰۷۲) كتاب الجمعة: باب من قرأ السجدة ولم يسجد، مسلم (۵۷۷) أبو داود (۱٤۰٤) ترمذی (۵۷۳) نسائی (۲/ [illegible]) دارقطنی (۱/ [illegible])]

کرے گا اسے اجر و ثواب ملے گا اور جو یہ سجدے نہیں کرے گا اس پر کوئی گناہ نہیں۔'' (۱)

یہ واقعہ جمعہ کے دن صحابہ کی ایک جماعت کے سامنے پیش آیا اور کسی نے بھی اس پر اظہار تعجب نہیں کیا (اس لیے ثابت ہوا کہ اس مسئلہ پر صحابہ کا) اجماع ہے۔ (۲)

(راجح) عدم وجوب کا قول راجح ہے۔

(ابن حجرؒ) سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ (۳)

(نوویؒ) یہ سجدہ ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک سنت ہے' واجب نہیں۔ (٤)

(ابن حزمؒ) قرآن کے سجدے فرض نہیں البتہ اگر کوئی کر لے تو افضل ہے۔ (٥)

(شوکانیؒ) یہ سنت ثابت ہے۔ (٦)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

(ابن قدامہؒ) جس نے سجدہ تلاوت کیا اس نے اچھا کیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا اس پر کوئی گناہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ اور امام لیثؒ کا بھی یہی موقف ہے۔ (۸)

(شیخ وھبہ زحیلیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۹)

(ابن بازؒ) تلاوت کرنے والے اور سننے والے پر سجدہ تلاوت سنت ہے فرض نہیں۔ (۱۰)

معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت سنت ہے واجب نہیں لیکن یاد رہے کہ اس کا کرنا ہی افضل ہے کیونکہ ایک تو یہ سنت ہے اور دوسرا یہ کہ اس کی وجہ سے شیطان بھی روتا پیٹتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا قرأ ابن آدم السجدة فسجد اعتزل الشيطان يبكي يقول يا ويلي أمر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة وأمرت بالسجود فأبيت فلي النار﴾ ''جب ابن آدم کسی سجدہ کی آیت کو تلاوت کرتا ہے اور پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا اس سے علیحدہ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے میری ہلاکت' کہ ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کر لیا لہٰذا اس کے لیے جنت

---

(۱) [بخاری (۱۰۷۷) كتاب الجمعة : باب من رأى أن الله عزو جل لم يوجب السجود ' عبدالرزاق (٥٨٨٩) بيهقى (٣٢١/٢) مؤطا (٢٠٦/١) شرح معاني الآثار (٣٥٤/٢)]

(۲) [المغني (٣٦٥/٢)]

(۳) [فتح الباري (٢٦٠/٣)]

(٤) [شرح مسلم (٣٨٨/٣)]

(٥) [المحلى بالآثار (٣٢٨/٣)]

(٦) [السيل الجرار (٢٨٧/١)]

(۷) [تحفة الأحوذى (٢٠٩/٣)]

(۸) [المغني لابن قدامة (٣٦٤/٢-٣٦٥)]

(۹) [الفقه الإسلامي وأدلته (٢٨/٢ [illegible])]

(۱۰) [فتاوى الإسلامية (٣٥٣/١)]



ہے اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کر دیا لہٰذا میرے لیے آگ ہے۔''(۱)

واجب کہنے والوں کی دلیل اور اس کا جواب:

ان کی دلیل گذشتہ حدیث ہے کیونکہ اس میں یہ لفظ ہیں ﴿أمر ابن آدم بالسجود﴾ ''یعنی ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا۔'' تو اس کا کئی طرح سے جواب دیا گیا ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے اسے نقل کیا ہے۔

(1) اس حدیث میں امر کا لفظ ابلیس کا کلام ہے، جس میں کوئی حجت و دلیل نہیں۔

(2) اس سے مراد امرِ استحباب ہے نہ کہ امرِ وجوب۔

(3) اس سے مراد سجدے میں مشارکت ہے نہ کہ وجوب میں۔(۲)

سجودِ تلاوت کی تعداد

(1) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن رسول الله أقرأه خمس عشرة سجدة في القرآن منها ثلاث في المفصل وفي الحج سجدتان﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے انہیں قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے ان میں سے تین مفصل میں ہیں اور دو سورہ حج میں۔''(۳)

(2) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے گیارہ سجدے سکھائے۔''(٤)

(3) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ﴿فضلت سورة الحج بأن فيها سجدتين؟ قال نعم ومن لم يسجدهما فلا يقرأهما﴾ ''کیا سورہ حج کو اس لیے فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' اور جو یہ دونوں سجدے نہ کرے وہ انہیں مت پڑھے۔''(٥)

چونکہ یہ تمام روایات ضعیف ہیں اس لیے سجودِ تلاوت کی تعداد میں اختلاف ہے۔

(احمدؒ) سجودِ تلاوت پندرہ ہیں۔ (سورہ حج میں دو سجدے ہیں۔) امام لیثؒ، امام اسحاقؒ، امام ابن وھبؒ، امام ابن منذرؒ اور اہل علم کا ایک گروہ اسی کا قائل ہے۔

(ابو حنیفہؒ) سجودِ تلاوت کی تعداد چودہ ہے (یعنی یہ سورہ حج کے دوسرے سجدے کو تسلیم نہیں کرتے)۔

(شافعیؒ) قدیم قول کے مطابق گیارہ سجدوں (ص اور مفصل کے سجدوں کے علاوہ) اور جدید قول کے مطابق چودہ سجدوں

[...] (...) كتاب الإيمان : باب إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة ' ابن ماجة (١٠٥٢)]

(۳) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٣٠١) كتاب الصلاة : باب ' المشكاة (١٠٢٩) أبو داود (١٤٠١) ابن ماجة (...) (...) حاكم (٢٢٣/١) بيهقي (٣١٤/٢)]

(٤) [ضعيف : ضعيف أبو داود (...) أيضا ضعيف ترمذي (٨٧) ضعيف ابن ماجة (٢١٦) أبو داود (١٤٠١) امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند کمزور ہے۔]

(٥) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٣٠٣) ضعيف ترمذي (٨٩) كتاب الجمعة . باب ما جاء في السجدة في الحج ' المشكاة (١٠٣٠) ترمذي (٥٧٨) أبو داود (١٤٠٢) دارقطني (٤٠٨/١)] اس کی سند میں ابن لھیعہ اور شرح بن ھاعان دونوں ضعیف ہیں۔ [نيل الأوطار (٢٢٩/٢) تحفة الأحوذي (٢١٢/٣)]

(سورہ ص کے علاوہ) کے قائل ہیں۔(۱)

(ابن حزمؒ) چودہ سجدوں کے قائل ہیں (سورہ حج کے دوسرے سجدے کو تسلیم کرتے ہیں)۔(۲)

(راجح) کل پندرہ سجدے ہیں۔ سورہ حج کے دوسرے سجدے والی حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اکثر وبیشتر امت کا اسی پر عمل ہے اور بعض صحابہ سے بھی اس پر عمل ثابت ہے جس سے اس کی مشروعیت واضح ہو جاتی ہے اور بقیہ تمام سجدے صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) راجح قول یہی ہے کہ سورہ حج میں دو سجدے ہیں۔(٤)

پندرہ سجدوں کے مقامات

(1) خاتمة الأعراف [۲۰٦]

(2) ﴿بالغدو والآصال﴾ [الرعد: ۱۵]

(3) ﴿ويفعلون ما يؤمرون﴾ [النحل: ۵۰]

(4) ﴿ويزيدهم خشوعا﴾ [الإسراء: ۱۰۹]

(5) ﴿خروا سجدا وبكيا﴾ [مريم: ۵۸]

(6) ﴿إن الله يفعل ما يشاء﴾ [الحج: ۱۸]

(7) ﴿وزادهم نفورا﴾ [الفرقان: ٦۰]

(8) ﴿رب العرش العظيم﴾ [النمل: ۲٦]

(9) ﴿وهم لا يستكبرون﴾ [السجدة: ۱۵]

(10) ﴿وخر راكعا وأناب﴾ [ص: ۲٤]

(11) ﴿وهم لا يسئمون﴾ [حم السجدة: ۳۸]

(12) خاتمة النجم [۱۹]

(15) سورہ حج کا دوسرا (مختلف فیہ) سجدہ [۷۷](۵)

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے سورہ نجم کا سجدہ کیا۔(٦)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿سجدنا مع النبي ﷺ في "إذا السماء انشقت" و "اقرأ باسم ربك"﴾ ہم نے نبی کے ساتھ "إذا السماء انشقت" اور "اقرأ باسم ربک" میں سجدہ کیا۔"(۷)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ص ليست من عزائم السجود ولقد رأيت النبي ﷺ يسجد فيها﴾ "سورہ ص کا سجدہ لازم نہیں ہے لیکن میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ اس میں سجدہ کیا کرتے تھے۔"(۸)

(۱) [المجموع (۵۵۷/۳) الحاوی (۲۰۲/۲) بدائع الصنائع (۱۹۳/۱) المبسوط (٦/۲) المغنی (۲۵٤/۲) تحفة الفقهاء (۳٦۹/۱) بداية المجتهد (۱۷٦/۱) نيل الأوطار (۳۲۸/۲) سبل السلام (٤۸۱/۱)]

(۲) [المحلى بالآثار (۳۲۲/۳)]

(۳) [تمام المنة (ص/۲۷۰)]

(٤) [تحفة الأحوذی (۲۱۳/۳)]

(۵) [نيل الأوطار (۳۲۹/۲) المحلى بالآثار (۳۲۳/۳)]

(٦) [بخاری (۱۰۷۱) كتاب الجمعة: باب سجود المسلمين مع المشركين ' ترمذی (۵۷۲) بیهقی (۳۱٤/۲)]

(۷) [مسلم (۵۷۸) كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب سجود التلاوة ' أبو داود (۱٤۰۷) ترمذی (۵۷۰) ابن ماجة (۱۰۵۸)]

(۸) [بخاری (۱۰٦۹) كتاب الجمعة: باب سجدة ص ' أبو داود (۱٤۰۹) ترمذی (۵۷٤) نسائی (۱۵۹/۲) بیهقی (۳۱۸/۲)]

فرض نماز میں بھی سجدہ تلاوت مشروع ہے

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ سجد (فی الصلاۃ) لما قرأ إذا السماء انشقت﴾ ''نبی ﷺ نے (نماز میں) اس وقت سجدہ تلاوت کیا جب آپ ﷺ نے " إذا السماء انشقت " کی تلاوت فرمائی۔''(۱)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

نماز کے علاوہ بھی سجدہ تلاوت مشروع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿کان رسول اللہ یقرأ علینا السورۃ فیقرأ السجدۃ فیسجد و نسجد معه حتی ما یجد أحدنا مکانا لموضع جبهته﴾ ''رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سورت تلاوت کیا کرتے تھے آپ ﷺ سجدے کی آیت تلاوت فرماتے اور سجدہ کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے حتی کہ ہم میں سے کسی ایک کو (بعض اوقات) اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔''

اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ ﴿فی غیر صلاۃ﴾ ''نماز کے علاوہ (ہماری یہ حالت ہوتی تھی)۔''(۳)

سجدہ تلاوت کے لیے وضو اور قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں

(1) گذشتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے ﴿حتی ما یجد أحدنا مکانا لموضع جبهته﴾ ''حتی کہ ہم میں سے کوئی (بعض اوقات) اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ پاتا تھا۔''(٤)

یقیناً اس قدر ہجوم میں اکٹھے سجدہ کیا جائے تو ہر شخص نہ باوضو ہوتا ہے اور نہ قبلہ رخ۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ سجد بالنجم و سجد معه المسلمون والمشرکون والجن والإنس﴾ ''نبی ﷺ نے سورہ نجم کا سجدہ کیا تو آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں' مشرکوں' جنوں اور انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔''(٥)

اس حدیث میں مشرکین کے سجدے کا ذکر ہے حالانکہ یہ بات معروف ہے کہ مشرکین نجس ہیں اور ان کا وضو اگر قائم ہو تب بھی درست نہیں چہ جائیکہ وہ پہلے ہی بے وضوء ہوں۔

(3) امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ((کان ابن عمر یسجد علی غیر وضوء)) ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بغیر وضوء کے سجدہ (تلاوت) کیا کرتے تھے۔''(٦)

---

(۱) [بخاری (۷٦٦ ' ۷٦۸ ' ۱۰۷٤) کتاب الجمعة : باب سجدة إذا السماء انشقت ' مسلم (۵۷۸) أبو داود (۱٤۰۸) نسائی (۱٦۲/۲) ابن خزیمة (۹۵۵)]

(۲) [السیل الجرار (۲۸۸/۱)]

(۳) [أحمد (۱۷/۲) بخاری (۱۰۷۵ ' ۱۰۷٦) کتاب الجمعة : باب من سجد بسجود القاری ' مسلم (۵۷۵) أبو داود (۱٤۱۲) ابن خزیمة (۵۵۷ ' ۵۵۸)]

(٤) [بخاری (۱۰۷۵) کتاب الجمعة : باب من سجد بسجود القاری]

(٥) [بخاری (۱۰۷۱) کتاب الجمعة : باب سجود المسلمین مع المشرکین ' ترمذی (۵۷۲) بیهقی (۳۱٤/۲)]

(٦) [بخاری تعلیقا (۱۰۷۱) کتاب سجود القرآن : باب سجود المسلمین مع المشرکین والمشرك نجس لیس له وضوء]

(ابن تیمیہؒ) سجدہ تلاوت چونکہ نماز نہیں ہے اس لیے اس کے لیے شروطِ نماز مقرر نہیں کی جائیں گی بلکہ یہ بغیر طہارت کے بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی اسکی دلیل ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

(ابن حزمؒ) تلاوت قرآن کے دوران سجدے نہ تو ایک رکعت ہیں اور نہ ہی انہیں دو رکعت کہا جاتا ہے اس لیے انہیں نماز شمار نہیں کیا جاتا اور جب یہ نماز نہیں ہیں تو بغیر وضوء جنبی کے لیے' حائضہ کے لیے اور غیر قبلہ کی طرف دیگر تمام اذکار کی طرح مباح و جائز ہیں۔(۳)

(ابن قدامہؒ) ان سجدوں کے لیے وہی شرط لگائی جائے گی جو نفل نماز کے لیے لگائی جاتی ہے یعنی حدث اور نجاست سے طہارت' ستر ڈھانپنا' قبلہ رخ ہونا اور نیت۔ نیز ہمیں اس میں کسی اختلاف کا علم بھی نہیں۔(٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

سجدہ تلاوت کے لیے تکبیر کہنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ يقرأ علينا القرآن فإذا مر بالسجدة كبر و سجد و سجدنا معه﴾ ''نبی ﷺ ہمارے پاس قران کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ کسی سجدے سے گزرتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کرتے۔''(٦)

اس حدیث میں تکبیر کے لفظ درست نہیں ہیں اس لیے سجدہ تلاوت کے لیے تکبیر کہنا ثابت نہیں البتہ نماز میں چونکہ نبی ﷺ جھکتے اور اٹھتے وقت لازماً تکبیر کہتے تھے اس لیے سجدہ تلاوت کے لیے جھکتے وقت بھی تکبیر کہنی چاہیے۔

سجدہ تلاوت کی دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ رات کو قرآن کے سجدوں میں یہ دعا پڑھتے تھے ''سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ'' (٧)

(۱) [مجموع الفتاوى (١٦٥/٢٣)]

(۲) [نيل الأوطار (٣٤٠/٢)]

(۳) [المحلى (١٠٥/٥) المحلى بالآثار (٣٣٠-٣٣١)]

(٤) [تحفة الأحوذي (٢١٩/٣)]

(٥) [أيضا]

(٦) [منكر: ضعيف أبو داود (٣٠٦) كتاب الصلاة: باب في الرجل يسمع السجدة.....' المشكاة (١٠٣٢) أبو داود (١٤١٣) عبدالرزاق (٥٩١١) شیخ البانیؒ رقمطراز ہیں کہ یہ حدیث تکبیر کے ذکر کے ساتھ منکر ہے اور محفوظ اس کے علاوہ ہے۔]

(٧) [صحيح: صحيح أبو داود (١٢٥٥) كتاب الصلاة: باب ما يقول إذا سجد' أبو داود (١٤١٤) ترمذی (٥٨٠) نسائی (٢٢٢/٢) أحمد (٣٠/٦) دارقطنی (٤٠٥/١) حاکم (٢٢٠/١) بیهقی (٣٢٥/٢)] یہ لفظ '' فتبارك الله أحسن الخالقين'' مستدرک حاکم میں زائد ہیں۔[نيل الأوطار (٣٤٠/٢)]

سجدہ شکر کے مسائل

کسی نعمت کے حصول' مصیبت و تکلیف سے چھٹکارے اور خوشی و مسرت کے موقع پر یہ سجدہ مشروع ہے۔

(1) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ كان إذا جاء ه أمر يسره خر ساجدا لله﴾ "نبی ﷺ کو جب کوئی خوشخبری ملتی تو اللہ کے حضور سجدے میں گر پڑتے۔"(۱)

(2) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿سجد النبی ﷺ فأطال السجود ثم رفع رأسه وقال إن جبرئيل أتاني فبشرني فسجدت لله شكرا﴾ "نبی ﷺ نے سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا پھر اپنا سر اٹھا کر فرمایا کہ بے شک حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے بشارت دی تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ریز ہو گیا۔"(۲)

(3) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا' راوی نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ ﴿فكتب على بإسلامهم فلما قرأ رسول الله الكتاب خر ساجدا شكرا لله على ذلك﴾ "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل یمن کے قبول اسلام کی اطلاع آپ ﷺ کو بھیجی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وہ مکتوب پڑھا تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر گئے۔"(۳)

(احمدؒ، شافعیؒ) سجدہ شکر مشروع ہے۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) یہ سجدہ نہ مستحب ہے نہ مکروہ ہے۔(٤)

(شوکانیؒ) نبی ﷺ سے ثابت ہونے کے باوجود ان دونوں اماموں سے سجدہ شکر کا انکار نہایت عجیب بات ہے۔(٥)

---

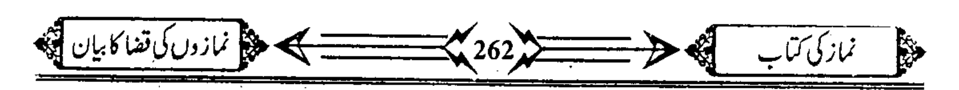
(۱) [حسن : إرواء الغليل (۲۲٦/۲)'(٤٧٤) أبو داود (۲۷۷٤) كتاب الجهاد : باب في سجود الشكر ' ترمذی (۱٥۷۸) ابن ماجة (۱۳۹٤) دارقطنی (٤۱۰/۱) بیهقی (۳۷۰/۲)]

(۲) [صحيح : أحمد (۱۹۱/۱) حاكم (٥٥۰/۱) بیهقی (۳۷۱/۲) امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام بیہقی نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور مزید فرمایا کہ "سجدہ شکر میں اس سے زیادہ صحیح اور کوئی حدیث نہیں۔" امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے۔[المجمع (۲۸۷/۲)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (٥۸۲/۱) شیخ حازم علی قاضی نے اسے حسن کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (٤۸۸۳۱)]

(۳) [بیهقی (۳٦۹/۲)] امام بیہقیؒ بیان کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کا ابتدائی حصہ "ابراہیم بن یوسف" سے روایت کیا ہے لیکن اسے مکمل نقل نہیں کیا اور سجدہ شکر کی مکمل حدیث امام بخاریؒ کی شرط پر صحیح ہے۔]

(٤) [الأم (۲٥۱/۱) رد المختار (٥۹۷/۲) سبل السلام (٤۸۷/۱) كشاف القناع (٤٤۹/۱)]

(٥) [نيل الأوطار (۳٤۳/۲)]



باب القضاء للفوائت — فوت شدہ نمازوں کی قضائی کا بیان

اگر جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی جائے تو......

اس مسئلے میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن راجح اور قوی بات یہی ہے کہ ایسے شخص پر قضاء واجب نہیں ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) عمداً تارکِ نماز اسلام سے خارج ہے اور ایسے شخص پر توبہ واستغفار اور نئے سرے سے اسلام میں شمولیت لازمی ہے قضاءِ نماز نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿بين الرجل و بين الكفر ترك الصلاة﴾ ''مسلمان مرد اور کفر کے درمیان صرف نماز چھوڑنے کا ہی فرق ہے۔'' (۱)

(2) قرآن میں تارکِ نماز کو مشرک قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الروم: ۳۱] ''نماز قائم کرو اور مشرکوں سے نہ ہو جاؤ۔'' اور مشرک کا کوئی عمل جس میں قضاءِ نماز بھی شامل ہے قبول نہیں جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الأنعام: ۸۸] ''اگر انبیاء بھی شرک کریں تو جو بھی وہ عمل کرتے تھے باطل ہو جائے۔''

(3) جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے اسے صرف اتنی ہی مہلت دی جائے گی کہ وہ توبہ کرے اور نماز پڑھے اگر وہ ایسا نہیں کرتا (اور استطاعت موجود ہے) تو اسے فوراً قتل کر دیا جائے گا۔

جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لاإله إلا الله و يقيموا الصلاة......﴾ ''مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ کلمہ نہ پڑھ لیں اور نماز نہ ادا کرنے لگیں۔'' (۲)

(4) زکاۃ کے منکر سے قتال کرنے پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (۳)

اور یہ بات ثابت ہے کہ اسلام میں نماز کی اہمیت زکاۃ سے بھی زیادہ ہے۔

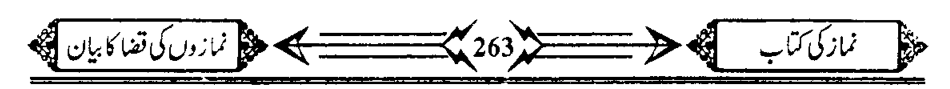
(5) رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں شرط کا لفظ ﴿من نسی﴾ استعمال کیا ہے اور شرط کے لیے یہ قاعدہ مسلم ہے کہ شرط کی نفی مشروط کی نفی کو مستلزم ہے یعنی جو بھول کر (یا سونے کی وجہ سے) نماز چھوڑ دے وہ اس کی قضائی دے گا اور جو بھول کر نہیں بلکہ جان بوجھ کر نماز چھوڑے گا وہ قضائی نہیں دے گا۔

---

(۱) [مسلم (۸۲) كتاب الإيمان : باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة ' أبو داود (٤٦٧٨) ترمذی (٢٦١٨) ابن ماجة (١٠٧٨) دارمی (٢٨٠/١) أحمد (٣٧٠/٣)]

(۲) [بخاری (۲۵) كتاب الإيمان : باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم ' مسلم (۲۲) أبو داود (١٥٥٦) ترمذی (٢٦٠٧) نسائی (١٤/٥) أحمد (٤٢٣/٢) شرح معانی الآثار (٢١٣/٣) ابن منده (١٦٦/١)]

(۳) [موسوعة الإجماع لسعدی أبو حبيب (٤٦٥/١) المغنی (٤٧٦/٢) المجموع (٣٠٤/٥)]



(ابن تیمیہؒ) جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے پر کوئی قضا نہیں۔(۱)

(ابن حزمؒ) جو شخص عمداً نماز چھوڑے رکھے حتی کہ اس کا وقت ختم ہو جائے تو وہ کبھی بھی اس کی قضا نہیں دے سکتا البتہ اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور کثرت سے نفل نماز ادا کرے تا کہ قیامت کے دن اس کا ترازو (یعنی دایاں پلڑا) وزنی ہو سکے اور مزید اسے توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔(۲)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

البتہ جمہور کے نزدیک ایسے شخص پر بھی قضاءِ نماز واجب ہے۔(٤)

لیکن ان کے پاس اس کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں سوائے خثعمیہ کی حدیث کے، جس میں یہ لفظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿دين الله أحق أن يقضى﴾ ''اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔''(٥)

(البانیؒ) یہ حدیث وجوب قضاء کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔(٦)

(شوکانیؒ) عمداً تارک نماز پر وجوب قضاء کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں البتہ یہ حدیث ﴿دين الله أحق﴾ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ نماز بھی انسان پر اللہ کا حق ہے اس لیے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔(۷)

(راجح) جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے پر قضائی واجب نہیں کیونکہ حدیث کے یہ الفاظ ﴿دين الله أحق﴾ عام ہیں اور ایک خاص واقعہ کے متعلق ہیں جبکہ عمداً تارک نماز کی قضائی خاص ہے اور عبادات میں کسی بھی خاص عمل کے لیے خاص دلیل ہونا ضروری ہے اس لیے چونکہ اس کی کوئی واضح دلیل (ہمارے علم میں) نہیں لہٰذا ہم عدم قضا پر ہی توقف کریں گے۔ البتہ اگر گذشتہ حدیث ﴿دين الله أحق﴾ کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی شخص متروکہ نمازیں ادا کرتا ہے تو بہتر ہے کیونکہ عبادت اجر و ثواب اور قرب الٰہی کا موجب ہے۔

اگر کسی عذر کی وجہ سے ہو تو یہ قضاء نہیں بلکہ عذر ختم ہونے کے وقت ادا ہی ہے

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿من نسي صلاة فليصلها إذا ذكرها فلا كفارة لها إلا ذلك﴾ ''جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا وہ اسے اسی وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے کیونکہ اس کا اس کے علاوہ کوئی

---

(۱) [الفتاوى الكبرى (۲۸٥/۲)]

(۲) [المحلى (۲۳٥/۲)]

(۳) [الروضة الندية (۳۳٦/۱)]

(٤) [الفقه الإسلامي وأدلته (۱۲۹/۲ـ۱٤٠)]

(٥) [بخاری (۱۹٥۳) كتاب الصوم : باب من مات وعليه صوم ' مسلم (۱۱٤۸) مؤطا (۳٥۹/۱) أبو داود (۳۳۱۰) نسائی (۲٦۳٥) ترمذی (۹۲۸) ابن ماجة (۲۹۰۹)]

(٦) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۳٥٦/۱)]

(۷) [السيل الجرار (۲۹۰/۱)]

کفارہ نہیں۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ﴿من نسی صلاة فلیصلها إذا ذکرها فإن الله تعالی قال "وأقم الصلاة الذکری"﴾ ''جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب اسے یاد آئے اسے چاہیے کہ نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جب میں تجھے یاد آؤں تو نماز قائم کر۔''(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ اس کا وقتِ ادا ہے' قضا نہیں۔ (۳)

(3) حدیث نبوی ہے کہ ﴿رفع القلم عن ثلاثة ...... عن النائم حتی یستیقظ﴾ ''تین آدمیوں کا گناہ نہیں لکھا جاتا ......' سونے والے شخص کا جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے۔''(٤)

(4) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب غلبہ نیند کی وجہ سے وقت پر نماز فجر نہ پڑھ سکے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إنه لیس فی النوم تفریط إنما التفریط فی الیقظة فإذا نسی أحدکم صلاة أو نام عنها فلیصلها إذا ذکرها﴾ ''قصور و کوتاہی سونے میں نہیں ہے بلکہ جاگنے میں ہے تو جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنا بھول جائے' یا اس سے سو یا رہ جائے تو جب اسے یاد آئے نماز پڑھ لے۔''

اور سنن أبی داود کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إنما التفریط علی من لم یصل حتی یجیئ وقت الصلاة الأخری﴾ ''صرف قصور و کوتاہی ایسے شخص میں ہے جو نماز کو نہ پڑھے حتی کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔''(٥)

ان تمام احادیث میں موجود یہ الفاظ ﴿فلیصلها إذا ذکرها﴾ ''جب یاد آئے اس وقت نماز پڑھ لو'' اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ یاد آنے کے فوراً بعد نماز پڑھ لینا واجب ہے۔ مزید برآں اگر نیند اور سہو کے علاوہ کسی عذر مثلاً جنگ' سفر اور شدتِ مرض وغیرہ کی وجہ سے نماز رہ جائے تب بھی یہی حکم ہے کہ موقع میسر آتے ہی نماز پڑھ لی جائے جیسا کہ غزوہ خندق میں آپ ﷺ کی چند نمازیں رہ گئیں تو آپ ﷺ کو جب موقع ملا آپ ﷺ نے انہیں ادا فرما لیا۔(٦)

اگر کسی عذر کی وجہ سے عید کی نماز رہ جائے تو دوسرے دن ادا کرنی چاہیے

مراد یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے علم نہ ہو سکے کہ آج عید کا دن ہے اور پھر وقت گزرنے کے بعد پتہ چلے تو اسی وقت نماز عید

(۱) [بخاری (٥٩٧) کتاب مواقت الصلاة : باب من نسی صلاة فلیصل إذا ذکر......' مسلم (٦٨٣) ترمذی (١٧٨) ابن ماجة (٦٩٦) نسائی (٢٩٣/١) أبو داود (٤٤٢) أبو عوانة (٣٨٥/١) دارمی (٢٨٠/١) ابن خزیمة (٩٩٣)]

(۲) [مسلم (٦٨٠) کتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب قضاء الصلاة الفائتة......' أبو داود (٤٣٥) نسائی (٢٩٦/١) ابن ماجة (٦٩٧) أبو عوانة (٢٥٣/٢) بیهقی (٢١٧/٢)]

(۳) [السیل الجرار (٢٨٩/١) روضة الندیة (٣٣٧/١)]

(٤) [أبو داود (٤٤٠١) کتاب الحدود : باب فی المجنون یسرق أو یصیب حدا]

(٥) [مسلم (٦٨١) کتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب قضاء الصلاة الفائتة ......' أبو داود (٤٣٧'٤٤١) کتاب الصلاة: باب من نام عن الصلاة أو نسیها' صحیح أبو داود (٤٢٥) ترمذی (١٧٧) نسائی (٢٩٤/١) ابن ماجة (٦٩٨)]

(٦) [صحیح : صحیح نسائی (٦٣٨) کتاب الأذان : باب الأذان للفائت من الصلوات' نسائی (٦٦١)]

نہیں ادا کی جائے گی خواہ دن کا آخری وقت ہو بلکہ اسے دوسرے دن تک مؤخر کیا جائے گا کیونکہ نبی ﷺ سے یہی ثابت ہے۔

حضرت ابوعمیر بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ لوگوں نے کہا ﴿غم علینا هلال شوال فأصبحنا صياما فجاء ركب من آخر النهار فشهدوا عند رسول الله أنهم رأوا الهلال بالأمس فأمر الناس أن يفطروا من يومهم وأن يخرجوا لعيدهم من الغد﴾ ''ماہ شوال کا چاند ہم سے پوشیدہ رہ گیا جس بنا پر ہم نے صبح روزہ رکھ لیا پھر دن کے آخری حصے میں کچھ سوار آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ گواہی دی کہ انہوں نے گذشتہ شب چاند دیکھا ہے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو اس دن روزہ کھولنے کا اور اگلے دن نماز عید کے لیے آنے کا حکم دیا۔'' (۱)

زیادہ نمازوں کی قضائی میں ترتیب کا حکم

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کے دن غروب آفتاب کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کفار قریش کو گالیاں دینے لگے اور کہا اے اللہ کے رسول! جب میں نے نماز عصر ادا کی' سورج غروب ہونے والا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿والله ما صليتها فتوضأ و توضأنا فصلى العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعدها المغرب﴾ ''اللہ کی قسم میں نے یہ (ابھی تک) نہیں ادا کی' پھر آپ ﷺ نے وضوء کیا اور ہم نے بھی وضوء کیا' پھر آپ ﷺ نے غروب آفتاب کے بعد نماز عصر پڑھی اور پھر اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔'' (۲)

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿شغلنا المشركون يوم الخندق عن صلاة الظهر حتى غربت الشمس وذلك قبل أن ينزل في القتال ما نزل فأنزل الله عزو جل "و كفى الله المؤمنين القتال" فأمر رسول الله ﷺ بلالا فأقام لصلاة الظهر فصلاها كما كان يصليها لوقتها ثم أقام للعصر فصلاها كما كان يصليها لوقتها ثم أذن للمغرب فصلاها كما كان يصليها في وقتها﴾ ''جنگ خندق کے دن مشرکین نے ہمیں اس قدر مشغول کیا کہ ہم غروب آفتاب تک نماز ظہر ادا نہ کر سکے اور یہ صورتحال قتال کے متعلق جو آیت نازل ہوئی تھی اس سے پہلے کی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی کہ ''اس جنگ میں اللہ تعالیٰ خود ہی مومنوں کو کافی ہو گیا'' تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' انہوں نے نماز ظہر کے لیے اقامت کہی پھر آپ ﷺ نے یہ نماز اس طرح پڑھائی جیسا کہ اس کے وقت میں پڑھاتے تھے' پھر انہوں نے نماز عصر کے لیے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے یہ نماز بھی اسی طرح پڑھائی جیسا کہ اس کے وقت میں پڑھاتے تھے' پھر انہوں نے نماز مغرب کے لیے آذان کہی اور پھر آپ ﷺ نے یہ نماز بھی اسی طرح پڑھائی جیسا

---

(۱) [**صحیح**: صحیح أبو داود (۱۰۲٦) أحمد (۲٦٥/۹۔ الفتح الربانی) أبو داود (۱۱۵۷) کتاب الصلاة: باب إذا لم يخرج الإمام للعيد من يومه...... نسائی (۱۵۵۷) ابن ماجة (۱٦۵۳) ابن حبان (۳٤۵٦) امام ابن حبانؒ، امام ابن منذرؒ، امام ابن سکنؒ اور امام ابن حزمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تلخیص الحبیر (۸۷/۲)] امام خطابیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [معالم السنن (٦۸٤/۱)] حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [بلوغ المرام (۵۱۰)]

(۲) [بخاری (۵۹٦' ۵۹۸) کتاب مواقیت الصلاة: باب قضاء الصلاة الأولى فالأولى' مسلم (٦۳۱) ترمذی (۱۸۰) نسائی (۸٤/۳) بغوی (۳۹٦) ابن حبان (۲۸۸۹)]

کہ اس کے وقت میں پڑھاتے تھے۔''(۱)

(3) ایک روایت میں چاروں نمازوں کے رہ جانے کا بھی ذکر ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن المشركين شغلوا النبى ﷺ عن أربع صلوات يوم الخندق فأمر بلالا فأذن ثم أقام فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ثم أقام فصلى المغرب ثم أقام فصلى العشاء﴾ ''جنگ خندق کے روز مشرکوں نے نبی ﷺ کو اس قدر مشغول کیا کہ آپ ﷺ کی چار نمازیں رہ گئیں تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' انہوں نے آذان دی پھر اقامت کہی تو آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر انہوں نے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر انہوں نے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی' پھر انہوں نے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔''(۲)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں کو ترتیب سے ادا کرنا ہی نبی ﷺ کا اسوہ وطریقہ ہے لہذا اسی کو اپنانا چاہیے تاہم اس مسئلے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضائی اور وقت کی نماز کے درمیان بھی ترتیب ضروری ہے یا پہلے وقت کی نماز (جس کی جماعت کھڑی ہے) ادا کی جائے گی اور پھر سابقہ فوت شدہ نمازیں۔

(ابو حنیفہؒ، مالکؒ) اس میں بھی ترتیب ضروری ہے۔امام لیثؒ، امام زہریؒ، امام نخعیؒ اور امام ربیعہؒ اسی کے قائل ہیں۔

(شافعیؒ) ایسی صورت میں ترتیب ضروری نہیں کیونکہ مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔(۳)

(راجح) اگرچہ مجرد فعل وجوب پر دلالت تو نہیں کرتا لیکن نبی ﷺ کے طریقے کو اپنانے میں ہی خیر وبرکت ہے۔

نمازوں کی قضائی میں اذان اور اقامت

فوت شدہ نمازوں کی قضائی کے وقت پہلی نماز کے ساتھ آذان اور باقی نمازوں کے ساتھ صرف اقامت کہنا اور انہیں باجماعت ادا کرنا مشروع ہے جیسا کہ گذشتہ احادیث اس پر شاہد ہیں۔

کافر کی سابقہ نمازوں کی قضائی

اگر کوئی کافر مسلمان ہو جائے تو اس پر اپنی سابقہ زندگی کی متروکہ نمازیں بطور قضاء پڑھنا ضروری نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿إن الاسلام يهدم ما كان قبله﴾ ''بے شک اسلام حالت کفر میں کیے ہوئے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''(٤)

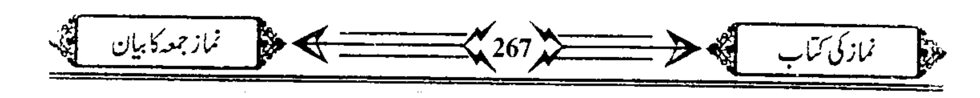
اور اس میں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ ان کے دلوں میں اُلفت ڈالنے کے لیے ایسا کہا گیا ہو کیونکہ ممکن ہے کہ اگر نئے مسلمان ہونے والے شخص کو پتہ چلے کہ اسے اپنی سابقہ زندگی کی تمام نمازوں کی قضائی دینی پڑے گی تو وہ اس خوف سے دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جائے۔

(۱) [صحيح : صحيح نسائى (٦٣٨) كتاب الأذان : باب الأذان للفائت من الصلوات' نسائى (٦٦١) أحمد (٢٥/٣) دارمى (٣٥٨/١) أبو يعلى (١٢٩٦) ابن خزيمة (٩٩٦) شرح معانى الآثار (٣٢١/١) بيهقى (٤٠٢/١)]

(۲) [صحيح : صحيح نسائى (٦٣٩) ترمذى (١٧٩) كتاب الصلاة : باب ما جاء فى الرجل تفوته الصلوات بأيتهن يبدأ' نسائى (٦/٨) أحمد (٣٧٥/١) بيهقى (٤٠٣/١)]

(۳) [المغنى (٣٣٦/٢) شرح المهذب (٧٥/٣) حلية العلماء فى معرفة مذاهب الفقهاء (٣/٢) الحاوى (٢٧٦/٢) الهداية (٧٢/١) شرح فتح القدير (٤٢٢/١)]

(٤) [مسلم (١٧٣) كتاب الإيمان : باب كون الإسلام يهدم ما قبله......' أحمد (١٧١١٢)]



باب صلاة الجمعة — نماز جمعہ کا بیان

جمعہ کے دن کی فضیلت

حدیث نبوی ہے کہ ﴿خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه أدخل الجنة وفيه أخرج منها ولا تقوم الساعة إلا في يوم الجمعة﴾ ''جن دنوں میں آفتاب طلوع ہوتا ہے ان میں سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا' اسی میں انہیں جنت میں داخل کیا گیا' اسی میں ان کو اس سے نکالا گیا اور قیامت بھی صرف جمعہ کے دن میں ہی قائم ہوگی۔'' (۱)

نمازِ جمعہ ہر مکلّف پر واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ [الجمعة: ۹] ''اے ایمان والو! جمعہ کے دن نماز کی آذان دی جائے تو تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔''

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ سے پیچھے رہنے والے لوگوں کے لیے فرمایا ﴿لقد هممت أن آمر رجلا يصلي بالناس ثم أحرق على رجال يتخلفون عن الجمعة بيوتهم﴾ ''بے شک میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کے گھروں کو جلا ڈالوں جو جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں۔'' (۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لينتهين أقوام عن ودعهم الجمعات أو ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين﴾ ''لوگ نماز جمعہ چھوڑنے سے ضرور باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے پھر وہ لازماً غافل لوگوں میں شمار ہوں گے۔'' (۳)

(4) حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة﴾ ''نماز جمعہ ہر مسلمان پر باجماعت ادا کرنا حق اور واجب ہے۔'' (٤)

(5) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿رواح الجمعة واجب على كل محتلم﴾ ''نماز جمعہ کے لیے جانا ہر بالغ شخص پر واجب ہے۔'' (٥)

---

(۱) [مسلم (۸۵٤) ترمذی (٤۸۸) نسائی (۸۹/۳) أحمد (٤۰۱/۲) ابن خزیمة (۱۷۲۹)]

(۲) [مسلم (٦٥۲) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها ' أحمد (۳۹٤/۱) ابن خزیمة (۱۸٥۳)]

(۳) [مسلم (۸٦٥) كتاب الجمعة : باب التغليظ في ترك الجمعة ' دارمی (۳٦۸/۱) بيهقی (۱۷۱/۳)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (۹٤۲) كتاب الصلاة : باب الجمعة للمملوك والمرأة ' أبو داود (۱۰۷٦) دارقطنی (۳/۲) بيهقی (۱۷۲/۳) شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على الروضة الندية (۳۳۹/۱)] امام نوویؒ نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر قابل حجت قرار دیا ہے جیسا کہ امام زیلعیؒ نے نقل کیا ہے۔ [نصب الراية (۱۹۹/۲)]

(٥) [صحيح : صحيح نسائی (۱۲۹۹) كتاب الجمعة : باب التشديد في التخلف عن الجمعة ' نسائی (۱۳۷۱)]

(6) حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من ترك ثلاث جمع تهاونا طبع الله على قلبه﴾ ''جس شخص نے محض سستی و کاہلی سے تین جمعے چھوڑ دیے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیں گے۔'' (١)

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿نحن الآخرون السابقون يوم القيمة ...... ثم هذا يوم فرض الله عليهم واختلفوا فيه فهدانا الله﴾ ''ہم دنیا میں آخر میں آئے ہیں لیکن قیامت کے دن پہلے (جنت میں داخل) ہوں گے ...... پھر یہ (یعنی جمعہ کا) دن ہے جس کی تعظیم ان پر اللہ تعالیٰ نے فرض کی لیکن انہوں نے اس کی مخالفت کی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی تعظیم پر ثابت رکھا۔'' (٢)

(بخاریؒ) انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ ((باب فرض الجمعة)) ''جمعہ کی فرضیت کا بیان'' اور اس کے تحت فرضیت کے دلائل نقل کیے ہیں۔ (٣)

(ابن حجرؒ) جمعہ پڑھنا فرض ہے۔ (٤)

(نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

(شوکانیؒ) حق بات یہی ہے کہ جو شخص آذان سنتا ہے اس پر جمعہ پڑھنا فرض عین ہے۔ (٦)

(ابن حزمؒ) جمعہ پڑھنا واجب ہے۔ (٧)

(ابن قدامہؒ) جمعہ پڑھنا اجماع اُمت کے ساتھ فرض ہے۔ (٨)

(ابن عربیؒ) جمعہ کے وجوب پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (٩)

(ابن منذرؒ) نماز جمعہ کے فرض عین ہونے پر اجماع ہے۔ (١٠)

(خطابیؒ) اختلاف اس بات میں ہے کہ جمعہ فرض عین ہے یا فرض کفایہ اور اکثر فقہاء نے اسے فرض کفایہ کہا ہے۔ (١١)

(امیر صنعانیؒ) اکثر فقہاء کے نزدیک (جمعہ) فرض عین ہے اور مطلقاً اس کے وجوب پر اجماع ہے۔ (١٢)

---

(١) [حسن : صحيح أبو داود (٩٢٨) كتاب الصلاة : باب التشديد في ترك الجمعة ' أبو داود (١٠٥٢) ترمذی (٥٠٠) ابن ماجة (١١٢٥) نسائی (٨٨/٣) أحمد (٤٢٤/٣) ابن حبان (٢٥٨) ابن خزيمة (١٨٥٧) بیهقی (١٧٢/٣)]

(٢) [بخاری (٨٧٦) كتاب الجمعة : باب فرض الجمعة ' مسلم (٨٥٥) حميدی (٩٥٤) بیهقی (١٧٠/٣)]

(٣) [بخاری (٨٧٦)]

(٤) [فتح الباری (٤/٣-٥)]

(٥) [شرح المهذب (٣٤٩/٤)]

(٦) [نيل الأوطار (٥٠١/٢)]

(٧) [المحلى بالآثار (٢٥٢/٣)]

(٨) [المغنی]

(٩) [عارضة الأحوذی (٢٨٦/٢)]

(١٠) [الإجماع لابن المنذر (ص/٤١) ' (رقم/٥٤)]

(١١) [معالم السنن (٢٤٤/١)]

(١٢) [سبل السلام (٦٣٠/٢)]

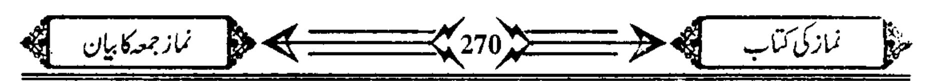
(البانیؒ) نماز جمعہ واجب ہے' بغیر کسی عذر کے اسے چھوڑنا جائز نہیں۔(۱)
(ابن بازؒ) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نماز جمعہ کی ادائیگی واجب قرار دی ہے۔(۲)
جس حدیث میں ہے کہ ﴿من ترك الجمعة من غير عذر فليتصدق بدينار فإن لم يجد فبنصف دينار﴾ ''جس شخص نے بغیر کسی عذر کے جمعہ چھوڑا اسے چاہیے کہ ایک دینار صدقہ کرے' اگر ایک دینار موجود نہ ہو تو نصف دینار صدقہ کرے۔'' وہ ضعیف ہے۔(۳)

عورت' غلام' مسافر اور مریض پر واجب نہیں

(1) حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة إلا أربعة : عبد مملوك أو امرأة أو صبي أو مريض﴾ ''ہر مسلمان پر جمعہ باجماعت ادا کرنا واجب ہے مگر چار قسم کے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں: غلام' عورت' بچہ اور مریض۔''(٤)
(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ليس على مسافر جمعة﴾ ''مسافر پر جمعہ ضروری نہیں ہے۔''(٥)
(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ﴿من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة إلا امرأة أو مسافرا أو عبدا أو مريضا﴾ ''جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ لازم ہے مگر چار قسم کے لوگ اس حکم میں شامل نہیں: عورت' مسافر' غلام اور مریض۔''(٦)
(نوویؒ) ایسی خواتین جو بوڑھی نہیں ہیں ان پر بلا اختلاف جمعہ واجب نہیں ہے البتہ جو بوڑھی ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان کے لیے جمعہ میں حاضر ہونا مستحب ہے۔(۷)
غلام بھی فرضیت جمعہ سے مستثنیٰ ہے البتہ اہل ظاہر سے امام داودؒ عمومی دلائل کی وجہ سے اس پر بھی جمعہ کو واجب کہتے ہیں۔
مریض پر بھی جمعہ واجب نہیں جبکہ اسے جمعہ میں حاضری کے لیے مشقت اٹھانی پڑے۔

---

(۱) [تمام المنة (ص/۳۲۸)]
(۲) [الفتاوى الإسلامية (۳۹۹/۱)]
(۳) [ضعيف : ضعيف أبو داود (۲۳۱) ضعيف الجامع (۵۵۲۰) ضعيف نسائي (۷۵) المشكاة (۱۳۷٤) أبو داود (۱۰۵۳)]
(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (۹٤۲) كتاب الصلاة : باب الجمعة للمملوك والمرأة' أبو داود (۱۰٦۷) دارقطني (۳/۲) بيهقي (۱۷۲/۳)]
(٥) [ضعيف : بلوغ المرام (٤۳۸) رواه الطبراني كما في التلخيص (٦٥/۲) حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۱۹٦/۳)] شیخ حازم علی قاضی رقمطراز ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن معنی صحیح ہے۔[التعليق على سبل السلام (٦٥٨/۲)]
(٦) [ضعيف : دارقطني (۳/۲) بيهقي (۱۸٤/۳) الكامل لابن عدى (٤۳۲/٦) یہ حدیث اس لیے ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں دو راوی ابن لہیعہ اور معاذ بن محمد انصاری ضعیف ہیں۔ [نيل الأوطار (۵۰٥/۲)]
(۷) [المجموع (٤۹٦/٤)]



(ابوحنیفہؒ) مریض کی طرح اندھے پر بھی جمعہ فرض نہیں اگرچہ مسجد لے جانے کے لیے کوئی اس کا رہنما موجود ہو۔
(شافعیؒ) اگر کوئی رہنما موجود ہو تو اندھے شخص کے لیے جمعہ چھوڑنے کا کوئی عذر نہیں۔

بالاتفاق نابالغ بچے پر بھی جمعہ واجب نہیں ہے۔ اور مسافر پر جمعہ واجب ہے یا نہیں اس کے متعلق چونکہ احادیث ضعیف ہیں اس لیے علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں (جبکہ وہ حالت سفر میں ہو اور اس پر مسافر کا لفظ صادق آتا ہو) اسی لیے آپ ﷺ نے دوران حج عرفات میں جمعہ نہیں پڑھا بلکہ نماز ظہر ادا کی۔

(جمہور) مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔(۱)

(امیر صنعانیؒ) مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) مسافر پر باجماعت نماز جمعہ واجب نہیں' اگر وہ حالت سفر میں ہو تو قصر کرے اور اگر مقیم ہو تو ظہر کی چار رکعت ادا کرے۔(۳)

(ابن حزمؒ) مسافر پر جمعہ واجب ہے۔(٤)

یاد رہے کہ ان سب پر جمعہ فرض تو نہیں لیکن اگر ان میں سے کوئی جمعہ پڑھ لے تو درست ہے اور اسی طرح اگر مریض یا مسافر شخص امامت کرائے تو یہ بھی جائز ہے۔ نیز منہاج السنہ میں ہے کہ غلام' بچے اور مسافر کے پیچھے جمعہ صحیح ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایسے معذور پر جمعہ ضروری نہیں ہے جسے جماعت چھوڑنے کی رخصت دی گئی ہے۔(٥)

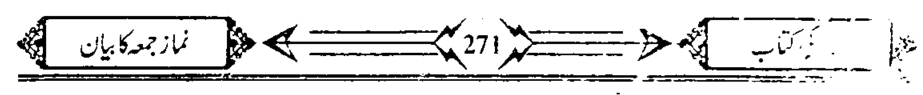
یہ عام نمازوں کی طرح ہی ہے

کیونکہ ایسی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نماز جمعہ دیگر نمازوں سے ممتاز و الگ ہے اس لیے انعقادِ جمعہ کے لیے خود ساختہ شرائط یعنی مخصوص عدد' مخصوص جگہ یا مخصوص امام کی تعیین کرنا یقیناً ایک غیر شرعی عمل ہے اور دین میں بدعات و خرافات کے اضافے کا موجب ہے۔ ان مسائل کی مزید توضیح و تشریح کی غرض سے آئندہ ان کی قدرے تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔

(۱) انعقاد جمعہ کے لیے مخصوص عدد:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿مضت السنة أن فی کل أربعین فصاعدا جمعة﴾ "یہ سنت طریقہ جاری رہا ہے کہ چالیس یا اس سے کچھ اوپر تعداد پر جمعہ لازم ہے۔"(٦)

(۱) [نیل الأوطار (۲/۵۰۵ـ۵۰٦) سبل السلام (۲/٦٥۹) المجموع (٤/٤۹٦) البحر (۲/٤)]
(۲) [سبل السلام (۲/٦٥۹)]
(۳) [الفتاوی الإسلامیة (۱/۳۹۷)]
(٤) [المحلی بالآثار (۳/۲٥۲)]
(٥) [الروضة الندیة (۱/۳٤۱) المسوی (۱/۱۹٤)]
(٦) [ضعیف: دارقطنی (۲/۳ـ٤)] یہ حدیث اس لیے ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبدالعزیز بن عبدالرحمن راوی ضعیف ہے۔ امام احمدؒ نے اس راوی کی احادیث کو جھوٹ کا پلندہ اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ [الکامل لابن عدی (٥/۱۹۲۷)] امام نسائیؒ نے اس راوی کو غیر ثقہ کہا ہے۔ [الضعفاء والمتروکین (ص/۱٦۸)(٤۱٥)] امام دارقطنیؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ [الضعفاء والمتروکین له (ص/۱۷٤)(۳۱٥)] امام ابن حبانؒ رقمطراز ہیں کہ اس سے حجت لینا جائز نہیں۔ [المجروحین (۲/۱۳۸)]



اگر چہ اس مسئلہ میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے لیکن بہر حال علماء کا اختلاف اس میں بھی موجود ہے۔

(شافعیؒ) نماز جمعہ کے لیے چالیس آدمیوں کی موجودگی ضروری ہے۔ امام احمدؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی یہی مؤقف رکھتے ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) امام کے علاوہ مزید دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔

(مالکیہ) اقامتِ جمعہ کے لیے معتبر عدد بارہ (12) ہے۔

علاوہ ازیں مختلف علماء نے مختلف آراء پیش کی ہیں یعنی چار' سات' نو' بارہ' بیس' چالیس' پچاس اور ستر آدمیوں کی تعداد جمعہ کے لیے ضروری ہے۔(۱)

(ابن تیمیہؒ' ابن قیمؒ) امام کے علاوہ دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿إذا كانوا ثلثة فليؤمهم أحدهم﴾ "جب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرائے۔" (حالانکہ یہ حدیث عام ہے اور نماز جمعہ خاص ہے۔)(۲)

(راجح) نماز جمعہ کے لیے نمازیوں کی تعداد کے متعلق کوئی صحیح حدیث منقول نہیں اس لیے چونکہ دیگر نمازوں کی جماعت علی الأقل دو افراد سے منعقد ہو جاتی ہے تو نماز جمعہ کی جماعت کے لیے بھی کم از کم دو افراد ہی کافی ہیں۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

(ابن حزمؒ) دو یا اس سے زائد افراد کے ساتھ جمعہ منعقد ہو جاتا ہے۔(٥)

(صدیق حسن خانؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٦)

○ انعقاد جمعہ کے لیے مخصوص جگہ:

اسلام نے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے کسی خاص جگہ کی قید نہیں لگائی اس کے باوجود بعض حضرات کا کہنا ہے کہ نماز جمعہ صرف شہروں میں ہی ادا کی جائے گی حالانکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات صریح حدیث کے خلاف ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کا اپنا عمل بھی اس کے مطابق نہیں بلکہ وہ خود گاؤں اور دیہاتوں میں موجود اپنی مساجد میں نماز جمعہ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔

علاوہ ازیں مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل دلائل کافی ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿إن أول جمعة جمعت ـ بعد جمعة فى مسجد رسول الله ﷺ ـ فى مسجد عبدالقيس بجواثى من البحرين﴾ "رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے بعد پہلا جمعہ بنو عبدالقیس کی مسجد میں ہوا جو

(۱) [المجموع (۳۷۰/٤) بدائع الصنائع (۲٦۸/۱) المبسوط (۲٤/۲) الهداية (۸۳/۱) المغنى (۲۰۳/۳) البحر الزخار الجامع لمذاهب الأمصار (۱۱/۲-۱۲) سبل السلام (٦٥٥/۲)]

(۲) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسام (٦٥٤/۲)]

(۳) [نيل الأوطار (٥١٢/۲)]

(٤) [سبل السلام (٦٥٥/۲)]

(٥) [المحلى بالآثار (۲٥١/۳)]

(٦) [الروضة الندية (۳٤۲/۱-۳٤٤)]

ملک بحرین کے جواثاء مقام میں ...

سنن ابی داود میں یہ الفاظ ہیں ﴿بجواثاء قرية من قرى البحرين﴾ ''جواثاء جو کہ بحرین کی بستیوں میں سے ایک بستی (گاؤں، دیہات) تھی۔''

(2) امام بخاریؒ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے ((باب الجمعة في القرى والمدن)) ''گاؤں اور شہروں (دونوں جگہ میں) جمعہ درست ہے۔''

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر دریافت کیا کہ ہم بحرین میں جمعہ پڑھیں یا نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ﴿جمعوا حيث ما كنتم﴾ ''تم جہاں کہیں بھی ہو جمعہ پڑھ لیا کرو۔''(۲)

(4) اسکندریہ اور مصر کے ... کے رہائشی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان دونوں کے حکم سے جمعہ پڑھا کرتے تھے اور وہاں ... کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔''(۳)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ... بانوں میں جمعہ پڑھنے والوں کو کچھ ملامت نہیں فرماتے تھے۔(٤)

(6) گاؤں میں جمعہ درست ہے اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ ...﴾ [الجمعة: ۹] ''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کی آذان دی جائے......'' یہ آیت تمام ایمان والوں کے لیے عام ہے خواہ شہری ہوں یا دیہاتی۔

(7) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنو ... لک کے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھائی۔(۵)

اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

(احناف) جمعہ صرف بڑے شہری یا ... میں ہی پڑھا جا سکتا ہے۔

(جمہور) ہر جگہ ... ہے خواہ شہر ہو یا دیہات۔(٦)

(راجح) ... دلائل جمہور کے موقف کو ترجیح دیتے ہیں۔(۷)

(...) ... دونوں جگہ میں جمعہ درست ہے۔(۸)

انعقاد جمعہ کے لیے مخصوص امام:

... احناف حضرات کی طرف سے یہ شرط عائد کی جاتی ہے کہ ''نماز جمعہ صرف حاکم وقت یا جسے حاکم وقت حکم دے

(۱) [بخاری (...) كتاب الجمعة باب الجمعة في القرى والمدن، أبو داود (۱۰٦۸) ابن خزيمة (۱۷۲۵)]
(۲) [ضعيف: تمام المنة (ص ...) فتح الباری (٤٨٦/١)]
(۳) [بيهقی (۱۷۸/۳) التعليق المغني على الدارقطني (۱٦٦/۱)]
(٤) [عبدالرزاق (٥١٨٥) بيهقی (۱۷۸/۳) فتح الباری (٤٨٦/١) التعليق المغني على الدارقطني (...)]
(٥) [عون المعبود (٤١٤/١)]
(٦) [الأم (۳۲۸/۱) المجموع (۳٥۳/٤) ... بدائع الصنائع (...) الهداية (...) الاختيار (۸۱/۱)]
(۷) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (...) الروضة الندية (٣٤٤/١) المحلى بالآثار (٢٥٤/٣)]
(۸) [الفتاوى الإسلامية (...)]



وہی شخص پڑھائے۔''(۱)

حالانکہ اسلام نے ایسی کوئی شرط مقرر نہیں کی۔یہی وجہ ہے کہ احناف کے علاوہ دیگر تمام علماء نے صحت جمعہ کے لیے ایسی کوئی شرط مقرر نہیں کی۔علاوہ ازیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز (جمعہ) پڑھائی' اس پر کسی نے تعجب نہیں کیا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ازخود اسے درست قرار دیا۔(۲)

اس سے پہلے دو خطبے مشروع ہیں

جیسا کہ صحیح احادیث میں موجود ہے کہ ﴿کانت للنبی خطبتان یجلس بینهما﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیا کرتے تھے اور ان دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔''(۳)

(شافعیؒ، ابوحنیفہؒ، مالکؒ) جمعہ کا خطبہ واجب ہے۔

(حسنؒ، داود ظاہریؒ) یقیناً خطبہ جمعہ صرف مستحب ہی ہے۔

(ابن حزمؒ) خطبہ جمعہ واجب نہیں ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(صدیق حسن خانؒ) انہوں نے عدم وجوب کو ہی ترجیح دی ہے۔(٤)

(قرطبیؒ) خطبہ جمعہ فرض ہے۔(٥)

(البانیؒ) خطبہ واجب ہے۔(٦)

جن حضرات کے نزدیک خطبہ واجب نہیں ہے ان کا مستدل یہ ہے کہ مجرد فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا اور جو لوگ وجوب کے قائل ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ [الجمعة: ۹] ''اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔''

(2) خطبہ جمعہ ظہر کی دو رکعتوں کا بدل ہے گویا کہ جس نے اسے چھوڑا اس نے ظہر کی دو رکعتیں چھوڑ دیں۔''

(3) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ [الجمعة: ۱۱] ''(لوگ جب کوئی سودا بکتا دیکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ کی حالت میں) کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔''

مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں خطبہ چھوڑنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ واجب کو چھوڑنے پر ہی

(۱) [قدوری (ص/۳۱) الدر المختار (۷٤۷/۱) فتح القدير (٤٠٨/۱) بدائع الصنائع (۲٥۹/۱)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۱۲۹۸/۲)]

(۳) [مسلم (۸٦۲) كتاب الجمعة : باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة وما فيها من الجلسة ' أبو داود (۱۰۹۳) نسائی (۱٤۱۷)]

(٤) [نيل الأوطار (٥٥٥/۲ـ٥٥٦) المحلى بالآثار (۲٦۳ـ۲٦٤) الروضة الندية (۳٤٥/۱)]

(٥) [تفسير قرطبی (۱۸ـ۱۱٤)]

(٦) [تمام المنة (ص/۳۳۲) التعليقات الرضية على الروضة الندية (۳٦۷/۱)]

مذمت کی جاتی ہے (نہ کہ کسی مستحب عمل کو چھوڑنے پر)۔(۱)

(راجح) وجوب کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔ (واللہ اعلم)(۲)

دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿کان رسول اللہ یخطب قائما و یجلس بین الخطبتین﴾ ''رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھا کرتے تھے۔''(۳)

(شافعیؒ) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا واجب ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس عمل پر مداومت اختیار فرمائی ہے۔

(جمہور) واجب نہیں ہے کیونکہ مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔(٤)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔(٥)

دوران خطبہ وعظ و نصیحت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ﴿کان یقرأ القرآن و یذکر الناس﴾ ''آپ ﷺ (دوران خطبہ) قرآن کی تلاوت فرماتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے۔''(٦)

معلوم ہوا کہ خطبہ جمعہ محض عربی کے چند مخصوص الفاظ کا نام نہیں ہے بلکہ دعوت و ارشاد اور وعظ و نصیحت بھی خطبہ جمعہ میں ہی شامل ہے۔

مختصر خطبہ اور لمبی نماز

(1) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إن طول صلاة الرجل و قصر خطبته مئنة من فقهه﴾ ''آدمی کی (عام نمازوں سے) لمبی نماز اور (عام خطبوں سے) چھوٹا خطبہ اس کی فقاہت کی علامت ہے۔''(۷)

(2) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿کانت صلاة رسول اللہ قصدا و خطبته قصدا﴾ ''رسول اللہ ﷺ کی نماز اور خطبہ دونوں معتدل (نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ چھوٹے) ہوتے تھے۔''(۸)

امام ابن اثیرؒ رقمطراز ہیں کہ قصد کا معنی یہ ہے کہ ((الوسط بین الطرفین)) ''دونوں طرفوں کے مابین درمیانی حصہ۔''(۹)

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۱٤/۱۸)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: اللباب فی علوم الکتاب "تفسیر القرآن" (۹۷/۱۹)]

(۳) [مسلم (۸٦۲) کتاب الجمعة: باب ذکر الخطبتین قبل الصلاة...' أبو داود (۱۰۹٤) ابن ماجة (۱۱۰٥) نسائی (۱۰۹/۳) أحمد (۹۰/٥)]

(٤) [المجموع (۳۸٤/٤) الأم (۳٤۲/۱) بدائع الصنائع (۲٦۲/۱) المبسوط (۲٦/۲) الهداية (۸۳/۱) الاختيار (۸۲/۱)]

(٥) [نيل الأوطار (٥٥٦/۲)]

(٦) [صحیح: صحیح أبو داود (۹٦۹) کتاب الصلاة: باب الخطبة قائما' أبو داود (۱۰۹٤)]

(۷) [مسلم (۸٦۹) کتاب الجمعة: باب تخفيف الصلاة والخطبة' ابن خزيمة (۱۷۸۲) أحمد (۲٦۳/٤)]

(۸) [مسلم (۸٦٦) أيضا' ترمذی (٥۰۷) نسائی (۱۹۱/۳) ابن ماجة (۱۱۰٦)]

(۹) [النهاية لابن الأثير (٦۷/٤)]

(نوویؒ) ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ لمبی نماز سے مراد خطبے کے لحاظ سے طویل ہے نہ کہ ایسی طوالت مراد ہے جس سے مقتدی مشقت میں پڑ جائیں۔(۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عقلمند و دانا خطیب وہی ہے جو جامع کلمات استعمال کرتے ہوئے مختصر خطبہ دے کیونکہ مختصر بات ہی یاد رکھنے اور ذہن نشین کرنے کے لیے آسان ہوتی ہے اسی لیے نبی ﷺ بھی طویل خطبے سے احتراز کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله لا يطيل الموعظة ' إنما هن كلمات يسيرات﴾ "رسول اللہ ﷺ بہت طویل وعظ و نصیحت نہیں فرماتے تھے بلکہ چند مختصر کلمات پر ہی اکتفا فرماتے تھے۔"(۲)

اس کے علاوہ کم از کم کتنا خطبہ جمعہ کے لیے کافی ہے اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے جسے فقہ کی ضخیم و طویل کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔(۳)

کھڑے ہو کر خطبہ دینا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ [الجمعة : ۱۱] "لوگ (جب تجارت یا کوئی لہو و لعب کا کام دیکھتے ہیں تو) آپ ﷺ کو کھڑے (خطبہ دیتے ہوئے ہی) چھوڑ جاتے ہیں۔"

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كان يخطب قائما يوم الجمعة فجاء ت عير من الشام فانفتل الناس إليها حتى لم يبق إلا اثنى عشر رجلا وفي رواية أنا فيهم فنزلت هذه الآية﴾ "نبی ﷺ کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ (ایک مرتبہ دوران خطبہ) شام سے ایک (تجارتی) قافلہ آ گیا۔ (لوگوں کو پتہ چلا تو) خطبہ چھوڑ کر اسی کی طرف چلے گئے حتی کہ صرف بارہ (12) آدمی (مسجد میں) باقی رہ گئے۔" ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی ان میں تھا تو اس وقت یہ آیت ﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ نازل ہوئی۔"(٤)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ يخطب يوم الجمعة قائما ثم يجلس ثم يقوم كما يفعلون اليوم﴾ "نبی ﷺ خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے تھے' پھر بیٹھ جاتے' پھر کھڑے ہو جاتے جیسا کہ آج لوگ کرتے ہیں۔"(٥)

(4) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے اور ﴿فمن قال أنه يخطب جالسا فقد كذب﴾ "جس نے کہا کہ آپ ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ بولا۔"(٦)

(5) ایک روایت میں ہے کہ "جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ کی چربی اور گوشت زیادہ ہو گیا تب انہوں نے بیٹھ کر خطبہ دیا۔"(٧)

(۱) [شرح مسلم (۳۲٦/۳)]
(۲) [حسن : صحیح أبو داود (۹۷۹) كتاب الصلاة : باب إقصار الخطب ' أبو داود (۱۱۰۷)]
(۳) [المجموع (۳۹۲/٤) الأم (۳٤٦/۱) بدائع الصنائع (۲٦۲/۱) المبسوط (۳۰/۲) الهداية (۸۳/۱) المغني (۱۸۰/۳)]
(٤) [بخاری (۹۳٦) كتاب الجمعة : باب إذا نفر الناس عن الإمام ' مسلم (۸٦۳)]
(٥) [بخاری (۹۲۰) كتاب الجمعة : باب الخطبة قائما ' مسلم (۸٦۱) ترمذی (٥۰٦) نسائی (۱۰۹/۳) ابن ماجة (۱۱۰۳) أحمد (۳٥/۲) دارمی (۳٦٦/۱) ابن خزيمة (۱٤٤٦)]
(٦) [أحمد (۸۷/٥) مسلم (۸٦٦) أبو داود (۱۰۹٤)]
(٧) [ابن أبي شيبة (۱۱۳/۲)' (٥۱۹۳)]

یہ عذر کی وضاحت ہے اور کسی عذر کی وجہ سے خطبہ میں بیٹھنا بالاتفاق درست ہے۔(۱)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دونوں خطبے کھڑے ہو کر دینا مسنون ہے اور جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ان میں سے کوئی بھی خطبہ بیٹھ کر دینا مسنون سمجھے تو وہ بدعتی ہوگا۔(۲)

○ کھڑے ہو کر خطبہ دینے کے حکم میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور) واجب ہے۔

(ابوحنیفہؒ) کھڑے ہو کر خطبہ دینا سنت ہے واجب نہیں۔(۳)

(شوکانیؒ) مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا اس لیے کھڑا ہونا واجب تو نہیں البتہ آپ ﷺ کا اسوہ وسنت اور عملِ متواتر ضرور ہے۔(٤)

(قرطبیؒ) یہ آیت ﴿وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾ دوران خطبہ خطیب کے منبر پر کھڑے ہونے (کے مسئلے) میں شرط ہے۔(٥)

(راجح) جمہور کا مؤقف قوی معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)(٦)

دورانِ وعظ نبی ﷺ کی کیفیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله إذا خطب احمرت عيناه وعلا صوته واشتد غضبه حتى كأنه منذر جيش يقول صبحكم ومساكم﴾ "رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں' آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی اور آپ ﷺ کا غصہ سخت ہو جاتا گویا کہ کسی لشکر کو ڈانٹ رہے ہیں کہ دشمن کا لشکر صبح کو پہنچا یا شام کو پہنچا۔"(۷)

دوران خطبہ آپ ﷺ اپنی انگشت شہادت سے اشارہ فرماتے تھے۔(۸)

(شوکانیؒ) ان احادیث کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ خطبہ جمعہ میں انگلی کے ساتھ اشارہ کرنا جائز ہے۔(۹)

خطبہ مسنونہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

(۱) [سبل السلام (۲/٦٣٤)]
(۲) [السيل الجرار (۱/۲۹۹)]
(۳) [شرح المهذب (٤/٣٨٣) الأم (۱/٣٤١) بداية المجتهد (۱/١٢٦) المبسوط (۲/٢٦) الهداية (۱/٨٣) الإختيار (۱/٨٣)]
(٤) [نيل الأوطار (۲/٥٥٩) السيل الجرار (۱/٢٩٩)]
(٥) [تفسير قرطبي (١٨/١١٤)]
(٦) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اللباب في علوم الكتاب "تفسير القرآن" (١٩/٩٧)]
(۷) [مسلم (٨٦٧) كتاب الجمعة: باب تخفيف الصلاة والخطبة' ابن ماجة (٤٥)]
(۸) [صحيح: صحيح أبو داود (٩٧٧) أبو داود (١١٠٤) أحمد (٤/١٣٥) ترمذي (٥١٥) نسائي (٣/١٠٨) ابن خزيمة (١٧٩٤)]
(۹) [نيل الأوطار (۲/٥٦٣)]

(1) ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُم مُّسْلِمُونَ﴾ [آل عمران : ۱۰۲]

(2) ﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء : ۱]

(3) ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب : ۷۰-۷۱]

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔ (۱)

جمعہ کا وقت ظہر کا وقت ہی ہے

اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ظہر کا وقت ہی جمعہ کا وقت ہے کیونکہ یہ ظہر کا بدل ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا نماز جمعہ زوال سے پہلے ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جن حضرات کے نزدیک زوال آفتاب سے پہلے نماز جمعہ کی ادائیگی درست ہے ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كنا نجمع مع رسول الله إذا زالت الشمس ثم نرجع نتتبع الفيئ﴾ ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت جمعہ ادا کرتے جب سورج ڈھلتا پھر ہم واپس لوٹتے تو سایہ تلاش کرتے (کیونکہ سایہ ہوتا ہی نہیں تھا یا بہت کم ہوتا تھا)۔''

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ثم ننصرف وليس للحيطان ظل نستظل به﴾ ''پھر ہم اپنے گھروں کو جاتے تو اس وقت دیواروں کا اس قدر سایہ نہیں ہوتا تھا کہ ہم سائے میں بیٹھ کر آرام کر لیں۔'' (۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله يصلي الجمعة حين تميل الشمس﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نمازِ جمعہ پڑھاتے جب سورج ڈھلتا تھا۔'' (۳)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ پڑھاتے ﴿ثم نذهب إلى جمالنا فنريحها حين تزول الشمس يعني النواضح﴾ ''پھر ہم اپنے اونٹوں کے پاس جاتے اور انہیں لے کر چلتے جبکہ اس وقت سورج ڈھل رہا ہوتا تھا۔ مراد ایسے اونٹ ہیں کہ جن پر سیراب کرنے کے لیے پانی لایا جاتا ہے۔'' (٤)

---

(۱) [تمام المنة (ص/۳۳٤-۳۳۵) إرواء الغليل (۶۰۸)]

(۲) [بخاری (٤۱۶۸) كتاب المغازی : باب غزوة الحديبية ' مسلم (۸۵۹ ' ۸۶۰) أبو داود (۱۰۸۵) ابن ماجة (۱۱۰۰) نسائی (۱۰۰/۳) دارمی (۳۶۳/۱) ابن أبی شيبة (۲۰۷/۱) أحمد (٤۶/٤) بيهقی (۱۹۰/۳)]

(۳) [أحمد (۱۲۸/۳) بخاری (۹۰٤) كتاب الجمعة : باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس ' أبو داود (۱۰۸٤) ترمذی (۵۰۳) بيهقی (۱۹۰/۳) شرح السنة (۵۷۲/۲)]

(٤) [أحمد (۳۳۱/۳) مسلم (۸۵۸) كتاب الجمعة : باب صلاة الجمعة حين تزول الشمس ' نسائی (۱۰۰/۳)]

(4) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ما کنا نقیل ولا نتغدی إلا بعد الجمعة﴾ ''ہم قیلولہ اور دوپہر کا کھانا' دونوں کام جمعہ کے بعد کرتے تھے۔''(۱)

یہ تمام دلائل اس بات کا ثبوت ہیں کہ نماز جمعہ زوالِ آفتاب سے قبل بھی ادا کی جا سکتی ہے۔

(جمہور) جمعے کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے اور وہ صرف بعد از زوالِ آفتاب ہے۔

(مالکؒ) خطبہ جمعہ زوالِ آفتاب سے پہلے بھی درست ہے۔

(احمدؒ) نماز جمعہ زوالِ آفتاب سے پہلے بھی جائز ہے۔(۲)

(ابن حزمؒ) نماز جمعہ صرف زوالِ آفتاب کے بعد ہی درست ہے۔(۳)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(راجح) امام احمدؒ کا موقف راجح ہے کیونکہ یہی احادیث کے زیادہ قریب ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(صدیق حسن خانؒ) اس کو برحق مانتے ہیں۔(٥)

جمعہ کے لیے آنے والے پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے

(1) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿جاء رجل یتخطی رقاب الناس یوم الجمعة والنبی ﷺ یخطب فقال له رسول الله ﷺ "اجلس فقد آذیت"﴾ ''ایک آدمی جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آیا اور اس وقت نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا ''بیٹھ جاؤ بے شک تم نے بہت تکلیف دی ہے۔''(٦)

(2) جن اعمال کو دو جمعوں کے درمیانی گناہوں کی بخشش کا ذریعہ قرار دیا گیا ان میں یہ بھی ہے کہ ﴿ولا یفرق بین اثنین﴾ ''انسان دو آدمیوں کے درمیان فاصلہ نہ کرے (یعنی انہیں پھلانگ کر درمیان سے نہ گزرے)۔''(۷)

(3) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من تخطی رقاب الناس یوم الجمعة اتخذ

(۱) [بخاری (۹۳۹) کتاب الجمعة : باب قول الله تعالى "فإذا قضيت الصلاة فانتشروا......" مسلم (۸۵۹) أبو داود (۱۰۸٦) ترمذی (٥۲٤) أحمد (۳۳٦/٥) ابن ماجة (۱۰۹۹)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۳٦/۳) نيل الأوطار (٥٤۹/۲) شرح مسلم للنووی (٤۱۳/۳) المغنی (۱٤٤/۲) الشرح الكبير (۱٦۳/۲) بداية المجتهد (۱۱٤/۱) المجموع (٥۱۱/٤)]

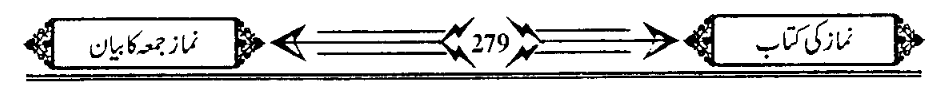
(۳) [المحلى بالآثار (۲٤٤/۳)]

(٤) [نيل الأوطار (٥٤۹/۲) السيل الجرار (۲۹٦/۱)]

(٥) [الروضة الندية (۳٤٦/۱)]

(٦) [صحیح : صحیح نسائی (۱۳۲٦) أحمد (۱۸۸/٤) أبو داود (۱۱۱۸) کتاب الصلاة : باب تخطی رقاب الناس یوم الجمعة ' نسائی (۱۰۲/۳) ابن خزیمة (۱۸۱۱) ابن حبان (۲۷۹۰)]

(۷) [بخاری (۸۸۳' ۹۱۰) کتاب الجمعة : باب الدهن للجمعة ' أحمد (٤۳۸/٥) دارمی (۳٦۲/۱)]



جسرا إلى جهنم﴾ ''جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اسے جہنم کی طرف پل بنایا جائے گا۔'' (۱)

(4) حضرت ارقم بن ابی الارقم مخزومی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنے والے اور امام کے آنے کے بعد دو آدمیوں کے درمیان تفریق ڈالنے والے کے متعلق فرمایا ﴿كالجار قصبه فى النار﴾ ''ایسا شخص آگ میں اپنی آنت کھینچنے والے کی طرح ہے۔'' (۲)

(حنابلہ) دوران خطبہ گردنیں پھلانگنا مکروہ ہے۔

(نوویؒ) یہ عمل حرام ہے (امام شافعیؒ سے بھی یہی حکم نقل کیا گیا ہے)۔

(ابن قیمؒ) یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (۳)

اس حکم سے امام اور ایسا شخص مستثنیٰ ہے جو اگلی صفوں میں کچھ خالی جگہ دیکھتا ہے اور پھر وہاں پہنچنے کے لیے گردنیں پھلانگنا ناگزیر ہے۔ (٤)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کے لیے منبر یا محراب تک پہنچنے کے لیے گردنے پھلانگنے کے سوا کوئی راستہ نہ ہو تو یہ عمل مکروہ نہیں کیونکہ یہ ضرورت ہے۔ (٥)

○ علاوہ ازیں ایک حدیث سے بوقت ضرورت نماز جمعہ کے علاوہ گردنیں پھلانگنے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔ (٦) اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿صليت وراء رسول الله بالمدينة العصر ثم قام مسرعا فتخطى رقاب الناس إلى بعض حجر نساءه ...... قال ذكرت شيئا من تبر كان عندنا فكرهت أن يحبسني فأمرت بقسمته﴾ ''میں نے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز عصر ادا کی پھر آپ ﷺ جلدی سے کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اپنی کسی بیوی کے حجرے میں چلے گئے ...... واپس آ کر آپ ﷺ نے کہا کہ ہمارے پاس سونے کی ایک ڈلی (تقسیم کرنے سے) بچ گئی تھی مجھے اس میں دل لگا رہنا بُرا معلوم ہوا لہٰذا میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔'' (۷)

---

(۱) [ضعیف: ضعیف ترمذی (۷۹) کتاب الجمعة: باب ما جاء فی کراهية التخطى يوم الجمعة ' المشكاة (۱۳۹۲) ترمذی (۵۱۳) ابن ماجة (۱۱۱٦) أحمد (٤۳۷/۳)] شیخ احمد شاکرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [شرح ترمذی (۳۷۹/۲)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على الروضة الندية (۳٤۸/۱)]

(۲) [ضعیف: أحمد (٤۱۷/۳) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ہشام بن زیاد راوی ہے جس کے ضعف پر (علماء نے) اجماع کیا ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۷۹/۲)] مزید اس راوی کے حکم کے لیے دیکھیے۔ [ميزان الاعتدال (۲۹۸/٤)]

(۳) [نيل الأوطار (٥٤۰/۲) تحفة الأحوذى (٦۲/۳) الروضة الندية (۳٤۸/۱)]

(٤) [فتح البارى (۳۹۲/۲)]

(٥) [المجموع (٤۲۰/٤)]

(٦) [تحفة الأحوذى (٦۳/۳)]

(۷) [بخاری (۸٥۱ ' ۱۲۲۱) كتاب الأذان: باب من صلى بالناس فذكر حاجة فتخطاهم ' نسائی (٤۰٦/۱)]



نمازی دونوں خطبوں کے درمیان خاموش رہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿إذا قلت لصاحبك يوم الجمعة أنصت والإمام يخطب فقد لغوت﴾ ''جمعہ کے دن دوران خطبہ جب تم اپنے کسی ساتھی سے کہو کہ خاموش ہو جاؤ تو (یاد رکھو) بے شک تم نے لغو حرکت کی ہے۔'' (۱)

(2) جن افعال کی وجہ سے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہوں کی بخشش کا ذکر حدیث میں ہے ان میں یہ بھی ہے ﴿ثم أنصت حتى يفرغ الإمام من خطبته﴾ ''پھر انسان اس وقت تک خاموش رہے جب تک کہ امام اپنے خطبے سے فارغ نہ ہو جائے۔'' (۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من تكلم يوم الجمعة والإمام يخطب فهو كمثل الحمار يحمل أسفارا والذي يقول له أنصت ليست له الجمعة﴾ ''جس شخص نے جمعہ کے دن اس وقت کلام کیا کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ ایسے گدھے کی طرح ہے جس نے کتابیں اٹھا رکھی ہیں اور جو شخص کسی کو کہتا ہے کہ خاموش ہو جاؤ اس کا جمعہ نہیں ہوا۔'' (۳)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''جو شخص امام کے قریب ہو کر بیٹھا اور اس نے لغو حرکت کی' خطبہ توجہ سے نہ سنا ﴿ولم ينصت﴾ ''اور خاموش نہ رہا'' تو اس پر (گناہوں کے) بوجھ کا ایک حصہ ہوگا اور جس نے کسی کو کہا ٹھہر جاؤ اس نے لغو حرکت کی ﴿ومن لغا فلا جمعة له﴾ ''اور جس نے کوئی لغو حرکت کی اس کا کوئی جمعہ نہیں۔'' (٤)

(5) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿كفى لغوا إذا صعد الإمام المنبر أن تقول لصاحبك أنصت﴾ ''اتنی لغو حرکت ہی کافی ہے کہ جب امام منبر پر چڑھے تو تم اپنے ساتھی سے اتنا کہہ دو کہ تم خاموش ہو جاؤ۔'' (٥)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ دوران خطبہ کلام کرنا ممنوع ہے اور لغو حرکت ہے۔ اور جن احادیث میں کلام کی وجہ سے جمعہ ضائع ہونے کا ذکر ہے وہ ضعیف ہیں اس لیے اس عمل سے جمعہ تو ضائع نہیں ہوگا البتہ اجر و ثواب میں نقص و کمی اور ممانعت سے گریز نہ کرنے کا گناہ بہر حال ضرور ہوگا۔

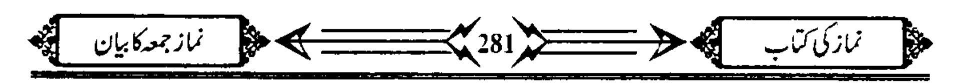
(۱) [بخاری (۹۳٤) كتاب الجمعة : الإنصات يوم الجمعة...... مسلم (۸۵۱) موطا (۱۰۳/۱) أبو داود (۱۱۱۲) ترمذی (۵۱۲) ابن ماجة (۱۱۱۰) دارمی (۳٦٤/۱) نسائی (۱۰٤/۳) ابن خزیمة (۲۹۹)]

(۲) [مسلم (۸۵۷) كتاب الجمعة : باب فضل من استمع وأنصت في الخطبة]

(۳) [ضعيف : الضعيفة (۱۷٦۰) تمام المنة (ص/۳۳۸) أحمد (۲۳۰/۱) كشف الاستار للبزار (۳۰۹/۱) مجمع الزوائد (۱۸۷/۲) اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ہے جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ [ميزان الاعتدال (٤۳۸/۳) المغني (٥٤۲۲) التاريخ الكبير (۹/۸) الجرح والتعديل (۳٦۱/۷) المجروحين (۱۰/۳)]

(٤) [ضعيف : ضعيف أبو داود (۲۳۰) كتاب الصلاة : باب فضل الجمعة ' أبو داود (۱۰۵۱) أحمد (۹۳/۱) اس کی سند میں عطاء خراسانی کی بیوی کا آزاد کردہ غلام مجہول ہے۔ [الروضة الندية (۳٤۹/۱)]

(٥) [طبرانی (۹٥٤۳) ابن أبي شيبة (٥۲۹۲) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۸۹/۲)]



(جمہور) دوران خطبہ خاموش رہنا واجب ہے اور ہر قسم کا کلام حرام ہے۔
علاوہ ازیں فقہاء نے اس مسئلہ میں مزید فروعات پیش کی ہیں کہ یہاں جنکا بیان طوالت سے اجتناب کی غرض سے ناممکن ہے۔(۱)

امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد ابتدائے خطبہ سے پہلے کلام درست ہے

جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ خطبہ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ جاتے تب بھی لوگ باتیں کرتے رہتے تھے۔(۲)
البتہ خطیب کے لیے جائز ہے کہ دوران خطبہ کسی سائل کے سوال کا جواب دے اور جس نے کوئی ضروری کام چھوڑ دیا ہو اسے کرنے کا حکم دے جیسا کہ صحیح روایات سے یہ عمل ثابت ہے۔(۳)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گردنیں پھلانگنے والے شخص کو دوران خطبہ کہا ﴿اجلس فقد آذیت﴾ "بیٹھ جاؤ' بیشک تم نے تکلیف دی ہے۔"(٤)
جو تحیۃ المسجد پڑھنے کے بغیر بیٹھ گیا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ فرمایا ﴿فصل رکعتین﴾ "دو رکعت نماز ادا کرو۔"(٥)

دورانِ خطبہ سلام کا جواب اور دیگر اذکار

(ابو یوسفؒ، احمدؒ، اسحاقؒ) جس شخص کو چھینک آئے اس کا جواب دینا اور سلام کا جواب دینا دوران خطبہ درست ہے۔
(شافعیؒ) یہ دونوں کام درست نہیں۔(٦)
(البانیؒ) زیادہ مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوران خطبہ سلام کا جواب دینا اور جسے چھینک آئے اس کے لیے "یرحمک اللہ" کہنا ناجائز و ممنوع ہے۔(۷)
(نوویؒ) یہی بات شافعیہ کے نزدیک صحیح منصوص ہے۔(۸)
(ابن حزمؒ) دوران خطبہ خاموشی فرض ہے لیکن (صرف) سلام کہنا' سلام کا جواب دینا' اگر چھینک آئے تو "الحمدللہ" کہنا' اگر کوئی الحمدللہ کہے تو (اس کے جواب میں) "یرحمک اللہ" کہنا' پھر اس کے جواب میں "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" کہنا' اگر امام درود کا کہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا' اس کی دعا پر آمین کہنا' بوقت ضرورت امام سے مخاطب ہونا اور کسی بھی کام میں اگر امام کسی سے کلام شروع کرے تو اسے جواب دینا (درست) ہے۔(۹)

(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الأم (۳٤٥/۱) المجموع (۳۹۳/٤) بدائع الصنائع (۲٦٤/۱) المبسوط (۲۷/۲) الهداية (۸٤/۱) المغنى (۱۹۷/۳) بداية المجتهد (۱۲۷/۱)]
(۲) [نيل الأوطار (٥٦۸/۲) ترتيب المسند للشافعى (٤۰۹) المجموع (۳۹۳/٤) الأم (۳٤٦/۱) بدائع الصنائع (۲٦٤/۱) المبسوط (۲۸/۲) الهداية (۸٤/۱) المغنى (۳۰۳/۲) فتح العلام (۲۷۱)]
(۳) [السيل الجرار (۱/)]
(٤) [صحيح : صحيح نسائى (۱۳۲٦)]
(٥) [مسلم (۸۷٥)]
(٦) [تحفة الأحوذى (٥۸/۳) عمدة القارى (۳۲۱/٥)]
(۷) [تمام المنة (ص/۳۳۹)]
(۸) [المجموع (٥۲٤/٤)]
(۹) [المحلى بالآثار (۲٦۸/۳)]

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) میرے نزدیک زیادہ مناسب یہ ہے کہ دوران خطبہ کلام سے ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی باہمی گفتگو ممنوع ہے اور اسی طرح خاموشی سے مراد لوگوں کی باہمی گفتگو سے خاموشی ہے نہ کہ اللہ کے ذکر سے خاموشی مراد ہے جیسا کہ امام ابن خزیمہؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ لہٰذا اگر انسان دوران خطبہ لوگوں سے کلام کرنے سے خاموش رہے لیکن خفیہ اپنے دل میں سلام کا جواب دے یا جسے چھینک آئے اسے خفیہ جواب دے یا نبی ﷺ کے (نام کا) ذکر آئے تو آپ ﷺ پر خفیہ ہی درود بھیجے تو یہ شخص ہر مذکورہ ممانعت (سے اجتناب) اور حکم پر عمل کرنے والا ہے۔(۱)

(ابن بازؒ) جیسے دوران نماز چھینکنے والے کا جواب (یعنی "یرحمک اللّٰه") نہیں دیا جاتا اسی طرح دوران خطبہ بھی نہیں دیا جائے گا۔(۲)

(راجح) عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ اور ان کے موافق جن کا مؤقف ہے وہ راجح ہے کیونکہ ان تمام اشیاء کو کلام نہیں جا سکتا نیز یہ انصات کے بھی خلاف نہیں۔ (واللہ اعلم)

جمعہ کے لیے جلدی آنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من اغتسل يوم الجمعة غسل الجنابة ثم راح فكأنما قرب بدنة ومن راح في الساعة الثانية فكأنما قرب بقرة ومن راح في الساعة الثالثة فكأنما قرب كبشا أقرن ومن راح في الساعة الرابعة فكأنما قرب دجاجة ومن راح في الساعة الخامسة فكأنما قرب بيضة فإذا خرج الإمام حضرت الملائكة يستمعون الذكر﴾ "جو شخص جمعہ کے دن غسلِ جنابت کر کے (سب سے پہلے مسجد میں) جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی' اور اگر دوسرے نمبر پر گیا تو گویا ایک گائے کی قربانی دی' اور جو تیسرے نمبر پر گیا تو گویا اس نے ایک سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی' اور جو کوئی چوتھے نمبر پر گیا تو اس نے گویا ایک مرغی کی قربانی دی' اور جو کوئی پانچویں نمبر پر گیا تو اس نے گویا انڈہ اللہ کی راہ میں دیا۔ لیکن جب امام خطبہ کے لیے باہر آجاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔"(۳)

(2) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کرایا (یعنی اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا) اور خود غسل کیا ﴿وبكر وابتكر﴾ "اور جلدی آیا (دونوں کا ایک ہی معنی ہے)" اور سوار ہو کر نہیں بلکہ پیدل گیا' امام کے قریب ہوا' خطبہ سنا اور کوئی لغو کام نہ کیا ﴿كان له بكل خطوة عمل سنة أجر صيامها وقيامها﴾ "اس کے ہر قدم کے بدلے اسے ایک سال کے عمل یعنی ایک سال کے روزوں اور ایک سال کی تہجد کا ثواب ملے گا۔"(٤)

خوشبو لگانا اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوبصورت بننا مستحب ہے

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الغسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم

(۱) [تحفة الأحوذي (۳/۵۹)]

(۲) [الفتاوى الإسلامية (۱/۳۹۰)]

(۳) [بخاري (۸۸۱) كتاب الجمعة : باب فضل الجمعة ' مسلم (۸۵۰) مؤطا (۱/۱۰۱) أبو داود (۳۵۱) ترمذي (۴۹۹) ابن ماجة (۱۰۹۲) نسائي (۳/۹۹) أحمد (۲/۲۳۹) ابن خزيمة (۳/۱۳۳)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (۳۳۳) كتاب الطهارة : باب في الغسل يوم الجمعة ' أبو داود (۳٤٥) المشكاة (۱۳۸۸)]

وأن يستن وأن يمس طيبا إن وجد﴾ ''ہر بالغ پر جمعہ کا غسل واجب ہے اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا اگر میسر ہو۔'' (١)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے عمرو بن سلیمؒ فرماتے ہیں کہ غسل کے واجب ہونے کی تو میں گواہی دیتا ہوں البتہ مسواک کرنا اور خوشبو لگانا اللہ تعالیٰ ہی زیادہ علم رکھتے ہیں کہ یہ دونوں واجب ہیں یا نہیں۔ (٢)

(2) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا يغتسل رجل يوم الجمعة ويتطهر ما استطاع من طهر ويدهن من دهنه أو يمس من طيب بيته ثم يخرج فلا يفرق بين اثنين ثم يصلي ما كتب له ثم ينصت إذا تكلم الإمام إلا غفرله ما بينه وبين الجمعة الأخرى﴾ ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے نہایت مبالغہ آرائی کے ساتھ پاکیزگی اختیار کرے تیل لگائے یا گھر کی خوشبو لگائے پھر جمعہ کی نماز کے لیے نکلے اور دو انسانوں کے درمیان تفریق نہ کرے (یعنی ان کے درمیان نہ بیٹھے) پھر جس قدر (نوافل) اس کے مقدر میں ہیں ادا کرے پھر امام کے خطبہ دینے کے وقت خاموش رہے تو اس کے وہ گناہ جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (٣)

(3) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من اغتسل يوم الجمعة ومس من طيب إن كان عنده ولبس من أحسن ثياب ثم خرج وعليه السكينة حتى يأتي المسجد فيركع إن بدا له ولم يؤذ أحدا ثم أنصت إذا خرج إمامه حتى يصلي "كانت كفارة لما بينها وبين الجمعة الأخرى"﴾ ''جو جمعہ کے دن غسل کرے اور اگر اس کے پاس موجود ہو تو خوشبو لگائے اور اپنے بہترین کپڑے پہنے اور اطمینان کے ساتھ مسجد میں آئے پھر اگر موقع ملے تو رکعتیں پڑھ لے اور کسی ایک کو بھی تکلیف نہ دے پھر جب امام نکلے تو خاموش رہے حتی کہ نماز ادا کر لے تو یہ (سارا عمل) اس کے اس جمعے سے لے کر اگلے جمعے تک کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔'' (٤)

غسلِ جمعہ واجب ہے اس کا مفصل بیان ابتدائے کتاب میں '' **باب الغسل** '' کے زیر عنوان گزر چکا ہے۔

نمازی امام کے قریب بیٹھے

(1) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿احضروا الذكر وادنوا من الإمام فإن الرجل يتباعد حتى يؤخر في الجنة وإن دخلها﴾ ''خطبہ جمعہ میں حاضری دو اور امام کے قریب بیٹھو بے شک آدمی ہمیشہ دور رہتا ہے حتی کہ وہ جنت میں بھی تاخیر سے داخل کیا جائے گا اگرچہ وہ جنت میں داخل ہو گا۔'' (٥)

(2) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں جن افعال کے عامل شخص کے لیے جمعہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے ان میں یہ بھی ہے ﴿ودنا من الإمام﴾ ''وہ امام کے قریب ہو کر بیٹھا۔'' (٦)

---

(١) [بخاری (٨٨٠، ٢٦٦٥) کتاب الجمعة : باب الطيب للجمعة، مسلم (٨٤٦)]

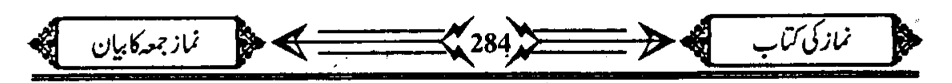
(٢) [بخاری (بعد الحديث ٨٨٠) أيضا]

(٣) [بخاری (٨٨٣) کتاب الجمعة : باب الدهن للجمعة، أحمد (٤٣٨/٥) دارمی (٣٦٢/١)]

(٤) [أحمد (٤٢٠/٥) ابن خزيمة (١٧٧٥) طبرانی کبير (١٦٠/٤) امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (١٧٤/٢)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (٩٨٠) كتاب الصلاة: باب الدنو من الإمام عند الموعظة، أحمد (١١/٥)]

(٦) [صحيح : صحيح أبو داود (٣٣٣) كتاب الطهارة : باب في الغسل يوم الجمعة، أبو داود (٣٤٥)]



جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی اس کا جمعہ ہو گیا

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿من أدرك ركعة من صلاة الجمعة أو غيرها فقد أدرك الصلاة﴾ ''جس نے نماز جمعہ یا کسی اور نماز کی ایک رکعت حاصل کر لی تو یقیناً اس نے مکمل نماز حاصل کر لی۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿من أدرك من الجمعة ركعة فليصل إليها أخرى﴾ ''جسے نماز جمعہ کی ایک رکعت مل جائے وہ دوسری رکعت بھی اس کے ساتھ ملا لے۔''(۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أدرك من الصلاة ركعة فقد أدرك﴾ ''جس نے کسی نماز کی ایک رکعت حاصل کر لی تو بے شک اس نے (مکمل نماز) حاصل کر لی۔''(۳)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أدرك من صلاة الجمعة ركعة فقد أدرك﴾ ''جس نے نماز جمعہ کی ایک رکعت حاصل کر لی تو بے شک اس نے مکمل نماز حاصل کر لی۔''(٤)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس نے نماز جمعہ کی ایک رکعت پالی اس کا جمعہ ہو گیا یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے لیے خطبہ شرط نہیں۔

(ابو حنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٥)

(صدیق حسن خانؒ) خطبہ جمعہ شرط نہیں ہے اور جس نے ایک رکعت پالی اس کا جمعہ مکمل ہے۔(٦)

اگر ایک رکعت سے کم ملے......

مثلاً دوسری رکعت کے سجدہ یا تشہد میں پہنچے تو تب بھی اپنی بقیہ نمازِ جمعہ مکمل کرے' ظہر نہ پڑھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا﴾ ''جتنی نماز تمہیں امام کے ساتھ مل جائے وہ پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے (بعد میں) پورا کر لو۔''(۷)

(ابو حنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۸)

---

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۹۲۲) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء فيمن أدرك من الجمعة ركعة ' ابن ماجة (۱۱۲۳) نسائی (۵۵۷) دارقطنی (۱۲/۲)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۹۲۰) أيضا ' إرواء الغليل (٦٢٢) ابن ماجة (۱۱۲۱)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۹۲۱) أيضا ' إرواء الغليل (۸۷/۳) صحيح أبو داود (۱۰۲٦) ابن ماجة (۱۱۲۲)]

(٤) [شاذ : ضعيف نسائی (۷۸) كتاب الجمعة : باب من أدرك ركعة من صلاة الجمعة ' نسائی (۱٤۲٥) حاكم (۲۹۱/۱) شیخ البانیؒ نے جمعہ کے الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو شاذ کہا ہے۔ شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۱٦۱/۳)]

(٥) [الروض النضير (۲۱٤/۲) مغنى المحتاج (۲۹٦/۱) بدائع الصنائع (۲٦۷/۱) سبل السلام (٦۳۳/۲)]

(٦) [الروضة الندية (۳٥٤/۱)]

(۷) [تحفة الأحوذی (۸۳/۳)]

(۸) [أيضا]



(ابن حزمؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۱)

(مالکؒ، شافعیؒ) اگر مکمل ایک رکعت نہ ملے تو ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی چاہییں' جمعہ کی دو رکعتیں نہیں۔(۲)

عید کے دن جمعہ آ جائے تو اس کی رخصت ہے

(1) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ صلى العيد في يوم جمعة ثم رخص من الجمعة فقال من شآء أن يجمع فليجمع﴾ "بلاشبہ نبی ﷺ نے بروز جمعہ نماز عید پڑھائی پھر جمعہ کی رخصت دیتے ہوئے فرمایا کہ جو جمعہ بھی پڑھنا چاہے وہ پڑھ لے۔"(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿قد اجتمع في يومكم هذا عيدان فمن شآء أجزأه من الجمعة وإنا مجمعون﴾ "یقیناً تمہارے اس دن میں دو عیدیں اکٹھی ہوگئی ہیں پس جو چاہے اسے (نمازِ عید ہی) نماز جمعہ سے کفایت کر جائے گی لیکن ہم تو جمعہ ادا کریں گے۔"(٤)

یاد رہے کہ ﴿إنا مجمعون﴾ سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ رخصت محض عوام کے لیے ہے امام کے لیے نہیں بلکہ یہاں صرف یہی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے رخصت نہیں بلکہ عزیمت کو اختیار کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ کے لیے یہ رخصت موجود ہی نہیں تھی جیسا کہ اس کی وضاحت اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں نماز عید پڑھائی لیکن نماز جمعہ نہیں پڑھائی بلکہ لوگ انتظار ہی کرتے رہے حتی کہ انہوں نے اکیلے نماز پڑھ لی۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ﴿أصاب السنة﴾ "ابن زبیر رضی اللہ عنہ سنت کو پہنچ گئے ہیں۔"(٥)

(ابن حزمؒ) عید بھی پڑھی جائے اور جمعہ بھی کیونکہ جمعہ فرض ہے اور عید نفل اور نفل فرض کو ساقط نہیں کر سکتے۔(٦)

یہ قول گذشتہ صحیح احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔

بروز جمعہ عید ہو تو کیا ظہر پڑھی جائے گی یا......

اس کی بھی ضرورت نہیں؟۔

امام عطاء سے مروی ہے کہ ﴿اجتمع يوم جمعة ويوم فطر على عهد ابن الزبير فقال عيدان اجتمعا في يوم واحد فجمعهما جميعا فصلاهما ركعتين بكرة لم يزد عليهما حتى صلى العصر﴾ "حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور

(۱) [المحلى بالآثار (۲۸۳/۳)]

(۲) [أيضا]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (۹٤٥) كتاب الصلاة : باب إذا وافق يوم الجمعة يوم عيد' أحمد (۳۷۲) أبو داود (۱۰۷۰) ابن ماجة (۱۳۱) نسائي (۱۵۹۱) حاكم (۲۸۸/۱) بيهقي (٤۱۷/۳)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (۹٤۸) أيضا' أبو داود (۱۰۷۳) ابن ماجة (۱۳۱۱) بيهقي (۳۱۸/۳)]

(٥) [صحيح : صحيح أبو داود (۹٤٦) أيضا' أبو داود (۱۰۷۱) نسائي (۱۹٤/۳)]

(٦) [المحلى بالآثار (۳۰۳/۳-۳۰٤)]

خلافت میں ایک مرتبہ جمعہ اور عید الفطر ایک ہی دن میں اکٹھے ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ ایک ہی دن میں دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں' پھر انہوں نے ان دونوں کو اس طرح اکٹھے جمع کیا کہ صبح کے وقت ان دونوں نمازوں کے لیے دو رکعت نماز ادا کر لی اس سے زائد کچھ نہ پڑھا تا آنکہ نماز عصر ادا کی۔'' (۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ انہوں نے نماز ظہر نہیں ادا کی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً اگر کسی وجہ سے جمعہ ساقط ہو جائے تو جس سے ساقط ہوا ہے اس پر نماز ظہر کی ادائیگی بھی واجب نہیں جیسا کہ امام عطاءؒ بھی اسی کے قائل ہیں...... اور ظاہر یہ ہے کہ یہ بات وہی لوگ کہتے ہیں جو جمعہ کو اصل قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کو اس بات کا علم ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بروز جمعہ بندوں پر جو فرض ہے وہ محض نماز جمعہ ہی ہے لہذا کسی عذر یا بغیر کسی عذر کے نماز جمعہ چھوڑنے والے شخص پر نماز ظہر کو واجب قرار دینے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے......... اور میرے علم کے مطابق ایسی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں ہے۔ (۲)

(امیر صنعانیؒ) (1) یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عطاءؒ نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نماز جمعہ کے لیے نہیں نکلے لیکن محض اتنی بات اس میں نص قطعی کی حیثیت نہیں رکھتی کہ انہوں نے گھر میں بھی نماز ادا نہیں کی اس لیے بالجزم یہ کہنا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا مؤقف بھی یہی تھا کہ نماز ظہر ضروری نہیں...... اس احتمال کی وجہ سے صحیح نہیں کہ عین ممکن ہے کہ انہوں نے وہ نماز گھر میں ہی پڑھ لی ہوگی۔

(2) بلکہ اس کی مزید تائید امام عطاءؒ نے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ ﴿أنهم صلوا وحدانا﴾ ''لوگوں نے اکیلے اکیلے نماز ادا کر لی۔''...... اور (اس کے برخلاف) بالاتفاق نماز جمعہ جماعت کے ساتھ ہی درست ہے (لہذا انہوں نے جمعہ نہیں پڑھا بلکہ صرف نماز ظہر ہی اکیلے ادا کر لی)۔

(3) اور یہ کہنا کہ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ اصل ہے اور نمازِ ظہر کا بدل ہے مرجوح قول ہے بلکہ اصل فرض جو اسراء کی رات مقرر کیا گیا وہ ظہر ہی ہے اور جمعہ کی فرضیت متاخر ہے پھر (یہ مسئلہ بھی محتاج بیان نہیں ہے کہ) جب جمعہ رہ جائے تو نمازِ ظہر پڑھنا اجماعا واجب ہے تو (ثابت ہوا کہ) جمعہ ظہر کا بدل ہے (نہ کہ ظہر جمعہ کا بدل ہے)۔ (۳)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) انہوں نے امیر صنعانیؒ کے قول کو درست قرار دیا ہے۔ (٤)

(راجح) عید کے دن جمعہ کی رخصت ہے نماز ظہر کی نہیں۔ (واللہ اعلم)

کیا نماز جمعہ کے لیے دو اذانیں دی جائیں گی؟

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام على المنبر على عهد النبي ﷺ وأبي بكر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ فلما كان عثمان رضی اللہ عنہ و كثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء﴾ ''نبی

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۹٤٧) أيضا 'أبو داود (۱۰۷۲)]

(۲) [نيل الأوطار (٥٧٨/٢) معنا ومفهوما]

(۳) [سبل السلام (٦٤٦/٢)]

(٤) [عون المعبود (۲۸۸/۳)]

ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمعہ کی پہلی آذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام خطبے کے لیے منبر پر بیٹھتا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگوں کی بہت زیادہ ہوگئی تو وہ مقام زوراء سے ایک (تیسری یعنی آذان اور اقامت کے علاوہ) آذان دلوانے لگے۔''(۱)

(بخاریؒ) بیان کرتے ہیں کہ ((الزوراء موضع بالسوق بالمدینة)) ''زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے۔''(۲)

(ابن حجرؒ) زوراء کی جو تفسیر امام بخاریؒ نے کی ہے وہی قابل اعتماد ہے اور جو ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو تمام شہروں میں اختیار کر لیا کیونکہ وہ خلیفۂ وقت تھے اور یقیناً خلیفہ کی اقتداء کرنا عوام اپنا فرض سمجھتے ہیں۔(۳)

(شوکانیؒ) تیسری آذان کا ذکر اس بات کو لازم کرتا ہے کہ پہلے دو آذانیں موجود تھیں اور ان سے مراد آذان اور اقامت ہے۔(٤)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمعہ کے لیے صرف ایک ہی آذان دی جاتی تھی لیکن پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی کثرت کے باعث بازار میں ایک اونچے مقام (زوراء) پر ایک آذان کا اضافہ محض اس لیے کیا تاکہ لوگوں کو بآسانی خبردار کیا جا سکے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر اسی کو اختیار کر لیا۔ یقیناً اگر آج بھی ایسی صورت ہو تو یہ عمل مباح ہوگا لیکن اگر ایسا نہ ہو جیسا کہ عصر حاضر میں تقریباً ہر مسجد میں لاؤڈ سپیکر موجود ہوتا ہے جس کے ذریعے دور دراز علاقوں تک آذان کی آواز پہنچانا کوئی مسئلہ نہیں رہا اس لیے ایسی کسی آذان کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اس صورت میں پہلی آذان کا جواز نکالنا قطعی طور پر درست نہیں۔

علاوہ ازیں صرف مسجد میں ہی دونوں آذانیں کہنا (جیسا کہ ہمارے ہاں اکثر یہی رواج ہے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی سنت نہیں ہے اس لیے اگر یہ لوگ سنت عثمانی پر ضرور ہی عمل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ بازار میں جا کر کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر پہلی آذان دیں۔ اپنے اس مؤقف کے اثبات کے لیے یہ دلیل پیش کرنا ﴿علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین﴾ ''میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔'' بھی درست نہیں کیونکہ خلفائے راشدین کی وہی سنت اختیار کی جا سکتی ہے جو درحقیقت نبی ﷺ سے ثابت ہو۔(٥)

اس کے علاوہ یہ دعوی کرنا' کہ تیسری آذان کے جواز پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہے' پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتا کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿الأذان الأول یوم الجمعة بدعة﴾ ''جمعہ کے دن پہلی آذان کہنا بدعت ہے۔''(٦)

---

(۱) [بخاری (۹۱۲) کتاب الجمعة : باب الأذان یوم الجمعة ' أبو داود (۱۰۸۷) ترمذی (٥۱٦) نسائی (۱۰۰/۳) ابن ماجة (۱۱۳٥) بیهقی (۲۰٥/۳) أحمد (٤٥۰/۳) ابن خزیمة (۱۷۷۳) بغوی (٥۷٤/۲)]

(۲) [بخاری (۹۱۲)]

(۳) [فتح الباری (٥٥/۳)]

(٤) [نیل الأوطار (٥٥۲/۲)]

(٥) [تحفة الأحوذی (٦۹/۳)]

(٦) [ابن أبی شیبة (٥٤۳۷)]

(ابن حجرؒ) اس میں احتمال ہے کہ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) نے یہ بات علی سبیل الانکار (یعنی اظہار تعجب کرتے ہوئے) کہی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے اس سے یہ مراد لیا ہو کہ نبی ﷺ کے زمانے میں یہ آذان نہیں تھی اور ہر ایسی چیز جو نبی ﷺ کے زمانے میں نہ ہو اس کا نام بدعت ہے۔(۱)

(ابن ابی شیبہؒ) حافظ ابن حجرؒ کے دونوں احتمالوں میں سے پہلا راجح ہے۔(۲)

یاد رہے کہ اسے ہم بدعت نہیں کہہ سکتے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ آذان دوسری نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے شروع کر دی تھی۔ وہ اس طرح کہ کسی بھی نماز کے لیے آذان اس لیے دی جاتی ہے تا کہ لوگوں کو نماز کے وقت سے خبردار کیا جا سکے اب چونکہ لوگوں کی کثرت کے باعث جمعہ کے دن ایسا ممکن نہ تھا کہ ایک ہی آذان سے سب کو اطلاع ہو جائے اور یقیناً دیر سے آنے کی وجہ سے کثیر تعداد کے جمعے کا اجر بھی ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اس لیے انہوں نے یہ آذان شروع کروادی۔(۳)

جمعہ سے پہلے غیر محدود نوافل پڑھے جا سکتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''جو جمعہ کے دن غسل کرے' پھر جمعہ کے لیے آئے ﴿فصلى ما قدر له﴾ ''اور جتنی اس کے مقدر میں ہو نماز پڑھے'' پھر خاموشی سے اس وقت تک بیٹھا رہے جب تک امام خطبے سے فارغ نہ ہو' پھر امام کے ساتھ فرض نماز ادا کرے تو اس کے دونوں جمعوں کے درمیانی گناہ معاف کر دیے جائیں گے بلکہ مزید تین دن کے اور بھی۔''(٤)

(شوکانیؒ) ﴿فصلى ماقدرله﴾ سے معلوم ہوا کہ جمعہ سے پہلے نماز کی کوئی حد متعین نہیں۔(٥)

(امیر صنعانیؒ) (جمعہ کے لیے آنے والے کو) حسب امکان نوافل پڑھ لینے چاہییں کیونکہ آپ ﷺ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔(٦)

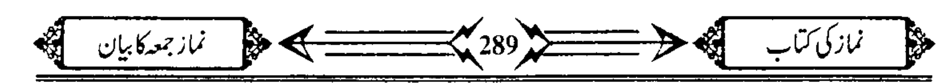
دورانِ خطبہ تحیۃ المسجد کا حکم

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے روز ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ نبی ﷺ اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے آنے والے سے پوچھا ﴿صليت؟﴾ ''تو نے نماز پڑھی ہے؟'' اس نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿قم فصل ركعتين﴾ ''کھڑا ہو جا اور دو رکعت نماز ادا کر۔''(٧)

(2) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إذا جاء أحدكم يوم الجمعة والإمام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز

---

(۱) [فتح الباری (۵۵/۳)]
(۲) [مصنف ابن أبی شیبة (۱٤٥/۲)]
(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: نیل الأوطار (٥٥٢/۲) فتح الباری (۵۵/۳)]
(٤) [مسلم (۸٥٧) کتاب الجمعة: باب فضل من استمع وأنصت فی الخطبة]
(٥) [نیل الأوطار (٦٤٩/۲)]
(٦) [سبل السلام (٦٤٩/۲)]
(٧) [بخاری (۹۳۰) کتاب الجمعة: باب من جاء والإمام یخطب صلی رکعتین خفیفتین' مسلم (۸٧٥) أبو داود (۱۱۱٥) ترمذی (٥۱۰) نسائی (۱٤۰۰) بیهقی (۱۹٤/۳)]



فیھما﴾ ''جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعتیں ادا کرے اور ان دونوں کو اختصار کے ساتھ پڑھے۔'' (١)

(احمدؒ، شافعیؒ) کوئی شخص دوران خطبہ مسجد میں داخل ہو تو تحیۃ المسجد ادا کر سکتا ہے۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ [الأعراف : ٢٠٤] ''جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو۔'' (حالانکہ یہ عام ہے اور دوران خطبہ دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھنا خاص ہے اور ہمیشہ خاص کو عام پر مقدم کیا جاتا ہے۔) (٢)

(راجح) پہلا مؤقف احادیث کے مطابق ہے جبکہ دوسرا مؤقف صریح دلائل کے خلاف ہے اور جن دلائل سے انہوں نے استدلال کیا ہے وہ نا قابل حجت ہیں۔ (٣)

(ابن بازؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔ (٤)

نماز جمعہ کے بعد نوافل

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا صلى أحدكم الجمعة فليصل بعدها أربع ركعات﴾ ''جب تم میں سے کوئی نماز جمعہ ادا کرے تو اس کے بعد چار رکعات ادا کرے۔'' (٥)

(2) جامع ترمذی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل أربعا﴾ ''تم میں سے جو جمعہ کے بعد نماز پڑھے وہ چار رکعت نماز پڑھے۔'' (٦)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كان يصلي بعد الجمعة ركعتين في بيته﴾ ''نبی ﷺ جمعہ کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں ادا کیا کرتے تھے۔'' (٧)

نماز جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھنا افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسی کا حکم دیا ہے اور از کار و ادعیہ کی زیادتی کی وجہ سے اجر میں بھی یقیناً زیادتی ہوتی ہے لیکن اگر کوئی صرف دو رکعتیں بھی پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے یہی جواز نکلتا ہے۔

(١) [صحيح : صحيح أبو داود (٩٨٨) كتاب الصلاة : باب إذا دخل الرجل والإمام يخطب ' أبو داود (١١١٧)]

(٢) [المجموع (٤٢٨/٤) المغني (١٩٢/٣) الأم (٣٣٨/١) بدائع الصنائع (٢٦٣/١)]

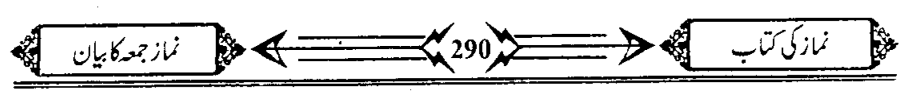
(٣) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (٥٤٤/٢) تحفة الأحوذي (٥١/٣) شرح مسلم للنووي (٤٣٠/٣) فتح الباري (٧٣/٣) سبل السلام (٦٤٢/٢)]

(٤) [الفتاوى الإسلامية (٤٠٦/١)]

(٥) [مسلم (٨٨١) كتاب الجمعة : باب الصلاة بعد الجمعة ' أبو داود (١١٣١) ترمذي (٥٢٢) نسائي (١١٣/٣) ابن ماجة (١١٣٢) بيهقي (٢٣٩/٣) أحمد (٢٤٩/٢)]

(٦) [صحيح : صحيح ترمذي (٤٣٢) كتاب الجمعة : باب ماجاء في الصلاة قبل الجمعة وبعدها ' ترمذي (٥٢٣)]

(٧) [نسائي (١١٣/٣) كتاب الجمعة : باب صلاة الإمام بعد الجمعة ' بخاري (٩٣٧ ' ١١٦٥) مسلم (٨٨٢) أبو داود (١١٢٨) ترمذي (٥٢١) ابن ماجة (١١٣٠) أحمد (١٠٣/٢)]



بروز جمعہ نماز فجر کی قراءت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز نماز فجر میں سورۃ " الٓمٓ تَنۡزِیۡل" اور " ھَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَان" کی قراءت کرتے تھے۔(۱)

نماز جمعہ کی قراءت

(1) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں " سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلٰی" اور " ھَلۡ اَتَاکَ حَدِیۡثُ الۡغَاشِیَۃ" کی قراءت کرتے۔(۲)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورہ " الجمعة "اور سورہ " المنافقون " کی قراءت فرماتے۔(۳)

دورانِ خطبہ سورۂ ق کی قراءت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کثرت کے ساتھ خطبہ میں اس سورت کی قراءت فرماتے تھے جیسا کہ حضرت ام ہشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ "ق" رسول اللہ کی زبان سے سن سن کر یاد کر لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ جمعہ میں اس سورت کی تلاوت کیا کرتے تھے۔"(٤)

دورانِ خطبہ اُونگھ آئے تو جگہ تبدیل کر لینی چاہیے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا نعس أحدكم يوم الجمعة فليتحول من مجلسه ذلك﴾ "جمعہ کے روز جب تم میں سے کسی کو (مسجد میں) اونگھ آئے تو وہ اپنی جگہ تبدیل کر لے۔"(٥)

اس میں حکمت یہ ہے کہ حرکت کی وجہ سے اونگھ (یعنی نیند) ختم ہو جائے گی۔(٦)

دورانِ خطبہ احتباء ممنوع ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن رسول الله ﷺ نهى عن الحبوة يوم الجمعة والإمام يخطب﴾ "رسول

(۱) [بخاری (۸۹۱) كتاب الجمعة : باب ما يقرأ فی صلاة الفجر يوم الجمعة ' مسلم (۸۸۰) نسائی (۱۵۹/۲)]

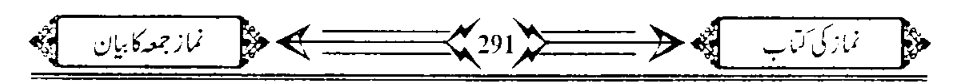
(۲) [مسلم (۸۷۸) كتاب الجمعة : باب ما يقرأ فی صلاة الجمعة ' أبو داود (۱۱۲۲) ترمذی (۵۳۳) نسائی (۱۱۲/۳) ابن ماجة (۱۲۸۱) بيهقی (۲۰۱/۳) دارمی (۳۱۵/۱) ابن خزيمة (۳۵۸/۲) أحمد (۲۷۱/٤)]

(۳) [مسلم (۸۷۹) أيضا ' أحمد (۲۲٦/۱) أبو داود (۱۰۷٤) ترمذی (۵۲۰) ابن ماجة (۸۲۰) نسائی (۱۵۹/۲) ابن خزيمة (۵۳۳) ابن حبان (۱۸۲۱) بيهقی (۲۰۱/۳)]

(٤) [مسلم (۸۷۳) كتاب الجمعة : باب تخفيف الصلاة والخطبة ' نسائی (۱٤۱۱) أبو داود (۱۱۰۰)]

(٥) [صحيح : صحيح ترمذی (٤۳٦) كتاب الصلاة : باب فی من ينعس يوم الجمعة أنه يتحول من مجلسه ' صحيح أبو داود (۱۰۲۵) ترمذی (۵۲٦) أبو داود (۱۱۱۹)]

(٦) [تحفة الأحوذی (۸۵/۳) نيل الأوطار (۵۳۷/۲)] .



اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو گوٹ مار کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔''(۱)

پنڈلیوں اور پنڈیوں کو کسی کپڑے سے باندھ لینے یا گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لینے کو ''احتباء'' کہتے ہیں (جبکہ پشت زمین پر لگی ہو)۔(۲)

''احتباء'' سے ممانعت اس لیے ہے کیونکہ اس سے نیند آ جاتی ہے' وضوء ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ستر کھلنے کا موجب بن سکتا ہے۔(۳)

بروز جمعہ قبولیت دعا کا وقت

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز جمعے کا ذکر فرمایا کہ ﴿فيه ساعة لا يوافقها عبد مسلم وهو قائم يصلي يسأل الله عزوجل شيئا إلا أعطاه إياه﴾ ''اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جو مسلمان بندہ اس گھڑی میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتے ہیں۔'' اور پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ وہ وقت بہت تھوڑا ہے۔(٤)

(2) حضرت ابولبابہ بدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿فيه ساعة لا يسأل العبد فيها شيئا إلا آتاه الله إياه﴾ ''اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جو بندہ اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور وہ چیز عنایت فرما دیں گے۔''(٥)

اس خاص گھڑی کے وقت کی تعیین کے بارے میں احادیث کے مختلف ہونے کی وجہ سے علماء میں اختلاف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس میں مختلف علماء کے چالیس اقوال نقل فرمائے ہیں۔(٦)

لہٰذا سب سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس گھڑی کو حاصل کرنے کے لیے اس (نماز جمعہ کے بعد سے) دن کے آخر تک دعا کی کوشش کرنی چاہیے جیسا کہ شیخ ابن جبرین نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔(۷)

○ اس وقت کے متعلق چند مختلف احادیث:

(1) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿هي ما بين أن يجلس الإمام (يعني على المنبر)

---

(۱) [حسن : صحيح أبو داود (۹۸۲) كتاب الصلاة : باب الإحتباء والإمام يخطب ' أبو داود (۱۱۰۰) ترمذی (٥١٤) أحمد (٤٣٩/٣) ابن خزيمة (١٨١٥) بيهقی (٢٣٥/٣)]

(۲) [النهاية (٣٣٥/١)]

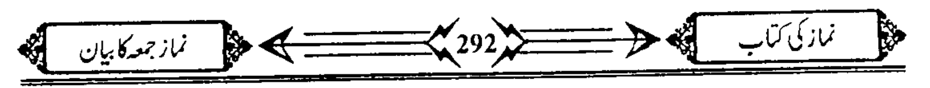
(۳) [معالم السنن (٢٤٨/١) نيل الأوطار (٥٣٨/٢)]

(٤) [بخاری (٩٣٥ ' ٥٢٩٤) كتاب الجمعة : باب الساعة التي في يوم الجمعة ' مسلم (٨٥٢) نسائی (١١٠/٣) ابن ماجه (١١٣٧) أحمد (٢٣٠/٢) أبو داود (١٠٤٦) ترمذی (٤٨٨)]

(٥) [حسن : صحيح ابن ماجة (٨٨٨) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب فضل الجمعة ' ابن ماجة (١٠٨٤) أحمد (٤٣٠/٣)]

(٦) [فتح الباری (٨٢/٣)]

(۷) [الفتاوى الإسلامية (٤٠٠/١)]



إلى أن تقضى الصلاة﴾ ''اس گھڑی کا وقت بروز جمعہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز مکمل ہونے تک ہے۔'' (۱)

(2) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿آخر ساعة من ساعات النهار﴾ ''وہ گھڑی دن کی گھڑیوں میں سے آخری گھڑی ہے۔'' (۲)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿فالتمسوها آخر ساعة بعد العصر﴾ ''اس وقت کو عصر کے بعد آخری گھڑی میں تلاش کرو۔'' (۳)

(احمدؒ) اکثر احادیث جو قبولیتِ دعا کی گھڑی کے متعلق ہیں (ان میں یہ ہے کہ) وہ گھڑی نماز عصر کے بعد یا زوالِ آفتاب کے بعد ہے۔ (٤)

(شوکانیؒ) تمام اقوال میں سے راجح قول یہ ہے ﴿آخر ساعة من اليوم﴾ ''یعنی وہ دن کی آخری گھڑی ہے۔'' جمہور صحابہ و تابعین اور آئمہ اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

بروز جمعہ سورۂ کہف کی تلاوت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿من قرأ سورة الكهف في يوم الجمعة أضاء له من النور ما بين الجمعتين﴾ ''جس نے جمعہ کے روز سورۂ کہف تلاوت کی اس کے لیے دونوں جمعوں کے درمیان (یعنی اگلے جمعہ تک) نور روشن ہو جاتا ہے۔'' (٦)

بروز جمعہ کثرت سے درود پڑھنا

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے متعلق فرمایا کہ ﴿فأكثروا على من الصلاة فيه فإن صلاتكم معروضة على﴾ ''اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔'' صحابہ نے سوال کیا کہ درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ تو بوسیدہ ہڈیوں کی صورت اختیار کر چکے ہوں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إن الله عزو جل حرم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ (٧)

ایک حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿يوم الجمعة وليلة الجمعة﴾ ''جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات (مجھ پر کثرت سے

(۱) [مسلم (۸۵۳) كتاب الجمعة : باب في الساعة التي في يوم الجمعة ' أبو داود (۱۰٤۹) ابن خزيمة (۱۷۳۹)]

(۲) [حسن : صحيح ابن ماجة (۹۳٤) ابن ماجة (۱۱۳۹) أحمد (٤٥١/٥) موطا (۱۰۸/۱)] حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۳۸۰/۱)]

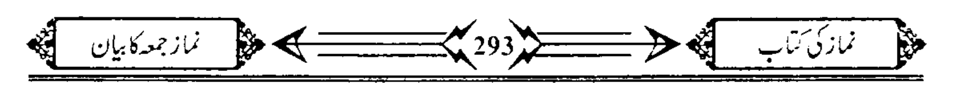
(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (۹۲٦) كتاب الصلاة : باب الإجابة أية ساعة هي في يوم الجمعة ' أبو داود (۱۰٤۸)]

(٤) [نيل الأوطار (۵۳۱/۲)]

(٥) [أيضا]

(٦) [صحيح : إرواء الغليل (٦٢٦) بيهقي (۲٤۹۱۳) حاكم (۳٦۸/۲)]

(٧) [صحيح : صحيح أبو داود (۹۲٥) كتاب الصلاة : باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة ' أبو داود (۱۰٤۷) ابن ماجة (۱۰۸٥) نسائي (۹۱/۳) أحمد (۸/٤) دارمي (۳٦۱/۱) ابن خزيمة (۱۷۳٤) ابن حبان (۹۱۰)]



درود پڑھا کرو)۔''(۱)

خطیب کے علاوہ کسی اور کا نماز جمعہ پڑھانا

(ابن بازؒ) سنت طریقہ یہ ہے کہ جو شخص خطبہ دے وہی نماز پڑھائے کیونکہ نبی ﷺ نے اسی پر مداومت اختیار کی اور خلفائے راشدین بھی آپ ﷺ کے بعد ہمیشہ یہی عمل کرتے رہے...... اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿صلوا كما رأيتموني أصلي﴾ ''اس طرح نماز پڑھو جیسے تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔'' اور ایک دوسری روایت میں فرمایا ﴿عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين﴾ ''میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔'' لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے کوئی دوسرا شخص نماز پڑھائے تو جائز ہے اور نماز درست ہو گی البتہ اگر بغیر عذر کے ایسا کرے تو یہ عمل خلاف سنت تو ہو گا لیکن نماز بہر حال ہو جائے گی۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) جمہور اہل علم کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے کہ جمعے کا خطیب ہی نماز بھی پڑھائے۔(۳)

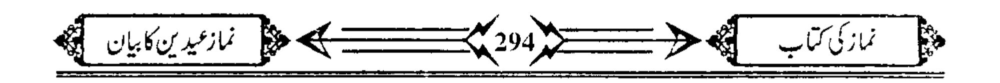
(شوکانیؒ) خطیب کے علاوہ اگر کوئی اور نماز پڑھائے گا تو یہ خلاف سنت عمل ہو گا کیونکہ نبی ﷺ' خلفائے راشدین اور ان کے بعد والے بالاستمرار اسی پر قائم رہے کہ جو خطبہ دیتا وہی نماز بھی پڑھاتا۔(۴)

خواتین کی جمعہ میں شرکت

(سعودی مجلس افتاء) عورتوں پر جمعہ میں شرکت ضروری تو نہیں لیکن اگر کوئی عورت امام کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرے تو اس کی نماز صحیح ہو گی اور اگر گھر میں پڑھے گی تو چار رکعت نماز (ظہر) ادا کرے گی۔(۵)



(۱) [حسن : تمام المنة (ص/۳۲٤) الصحيحة (۱٤۰۷)]
(۲) [الفتاوى الإسلامية (۱/۳۹۳)]
(۳) [الفتاوى الإسلامية (۱/۳۹۰)]
(٤) [السيل الجرار (۱/۳۰۱)]
(٥) [الفتاوى الإسلامية (۱/۳۹۲)]



باب صلاة العيدين — نمازعیدین کا بیان

"عیدین" لفظ "عید" کا تثنیہ ہے جو دراصل باب عَادَ يَعُوْدُ (نصر) سے مشتق ہے۔اس کا معنیٰ 'لوٹنا' یا بار بار لوٹ کر آنے والا دن' مستعمل ہے۔عیدین سے مراد عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہے۔ان دونوں کا نام اس لیے عید رکھا گیا ہے کیونکہ یہ دن بار بار خوشی لے کر لوٹتے ہیں۔اس کی جمع " أعياد" آتی ہے۔(۱)

کتب سیر کے مطابق یہ عید دوسری ہجری میں مشروع ہوئی۔(۲) لیکن بعض حضرات نے یہ مؤقف ظاہر کیا ہے کہ عید ہجرت کے پہلے سال مشروع ہوئی۔(۳)

نمازعیدین کا حکم

نماز عیدین ہر مکلف شخص پر واجب ہے۔

(1) حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أمرنا أن نخرج العواتق والحيض في العيدين يشهدن الخير ودعوة المسلمين و تعتزل الحيض المصلى ﴾ "ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم جوان لڑکیوں اور حائضہ عورتوں کو بھی عیدین میں ساتھ لے کر نکلیں تا کہ وہ بھی مسلمانوں کے امور خیر اور دعاؤں میں شریک ہوں البتہ حائضہ عورتیں عیدگاہ سے الگ رہیں (یعنی نماز ادا نہ کریں)۔(٤)

(2) صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿أمرنا نبينا أن نخرج...... ﴾ "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم (ان خواتین کو) نکالیں......۔"(٥)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جب ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو اور اس وجہ سے وہ (نماز عید کے لیے) نہ جا سکے تو کیا اس پر کوئی حرج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لتلبسها صاحبتها من جلبابها فليشهدن الخير ودعوة المسلمين﴾ "اس کی سہیلی اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اوڑھا دے اور پھر وہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔"(٦)

(4) کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گذشتہ روز چاند دیکھنے کی شہادت دی تو ﴿فأمرهم أن يفطروا وإذا أصبحوا أن يغدو إلى مصلاهم﴾ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ روزہ کھول دیں اور جب صبح ہو تو وہ عیدگاہ کی طرف جائیں۔"(٧)

جب حائضہ اور بغیر چادر والی معذور خواتین کو عیدگاہ میں حاضر ہونے کا حکم ہے تو مردوں کو بالا ولی حکم ہے۔

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/٢٧٤) المنجد (ص/٥٩٠) نيل الأوطار (٥٧٩/٢) تحفة الأحوذي (٩١/٣)]

(۲) [سبل السلام (٦٨٤/٢)]

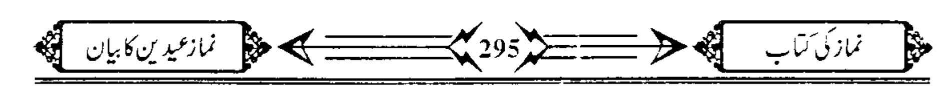
(۳) [الفقه الإسلامي وأدلته (١٣٨٦/٢)]

(٤) [بخاري (٩٨١) كتاب الجمعة : باب اعتزال الحيض المصلى ' مسلم (٨٩٠) أبو داود (١١٣٦) ترمذي (٥٣٧) نسائي (١٨٠/٣) ابن ماجة (١٣٠٨) أحمد (٨٤/٥) بيهقي (٣٠٥/٣)]

(٥) [بخاري (٩٧٤)]

(٦) [بخاري (٩٨٠) كتاب العيدين : باب إذا لم يكن لها جلباب في العيد]

(٧) [صحيح : صحيح أبو داود (١٠٢٦) كتاب الصلاة : باب إذا لم يخرج الإمام للعيد من يومه يخرج من الغد ' أبو داود (١١٥٧) أحمد (٥٨/٥) نسائي (١٥٥٧) ابن ماجة (١٦٥٣) إرواء الغليل (٦٣٤)]



بعض حضرات نے اس آیت ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ سے نماز عید مراد لی ہے لیکن یہ بات راجح نہیں کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور نماز عید مدینہ میں مشروع ہوئی۔(۱)

(شوکانیؒ) نماز عید واجب ہے۔(۲)

(امیر صنعانیؒ) نماز عید فرض عین ہے۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(البانیؒ) حق بات یہی ہے کہ نماز عید واجب ہے۔(٥)

اس مسئلہ میں فقہاء نے کچھ اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ) نماز عید فرض کفایہ ہے۔

(ابوحنیفہؒ) نماز عیدین صرف اسی پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔

(مالکؒ، شافعیؒ) یہ نماز سنت موکدہ ہے۔(٦)

(راجح) یہ نماز ہر مکلف شخص پر فرض عین ہے اور اس کے دلائل پیچھے بیان کیے جا چکے ہیں۔

یہ نماز دو رکعتیں ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ صلى يوم العيد ركعتين لم يصل قبلهما ولا بعدهما﴾ ”نبی ﷺ نے عید کے روز دو رکعت نماز پڑھائی جبکہ ان دو رکعتوں سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔“(۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عید دو رکعت مسنون ہے۔

نماز عید کے بعد گھر جا کر نماز

عیدگاہ میں تو سوائے دو رکعت کے کوئی نماز پہلے یا بعد میں پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں البتہ عیدگاہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر جا کر دو رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ

(۱) [فتح البيان (٥٦٣/٧) أحكام القرآن لابن العربي (١٩٨٦/٤)]

(۲) [السيل الجرار (٣١٥/١)]

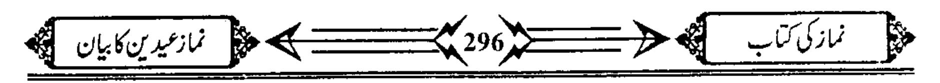
(۳) [سبل السلام (٦٧٧/٢)]

(٤) [الروضة الندية (٣٥٨/١)]

(٥) [تمام المنة (ص/٣٤٤)]

(٦) [المغني (٣٦٧/٢) كشاف القناع (٥٥/٢) فتح القدير (٤٢٢/١) الدر المختار (٧٧٤/١) تبيين الحقائق (٢٢٣/١) مراقي الفلاح (ص/٨٩) الشرح الصغير (٥٢٣/١) القوانين الفقهية (ص/٨٥) مغني المحتاج (٣١٠/١) المهذب (١١٨/١)]

(۷) [بخاری (٩٨٩) كتاب الجمعة : باب الصلاة قبل العيد وبعدها ' مسلم (٨٨٤) أبو داود (١١٥٩) ترمذى (٥٣٧) ابن ماجة (١٢٩١) نسائى (١٩٣/٣) أحمد (٣٥٥/١) ابن خزيمة (٣٤٥/٢) بيهقى (٢٩٥/٣)]



لا يصلى قبل العيد شيئا فإذا رجع إلى منزله صلى ركعتين﴾ ''نبی ﷺ عید سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے البتہ جب اپنے گھر کی طرف لوٹتے تو دو رکعت نماز ادا فرما لیتے تھے۔''(۱)

(احمدؒ، مالکؒ) نماز عید سے پہلے اور بعد میں نفل نماز پڑھنا درست نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(احناف) نماز عید سے پہلے کوئی نماز پڑھنا درست نہیں جبکہ بعد میں پڑھی جا سکتی ہے۔

(شافعیؒ) امام نہیں پڑھ سکتا البتہ مقتدی پہلے بھی اور بعد میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔(۲)

(ابن حجرؒ) حاصل کلام یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد اس کی کوئی سنتیں ثابت نہیں۔(۳)

نماز عید کی قراءت

(1) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ عیدین میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" اور "هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ" کی قراءت کرتے تھے۔(٤)

(2) حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز میں "قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ" اور "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ" کی قراءت فرماتے۔(٥)

پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ کہی جائیں گی

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا﴿التكبير في الفطر سبع في الأولى و خمس في الأخرى والقراءة بعدهما كلتيهما﴾ ''عید الفطر کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہی جائیں گی اور قراءت ان دونوں کے بعد کی جائے گی۔''(٦)

(2) حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كبر في العيدين في الأولى سبعا قبل القراءة

(۱) [حسن : صحيح ابن ماجة (۱۰٦۹) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جآء في الصلاة قبل صلاة العيد وبعدها ' ابن ماجة (۱۲۹۳)] حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو سند کہا ہے۔[مصباح الزجاجة (۱/٤۲۳)] اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔[فتح الباری (۳/٥۹ا)]

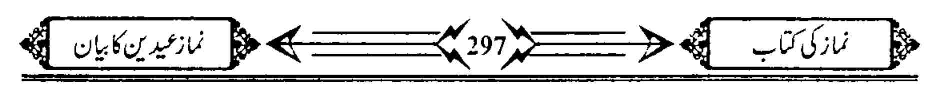
(۲) [المغنی لابن قدامة (۳/۲۸۰) نيل الأوطار (۲/٦۰۳) فتح الباری (۳/۱٥۹) شرح مسلم للنووی (۳/٤٤۸)]

(۳) [فتح الباری (۳/۱٥۹)]

(٤) [مسلم (۸۷۸) كتاب الجمعة : باب ما يقرأ في صلاة الجمعة ' أبو داود (۱۱۲۲) ترمذی (٥۳۳) نسائی (۱٤۲٤)]

(٥) [مسلم (۸۹۱) كتاب صلاة العيدين : باب ما يقرأ في صلاة العيدين ' مؤطا (۱/۱۸۰) أحمد (٥/۲۱۷) أبو داود (۱۱٥٤) ترمذی (٥۳۲) نسائی (۳/۱۸۳) ابن ماجة (۱۲۸۲)]

(٦) [حسن : صحيح أبو داود (۱۰۲۰) كتاب الصلاة : باب التكبير في العيدين ' أبو داود (۱۱٥۱) ابن ماجة (۱۲۷۸) أحمد (۲/۱۸۰) دارقطنی (۲/٤۸) بيهقی (۳/۲۸٥)] امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[العلل الكبير (ص/۹۳۔۹٤)' (۱٥٤)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے شواھد کی وجہ سے صحیح کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (۲/٦۷۹)]



وفي الثانية خمسا قبل القراءة﴾ ''نبی ﷺ نے نماز عیدین کی پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔'' (۱)

(3) حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(۲)

نماز عید کی تکبیروں کی تعداد میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ) پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات اور دوسری میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید، حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ایوب، حضرت زید بن ثابت، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، امام زہریؒ، امام مکحولؒ، امام اوزاعیؒ اور امام اسحاقؒ وغیرہ سے بھی یہی مؤقف مروی ہے۔

(ابوحنیفہؒ) پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت سے پہلے تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تین تکبیریں کہی جائیں۔(۳)

اس مسئلے میں فقہاء کے دس مختلف اقوال ہیں جیسا کہ امام شوکانیؒ نے اپنی معروف کتاب ''نيل الأوطار'' میں یہ تمام اقوال نقل کیے ہیں تفصیل کا طالب ان کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔(٤)

(راجح) امام احمدؒ اور ان کے رفقاء کا مؤقف راجح ہے۔

(شوکانیؒ) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔(٥)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(امیر صنعانیؒ) ان کے نزدیک اسی پر عمل زیادہ درست ہے۔(٧)

(صدیق حسن خانؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٨)

---

(۱) [صحيح: صحيح ترمذی (٤٤٢) كتاب الجمعة: باب ما جاء في التكبير في العيدين' ترمذی (٥٣٦) ابن ماجة (١٢٧٩) ابن خزيمة (١٤٣٨) بيهقی (٢٨٦/٣) دارقطنی (٤٨/٢) شرح معانی الآثار (٣٩٩٣٢)] اگرچہ اس حدیث کی سند میں کثیر بن عبداللہ راوی ضعیف ہے۔ [ميزان الاعتدال (٤٠٦/٣) لیکن شواہد کی وجہ سے قوی و مضبوط ہو جاتی ہے۔[المجموع للنووی (١٦/٥)]

(۲) [صحيح: صحيح ابن ماجة (١٠٥٥) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها: باب ما جاء في كم يكبر الإمام في صلاة العيدين' ابن ماجة (١٢٧٧) بيهقی (٢٨٧/٣)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے شواہد کی وجہ سے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٢٣٤/٣)]

(۳) [المجموع (٢٠/٥) الأم (٣٩٥/١) المغنی (٢٧٠/٣) بدائع الصنائع (٢٧٧/١) المبسوط (٤٠/٢) الهداية (٨٦/١) الاختيار (٨٦/١) بداية المجتهد (١٧١/١)]

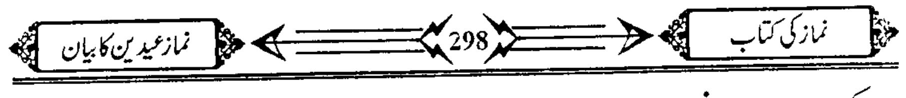
(٤) [نيل الأوطار (٦٠٠/٢-٦٠١)]

(٥) [نيل الأوطار (٦٠١/٢)]

(٦) [تحفة الأحوذی (١٠٧/٣)]

(٧) [سبل السلام (٦٨١/٢)]

(٨) [الروضة الندية (٣٥٨/١)]



ہر دو تکبیروں کا درمیانی فاصلہ

ہر دو تکبیروں کے درمیان ایک معتدل آیت کے برابر ٹھہرنا چاہیے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قولا اور فعلا اسی طرح مروی ہے ﴿أن بين كل تكبيرتين قدر كلمة﴾ ”ہر دو تکبیروں کے درمیان ایک کلمے کی مقدار کے برابر فاصلہ ہونا چاہیے“(١)

تکبیراتِ عیدین کا حکم

بعض حضرات ان کی فرضیت کے قائل ہیں جبکہ اکثر کے نزدیک عیدین کی تکبیریں سنت ہیں۔

(ابوحنیفہ، مالک) اگر کوئی تکبیر چھوڑے گا تو سجدہ سہو کرے گا۔

(جمہور) ایسے شخص پر کوئی سجدہ سہو نہیں۔

(شوکانی) یہ تکبیریں اس لیے واجب نہیں ہیں کیونکہ وجوب کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

(صدیق حسن خان) عید کی تکبیر جان بوجھ کر یا بھول کر چھوڑ دینے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔(٢)

(ابن قدامہ) اس مسئلے میں کوئی اختلاف میرے علم میں نہیں (یعنی تکبیریں سنت ہیں)۔(٣)

تکبیراتِ عیدین کے ساتھ رفع الیدین

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما (عید کی) ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے جیسا کہ امام ابن قیم نے یہ بات نقل فرمائی ہے۔(٤) اس اثر کے متعلق شیخ البانی رقمطراز ہیں کہ ﴿لم أجده إلى الآن﴾ ”ابھی تک ایسا کوئی اثر مجھے نہیں ملا۔“ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ﴿لم أسمع فيه شيئا﴾ ”اس کے متعلق میں نے کچھ نہیں سنا۔“(٥)

(شافعی، احمد، اوزاعی، عطا) ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا جائے گا۔

(مالک) تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی تکبیر میں رفع الیدین نہ کیا جائے۔

(ابن حزم، ثوری) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(البانی) یہ عمل مسنون نہیں ہے نیز کسی صحابی کا عمل کسی کام کو سنت نہیں بنا سکتا۔(٧)

البتہ جو لوگ تکبیرات عیدین میں رفع الیدین کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ويرفعهما في كل ركعة وتكبيرة كبرها قبل الركوع﴾ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت اور ہر اس تکبیر میں دونوں ہاتھ اٹھاتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے کہتے۔“(٨)

---

(١) [رواه الطبراني في المجمع الزوائد (٢٠٥/٢) یہ بات حافظ ابن حجر نے نقل فرمائی ہے۔[تلخيص الحبير (٨٥/٢)]

(٢) [الروضة الندية (٣٦١/١)]

(٣) [المغني (٢٧٥/٣)]

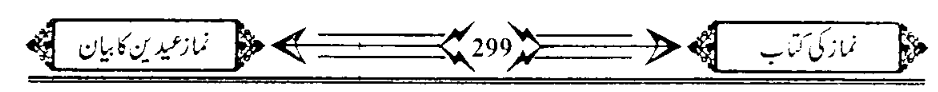
(٤) [زاد المعاد (٤٤٣/١)]

(٥) [تمام المنة (ص/٣٤٩) إرواء الغليل (٦٤٠) المجموع (٢٦/٥) المدونة الكبرى (١٦٩/١)]

(٦) [الأوسط لابن المنذر (٢٨٢/٤) المدونة الكبرى (١٦٩/١) المحلى (٨٣/٥) المجموع (٢١/٥)]

(٧) [تمام المنة (ص/٣٤٩)]

(٨) [صحيح: إرواء الغليل (١١٣/٣) أبو داود (٧٢٢) أحمد (١٣٤/٢) دارقطني (٢٨٩/١)]



(راجح) عیدین کی تکبیروں میں رفع الیدین کرنا کسی صحیح حدیث واثر سے ثابت نہیں اور مذکورہ حدیث اس مسئلے میں نص صریح نہیں ہے۔(۱)

○ اور عجیب بات یہ ہے کہ احناف بھی اسے مستحب کہتے ہیں حالانکہ اس ضمن میں تمام احادیث ضعیف ہیں اور فرض نماز میں رفع الیدین صحیح احادیث سے ثابت ہے لیکن وہاں وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔(۲)

امام نماز کے بعد خطبہ دے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ كان رسول الله وأبو بكر وعمر يصلون العيد قبل الخطبة ﴾ ''رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبے سے پہلے نماز عید ادا فرماتے تھے۔''(۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے ﴿فكلهم كانوا يصلون قبل الخطبة﴾ ''یہ سب لوگ خطبے سے پہلے نماز عید پڑھتے تھے۔''(٤)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ﴿خرج يوم الفطر فصلى قبل الخطبة﴾ ''عید الفطر کے دن باہر نکلے اور آپ ﷺ نے خطبے سے پہلے نماز پڑھائی۔''(٥)

(4) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لیے عید گاہ تشریف لے جاتے ﴿وأول شيئ يبدأ به الصلاة﴾ ''اور پہلی چیز جس کا آپ ﷺ آغاز فرماتے وہ نماز ہوتی۔'' ادائیگی نماز کے بعد رخ پھیر کر لوگوں کی طرف کھڑے ہوتے' لوگ اس وقت اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے ﴿فيعظهم ويأمرهم﴾ ''اور آپ ﷺ ان کو وعظ ونصیحت فرماتے اور نیکی کا حکم کرتے۔''(٦)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ خطبہ نماز عید کے بعد ارشاد فرماتے اور خطبے میں لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز عید پڑھائی ﴿ ثم قام متوكئا على بلال فأمر بتقوى الله وحث على الطاعة ووعظ الناس وذكرهم ثم مضى حتى أتى النساء فوعظهن وذكرهن﴾ ''پھر آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا' اطاعت کی ترغیب دلائی' لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا' پھر آپ ﷺ چلے حتی کہ عورتوں کے پاس آئے اور انہیں بھی وعظ ونصیحت کیا۔''(۷)

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فتاوی الدين الخالص (٨٨/٤ ـ ٩٠)]

(۲) [المحلی (۲۹٦/۲)]

(۳) [بخاری (٩٦٣) كتاب الجمعة : باب الخطبة بعد العيد ' مسلم (٨٨٨) ترمذی (٩٢٩) ابن ماجة (١٢٧٦) بيهقی (٢٩٦/٣) أحمد (١٢/٢)]

(٤) [بخاری (٩٦٢) أيضا ' مسلم (٨٨٤) أبو داود (١١٤٧) ابن ماجة (١٢٧٤) أحمد (٢٢٧/١) ابن خزيمة (١٤٥٨)]

(٥) [بخاری (٩٥٨) كتاب الجمعة : باب المشي والركوب إلى العيد..... ' مسلم (٨٨٥) أبو داود (١١٤١) ابن خزيمة (١٤٥٩)]

(٦) [بخاری (٩٥٦) كتاب الجمعة : باب الخروج إلى المصلى بغير منبر ' مسلم (٨٨٩) نسائی (١٨٧/٣) أحمد (٣٦/٣) أبو يعلى (١٣٤٣) بيهقی (٢٩٧/٣)]

(٧) [مسلم (٨٨٥) كتاب صلاة العيدين ' نسائی (١٨٦/٣)]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواتین کا عیدگاہ میں جانا مشروع ہے۔سب سے پہلے جس شخص نے نمازعید سے پہلے خطبہ دے کر سنت کی مخالفت کی تھی وہ مروان (اموی خلیفہ) تھا یہی وجہ ہے کہ اسی وقت ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا تھا ﴿یا مروان خالفت السنة﴾ ''اے مروان! تو نے سنت کی مخالفت کی ہے۔''......(وہ اس طرح کہ) تو نے نماز سے پہلے خطبہ شروع کر دیا ہے۔(۱)

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ بھی ہے ﴿أول من أحدث الخطبة قبل الصلاة في العيد معاوية﴾ ''نمازعید سے پہلے خطبہ جس شخص نے سب سے پہلے شروع کیا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔''(۲)

(شوکانیؒ) نماز خطبے سے پہلے پڑھی جائے۔(۳)

خطبہ عید کا حکم

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا۔جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کی تو فرمایا ﴿إنا نخطب فمن أحب أن يجلس للخطبة فليجلس ومن أحب أن يذهب فليذهب﴾ ''یقیناً ہم خطبہ دیں گے پس جو خطبے کے لیے بیٹھنا پسند کرے وہ بیٹھ جائے اور جو جانا پسند کرے وہ چلا جائے۔''(٤)

نمازعید کا صرف ایک خطبہ ہے

گذشتہ تمام احادیث جن میں خطبے کا ذکر ہے وہ سب اس کی دلیل ہیں کیونکہ ان میں محض خطبہ دینے کا ہی ذکر ہے جو ایک مرتبہ خطبہ دینے کی تو دلیل ہے لیکن دو خطبوں کے لیے کوئی واضح دلیل ہونی چاہیے جو کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔تاہم اس ضمن میں چند ضعیف احادیث موجود ہیں جن میں سے ایک مندرجہ ذیل ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ صلى العيد بغير أذان ولا إقامة وكان يخطب خطبتين قائما يفصل بينهما بجلسة﴾ ''نبی ﷺ آذان اور اقامت کے بغیر نمازعید پڑھاتے اور کھڑے ہو کر دو خطبے دیتے اور ان دونوں کے درمیان بیٹھ کر فاصلہ کرتے۔''(٥)

خطبہ عید کو جمعہ کے خطبوں پر قیاس کرنا بھی کسی طور پر درست نہیں کیونکہ عبادات میں قیاس کا دخل نہیں۔

جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے مرد حضرات کو خطبہ دینے کے بعد خواتین کے پاس جا کر انہیں وعظ و نصیحت کیا اس سے بھی دوسرے خطبے کی مشروعیت کے لیے دلیل پکڑنا درست نہیں کیونکہ دوسری روایت میں یہ وضاحت ہے کہ ﴿ثم خطب فرأى أنه لم يسمع النساء فأتاهن وذكرهن﴾ ''پھر آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ ﷺ نے یہ خیال کیا کہ

(۱) [مسلم (٤٩) كتاب الإيمان : باب بيان كون النهي عن المنكر من الايمان...... أبو داود (١١٤٠، ٤٣٤٠) ترمذى (٢١٧٢) نسائى (١١١/٨) ابن ماجة (١٢٧٥) أحمد (٢٠/٣) بيهقى (٢٩٦/٣)]

(۲) [عبدالرزاق (٥٦٤٦)]

(۳) [نيل الأوطار (٥٩٣/٢)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (١٠٢٤) كتاب الصلاة : باب الجلوس للخطبة، أبو داود (١١٥٥) ابن ماجة (١٢٩٠) نسائى (١٨٥/٣) ابن خزيمة (١٣٦٢) بيهقى (٣٠١/٣)]

(٥) [كشف الأستار للبزار (٣١٥/١) (٦٥٧)] شیخ البانیؒ رقمطراز ہیں کہ یہ حدیث نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی حسن۔[تمام المنة (ص/٣٤٨)]



آپ ﷺ عورتوں کو نہیں سنا سکے لہٰذا آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور انہیں نصیحت کی۔''(۱)

عید کے دن صاف ستھرے لباس کے ساتھ خوبصورت بننا مستحب ہے

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ کان یلبس البرد الأحمر فی العیدین وفی الجمعة﴾ ''نبی ﷺ عیدین میں اور جمعہ کے دن سرخ چادریں پہنا کرتے تھے۔''(۲)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ کان یلبس برد حبرة فی کل عید﴾ ''نبی ﷺ ہر عید میں دھاری دار چادریں پہنا کرتے تھے۔''(۳)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی لباس بازار میں بکتا ہوا پایا تو اسے پکڑ کر نبی ﷺ کے پاس لے آئے اور عرض کیا ﴿یا رسول الله ابتع هذه فتجمل بها للعید والوفد﴾ ''اے اللہ کے رسول! آپ اسے خرید لیجیے اور اس کے ذریعے عید اور وفد کے لیے خوبصورتی اختیار کیجیے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إنما هذه لباس من لا خلاق له﴾ ''بے شک یہ ایسے شخص کا لباس ہے جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔''(٤)

(شوکانیؒ) دونوں عیدوں میں میسر لباس میں سے سب سے اچھا پہننا اور اسی طرح سب سے عمدہ خوشبو لگانا مسنون و ماثور ہے۔(٥)

آبادی سے باہر نکلنا مستحب ہے

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿کان النبی ﷺ یخرج یوم الفطر والأضحی إلی المصلی﴾ ''نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ کی طرف باہر نکلتے تھے۔''(٦)

(2) ایک قافلے نے گذشتہ روز چاند دیکھنے کی شہادت دی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ﴿وإذا أصبحوا أن یغدوا إلی مصلاهم﴾ ''جب صبح ہو تو وہ عیدگاہ کی طرف نکل آئیں۔''(۷)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے نماز عید کے لیے مسجد نہیں بلکہ عیدگاہ کو ہی ہمیشہ اختیار فرمایا۔(۸)

---

(۱) [مسلم (١٤٦٥) کتاب صلاة العیدین' ابن ماجة (١٢٦٣) کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها : باب ما جاء فی صلاة العیدین]

(۲) [**ضعیف** : التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة (٣٨٥/١) ابن خزیمة (١٣٢/٣)'(١٧٦٦) شیخ البانیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کی سند میں حجاج بن وارطاۃ راوی ضعیف ہے۔]

(۳) [طبرانی أوسط (٧٦٠٩)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد (١٩٨/٢)]

(٤) [بخاری (٩٤٨' ٨٨٦) کتاب الجمعة : باب فی العیدین والتجمل فیه' مسلم (٢٠٦٨) أبو داود (١٠٧٦) نسائی (٩٦/٣) ابن ماجة (٣٥٩١) أحمد (٢٠/٢)]

(٥) [السیل الجرار (٣٢٠/١)]

(٦) [بخاری (٩٥٦) کتاب الجمعة : باب الخروج إلی المصلی بغیر منبر' مسلم (٨٨٩)]

(۷) [**صحیح** : صحیح أبو داود (١٠٢٦) کتاب الصلاة : باب إذا لم یخرج الإمام للعید...... ' أبو داود (١١٥٧) أحمد (٥٨/٥) نسائی (١٨٠/٣) ابن ماجة (١٦٥٣) دارقطنی (١٧٠/٢) بیهقی (٣١٦/٣)]

(۸) [تفصیل کے لیے دیکھیے : الروضة الندیة (٣٦٣/١) سبل السلام (٦٧٩/٢)]



کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز عید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أنهم أصابهم مطر في يوم عيد فصلى بهم النبي ﷺ صلاة العيد في المسجد﴾ ''ایک عید کے موقع پر لوگوں کو بارش نے آلیا تو نبی ﷺ نے انہیں نماز عید مسجد میں پڑھادی۔''(۱)

یہ حدیث اگر چہ ضعیف ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفا بھی ایسی روایت موجود ہے کہ بارش ہو جائے تو مسجد میں نماز عید پڑھی جاسکتی ہے۔(۲) اور اس قاعدے کی وجہ سے بھی جواز کا اشارہ ملتا ہے ((الضرورات تبيح المحظورات)) ''ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح بنادیتی ہیں۔''(۳)

○ علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ نماز عید وسیع وکشادہ مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا آبادی سے باہر نکل کر پڑھنا افضل ہے۔

(شافعیؒ) اگر علاقے کی مسجد ہی وسیع وکشادہ ہو تو مسجد میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ اصل مقصود مرد اور خواتین کا اجتماع ہے اور وہ مسجد میں ہی ہوسکتا ہے تو باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔

(مالکؒ) آبادی سے باہر نکلنا ہی افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس پر مداومت اختیار فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آبادی سے باہر نماز عید کے متعلق کہا کہ ﴿لولا أنه سنة لصليت في المسجد﴾ ''اگر یہ عمل (یعنی آبادی سے باہر نکل کر نمازِ عید ادا کرنا) سنت نہ ہوتا تو میں مسجد میں نماز پڑھ لیتا۔''(٤)

(راجح) امام مالکؒ کا مؤقف راجح ہے۔(٥)

نماز عید کے لیے پیدل چل کے جانا

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿من السنة أن يخرج إلى العيد ماشيا﴾ ''عیدگاہ کی جانب پیدل چل کے جانا سنت ہے۔''(٦)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں عام لفظ ہیں ﴿إذا نودي بالصلاة فاتوها وأنتم تمشون﴾ ''جب نماز کے لیے آذان دی جائے تو تم اس کی طرف چلتے ہوئے آؤ۔''(۷)

(۱) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٢٤٨) كتاب الصلاة : باب يصلي بالناس العيد في المسجد إذا كان يوم مطر' المشكاة (١٤٤٨) ضعيف ابن ماجة (٢٧٠) أبو داود (١١٦٠) ابن ماجة (١٣١٣)]

(۲) [بيهقي (٣١٠/٣)]

(۳) [القوانين الفقهية الكبرى للدكتور صالح بن غانم (ص/٢٤٧)]

(٤) [ابن أبي شيبة (١٨٥/٢) نيل الأوطار (٥٩١/٢) سبل السلام (٦٨٦/٢) فتح الباري (١٢٦/٣)]

(٥) [السيل الجرار (٣٢٠/١)]

(٦) [حسن : صحيح ترمذي (٤٣٧) كتاب الجمعة : باب ما جاء في المشي يوم العيد' ترمذي (٥٣٠) ابن ماجة (١٢٩٦) اس کی سند میں حارث اعور راوی ہے جسے امام نوویؒ نے بالاتفاق کذاب کہا ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔ خلاصة الأحكام (٨٢٢/٢) نيل الأوطار (٥٨٢/٢)]

(۷) [مسلم (٩٤٦) كتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب استحباب اتيان الصلاة بوقار و سكينه]

(ترمذیؒ) اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ وہ عید کے لیے مردوں کا پیدل جانا پسند کرتے ہیں اور یہ کہ کوئی بھی بغیر عذر کے سوار نہ ہو۔(۱)

(بخاریؒ) انہوں نے یہ باب قائم کیا ہے ((المشي والركوب إلى العيد ......)) ''عید کے لیے پیدل چلنا اور سوار ہو کر جانا......''(۲)

(ابن حجرؒ) شاید امام بخاریؒ نے اس باب کو قائم کر کے نماز عید کے لیے چل کر جانے کے استحباب میں وارد روایات کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے (یعنی امام بخاریؒ عید کے لیے چل کر جانا اور سوار ہو کر جانا دونوں طرح جائز سمجھتے ہیں)۔(۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) راجح قول وہی ہے جسے اکثر اہل علم نے اختیار کیا ہے (یعنی چل کر جانا مستحب ہے)۔

(شوکانیؒ) عیدین کے مسنون افعال میں سے پیدل چل کر جانا بھی ہے۔(٤)

راستہ تبدیل کرنا مستحب ہے

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ إذا كان يوم عيد خالف الطريق﴾ ''جب عید کا دن ہوتا تو نبی ﷺ راستہ تبدیل کر لیتے۔''(۵)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ إذا خرج يوم العيد في طريق رجع في غيره﴾ ''نبی ﷺ عید کے روز جب کسی راستے سے نکلتے تو واپسی پر کسی دوسرے راستے سے لوٹتے۔''(٦)

نماز عید الفطر سے پہلے کچھ کھانا اور نماز عید الاضحیٰ سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے

(1) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ لا يخرج يوم الفطر حتى يطعم ولا يطعم يوم الأضحى حتى يصلي﴾ **''نبی ﷺ عید الفطر کے دن اس وقت تک نہ نکلتے جب تک کہ کچھ کھا نہ لیتے اور عید الاضحیٰ کے دن اس وقت تک کچھ نہ کھاتے جب تک کہ نماز نہ پڑھ لیتے۔''**(۷)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان رسول الله ﷺ لا يغدو يوم الفطر حتى يأكل تمرات ويأكلهن وترا﴾ **''رسول اللہ ﷺ نماز عید الفطر کے لیے نکلنے سے پہلے چند کھجوریں تناول فرمایا کرتے تھے اور طاق عدد میں کھجوریں**

(۱) [ترمذی (۵۳۰)]

(۲) [بخاری (۹۵۷)]

(۳) [فتح الباری (۱۲۷/۳ ـ ۱۲۸)]

(٤) [السیل الجرار (۳۲۰/۱)]

(۵) [بخاری (۹۸٦) كتاب الجمعة : باب ما خالف الطريق إذا رجع يوم العيد]

(٦) [صحيح : صحيح ترمذی (٤٤٦) كتاب الجمعة : باب ما جاء في خروج النبي إلى العيد في طريق و رجوعه من طريق آخر ' ترمذی (٥٤١) ابن ماجة (١٣٠١) أحمد (٣٣٨/٢) ـ مسلم (٢٩٦/١) ابن خزيمة (١٤٦٨)]

(۷) [صحيح : صحيح ترمذی (٤٤٧) كتاب الصلاة : باب ما جاء في الأكل يوم الفطر قبل الخروج ' ترمذی (٥٤٢) ابن ماجة (١٧٥٦) دارمی (٣٧٥/١) ابن خزيمة (١٤٢٦)]



کھایا کرتے تھے۔'' (۱)

نماز عید کا وقت سورج کے نیزے کے برابر بلند ہونے سے ڈھلنے تک ہے

(1) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أنه خرج مع الناس يوم عيد فطر أو أضحى فأنكر إبطاء الإمام وقال إنا كنا قد فرغنا ساعتنا هذه وذلك من التسبيح﴾ ''وہ لوگوں کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نکلے تو انہیں امام کے تاخیر کر دینے پر نہایت تعجب ہوا اور انہوں نے کہا کہ بے شک ہم تو اس وقت (نماز پڑھ کے) فارغ ہو چکے ہوتے تھے اور وہ نماز چاشت کا وقت تھا۔'' (۲)

(2) حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ يصلي بنا يوم الفطر والشمس على قيد رمحين والأضحىٰ على قيد رمح﴾ ''نبی ﷺ عید الفطر اس وقت پڑھتے تھے جب سورج دو نیزوں کے برابر بلند ہو جاتا اور عید الاضحیٰ اس وقت پڑھتے جب سورج ایک نیزے کے برابر ہوتا۔'' (۳)

(شوکانیؒ) نماز عیدین کے وقت کی تعیین میں سب سے اچھی وارد شدہ حدیث حدیثِ جندب رضی اللہ عنہ ہے۔ (٤)

امام شافعیؒ نے مرسلا روایت کیا ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كتب إلى عمرو بن حزم وهو بنجران أن عجل الأضحى وأخر الفطر﴾ ''نبی ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی طرف جو کہ نجران میں تھے خط لکھا کہ عید الاضحیٰ جلدی پڑھا کرو اور عید الفطر کچھ تاخیر سے پڑھا کرو۔'' (٥)

اگرچہ ان احادیث میں ضعف ہے لیکن ان سے ماخوذ مسائل پر اتفاق ہے۔ (٦)

نماز عیدین کا آخری وقت زوال آفتاب ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے زوالِ آفتاب کے بعد چاند نظر آنے کی اطلاع ملنے پر کہا کہ ''کل صبح لوگ نماز عید کے لیے عید گاہ پہنچیں۔'' (۷)

اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۸)

---

(۱) [بخاری (۹۵۳) كتاب العيدين : باب الأكل يوم الفطر قبل الخروج ' ابن ماجة (۱۷٥٤) أحمد (۱۲٦/۳) ابن خزيمة (۱٤۲۹)]

(۲) [صحیح : صحيح أبو داود (۱۰٤۰) كتاب الصلاة : باب وقت الخروج إلى العيد ' إرواء الغليل (۱۰۱/۳) أبو داود (۱۱۳٥) ابن ماجة (۱۳۱۷) بخاری تعليقا (۹٦۸) تمام المنة (ص/۳٤۸) التعليقات الرضية على الروضة الندية (۳۸۷/۱)]

(۳) [ضعیف : تلخيص الحبير (۱٦۷/۲) اس کی سند میں معلی بن ہلال راوی کذاب ہے اس لیے یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ شیخ البانیؒ نے یہ وضاحت کی ہے۔ [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۳۸٦/۱) تمام المنة (ص/۳٤۷)]

(٤) [نيل الأوطار (٥۹۲/۲)]

(٥) [بدائع المنن (۱۷۳-۱۷۲/۱)' (٤۹۰) اس کی سند میں ابراہیم بن محمد شیخ الشافعی ضعیف ہے۔ [الروضة الندية (۳٦٥/۱)]

(٦) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۳٥۷/۲) الموعظة الحسنة (٤۳-٤٤) زاد المعاد (٤٤۲/۱) موسوعة الإجماع في الفقه الإسلامي (٦٥٤/۲)]

(۷) [صحیح : صحيح أبو داود (۱۰۲٦) أبو داود (۱۱٥۷)]

(۸) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: البحر الزخار (٥۳۲) نيل الأوطار (٥۹۲/۲) الروضة الندية (۳٦٥/۱)]



نماز عیدین کے لیے نہ اذان ہے اور نہ اقامت

(1) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿صليت مع النبي ﷺ العيد غير مرة ولا مرتين بغير أذان ولا إقامة﴾ ''میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز عید ایک مرتبہ یا دو مرتبہ نہیں (بلکہ کئی مرتبہ) بغیر آذان واقامت کے پڑھی۔'' (١)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿لم يكن يؤذن يوم الفطر ولا يوم الأضحى﴾ ''عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن آذان نہیں کہی جاتی تھی۔'' (٢)

خطبہ عید کے لیے منبر مشروع نہیں

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے نماز عید کے متعلق مروی روایت میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نماز کی ادائیگی کے بعد رخ پھیرتے ﴿فيقوم مقابل الناس﴾ ''اور لوگوں کے بالمقابل کھڑے ہو جاتے۔'' (٣)

یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے منبر استعمال نہیں فرمایا۔ (٤)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ﴿إن أول من اتخذ المنبر في مصلى العيد مروان﴾ ''سب سے پہلے مروان نے عیدگاہ میں منبر رکھوایا۔'' (٥) البتہ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ ﴿خطب يوم عيد على راحلته﴾ ''نبی ﷺ نے اپنی سواری پر خطبہ عید ارشاد فرمایا۔'' (٦) اس سے معلوم ہوا کہ کسی سواری وغیرہ پر بیٹھ کر خطبہ دینا مباح و درست ہے۔

تکبیرات ایام تشریق اور عشرہ ذی الحجہ

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ﴾ [البقرة: ٢٠٣] ''اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو۔''

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں۔ (٧)

(شوکانیؒ) ان دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں۔ (٨)

(2) حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كنا نؤمر أن نخرج الحيض فيكبرن بتكبيرهم﴾ ''ہمیں حکم دیا جاتا تھا

---

(١) [مسلم (٨٨٧) كتاب صلاة العيدين' أحمد (٩١/٥) أبو داود (١١٤٨) ترمذي (٥٣٢)]

(٢) [بخاري (٩٥٩' ٩٦٠) كتاب الجمعة : باب المشي والركوب إلى العيد...... مسلم (٧٧٦)]

(٣) [بخاري (٩٥٦) كتاب الجمعة : باب الخروج إلى المصلى بغير منبر' مسلم (٨٨٩)]

(٤) [سبل السلام (٦٧٩/٢)]

(٥) [بخاري (٩٥٦)]

(٦) [الإحسان (٦٥/٧)'(٢٨٢٥) أبو يعلى (١١٨٢) امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو صحیح کے رجال کہا ہے۔ [المجمع (٢٠٥/٢) ابن خزيمة (١٤٤٥) اس حدیث کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے جیسا کہ شیخ شعیب ارنؤوطؒ نے نقل کیا ہے۔ [التعليق على سبل السلام للشيخ : صبحي حسن حلاق (٢٣١/٣)]

(٧) [بخاري (٩٦٩)]

(٨) [السيل الجرار (٣٢٠/١)]

کہ ہم (عید کے روز) حائضہ عورتوں کو بھی نکالیں تا کہ وہ بھی تکبیرات کہنے میں لوگوں کی شریک ہوں۔‘‘ (۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایام تشریق (یعنی ۱۱‘ ۱۲‘ ۱۳ ذوالحجہ) میں تکبیریں کہنا مشروع ہے۔ اسی طرح عشرہ ذوالحجہ میں بھی بلند آواز سے تکبیریں کہنا ثابت ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ﴾ [الحج : ۲۸] ’’اور لوگ معلوم دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں۔‘‘

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایام معلومات سے مراد عشرہ ذوالحجہ ہے۔ (۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ما من أيام أعظم عند الله سبحانه و لا أحب إليه العمل فيهن من هذه الأيام العشر فأكثروا فيهن من التهليل والتكبير والتحميد﴾ ’’کوئی دن ایسے نہیں ہیں جن میں عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس دنوں سے زیادہ پر عظمت اور پسندیدہ ہو۔ اس لیے ان میں کثرت سے یہ ذکر کیا کرو ’’لا إله الا الله ‘ الله اكبر اور الحمد لله‘‘ (۳)

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ عشرہ ذوالحجہ کے دنوں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار کی طرف نکلتے اور تکبیریں کہتے اور لوگ بھی ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتے۔‘‘ (۴)

ایام معدودات اور ایام معلومات کی تعیین میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے جسے طویل وضخیم کتب فقہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (۵)

معلوم ہوا کہ عشرہ ذوالحجہ اور ایام تشریق میں کثرت سے ذکر کرنا چاہیے اور تکبیرات کہنی چاہییں۔ بعض علماء نے ان تکبیرات کے لیے مختلف اوقات کی تعیین بھی کی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (۶)

اور اسی طرح تکبیرات کے ابتدائی اور انتہائی وقت میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ (۷)

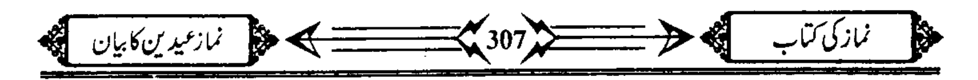
اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کچھ بھی ثابت نہیں ہے البتہ جو سب سے زیادہ صحیح قول مروی ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ’’نو ذوالحجہ کو نماز فجر سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی نماز عصر تک با آواز بلند تکبیریں کہنی چاہییں۔ (۸)

تکبیرات کے الفاظ

(1) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ’’الله أكبر الله أكبر الله أكبر كبيرا﴾‘‘ (۹)

---

(۱) [بخاری (۲۹۸۔البغا)]
(۲) [بخاری (۹۶۹)]
(۳) [أحمد (۷۵/۲) عبد بن حمید (۸۰۷)]
(۴) [بخاری (۹۶۹)]
(۵) [المجموع (۳۵۰/۸) الحاوی (۳۶۶/٤) المبسوط (٤٣٣/٢) تحفة الفقهاء (۲۸۷/۱) الاختيار (۸۱/۱) الكافي لابن عبدالبر (ص/۱٤٥)]
(٦) [فتح الباری (۱٤۱/۳)]
(۷) [المجموع (۳٦/٥) المبسوط (٤۲/۲) بدائع الصنائع (۱۹٥/۱) الأم (۲٤۰/۱)]
(۸) [الأوسط لابن المنذر (۳۰۰/٤) نيل الأوطار (٦۲۱/۲)]
(۹) [بيهقی فی السنن الكبرى (۳۱٦/۳) نيل الأوطار (٦۲۱/۲)]



(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ لفظ ہیں "اللہ أکبر کبیرا اللہ أکبر کبیرا ' اللہ أکبر و أجل ' اللہ اکبر و للہ الحمد"(۱)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں "اللہ أکبر اللہ أکبر لا إله إلا اللہ و اللہ أکبر اللہ أکبر و للہ الحمد"(۲)

(احمدؒ، اسحاقؒ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ کہنے چاہییں۔(۳)

عیدین کے متعلق ایک من گھڑت روایت

﴿من أحیی لیلة الفطر و الأضحی لم یمت قلبه یوم تموت القلوب﴾ "جس شخص نے (عبادت و اذکار کے ذریعے) عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات کو زندہ رکھا تو جس دن دلوں کو موت آئے گی اس کا دل نہیں مرے گا۔"(٤)

عید کے روز ملاقات کے وقت دعا دینا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عید کے روز جب ایک دوسرے کو ملتے تو ان الفاظ میں دعا دیتے " تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْکَ "(٥)

عید کے روز جہادی کھیل اور بے ہودگی سے پاک اشعار کہنا مستحب ہے

(1) عید کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشہ کے کچھ لوگ مسجد میں ڈھالوں اور برچھوں سے کھیل رہے تھے۔(٦)

(2) عید کے روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جنگ بعاث کے متعلق اشعار گانے والی دو انصاری لڑکیوں کو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿یا أبا بکر إن لکل قوم عید و هذا عیدنا﴾ "اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج یہ ہماری عید ہے۔"(٧)

---

(۱) [ابن أبی شیبة (٤٨٩/١) الکنی للدولابی (١٢٤/١)]

(۲) [تمام المنة (ص/٣٥٦) إرواء الغلیل (١٢٥/٣) نیل الأوطار (٦٢١/٢) ابن أبی شیبة (٤٨٨/١) طبرانی (٣٥٥/٩)]

(۳) [الأم (٤٠١/١) المجموع (٤٧/٥) المبسوط (٤٣/٢) الهدایة (٨٧/١) المغنی (٢٩٠/٣) بدایة المجتهد (١٧٤/١)]

(٤) [موضوع: الضعیفة (٥٢٠، ٥٢١)]

(٥) [تمام المنة (ص/٣٥٥)]

(٦) [بخاری (٩٥٠) کتاب العیدین: باب الحراب و الدرق یوم العید]

(٧) [بخاری (٩٥٢) کتاب العیدین: باب سنة العیدین لأهل الإسلام]



باب صلاۃ الخوف نماز خوف کا بیان

خوف کی حالت میں پڑھی جانے والی نماز کو "صلاۃ الخوف" کہتے ہیں۔ یعنی لشکرِ اسلام کفار کے لشکر کے بالمقابل ہو لیکن فریقین میں باہم مڈبھیڑ شروع نہ ہوئی ہو اور اگر دونوں لشکر گتھم گتھا ہو کر لڑائی شروع کر چکے ہوں تو پھر ہر ممکن صورت میں نماز درست ہے جیسا کہ آئندہ اس کا بیان آئے گا۔

مشروعیت: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ ...... الخ﴾ "جب تم ان میں ہو اور ان کے لیے نماز کھڑی کرو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لیے کھڑی ہو پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو ہٹ کر تمہارے پیچھے جائیں اور وہ دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آجائے اور تیرے ساتھ نماز ادا کرے اور اپنا بچاؤ اور اپنے ہتھیار لیے رہے۔"

نماز خوف کی مشروعیت پر صحابہ کا اجماع ہے۔(۱)

(جمہور) بیشتر علماء کا بھی یہی مؤقف ہے کہ نماز خوف آج بھی اسی طرح مشروع ہے جیسے (عہد نبوی) میں تھی۔

(ابو یوسفؒ) نماز خوف صرف نبی ﷺ کے ساتھ خاص تھی۔

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔(۲)

علماء نے حضر میں نماز خوف پڑھنے میں اختلاف کیا ہے۔

(جمہور، ابو حنیفہؒ، احمدؒ، شافعیؒ) سفر و حضر دونوں میں نماز خوف پڑھنا جائز ہے۔

(مالکؒ) نماز خوف کے لیے سفر شرط ہے۔

(راجح) پہلا مؤقف راجح ہے۔(۳)

نماز خوف کے مختلف طریقے

نمازِ خوف کے طریقوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ ابن قصار مالکیؒ نے دس، امام نوویؒ نے سولہ، امام ابن قیمؒ نے چھ (اصلی طریقے) بیان کیے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے امام ابن قیمؒ کی بات کو قابل اعتماد کہا ہے۔ اس کے علاوہ بعض نے سترہ، اٹھارہ اور ان سے کم و بیش طریقے بھی بیان کیے ہیں۔(٤)

صحیح اور ثابت طریقوں میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۱٤٥٨/۲) تحفة الأحوذي (۱۷۸/۳)]

(۲) [تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباري (۱۰۰/۳) شرح مسلم للنووي (۳۹۱/۳) نيل الأوطار (٦۲۳/۲) الفقه الإسلامي وأدلته (۱٤٥٨/۲)]

(۳) [نيل الأوطار (٦۲٤/۲)]

(٤) [نيل الأوطار (٦۲۲/۲-٦۲۳) فتح الباري (۱۰۲/۳) شرح مسلم للنووي (۳۹۰/۳) الروضة الندية (۳٦۸/۱)]

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گروہ کو دو دو رکعتیں پڑھائیں اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئی اور لوگوں کی دو۔“ (۱)

(2) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گروہ کو ایک ایک رکعت پڑھائی۔“ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکتیں ہوئیں اور لوگوں کی ایک۔“ (۲)

(3) حضرت صالح بن خوات رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے بیان کیا ہے کہ ”ایک گروہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف بندی کی اور ایک دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے کے لیے اس کے روبرو صف بند ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف باندھ کر کھڑے تھے ایک رکعت پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے کھڑے رہے۔ انہوں نے اپنے طور پر باقی نماز ادا کر لی اور چلے گئے۔ جا کر دشمن کے سامنے صف بند ہو گئے۔ پھر دوسرا گروہ آیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے باقی اپنی ایک رکعت پڑھائی اور بیٹھے رہے۔ انہوں نے اس دوران اپنے طور پر نماز مکمل کر لی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سلام پھیر دیا۔“ (۳)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ ”ایک جماعت نماز ادا کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑی ہو گئی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑی ہو گئی۔ جو جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک تھی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رکوع اور دو سجدے کیے اور اس گروہ کی جگہ واپس چلی گئی جس نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی۔ اس جماعت کے افراد آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا مگر دونوں گروہوں نے اٹھ کر الگ الگ اپنی رکعت پوری کی۔“ (٤)

(5) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ایک اور طریقہ بھی منقول ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں کو اکٹھی نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تو انہوں نے بھی تکبیر کہی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو انہوں نے بھی رکوع کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا تو انہوں نے بھی سر اٹھایا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس صف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھی اور دوسری صف دشمن کے سامنے کھڑی رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی صف نے جب سجدے مکمل کیے تو دوسری صف نے سجدے کیے' پھر پہلی صف پیچھے ہٹ گئی اور دوسری صف آگے آ گئی۔ انہوں نے بھی ویسے ہی کیا جیسا کہ پہلی صف والوں

---

(۱) [بخاری تعلیقا (٤١٣٦) کتاب المغازی : باب غزوہ ذات الرقاع' مسلم (٣١٢) نسائی (١٧٨/٣) دارقطنی (٦١/٢) الروضۃ الندیۃ (٣٧١/١)]

(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (١١٠٩) نسائی (١٥١٢) کتاب الصلاۃ : باب من قال یصلی بکل طائفۃ رکعۃ ولا یقضون' أحمد (٣٨٥/٥) أبو داود (١٢٤٦) بیھقی (٢٦١/٣)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (٢١١/٣) التعلیق علی الروضۃ الندیۃ (٣٦٨/١)]

(۳) [بخاری (٤١٢٩) کتاب المغازی : باب غزوۃ ذات الرقاع' مسلم (٨٤٢) مؤطا (١٨٣/١) أحمد (٤٤٨/٣) أبوداود (١٢٣٨) نسائی (١٧١/٣) دارقطنی (٦٠/٢) بیہقی (٢٥٣/٣)]

(٤) [بخاری (٩٤٢) کتاب الجمعۃ : باب وقول اللہ تعالی وإذا ضربتم فی الأرض ......' مسلم (٨٣٩) أحمد (١٠٠/٢) نسائی (١٧٣/٣) دارقطنی (٥٩/٢)]

نے کیا تھا پھر آخر میں دونوں صفوں نے اکٹھے نبی ﷺ کے ساتھ سلام پھیر دیا۔'' (۱)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ''ایک گروہ نبی ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور دوسرا گروہ دشمن کے سامنے کھڑا ہو گیا' ان کی کمریں قبلے کی جانب تھیں۔ آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور جو دشمن کے بالمقابل تھے سب نے اکٹھے تکبیر کہی پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا تو آپ ﷺ کے ساتھ موجود لوگوں نے بھی رکوع کیا اور اسی طرح سجدہ بھی کیا لیکن دریں اثناء دوسرا گروہ دشمن کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ کے قریبی صف والے بھی کھڑے ہوئے اور دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے جبکہ وہ گروہ جو پہلے دشمن کے مقابلے میں تھا نبی ﷺ کے پیچھے آ گیا اور آ کر رکوع اور سجدے کیے۔ اس دوران نبی ﷺ کھڑے ہی رہے پھر وہ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے رکوع کیا اور انہوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ رکوع کیا۔ آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو انہوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا پھر وہ گروہ جو دشمن کے مقابلے میں تھا آیا اور انہوں نے رکوع اور سجدے کیے لیکن اس دوران نبی ﷺ اور آپ کے قریبی صف والے بیٹھے ہی رہے' پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو ان سب نے اکٹھے سلام پھیر دیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی بھی دو رکعتیں ہوئیں اور ہر گروہ کی بھی دو رکعتیں ہو گئیں۔ (۲)

یہ سب طریقے کفایت کرنے والے ہیں

کیونکہ یہ تمام طریقے نبی ﷺ سے ثابت ہیں اور ہر ایسا کام جو نبی ﷺ کے فعل سے ثابت ہو وہ جائز ہوتا ہے اس لیے حسب مصلحت و ضرورت ان میں سے کسی کو بھی اختیار کر لیا جائے تو یقیناً کافی ہوگا۔

(احمدؒ) ان طریقوں میں سے کسی کو بھی انسان اختیار کرے تو یہ جائز ہے۔ (۳)

(نوویؒ) یہ تمام طریقے جائز ہیں۔ (٤)

(خطابیؒ) ہر وہ طریقہ جو نماز کے لیے زیادہ احتیاط والا اور پہرے کے لیے زیادہ سودمند ہو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ (٥)

(شوکانیؒ) نمازی ان میں سے کوئی بھی طریقہ اپنا لے کفایت کر جائے گا۔ (٦)

(عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

---

(۱) [مسلم (٨٤٠) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب صلاة الخوف' أحمد (٣/٣١٩) نسائی (٣/١٧٥) بیهقی (٣/٢٥٧) ابن ماجة (١٢٦٠)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (١١٠٥) كتاب الصلاة : باب من قال يكبرون جميعا' أحمد (٢/٣٢٠) أبو داود (١٢٤٠)]

(۳) [نيل الأوطار (٢/٦٢٣)]

(٤) [شرح مسلم (٣/٣٩٠)]

(٥) [معالم السنن (١/٢٦٩)]

(٦) [السيل الجرار (١/٣١٣)]

(۷) [تحفة الأحوذی (٣/١٧٩)]

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۱)

اگر یہ بات کہی جائے کہ مختلف طریقوں کے ساتھ نماز پڑھنے میں بالآخر حکمت کیا ہے تو دو باتیں ہی سامنے آتی ہیں:

(1) واقعات و حوادث اور خوف کی کمی بیشی میں احوال و صورتحال مختلف ہونے کے پیش نظر نماز کے بعض طریقے ایک دوسرے سے زیادہ نفع رساں تھے اس لیے انہیں اختیار کیا گیا۔

(2) آپ ﷺ نے یہ نماز مختلف طریقوں سے اس لیے پڑھی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ تمام طریقے شرعی ہیں۔(۲)

جب خوف سخت ہو یا گھمسان کی لڑائی ہو تو پیدل یا سوار ہی نماز پڑھ لینی چاہیے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾ [البقرة: ۲۳۹] ''اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل یا سوار ہو کر (جیسے بھی ممکن ہو نماز پڑھ لو)۔''

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز خوف کا طریقہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ﴿فإن كان خوف هو أشد من ذلك صلوا رجالا قياما على أقدامهم أو ركبانا مستقبل القبلة أو غير مستقبليها﴾ ''اگر خوف اس سے زیادہ سخت ہو تو پیدل اپنے قدموں پر کھڑے کھڑے' یا سوار (اسی حالت میں) قبلہ رخ ہو کر' یا قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت میں (جیسے بھی ممکن ہو) نماز پڑھ لو۔''

امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نافعؒ نے کہا ''میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہی بیان کی ہے۔''(۳)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿فإن كان خوف أشد من ذلك فرجالا أو ركبانا﴾ ''اگر خوف اس سے بھی زیادہ سخت ہو تو پیدل یا سوار (جیسے بھی ممکن ہو نماز پڑھ لو)۔''(٤)

(4) حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خالد بن سفیان ھذلی کو قتل کرنے کے لیے روانہ کیا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ میرے درمیان اور اس کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ حائل ہو جائے جو نماز کو لیٹ کر دے لہذا میں نے چلنا شروع کیا اور اشاروں سے ہی نماز پڑھنے لگا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے کہا تو کون ہے...... الخ۔(٥)

اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس میں محل شاہد ''بوقت خوف اشاروں کے ساتھ نماز پڑھنا'' گزشتہ صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ پیدل یا سواری کی حالت میں انسان یقیناً اشاروں سے ہی نماز پڑھے گا۔

(۱) [الروضة الندية (۱/۳۷۰)]

(۲) [الروضة الندية (۱/۳۷۱)]

(۳) [بخاری (٤٥٣٥) كتاب التفسير : باب وقوموا لله قانتين]

(٤) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۰٤۰) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء في صلاة الخوف ' إرواء الغليل (٥٨٨) ابن ماجة (۱۲٥٨)]

(٥) [ضعيف : ضعيف أبو داود (۲۳۲) كتاب الصلاة : باب صلاة الطالب ' تمام المنة (ص/۳۱٥) إرواء الغليل (٥٨٩) أحمد (٤٩٦/۳) أبو داود (۱۲٤٩) ابن خزيمة (۹۸۲)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [فتح الباری (۱۱۰/۳)]



ایک اشکال اور اس کا جواب

اگر کوئی کہے کہ اس رخصت کے باوجود نبی ﷺ اور صحابہ نے اس کیفیت کے برخلاف جنگِ احزاب کے دن چاروں نمازیں رات کو اکٹھی کیوں پڑھیں؟ (۱)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ یہ معاملہ (یعنی جنگِ احزاب میں آپ ﷺ اور صحابہ کا بعد میں نمازیں جمع کرنا) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے نازل ہونے سے پہلا کا ہے ﴿فرجالا أو ركبانا﴾ ''پیدل یا سواری نماز پڑھ لو۔'' اور اُس حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿وذلك قبل أن ينزل في القتال ما نزل﴾ ''یہ قتال کے بارے میں جو کچھ نازل ہو چکا ہے' اس کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔'' (۲)



---

(۱) [مذکورہ حدیث کے لیے دیکھیے: بخاری (۵۹۶' ۵۹۸' ۴۱۱۲) مسلم (۶۳۱) ترمذی (۱۸۰) نسائی (۸۴/۳) شرح السنة (۳۹۶) مؤطا (۱۸۳/۱)]

(۲) [صحیح: صحیح نسائی (۶۳۸) كتاب الأذان: باب الأذان للفائت من الصلوات ' نسائی (۶۶۱) أحمد (۲۵/۳) دارمی (۳۵۸/۱)] شیخ محمد صبحی حلاق فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [التعليق على السيل الجرار (۶۳۰/۱)]



باب صلاة السفر — نمازِ سفر کا بیان

دورانِ سفر قصر کرنا واجب ہے

قصر نماز سے مراد یہ ہے کہ چار رکعت والی نماز کو کم کر کے حالت سفر میں دو رکعت ادا کرنا۔ اس کے حکم میں علماء کا اختلاف تو موجود ہے لیکن زیادہ قوی دلائل ان لوگوں کے ہیں جو وجوب کے قائل ہیں۔ (واللہ اعلم)

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أول ما فرضت الصلاة ركعتان فأقرت صلاة السفر وأتمت صلاة الحضر﴾ ''ابتداء میں (سفر و حضر میں) دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی پھر سفر کی نماز کو باقی رکھا گیا اور حضر کی نماز مکمل کر دی گئی۔''(۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿إن الله فرض الصلاة على لسان نبيكم على المسافر ركعتين وعلى المقيم أربعا والخوف ركعة﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے ذریعے مسافر پر دو رکعتیں، مقیم پر چار رکعتیں اور حالت خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔''(۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ﴿أن الله أمرنا أن نصلي ركعتين في السفر﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم دورانِ سفر صرف دو رکعت نماز ادا کریں۔''(۳)

(4) حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر نماز کے متعلق فرمایا ﴿صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته﴾ ''یہ ایسا صدقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے لہٰذا تم اس کے صدقے کو قبول کرو۔''(٤)

(5) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿صلاة السفر ركعتان﴾ ''سفر کی نماز دو رکعت ہے۔''(٥)

(6) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يكره أن تؤتى معصيته﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کو اس طرح پسند کرتے ہیں جیسے اپنی نافرمانی کے ارتکاب کو

---

(۱) [بخاری (۱۰۹۰، ۳۹۳۵) کتاب الجمعة: باب یقصر إذا خرج من موضعه، مسلم (٦٨٥) أحمد (۲۷۲/٦) بیهقی (۱٤۳/۳) دارمی (۳٥٥/۱) نسائی (۲٥٥/۱)]

(۲) (مسلم (٦٨٧) کتاب صلاة المسافرین وقصرها: باب صلاة المسافرین وقصرها، أحمد (۲۳۷/۱) أبو داود (۱۲٤۷) بیهقی (۱۳٥/۳) ابن خزیمة (۱۳٤٦)]

(۳) [صحیح: صحیح نسائی (٤٤۳) کتاب الصلاة: باب کیف فرض الصلاة، نسائی (٤٥٨) ابن حبان (۱٤٥۱)، (۲۷۳٥) ابن خزیمة (۹٤٦) ابن ماجة (۱۰٦٦) أحمد (۹٤/۲) بیهقی (۱۳٦/۳) موطا (۱٤٥/۱)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی السیل الجرار (٦۲۱/۱)]

(٤) [أحمد (۳٦/۱) مسلم (٦٨٦) کتاب صلاة المسافرین وقصرها: باب صلاة المسافرین وقصرها، أبو داود (۱۱۹۹) ترمذی (۳۰۲٥) ابن ماجة (۱۰٦٥) نسائی (۱۱٦/۳) دارمی (۳٥٤/۱) ابن أبی شیبة (۲۰۳/۲) ابن خزیمة (۹٤٥)]

(٥) [صحیح: صحیح ابن ماجة (۱۳٦٤) کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها: باب تقصیر الصلاة فی السفر، ابن ماجة (۱۰٦٤) أحمد (۳۷/۱) نسائی (۱۱۱/۳) بیهقی (۱۹۹/۳)]



ناپسند کرتے ہیں۔"(۱)

(7) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿فكان لا يزيد في السفر على ركعتين وأبا بكر وعمر وعثمان كذلك﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل بھی اسی طرح تھا۔(۲)

(ابن تیمیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت سفر میں کبھی چار رکعت نماز نہیں ادا کی۔(۳)

(شوکانی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام سفروں میں صرف قصر ہی ثابت ہے۔(۴)

اس کے حکم میں فقہا کا اختلاف ہے۔

(ابوحنیفہ) قصر نماز واجب ہے' امام مالک سے بھی ایک قول یہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام قتادہ اور امام حسن سے بھی یہی مؤقف مروی ہے۔

(احمد، شافعی) مسافر کو مکمل یا قصر نماز پڑھنے میں اختیار ہے لیکن قصر افضل ہے۔

(مالک) قصر نماز سنت مؤکدہ ہے۔(۵)

(ابن تیمیہ) قصر نماز سنت ہے اور مکمل پڑھنا مکروہ ہے۔(۶)

قصر نماز کو غیر واجب کہنے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ﴾ [النساء: ۱۰۱] اس آیت میں قصر کرنے والے شخص پر کوئی گناہ نہ ہونے کا ذکر ہے نہ کہ قصر نہ کرنے والے پر گناہ ہونے کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگرچہ اس آیت سے صرف جواز ہی ثابت ہوتا ہے لیکن دیگر (گذشتہ) احادیث وجوب پر شاہد ہیں اور اصول میں یہ بات ثابت ہے کہ وجوب کو اباحت و جواز پر ترجیح ہوتی ہے۔(۷)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كان يقصر في السفر ويتم﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر قصر نماز

(۱) [صحيح: أحمد (۱۰۸/۲) ابن حبان (۲۷۴۲) بيهقي (۱٤٠/۳) شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۱۳۲/۳)]

(۲) [بخاری (۱۱۰۲) كتاب الجمعة: باب من لم يتطوع في السفر دبر الصلاة وقبلها' مسلم (٦٨٩) أبو داود (۱۲۲۳) نسائی (۱۲۳/۳) ابن ماجة (۱۰۷۱) أحمد (۲٤/۲) ابن خزيمة (۱۲۵۷)]

(۳) [مجموع الفتاوى (۷/۲٤)]

(٤) [السيل الجرار (۳۰٦/۱)]

(۵) [بدائع الصنائع (۹۷/۱) المبسوط (۲۳٦/۱) رد المحتار (٦۰٦/۲) المغني (۱٤۸/۳) الأم (۳۲۱/۱) المجموع (۲٤۱/٤) المدونة الكبرى (۱۱۵/۱) الكافي لابن عبدالبر (۲۰۸/۱) تفسير قرطبي (۳۵۲/۵) بداية المجتهد (۱۲۰/۱) قوانين الأحكام لابن جزى (ص/۹۹)]

(٦) [مجموع الفتاوى (۷/۲٤)]

(۷) [المستصفى (۳۱۸/۲) المحصول (۵۸۳/۲)]

بھی پڑھتے تھے اور مکمل بھی۔''(۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ عمرہ رمضان کے لیے گئی تو آپ ﷺ نے قصر نماز پڑھی جبکہ میں نے مکمل پڑھی پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے قصر اور میں نے مکمل نماز پڑھی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أحسنت یا عائشة﴾ ''اے عائشہ! تو نے بھی اچھا کیا ہے۔''(۲)

(4) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقام منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی۔(۳)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اسی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے منیٰ میں رسول اللہ ﷺ ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعتیں ادا کی ہیں۔ نیز یہ حدیث اس لیے بھی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ مجرد صحابی کا فعل رسول اللہ ﷺ کے صحیح و ثابت اوامر کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

(راجح) وجوب کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔ لیکن اگر بالفرض قصر نماز کو غیر واجب بھی سمجھا جائے تب بھی حالت سفر میں اس کا اُسی طرح التزام مستحب و اولیٰ ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے اس کا التزام کیا۔

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(شوکانیؒ) دوران سفر قصر نماز واجب ہے۔(٥)

(ابن حزمؒ) قصر نماز فرض ہے۔(٦)

(صدیق حسن خانؒ) حق بات یہی ہے کہ قصر واجب ہے۔(٧)

---

(۱) [دارقطنی (۱۸۸/۲) بیهقی (۱٤۱/۳)] امام دارقطنیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ لیکن فی الحقیقت یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں سعید بن محمد بن ثواب راوی مجہول ہے۔ [إرواء الغليل (۷/۳)] امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے جھوٹ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ [مجموع الفتاوی (۱٤٥/۲٤)] حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ امام احمدؒ نے اسے منکر کہا ہے اور اس کی صحت بہت دور کی بات ہے۔ [تلخيص الحبير (۹۲/۲)]

(۲) [دارقطنی (۱۸۷/۲)] امام دارقطنی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ دراصل یہ حدیث قابل حجت نہیں کیونکہ عبدالرحمٰن بن اسود کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع میں اختلاف ہے۔ [نيل الأوطار (٤٧٤/۲)] اور اس وجہ سے بھی کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صحیح احادیث میں ثابت (کہ آپ ﷺ نے ماہ رمضان میں کوئی عمرہ نہیں کیا) کے مخالف ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے اور سب ذوالقعدہ میں کیے سوائے اُس کے جو حج کے ساتھ کیا۔'' [بخاری مع الفتح (٦۰۰/۳) مسلم (۹۱٦/۲)] امام ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے۔ [مجموع الفتاوی (۱٤٦/۲٤)] خلاصہ بحث یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : نصب الراية (۹۱/۲) تلخيص الحبير (٤٦/۲) إرواء الغليل (۸/۳) زاد المعاد (٤٦٥/۱)]

(۳) [بخاری (۱۰۸٤) کتاب تقصير الصلاة : باب الصلاة بمنى ' أبو داود (۱۹٦۰) مسلم (٦۹٤) نسائی (۱٤٤۹)]

(٤) [تحفة الأحوذي (۱۳۳/۳)]

(٥) [السيل الجرار (۳۰٦/۱)]

(٦) [المحلى بالآثار (۱۸٥/۳)]

(٧) [الروضة الندية (۳۷٤/۱)]

(خطابیؒ) اکثر علمائے سلف اور فقہائے امصار کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں قصر واجب ہے۔(۱)

(امیر صنعانیؒ) حدیث ﴿فرضت الصلاة ركعتين﴾ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث وجوبِ قصر کی دلیل ہے۔(۲)

قصر کا وجوب اُس پر ہے جو اپنے شہر سے سفر کے ارادے سے نکلے خواہ اس کا سفر ایک برید سے کم ہو

ایک برید میں چار فرسخ اور ایک فرسخ میں تین میل ہوتے ہیں۔(۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ﴾[النساء:۱۰۱] ”جب تم سفر میں جا رہے ہو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔“

اس آیت میں مطلقاً ضرب (یعنی چلنے) کا ذکر ہے جو ہر ضرب کو شامل ہے جبکہ اس سے سفر مقصود ہو۔ اسی طرح نبی ﷺ کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿فكان لا يزيد في السفر على ركعتين﴾ ”آپ ﷺ دوران سفر دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔“(٤)

اس حدیث میں بھی مطلقاً سفر کا ذکر ہے جس کی کوئی حد متعین نہیں کہ اتنے فاصلے پر قصر کی جائے گی اور اس سے کم پر قصر نہیں کی جائے گی لہٰذا ہم بھی اس کی کوئی حد متعین نہیں کر سکتے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں بھی ہم سفر کی کوئی حد متعین نہیں کرتے۔“

(1) ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ﴾ [البقرة:۱۸٤] ”تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر ہو (تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر تعداد پوری کرے)۔“

(2) ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ......﴾ [المائدة:٦] ”اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو......(اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو)۔“

(راجح) راجح بات یہی ہے کہ جتنی مسافت کو عرف عام میں سفر تصور کیا جاتا ہے وہاں قصر پڑھ لی جائے گی۔ (واللہ اعلم)

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(ابن قیمؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٦)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٧)

---

(۱) [معالم السنن (۲٦٠/۱)]

(۲) [سبل السلام (٦٠٨/۲)]

(۳) [الأموال فى دولة الخلافة لعبد القديم زلوم (ص/٦٠)]

(٤) [بخارى (۱۱۰۲) كتاب الجمعة : باب من لم يتطوع فى السفر دبر الصلاة وقبلها ' مسلم (٦٨٩) أبو داود (۱۲۲۳) ابن ماجة (۱۰۷۱)]

(٥) [مجموع الفتاوى (٥۱/۲٤)]

(٦) [زاد المعاد (٤٨۱/۱)]

(٧) [نيل الأوطار (٤٨٠/۲) السيل الجرار (۳٠٨/۱)]

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

اس مسئلے میں فقہا نے اختلاف کیا ہے۔

(ابوحنیفہؒ) تین دن کی مسافت پر قصر کی جائے۔

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) چار برید (اڑتالیس (48) میل ہاشمی) پر قصر کرے۔

(اوزاعیؒ) کم از کم قصر کی مسافت ایک دن اور رات ہے۔(۲)

مسافتِ قصر کی حد متعین کرنے والے حضرات مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کرتے ہیں:

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿صليت مع رسول الله الظهر بالمدينة أربعا و صليت معه العصر بذى الحليفة ركعتين﴾ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز ادا کی اور پھر میں نے آپ ﷺ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت نماز پڑھی۔''(۳)

یاد رہے کہ مدینہ اور ذوالحلیفہ کا درمیانی فاصلہ چھ میل ہے۔(۴)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہ حدیث مسافت کی تحدید نہیں کرتی اور نہ ہی اس میں یہ ذکر ہے کہ چھ میل سے کم فاصلے کا سفر سفر نہیں کہلاتا۔

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان إذا خرج مسيرة ثلاثة أميال أو ثلاثة فراسخ صلى ركعتين﴾ ''آپ ﷺ اگر تین میل یا تین فرسخ (شعبہ راوی کو شک ہے) کے لیے نکلتے تو دو رکعت نماز ادا فرماتے۔''(۵)

شعبہ راوی کے شک کی وجہ سے علماء نے تین فرسخ یعنی نو (9) میل کو احوط قرار دیا ہے۔

اگر چہ علماء نے اس حدیث کو حدِ مسافت کی تعیین میں سب سے عمدہ کہا ہے لیکن اس میں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ نو (9) میل سے کم فاصلے کا سفر سفر نہیں حالانکہ آپ ﷺ نے خود چھ میل کے فاصلے پر بھی قصر کی ہے جیسا کہ پہلی حدیث میں یہ ذکر موجود ہے۔

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا يحل لامرأة تؤمن بالله و اليوم الآخر أن تسافر ثلاثة أيام بغير ذى محرم﴾ ''کسی ایسی عورت کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی محرم رشتہ دار کے تین دن کا سفر کرے۔''(۶)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿يوما و ليلة﴾ ''کوئی عورت ایک دن اور رات کا بھی سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔''(۷)

---

(۱) [الروضة الندية (۳۷۶/۱-۳۷۹)]

(۲) [بدائع الصنائع (۹۳/۱) رد المختار (۶۰۲/۲) المبسوط (۲۳۵/۱) الهداية (۸۰/۱) الأم (۳۱۹/۱) المجموع (۲۱۰/۴) شرح مسلم للنووي (۲۱۷/۳) نيل الأوطار (۴۷۸/۲)]

(۳) [بخاری (۱۰۸۹) كتاب الجمعة: باب يقصر إذا خرج من موضعه، مسلم (۶۹۰)]

(۴) [نيل الأوطار (۴۷۷/۲)]

(۵) [مسلم (۶۹۱) كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب صلاة المسافرين وقصرها، أحمد (۱۳۶/۳) أبو داود (۱۲۰۱) أبو عوانة (۳۴۶/۲)]

(۶) [بخاری (۱۰۸۷) كتاب الجمعة: باب في كم يقصر الصلاة، مسلم (۱۳۳۸) أبو داود (۱۷۲۷)]

(۷) [بخاری (۱۰۸۸) أيضا، مسلم (۱۳۳۹) أبو داود (۱۷۲۴) موطا (۹۷۹/۲) ترمذی (۱۱۷۰)]

ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿بُريدا﴾ ''کوئی عورت ایک برید یعنی بارہ میل کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔''(۱)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہ احادیث مسافت قصر کے بیان کے لیے نہیں ہیں۔

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يا أهل مكة لا تقصروا في أقل من أربعة برد من مكة إلى عسفان﴾ ''اے اہل مکہ! چار برید یعنی اڑتالیس (48) میل سے کم مسافت پر قصر نہ کرو اور چار برید مکہ سے عسفان تک کا درمیانی فاصلہ ہے۔''(۲)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ثابت نہیں ہے بلکہ موقوف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے یہی وضاحت فرمائی ہے۔(۳)

نیز اس کی سند میں عبدالوهاب بن مجاہد بن جبر راوی متروک ہے لہٰذا یہ قابل حجت نہیں۔(٤)

(5) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان ﷺ إذا سافر فرسخا يقصر الصلاة﴾ ''آپ ﷺ جب ایک فرسخ (یعنی تین میل) سفر کرتے تو قصر نماز پڑھتے۔''(٥)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کی سند میں ابو هارون العبدی (عمارة بن جوین) راوی ہے جسے حافظ ابن حجرؒ نے متروک کہا ہے اس لیے یہ روایت بھی قابل حجت نہیں۔(٦)

قصر نماز کی ابتدا اپنی بستی یا علاقے سے باہر نکل کر کرنی چاہیے

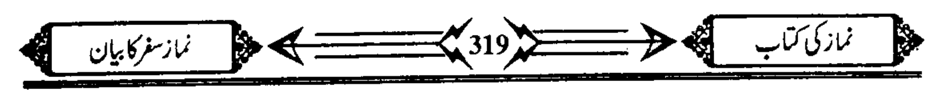
(ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ) شہری آبادی کے ختم ہو جانے کے بعد نماز قصر کی جائے۔ امام مالکؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ علاوہ ازیں امام مالکؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ شہر سے تین میل کے فاصلے پر قصر کی ابتدا کی جائے تاہم بعض تابعین نے تو اپنے گھر سے ہی قصر نماز کو جائز قرار دیا ہے۔(۷)

(ابن منذرؒ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ سفر کا ارادہ رکھنے والا شخص جس بستی سے نکل رہا ہے اس کے تمام گھروں سے نکل کر قصر کر سکتا ہے۔(۸)

(شوکانیؒ) اہل لغت مسافر کا لفظ اسی پر بولتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری جگہ جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔(۹)

(بخاری) صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (کوفہ سے سفر کے ارادے سے) نکلے تو اسی وقت نماز قصر پڑھنی شروع کر دی جبکہ ابھی کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے اور پھر واپسی پر جب آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ یہ کوفہ سامنے ہے تو

(۱) [شاذ : ضعيف أبو داود (۳۷۹) كتاب المناسك : باب في المرأة تحج بغير محرم 'أبو داود (۱۷۲۵)]
(۲) [دارقطنی (۳۸۷/۱) بيهقی (۱۳۷/۳) طبرانی كبير (۱۱۱٦۲)]
(۳) [بلوغ المرام (۳٤۹)]
(٤) [المجروحين (۱٤٦/۲) ميزان الاعتدال (٦٨۲/۲) الجرح والتعديل (٦۹/٦) التاريخ الكبير (۹۸/٦)]
(٥) [ابن أبي شيبة (۸۱۱۳) تلخيص الحبير (۹۸/۲)]
(٦) [تقريب التهذيب (٤٨٧٤)]
(۷) [تحفة الأحوذی (۱۳٥/۳)]
(۸) [نيل الأوطار (٤٨٠/۲)]
(۹) [السيل الجرار (۳۰۸/۱)]



انہوں نے کہا کہ جب تک ہم شہر میں داخل نہ ہو جائیں نماز مکمل نہیں پڑھیں گے۔'' (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ (سفر سے) واپسی پر بستی میں داخل ہونے سے پہلے تک قصر کرتے رہتے تھے۔ (۲)

اگر انسان کسی شہر میں تردد کی حالت میں ہو......

تو بیس دن تک قصر کرے۔ یہ امام شوکانیؒ کا موقف ہے انہوں نے جن دلائل کی بنا پر یہ موقف اختیار کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام فرمایا ﴿یقصر الصلاة﴾ ''وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصر نماز پڑھتے رہے۔ (۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو وہاں انیس (19) روز قیام فرمایا اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے رہے ﴿فنحن إذا سافرنا فأقمنا تسع عشرة قصرنا و إن زدنا أتممنا﴾ ''لہٰذا اگر ہم بھی دوران سفر انیس (19) روز کہیں اقامت اختیار کرتے تو قصر نماز پڑھتے اور اگر اس سے زیادہ ٹھہرتے تو مکمل نماز ادا کر لیتے۔'' (٤)

سنن أبي داود کی روایت میں سترہ (17) دن کا ذکر ہے۔ (٥)

سنن أبي داود کی ہی ایک اور روایت میں پندرہ (15) دن کا ذکر ہے۔ (٦)

ان روایات میں چونکہ حالت تردد میں جو زیادہ سے زیادہ دنوں کی تعداد موجود ہے وہ بیس دن ہے اس لیے امام شوکانیؒ کے مطابق اسی پر عمل کیا جائے گا۔

(شوکانیؒ) فی الحقیقت مقیم کے لیے مکمل نماز فرض ہے کیونکہ نمازِ قصر تو صرف شارع علیہ السلام نے مسافر کے لیے مشروع قرار دی ہے اور مقیم مسافر نہیں ہے۔ لہٰذا اگر مکہ اور تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اقامت کے باوجود قصر ثابت نہ ہوتی تو مکمل نماز پڑھنا ہی لازم ہوتا اس لیے اس اصل سے صرف کسی دلیل کی وجہ سے ہی منتقل ہوا جا سکتا ہے اور بے شک تردد کی حالت میں صرف بیس دن تک ہی قصر کرنے کی دلیل ثابت ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی (گزشتہ) حدیث میں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے زیادہ حالتِ اقامت میں قصر ثابت نہیں ہے اس لیے اسی مقدار پر اکتفاء کیا جائے گا۔ (۷)

---

(۱) [بخاری (۱۰۸۹) کتاب تقصیر الصلاة : باب یقصر إذا خرج من موضعه]

(۲) [نصب الرایة (۱۸۳/۲)]

(۳) [صحیح : إرواء الغلیل (۵۷٤) أبو داود (۱۲۳۵) کتاب الصلاة : باب إذا أقام بأرض العدو یقصر ' أحمد (۲۹۵/۳) ابن حبان (۲۷٤۹) عبدالرزاق (٤۳۳۵)] امام ابن حزمؒ اور امام نوویؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تلخیص الحبیر (٤٥/۲)]

(٤) [بخاری (۱۰۸۰) کتاب الجمعة : باب ما جاء فی التقصیر و کم یقیم حتی یقصر ' ترمذی (٥٤۹)]

(٥) [صحیح : أبو داود (۱۲۳۰)] شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے لیکن انیس دن والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ [صحیح أبو داود (۱۰۸۸)]

(٦) [ضعیف : ضعیف أبو داود (۲٦٥) أبو داود (۱۲۳۱)]

(۷) [نیل الأوطار (٤۸٤/۲)]



(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(احناف) حالت تردد میں ہمیشہ (یعنی واپسی تک) قصر کی جائے گی۔امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت میں یہی مروی ہے۔(۲)

(راجح) تردد کی حالت میں (یعنی اگر مسافر کہے کہ میں آج سفر کرتا ہوں' کل سفر کرتا ہوں) ہمیشہ قصر نماز پڑھنا درست ہے جب تک کہ واپسی نہ ہو جائے۔(واللہ اعلم)

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) انہوں نے اسی کو زیادہ مناسب قرار دیا ہے۔(٤)

(ترمذیؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ مسافر جب تک اقامت کی نیت نہ کرے وہ قصر کر سکتا ہے خواہ ایسا کرتے ہوئے کئی برس گزر جائیں۔(٥)

اس مؤقف کو ترجیح دینے کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(1) نبی ﷺ نے حالت تردد میں دنوں کی کوئی تعیین نہیں فرمائی۔

(2) نبی ﷺ جتنی دیر تک حالت تردد میں رہے قصر ہی کرتے رہے جیسا کہ فتح مکہ اور تبوک وغیرہ کے موقع پر۔

(3) تردد کی حالت میں انسان مقیم نہیں بلکہ مسافر کے حکم میں ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لاتے تو دو رکعت نماز پڑھا کر فرماتے ﴿أتموا يا أهل مكة فإنا قوم سفر﴾ ''اے مکہ والو! نماز مکمل کر لو بے شک ہم تو مسافر لوگ ہیں۔''(٦)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربائیجان کے علاقے میں برف کی وجہ سے راستے بند ہو جانے کی بنا پر چھ ماہ دو رکعت نماز ادا کرتے رہے۔(۷)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ رامہرمز کے علاقے میں نو ماہ رہے اور قصر نماز ادا کرتے رہے۔(۸)

(6) حضرت انس رضی اللہ عنہ (کسی غزوے کی وجہ سے) فارس کے علاقے میں دو سال مقیم رہے اور قصر نماز ادا کرتے رہے۔(۹)

---

(۱) [الروضة الندية (۳۸۰/۱)]

(۲) [نيل الأوطار (٤٨٣/٢) سبل السلام (٦١٩/٢)]

(۳) [مجموع الفتاوى (١٠/٢٤)]

(٤) [سبل السلام (٦١٩/٢)]

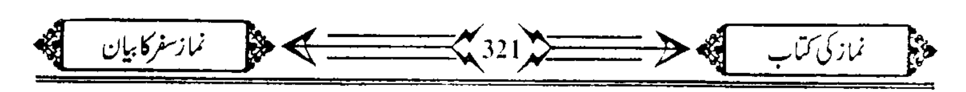
(٥) [جامع ترمذی (٥٤٨)]

(٦) [موطا (١٤٩/١) شیخ محمد صبحی حلاق نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[التعليق على الروضة الندية (٣٨٠/١)]

(۷) [بیهقی فی السنن الكبرى (١٥٢/٣) و فی المعرفة (٢٧٤/٤)] امام نوویؒ نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر (صحیح) کہا ہے۔[نصب الراية (١٨٥/٢)]

(۸) [بیهقی (١٥٢/٢) امام نوویؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[نصب الراية (١٨٦/٢)] حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [الدراية (٢١٢/١)]

(۹) [تهذيب الآثار مسند عمر (٢٥٧/١)]



اگر چار دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو......

ان چار دنوں کے گزرنے کے بعد مکمل نماز پڑھے ۔ یہی امام شوکانی ؒ کا ہی موقف ہے' اس موقف کو اختیار کرنے کی وجہ وہی ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ سنت سے جس قدر ہمیں ثبوت ملتا ہے اسی پر اکتفاء کرنا چاہیے جیسا کہ اس مسئلے کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے مکہ اور اس کے گردونواح کے علاقے میں حجۃ الوداع کے موقع پر دس دن گزارے ۔ اس دوران آپ ﷺ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے اور دو رکعت نماز ادا کرتے رہے ۔(۱)

لیکن اس دوران آپ ﷺ صرف چار دن مکہ میں مسلسل مقیم رہے اور قصر نماز ادا کرتے رہے جیسا کہ نبی ﷺ چار (ذوالحجہ) کی صبح کو مکہ میں تشریف لائے پھر پانچ' چھ اور سات تاریخ تک وہیں مقیم رہے حتی کہ آٹھ تاریخ کی صبح کو نمازِ فجر پڑھا کر منی کی طرف روانہ ہو گئے ۔(۲)

حافظ ابن حجر ؒ نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مکہ میں چار دن مقیم رہے ۔(۳)

اس سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے چار دن اقامت کا ارادہ کیا اور قصر پڑھتے رہے اسی طرح جو بھی چار دن کا ارادہ کرے گا تو قصر پڑھے گا اور اگر اس سے زیادہ کا ارادہ کرے گا تو رسول اللہ ﷺ کی اقتدا اور اصل کی طرف لوٹتے ہوئے مکمل نماز ادا کرے گا ۔(۴)

اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے ۔

(شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ) چار دن کا ارادہ ہو تو مکمل نماز پڑھے گا اگر اس سے کم کا ارادہ ہو گا تو قصر نماز پڑھے گا ۔

(ابو حنیفہؒ) پندرہ دن کا ارادہ ہو تو مکمل پڑھے گا اور اس سے کم کا ہو تو قصر پڑھے گا ۔(۵)

(راجح) فی الحقیقت اس کی بھی کوئی حد متعین نہیں ۔ اصول وہی ہے کہ جب تک انسان عرفِ عام میں مسافر ہے قصر کر سکتا ہے ۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ احتیاط کا باعث یہی ہے کہ انسان جب چار دن یا اس سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے تو قصر پڑھے جیسا کہ نبی ﷺ سے حجۃ الوداع کے موقع پر ثابت ہے اور اگر اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو مکمل پڑھے ۔ (واللہ اعلم)

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں ۔(۶)

(ابن بازؒ) جمہور اہل علم کے نزدیک اگر مسافر کسی شہر میں چار دن سے زائد ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو مکمل نماز پڑھے گا اور اگر اس سے کم ٹھہرنے کا ارادہ رکھے تو قصر کرنا ہی افضل ہے البتہ مکمل پڑھے تو پھر بھی جائز ہے ۔(۷)

---

(۱) [بخاری (۱۰۸۱) کتاب الجمعة : باب ما جاء في التقصير وكم يقيم حتى يقصر' مسلم (۶۹۳) أبو داود (۱۲۳۳) ترمذی (۵۴۸) نسائی (۱۱۸/۳) ابن ماجة (۱۰۷۷) أحمد (۱۸۷/۳) ابن خزيمة (۹۵۶)]

(۲) [بخاری (۱۰۸۵) نيل الأوطار (۴۸۰/۲) السيل الجرار (۳۰۹)]

(۳) [فتح الباری (۲۷۰/۳)]

(۴) [السيل الجرار (۳۰۹/۱)]

(۵) [الأم (۳۱۰) المجموع (۲۳۸/۴) المغنی (۱۴۸/۳) فتح العلام (۲۵۹) المبسوط (۱۰۷/۲) الهداية (۸۲/۱) تحفة الفقهاء (۲۵۷/۱)]

(۶) [مجموع الفتاوی (۱۰/۲۴)]

(۷) [الفتاوى الإسلامية (۳۷۹/۱)]



مسافر دو نمازوں کو تقدیم و تاخیر کے ساتھ جمع کر سکتا ہے

جمع تقدیم و تاخیر کا معنی یہ ہے کہ دوسری نماز کو مقدم کر کے پہلی نماز کے وقت میں یا پہلی کو مؤخر کر کے دوسری کے وقت میں ادا کرنا اور یہ نبی ﷺ سے دوران سفر ثابت ہے۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب زوالِ آفتاب سے پہلے سفر کا آغاز فرماتے تو نمازِ ظہر کو نمازِ عصر تک مؤخر کر لیتے۔ پھر سواری سے نیچے تشریف لاتے اور ظہر و عصر دونوں نمازوں کو اکٹھا ادا فرما لیتے اور اگر آفتاب آغاز سفر سے پہلے زوال پذیر ہو جاتا تو پھر نمازِ ظہر ادا فرما کر سوار ہوتے اور سفر پر روانہ ہو جاتے۔"(۱)

(2) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿وإذا ارتحل بعد زيغ الشمس صلى الظهر و العصر جميعا﴾ "اور جب آپ ﷺ زوالِ آفتاب کے بعد سفر کا ارادہ فرماتے تو ظہر و عصر کو اکٹھا ادا فرما لیتے۔"(۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ﴿إذا أعجله السير في السفر يؤخر المغرب حتى يجمع بينها و بين العشاء﴾ "جب سفر میں جانے کی جلدی ہوتی تو آپ ﷺ نمازِ مغرب مؤخر کر دیتے حتی کہ مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھ لیتے۔"

ایک روایت میں ہے کہ ﴿حتى غاب الشفق﴾ "آپ ﷺ مغرب کو اتنا مؤخر کرتے کہ شفق (سرخی) غائب ہو جاتی۔"(۳)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ تبوک کے سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا۔(٤)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ان میں سے کسی ایک کے وقت میں دوران سفر جمع کر لینا جائز و درست ہے۔(٥)

(احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہؒ) مزدلفہ اور عرفہ کے علاوہ کسی اور جگہ میں جمع تقدیم و تاخیر جائز نہیں البتہ جمع صوری جائز ہے (وہ یہ ہے کہ ایک نماز کو آخری وقت میں اور دوسری کو ابتدائی وقت میں پڑھنا' اس طرح نمازیں جمع بھی ہو جائیں گی اور ہر ایک اپنے اپنے وقت میں ہی ادا ہو گی)۔(٦)

(ابن بازؒ) مسافر نمازیں جمع کر سکتا ہے۔(٧)

---

(١) [بخاري (١١١٢) كتاب الجمعة : باب إذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس صلى الظهر ثم ركب' مسلم (٧٠٤) أبو عوانة (٣٥١/٢) أبو داود (١٢١٨) نسائي (٢٨٤/١) دارقطني (٣٨٩/١)]

(٢) [صحيح : صحيح أبو داود (١٠٨٠) كتاب الصلاة : باب الجمع بين الصلاتين' أبو داود (١٢٢٠) أحمد (٢٤١/٥) ترمذي (٥٥٢) دارقطني (٣٩٢/١) بيهقي (١٦٣/٣) إرواء الغليل (٢٨/٣)' (٥٧٨)]

(٣) [بخاري (١٠٩١) كتاب الجمعة : باب يصلي المغرب ثلاثا في السفر' مسلم (٧٠٣) أحمد (٥١/٢) أبو داود (١٢٠٧) ترمذي (٥٥٢) نسائي (٢٨٩/١) بيهقي (١٥٩/٣) شرح معاني الآثار (١٦١/١)]

(٤) [مسلم (٧٠٥)]

(٥) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الإنتصار في المسائل الكبار لأبي الخطاب الحنبلي (٥٤٨/٢)]

(٦) [المغني والشرح (١١٢/٢) المبدع (١١٧/٢) الإنصاف (٣٣٤/٢) المدونة (١١١/١) بداية المجتهد (١٢٥/١) المجموع (٣٧٠/٤) الروضة الندية (٣٩٥/١) فتح القدير (٤٨/٢) الحجة لمحمد بن حسن الشيباني (١٥٩/١)]

(٧) [الفتاوى الإسلامية (٣٨٠/١)]



(ابن تیمیہؒ) مطلقاً نمازیں جمع کرنا درست ہے جبکہ رفع حرج مقصود ہو۔(۱)

○ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر کسی بیماری' بارش' سفر اور خوف کے بھی نمازیں جمع کرنا ثابت ہے۔(۲)

لیکن یاد رہے کہ سفر کے علاوہ صرف جمع صوری جائز ہے جمع تقدیم وتاخیر نہیں۔اس کا مفصل بیان " **باب مواقیت الصلاۃ** " کے تحت گزر چکا ہے۔

ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ نمازیں جمع کی جائیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء جمع کی ﴿بأذان واحد وإقامتین﴾ "ایک آذان اور دو اقامتوں کے ساتھ۔"(۳)

مقیم کی اقتداء میں مسافر مکمل نماز پڑھے

مسافر جب کسی مقیم شخص کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو اس پر مکمل نماز پڑھنا لازم ہوگا جیسا کہ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: مسافر کی کیا حالت ہے کہ جب اکیلا نماز پڑھتا ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہے اور جب مقیم کی اقتداء میں پڑھتا ہے تو چار رکعتیں پڑھتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ﴿تلك السنة﴾ "یہی سنت ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ ﴿تلك سنة أبي القاسم﴾ "یہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔"(۴)

کیا مسافر مقیم حضرات کی امامت کرا سکتا ہے؟

ایسا کرنا جائز و درست ہے بشرطیکہ مسافر امامت کا اہل ہو۔(۵)

جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لائے تو انہوں نے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور فرمایا ﴿یا أهل مكة أتموا صلاتكم فإنا قوم سفر﴾ "اے مکہ والو! اپنی نماز مکمل کر لو بے شک ہم تو مسافر لوگ ہیں۔"(۶)

روزانہ کاروبار کے سلسلے میں سفر کرنے والا شخص

ہر ایسا شخص جو سفر میں ہو قصر نماز پڑھ سکتا ہے خواہ وہ روزانہ سفر کرے یا دن میں دو بار کرے۔(واللہ اعلم)

---

(۱) [مجموع الفتاوی (۹/۲٤)]

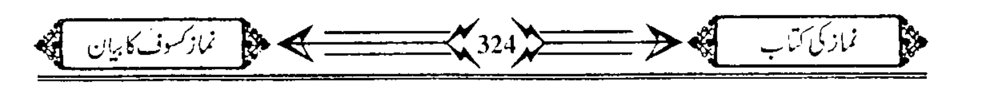
(۲) [مسلم (۷۰۵) أحمد (۲۲۳/۱) أبو داود (۱۲۱٤) ترمذی (۱۸۷) نسائی (۲۹۰/۱) شرح معانی الآثار (۱٦۰/۱) بیهقی (۱٦٦/۳) صحیح أبو داود (۱۰۷٤'۱۰۷۵)]

(۳) [مسلم (۱۲۱۸) كتاب الحج : باب حجة النبی 'أبو داود (۱۹۰۵) نسائی (۱٤۳/۵) ابن ماجة (۳۰۷٤)]

(٤) [الفتاوی الإسلامیة (۳۷۸/۱)]

(۵) [الفتاوی الإسلامیة (۳۷۷/۱)]

(٦) [مؤطا (۱٤۹/۱) شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی الروضة الندیة (۳۸۰/۱)]



باب صلاة الكسوف　　نماز کسوف کا بیان

نماز کسوف ایسی نماز کو کہتے ہیں جسے سورج یا چاند گہن کے وقت پڑھا جاتا ہے۔اس کے لیے عربی گرائمر میں مختلف ابواب استعمال ہوتے ہیں مثلاً کَسَفَ (ضرب) ' تَكَسَّفَ (تفعّل) 'اِنْكَسَفَ (اِنفعال) ان سب کا معنی ''آفتاب یا ماہتاب کا گہن زدہ ہونا'' ہے۔اور خسوف بھی اسی معنی میں مستعمل ہے۔بعض اہل لغت کے نزدیک سورج گہن کے لیے لفظِ ''کسوف'' اور چاند گہن کے لیے لفظِ ''خسوف'' استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے۔(۱)

نماز کسوف مسنون ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''شمس و قمر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو گہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا ﴿فإذا رأيتموهما فادعوا الله و صلوا حتى تنكشف﴾ ''چنانچہ جب تم انہیں اس حالت میں دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتی کہ سورج گہن کھل جائے۔''(۲)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فإذا رأيتموهما فافزعوا إلى الصلاة﴾ ''جب تم انہیں دیکھو تو فوراً نماز کی طرف لپکو۔''(۳)

(شوکانیؒ) ظاہر تو وجوب ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس نماز کے عدم وجوب پر اجماع والی بات درست ہو تو وہ وجوب کو ختم کر دے گی ورنہ نہیں۔(٤)

(البانیؒ) ایسے کسی اجماع کا دعوی درست نہیں لہذا وجوب کا قول ہی برحق ہے۔(٥)

(ابوعوانہؒ) انہوں نے یہ باب قائم کیا ہے کہ ((بيان و جوب صلاة الكسوف)) ''نماز کسوف کے وجوب کا بیان۔''(٦)

(ابوحنیفہؒ) یہ نماز ادا کرنا واجب ہے۔(۷)

(جمہور) یہ سنت مؤکدہ ہے۔(۸)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

(۱) [القاموس المحيط (ص/٧٦٤) المنجد (ص/٧٥١) الصحاح (١٤٢١/٤) فتح البارى (٣/٣٤) سبل السلام (٦٨٩/٢)]

(۲) [بخارى (١٠٤٣) كتاب الجمعة : باب الصلاة فى كسوف الشمس' مسلم (٩١٥)]

(۳) [بخارى (١٠٤٦) كتاب الجمعة : باب خطبة الإمام فى الكسوف' مسلم (٩٠١) موطا (١٨٦/١) أبو داود (١١٧٧) ترمذى (٥٥٨) نسائى (١٣٢/٣) ابن ماجة (١٢٦٣)]

(٤) [السيل الجرار (٣٢٣/١)]

(٥) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (٤١٠/١) تمام المنة (ص/٢٦٤)]

(٦) [فى صحيحه (٣٦٦/٢)]

(۷) [بدائع الصنائع (٢٨٠/١)]

(۸) [سبل السلام (٦٩٠/٢)]



اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کی دو رکعتیں ہیں اور ہر رکعت میں دو رکوع ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج گہن ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف ادا فرمائی' اس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کے برابر قیام کیا' پھر رکوع بھی بہت لمبا کیا' پھر رکوع سے کھڑے ہوئے تو قیام بھی طویل کیا مگر پہلے سے کم' پھر دوبارہ لمبا رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے کم' پھر سجدہ ریز ہوئے' پھر لمبا قیام کیا اور وہ پہلے قیام سے کچھ کم تھا' پھر ایک لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کچھ کم تھا' پھر اپنا سر اٹھایا اور ایک لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا. اور دوبارہ لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا' پھر سجدہ کیا' پھر جب سلام پھیرا تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ بھی کیا۔(۱)

تین' چار اور پانچ رکوع بھی منقول ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عہد رسالت میں سورج گہن زدہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دو رکعتوں میں) چھ رکوع اور چار سجدے کیے۔(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دو رکعتوں میں) آٹھ رکوع اور چار سجدے کیے۔(۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں طویل قیام کے بعد پانچ رکوع اور دو سجدے کیے پھر اسی طرح دوسری رکعت میں کیا۔(٤)

نمازی ہر دو رکوعوں کے درمیان قراءت کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھائی ﴿فقرأ ثم ركع ثم قرأ ثم ركع ثم قرأ ثم ركع ثم سجد﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت کی' پھر رکوع کیا' پھر قراءت کی' پھر رکوع کیا' پھر قراءت کی' پھر رکوع کیا' پھر سجدہ کر لیا۔''(٥)

---

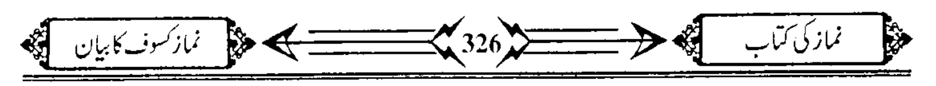
(۱) [بخاری (۱۰۵۲) كتاب الجمعة : باب صلاة الكسوف جماعة' مسلم (۹۰۷) موطا (۱۸٦۳۱) أبو داود (۱۱۸۱) نسائی (۱٤٦/۳)]

(۲) [مسلم (۹۰٤) كتاب الكسوف : باب ما عرض على النبي في صلاة الكسوف' أبو داود (۱۱۷۸) شرح معاني الآثار (۳۲۸/۱) بيهقی (۳۲٥/۳) أبو عوانة (۳۷۱/۲)]

(۳) [مسلم (۹۰۹) كتاب الكسوف : باب ذكر من قال إنه ركع ثمان ركعات' أبو داود (۱۱۸۳) نسائی (۱۲۹/۳)]

(٤) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (۲٥۱) كتاب الصلاة : باب من قال أربع ركعات' أبو داود (۱۱۸۲) حاكم (۳۳۳/۱) بيهقی (۳۲۹/۳)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۲٦۰/۳)] اس کی سند میں ابو جعفر رازی (عیسیٰ بن عبداللہ بن ماہان) راوی میں مقال ہے۔ [ميزان الاعتدال (۳۸٥/٥)]

(٥) [مسلم (۹۰۹) كتاب الكسوف : باب ذكر من قال إنه ركع ثمان ركعات..... ' أبو داود (۱۱۸۳) نسائی (۱۲۹/۳) ابن خزيمة (۱۳۸٥)]



ہر رکعت میں ایک رکوع بھی بعض روایات میں مذکور ہے

(1) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں صرف ایک رکوع کا ذکر ہے۔(۱)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ایک رکوع کا بھی ذکر ہے۔(۲)

(3) حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فقرأ سورتين و صلى ركعتين﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سورتوں کی قراءت کی اور دو رکعت نماز ادا کی۔''(۳)

مذکورہ حدیث کے الفاظ کے ساتھ بھی ایک رکوع کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے لیکن یہ الفاظ ایک رکوع کے اثبات کے لیے صریح نہیں ہیں۔

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں کہ ان الفاظ سے یہ وضاحت نہیں ہوتی۔(٤)

(ابن قیمؒ) تکرارِ رکوع والی حدیث سنداً زیادہ صحیح' علت و اضطراب سے سالم' کبار صحابہ سے مروی اور زیادہ (علم) پر مشتمل ہے لہٰذا انہیں اختیار کرنا درست ہے۔(٥)

○ محققین نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ نمازِ کسوف کا واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ پیش آیا۔

(امیر صنعانیؒ) یہ تمام روایات ایک ہی واقعے کا بیان ہے۔(٦)

(ابن قیمؒ) کبار صحابہ تعدد کو صحیح قرار نہیں دیتے۔(٧)

(شوکانیؒ) درست یہی ہے کہ نمازِ کسوف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک مرتبہ ہی ثابت ہے۔(٨)

(البانیؒ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ نمازِ کسوف پڑھائی۔(٩)

واضح رہے کہ اگر یہ ایک ہی قصہ ہے تو مختلف روایات میں سے کسی ایک کو ترجیح دی جائے گی اور بلاتردد دو رکوعوں والی روایت جو کہ صحیحین میں ہے زیادہ صحیح ہے۔

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(١٠)

---

(١) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٢٥٣) كتاب الصلاة : باب من قال أربع ركعات ' أبو داود (١١٨٤) ضعيف ترمذى (٨٦) ضعيف ابن ماجة (٢٦٠) نسائى (١٤٠/٣) حاكم (٣٣٠/١) بيهقى (٣٣٥/٣)]

(٢) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٢٥٧) كتاب الصلاة : باب من قال يركع ركعتين ' أبو داود (١١٩٤) شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ دو رکوعوں کے ذکر کے ساتھ صحیح ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے۔]

(٣) [مسلم (٩١٣) كتاب الكسوف : باب ذكر النداء بصلاة الكسوف]

(٤) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (٤١٢/١)]

(٥) [أعلام الموقعين (٣٦٩/٢)]

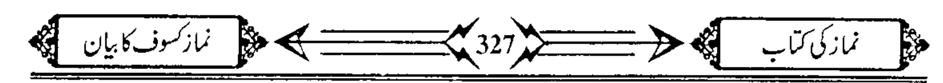
(٦) [سبل السلام (٦٩٦/٢)]

(٧) [زاد المعاد (٤٥٣/١)]

(٨) [نيل الأوطار (٦٤١/٢)]

(٩) [تمام المنة (ص/٢٦٣)]

(١٠) [مجموع الفتاوى (١١٥/٢٤)]



(مالکؒ، احمدؒ، شافعیؒ، بخاریؒ) دو رکوعوں والی روایت کو ہی ترجیح حاصل ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) بلاشبہ دو رکوعوں والی احادیث زیادہ صحیح ہیں۔(۲)

اس موقع پر دعا، تکبیر، صدقہ اور استغفار کرنا مستحب ہے

(1) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نماز کسوف ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فإذا رأيتموهما فادعوا الله و صلوا حتى ينجلي﴾ ''جب تم ان دونوں (یعنی سورج گہن یا چاند گہن) کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو تا وقتیکہ وہ ظاہر ہو جائے۔''(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿فإذا رأيتم ذلك فاذكروا الله و كبروا و صلوا و تصدقوا﴾ ''جب تم سورج گہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، تکبیریں کہو، نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔''(٤)

(3) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿إذا رأيتم شيئا من ذلك فافزعوا إلى ذكر الله و دعاءه و استغفاره﴾ ''جب تم اس (یعنی آفتاب و ماہتاب گہن) سے کچھ بھی دیکھو تو فوراً اللہ کا ذکر، اس سے دعا اور استغفار شروع کر دو۔''(٥)

نماز کسوف باجماعت ادا کرنا افضل ہے

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف باجماعت ادا کی ہے جیسا کہ مختلف روایات سے یہ بات ثابت ہے۔(٦) حتی کہ امام بخاریؒ نے اس پر باب قائم کیا ہے کہ ((صلاة الكسوف جماعة)) ''نماز کسوف باجماعت ادا کرنا۔''(۷)

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو بھیج کر اعلان کروایا کہ ﴿الصلاة جامعة﴾ ''یعنی نماز کے لیے سب جمع ہو جاؤ۔''(۸)

لہٰذا یہ نماز باجماعت ادا کرنا ہی افضل ہے تاہم جس روایت سے وجوب پر استدلال کیا جاتا ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إذا رأيتم ذلك فصلوها كأحدث صلاة صليتموها من المكتوبة﴾ ''جب تم اسے دیکھو تو

(۱) [كما في زاد المعاد (٤٥٣/١)]

(۲) [نيل الأوطار (٦٣٥/٢)]

(۳) [بخاری (١٠٦٠) كتاب الجمعة : باب الدعاء في الخسوف ' مسلم (٩١٥)]

(٤) [بخاری (١٠٤٤) كتاب الكسوف : باب الصدقة في الكسوف ' مسلم (٩٠١) مؤطا (١٨٦/١) أبو داود (١١٧٧) ترمذی (٥٥٨) نسائی (١٣٢/٣) ابن ماجة (١٢٦٣)]

(٥) [بخاری (١٠٥٩) كتاب الجمعة : باب الذكر في الكسوف ' مسلم (٩١٢) شرح السنة (١١٣١)]

(٦) [حجة الله البالغة (٢٠/٢)]

(۷) [بخاری (١٠٥٢) كتاب الكسوف]

(۸) [بخاری (١٠٤٥ ' ١٠٥١) مسلم (٩١٠) أبو داود (١١٩٤) نسائی (١٣٦/٣) أحمد (١٧٥/٢) ابن خزيمة (١٣٧٥) شرح معاني الآثار (٣٢٩/١) بيهقي (٣٢٤/٣)]

اس طرح نماز پڑھو جیسے تم نے ابھی کوئی فرض نماز پڑھی ہو۔‘‘ (۱)

(جمہور) اگر مقررہ امام نہ ہو تو مقتدیوں میں سے کسی کو امام بنا دیا جائے۔

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

نماز کسوف میں جہری قراءت ہو گی یا سری؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿جهر النبي ﷺ في صلاة الكسوف بقرائته﴾ ’’نبی ﷺ نے نماز کسوف میں جہری قراءت فرمائی۔‘‘ (۳)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ ﴿لا نسمع له صوتا﴾ ’’ہم آپ ﷺ کی آواز نہیں سنتے تھے۔‘‘ وہ ضعیف ہے۔ (٤)

جب یہ بات ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے صرف ایک مرتبہ نماز کسوف پڑھائی تھی اور یہ بھی صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اس میں جہری قراءت فرمائی جیسا کہ گذشتہ صحیح بخاری کی حدیث میں موجود ہے اور اس کے مخالف روایت بھی قابل حجت نہیں تو پھر اسی پر عمل کرتے ہوئے جہری قراءت کی جائے گی۔

(شوکانیؒ) جہری قراءت سری قراءت سے زیادہ بہتر ہے۔ (٥)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) جہری قراءت کا قول راجح ہے۔ (٦)

(البانیؒ) صحیح احادیث سے جہری قراءت ہی ثابت ہے۔ (۷)

(احمدؒ، اسحاقؒ، ابن منذرؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(شافعیؒ، مالکؒ، ابوحنیفہؒ) سورج گہن کے موقع پر سری قراءت اور چاند گہن کے موقع پر جہری قراءت کی جائے گی۔ (۸)

نماز کسوف کے بعد خطبے کی شرعی حیثیت

نماز کسوف کے بعد خطبہ بھی مسنون ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ﴿إن الشمس والقمر آيتان من آيت الله......﴾ ’’بیشک شمس و قمر

(۱) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٢٥٤) كتاب الصلاة : باب من قال أربع ركعات ' ضعيف نسائي (٨٩) تمام المنة (ص/٢٦٢) أبو داود (١١٨٥) نسائي (١٤٤/٣)]

(۲) [تحفة الأحوذي (١٧١/٣)]

(۳) [بخاري (١٠٦٥) كتاب الكسوف : باب الجهر بالقراءة في الكسوف ' مسلم (٩٠١)]

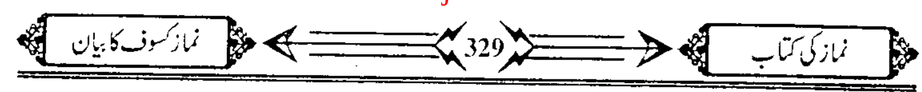
(٤) [ضعيف أبو داود (٢٥٣)]

(٥) [نيل الأوطار (٦٤١/٢)]

(٦) [تحفة الأحوذي (١٧١/٣)]

(۷) [تمام المنة (ص/٢٦٣)]

(۸) [المغني (٣٢٤/٣) المجموع (٥٧/٥) الأم (٤٠٦/١) بدائع الصنائع (٢٨١/١) المبسوط (٨٦/٢) حاشية الدسوقي (٤٠٢/١) نيل الأوطار (٦٤١/٢)]



اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔''(۱)

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((خطبة الإمام في الكسوف)) ''دوران کسوف امام کا خطبہ ارشاد فرمانا (مسنون ہے)۔'' اور اس کے تحت نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا ﴿خطب النبي ﷺ......﴾ ''نبی ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔''(۲)

نماز کسوف کے لیے اذان واقامت کہنا

اس نماز کے لیے آذان واقامت کہنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

کسوف وخسوف سے اللہ کے بندوں کو ڈرانا مقصود ہے

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ولكن الله يخوف بهما عباده﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ ان دونوں (یعنی آفتاب وماہتاب کے گہن) کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں۔''(۳)

ایک ضعیف روایت

جس روایت میں ہے کہ ''نبی ﷺ نے زلزلے کے موقع پر چار سجدوں اور چھ رکوعوں کے ساتھ نماز پڑھی اور فرمایا آیات الٰہی کی نماز اسی طرح پڑھی جاتی ہے۔'' وہ ضعیف ہے۔(٤)

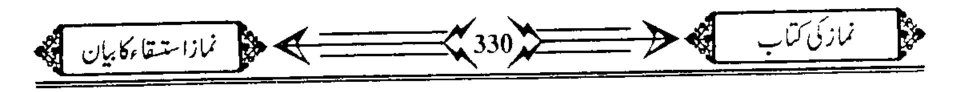


(۱) [بخاری (۱۰۵۲) كتاب الجمعة : باب صلاة الكسوف جماعة ' مسلم (۹۰۷) موطا (۱۸٦/۱) أبو داود (۱۱۸۱)]

(۲) [بخاری تعليقا (۱۰٤٦)]

(۳) [بخاری (۱۰٤۸) كتاب الكسوف : باب قول النبي ﴿يخوف الله عباده بالكسوف﴾]

(٤) [بیهقی (۳٤۳/۳) عبدالرزاق (٤۹۳۲) التعليق على سبل السلام للشيخ صبحي حلاق (۲٦۳/۳)]



باب صلاة الاستسقاء — نمازِ استسقاء کا بیان

لغوی وضاحت: لفظ "استسقاء" باب اِستَسقٰی یَستَسقِی (استفعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی "پانی مانگنا یا پانی طلب کرنا" مستعمل ہے۔ (۱)

شرعی تعریف: قحط سالی کے وقت اللہ تعالیٰ سے ایک مخصوص طریقے کے ساتھ بارانِ رحمت طلب کرنا استسقاء کہلاتا ہے۔ (۲)

○ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جس قوم نے ماپ تول میں کمی کی انہیں قحط سالی سے دوچار ہونا پڑا...... اور جنہوں نے زکوۃ ادا نہیں کی وہ آسمانی بارش سے محروم کر دیے گئے اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ برسائی جاتی۔" (۳)

قحط سالی کے وقت دو رکعتیں نماز، جس کے بعد خطبہ ہو، مسنون ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے عیدگاہ میں منبر لے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ منبر رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے ایک دن کا وعدہ کیا جس میں وہ سب باہر نکلیں۔ پھر آپ ﷺ اس وقت نکلے جب سورج کا ایک کنارہ ظاہر ہوا ﴿فقعد على المنبر﴾ "آپ ﷺ منبر پر بیٹھ گئے۔" پھر آپ ﷺ نے وعظ و نصیحت کیا اور دعا مانگی...... پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک اس طرح اوپر اٹھائے کہ وہ بتدریج آہستہ آہستہ اوپر اٹھتے گئے حتی کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر آپ ﷺ لوگوں کی جانب اپنی پشت کر کے کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر کو پھیر کر پلٹایا۔ آپ ﷺ اس وقت اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ اسی لمحہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر بادل پیدا کیا، وہ بدلی گرجی اور چمکی، اور بارش برسنے لگی۔ (٤)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ بڑی تواضع کے ساتھ، سادہ لباس میں نہایت عاجزی و انکساری، بہت خشوع اور بڑے تضرع کے ساتھ نماز کے لیے باہر نکلے، عید کی نماز کی طرح لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ تمہارے عام خطبے کی طرح خطبہ ارشاد نہیں فرمایا (بلکہ آپ ﷺ خطبہ کی حالت میں دعا، تضرع اور اللہ کی بڑائی و کبریائی بیان فرماتے)۔ (٥)

---

(١) [القاموس المحيط (ص/١١٦٦) المنجد (ص/٣٨١)]

(٢) [فتح البارى (١٧٩/٣) نيل الأوطار (٦٤٥/٢)]

(٣) [حسن : صحيح ابن ماجة (٣٢٤٦) كتاب الفتن : باب العقوبات ' الصحيحة (١٠٦) ابن ماجة (٤٠١٩) حاكم (٥٤٠/٤)] حافظ ابوصیریؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (٢٤٦/٣)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٢٦٥/٣)]

(٤) [حسن : صحيح أبو داود (١٠٤٠) كتاب الصلاة : باب رفع اليدين في الاستسقاء ' أبو داود (١١٧٣) حاكم (٣٢٨/١) شرح معاني الآثار (٣٢٥/١) بيهقي (٣٤٩/٣)]

(٥) [حسن : صحيح ترمذى (٤٥٩) أبو داود (١١٦٥) كتاب الصلاة ' ترمذى (٥٥٥) ابن ماجة (١٢٦٦) نسائى (١٥٦/٣) أحمد (٢٣٠/١) ابن خزيمة (١٤٠٥) بيهقى (٤٣٧/٣) شرح معانى الآثار (٣٢٤/١) دارقطنى (٦٨/٢) حاكم (٣٢٦/١) ابن أبي شيبة (٤٧٣/٢)]

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز استقاء کے لیے ایک روز نکلے ﴿فصلی بنا رکعتین بلا أذان و لا إقامة ثم خطبنا و دعا الله و حول وجهه نحو القبلة رافعا يديه ثم قلب رداء ه فجعل الأيمن على الأيسر و الأيسر على الأيمن﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بغیر آذان واقامت کے دو رکعت نماز پڑھائی پھر ہمیں خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا شروع کر دی' اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ قبلے کی جانب پھیر دیا پھر اپنی چادر کو پلٹایا وہ اس طرح کہ اس کے دائیں حصے کو بائیں جانب اور بائیں کو دائیں جانب کر دیا۔'' (۱)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا فرمائی تو اپنے دونوں ہاتھ الٹی سمت سے آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ فرمایا۔ (۲)

(5) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ثم صلى ركعتين جهر فيهما بالقراءة﴾ ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں جہری قراءت فرمائی۔'' (۳)

(6) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ لا يرفع يديه في شيء من دعائه إلا في الاستسقاء﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعائے استقاء کے علاوہ کسی دعا میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔'' (٤)

ان احادیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

1- نماز استقاء قحط سالی کے وقت مشروع ہے۔

2- اس نماز کے لیے نہایت عاجزی وانکساری کی حالت میں نکلنا چاہیے۔

3- یہ نماز باہر کھلے میدان میں پڑھنی چاہیے۔

4- یہ نماز دو رکعت ہے۔

5- اس میں خطبہ بھی مشروع ہے۔

6- خطبہ نماز سے پہلے اور بعد میں دونوں طرح درست ہے۔

7- اس میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مسنون ہے۔

8- دعا کے لیے الٹے ہاتھ آسمان کی جانب اٹھائے جائیں گے۔

9- امام قبلہ رخ ہو کر اپنی چادر پلٹے گا۔

10- امام جہری قراءت کرے گا۔

11- اس میں بھی اذان واقامت ثابت نہیں۔

---

(۱) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (۲٦۱) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء في صلاة الاستسقاء' ابن ماجة (۱۲٦۸) أحمد (۳٦۲/۲) بيهقي (۳٤۷/۳)]

(۲) [مسلم (۸۹٦) كتاب صلاة الاستسقاء]

(۳) [بخاري (۱۰۲٤) كتاب الجمعة : باب الجهر بالقراءة في الاستسقاء' مسلم (۸۹٤) أبو داود (۱۱٦۱) ترمذي (۵۵۳) نسائي (۱٦٤/۳) ابن ماجة (۱۲٦۷) أحمد (۳۹/٤) دارمي (۳٦۱/۱) شرح معاني الآثار (۳۲٦/۱)]

(٤) [بخاري (۱۰۳۱) كتاب الجمعة : باب رفع الإمام يده في الاستسقاء' مسلم (۸۹٦/٦)]

اس قدر واضح دلائل کے باوجود اس نماز کی مشروعیت میں اختلاف ہے۔

(جمہور) یہ نماز مشروع ہے۔

(ابوحنیفہؒ) یہ نماز مشروع نہیں ہے۔

(شوکانیؒ) اس نماز کی مشروعیت میں امام ابوحنیفہؒ کے سوا کسی نے اختلاف نہیں کیا۔(۱)

خطبہ کن اُمور پر مشتمل ہو

خطبہ میں ذکر الٰہی' اطاعت کی ترغیب' نافرمانی سے بچنے کی تلقین' امام اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں کا استغفار اور قحط سالی کے خاتمے کی دعا شامل ہونی چاہیے

(1) جیسا کہ گذشتہ احادیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کے ساتھ خطبہ بھی ارشاد فرمایا جس میں آپ ﷺ نے وعظ و نصیحت کے ساتھ مزید دعا بھی مانگی۔

(2) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا O يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا﴾ [نوح: ۱۰ ـ ۱۱]

''(حضرت نوح علیہ السلام اپنے رب سے مخاطب ہیں کہ) میں نے (اپنی قوم سے) کہا اپنے رب سے استغفار کرو یقیناً وہ بڑا بخشنے والا ہے اور وہ آسمان کو تم پر خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا۔''

حضرت حسن بصریؒ سے جب کوئی قحط سالی کی شکایت کرتا تو وہ اسے (اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے) استغفار کی تلقین کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ دعائے استسقاء کے لیے منبر پر چڑھے تو انہوں نے صرف وہی آیات تلاوت کیں جن میں استغفار کا ذکر ہے۔(۲)

(3) ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا﴾ [هود: ۳]

''تم لوگ اپنے رب سے استغفار کرو پھر اسی کی طرف متوجہ رہو وہ تمہیں اچھا سامانِ زندگی عطا کرے گا۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قحط سالی اور فقر و فاقے سے نجات کے لیے کثرت سے استغفار کرنا خود اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا فارمولا ہے۔

بارش طلب کرنے کے لیے مسنون دعائیں

(1) ''اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ' اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ' اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا''(۳)

(2) '' اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا ' اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا ' اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا''(۴)

(۱) [سبل السلام (۶۹۹/۲) نيل الأوطار (۶۴۹/۲)]

(۲) [تفسير ابن كثير (۳۱۴/۶) تفسير أحسن البيان (ص/۱۶۳۴)]

(۳) [بخاری (۱۰۱۳) كتاب الإستسقاء : باب الإستسقاء في المسجد الجامع]

(۴) [بخاری (۱۰۱۴) كتاب الاستسقاء : باب الاستسقاء في خطبة الجمعة غير مستقبل القبلة]



(3) " اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مُرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ "(١)

(4) " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ' اَللّٰهُمَّ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلٰى حِيْنٍ "(٢)

تمام لوگ اپنی چادریں پلٹیں

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿.... وحول رداء ه فقلبه ظهرا لبطن وتحول الناس معه﴾ ''......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے ظاہری حصے کو باطنی حصے کی طرف پھیر دیا اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اپنی چادریں) پلٹیں۔''(٣)

اگر شیخ البانیؒ کی بات ٹھیک ہو تو عوام کے لیے چادریں پلٹنا شروع نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی کوئی اور صحیح دلیل نہ مل جائے۔ (واللہ اعلم)

(جمہور) چادریں پلٹنا صرف مستحب ہے۔(٤)

اس کے طریقے میں فقہا نے اختلاف کیا ہے' کہ جسے کتب طوال میں دیکھا جا سکتا ہے۔'(٥) تاہم پلٹتے وقت چادر کا دایاں کنارہ بائیں کندھے پر اور بایاں کنارہ دائیں کندھے پر ڈال دینا ہی بہتر ہے۔(٦)

بارش طلب کرنے کے لیے نماز کے سوا صرف دعا بھی ثابت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص جمعہ کے روز اس وقت مسجد میں داخل ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول! ﴿هلكت الأموال وانقطعت السبل فادع الله يغيثنا﴾ ''اموال و مویشی ہلاک ہو گئے' راستے بند ہو گئے' لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے۔'' چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی کہ ''اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا ' اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا ' اَللّٰهُمَّ أَغِثْنَا'' جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا اور اتنی بارش ہوئی کہ اگلے جمعہ خطبہ کے دوران پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! ﴿هلكت الأموال وانقطعت السبل

---

(١) [صحيح : صحيح أبو داود (١٠٣٦) كتاب الصلاة : باب رفع اليدين في الإستسقاء' أبو داود (١١٦٩) ابن خزيمة (١٤١٦) حاكم (٣٢٧/١)]

(٢) [حسن صحيح أبو داود (١٠٤٠) أيضا' أبو داود (١١٧٣) ابن حبان (٦٠٤ـ الموارد) حاكم (٣٢٨/١) شرح معاني الآثار (٣٢٥/١) بيهقي (٣٤٩/٣)]

(٣) [أحمد (٤١/٤) أبو داود (١١٦٤) شرح معاني الآثار (٣٢٤/١) حاكم (٣٢٧/١) ابن خزيمة (١٤١٥) ابن حبان (٢٨٦٧)] اس حدیث کو امام حاکمؒ' امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ نے صحیح کہا ہے۔ لیکن شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ''وتحول الناس معه'' کے لفظ شاذ ہیں باقی حدیث قوی ہے۔ [تمام المنة (ص/٢٦٤) الضعيفة (٥٦٢٩)]

(٤) [نيل الأوطار (٦٥٦/٢)]

(٥) [الأم (٤١٧/١) الحاوي (٤١٩/٢) بدائع الصنائع (٢٨٤/١) المبسوط (٧٧/٢) الهداية (٨٩/١) الإختيار (٧٢/١) الحجة على أهل المدينة (٣٤٠/١) المغني (٣٤٠/٣)]

(٦) [صحيح : صحيح أبو داود (١٠٣٠) كتاب الصلاة' أبو داود (١١٦٣)]

فادع الله يمسكها عنا ﴾ ''اموال ومویشی ہلاک ہوگئے' راستے بند ہوگئے لہذا آپ اللہ تعالی سے دعا کیجیے کہ وہ بارش کو ہم سے روک لے۔'' پھر نبی ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی " اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ " پھر اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور بارش تھم گئی۔(۱)

بارش رحمت ہے

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارش کی لپیٹ میں آ گئے ﴿ فحسر ثوبه حتى أصابه من المطر ﴾ ''آپ ﷺ نے اپنے بدن سے کپڑا ہٹالیا حتی کہ آپ ﷺ کے بدن پر بارش پڑنے لگی'' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اپنے مالک کے ارشاد سے نئی نئی برسی ہے۔'' (۲)

چونکہ یہ بارش عالم قدس کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اسے کسی گنہ گار نے چھوا بھی نہیں لہذا یہ باعث برکت و رحمت ہے۔

(امیر صنعانیؒ) مذکورہ حدیث سے مراد یہ ہے کہ بارش رحمت ہے۔(۳)

(نوویؒ) یقیناً بارش رحمت ہے۔(٤)

بارش کو دیکھ کر کیا کہنا چاہیے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب بارش دیکھتے تو فرماتے ﴿ اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا ﴾ ''اے اللہ اس بارش کو نفع بخش بنا دے۔'' (٥)

ایک ضعیف روایت

جس روایت میں نماز استسقاء کی دو رکعتوں میں سے پہلی میں " سبح اسم ربک الاعلی " اور دوسری میں " هل اتک حديث الغاشية " کی قراءت کا ذکر ہے وہ ثابت نہیں جیسا کہ شیخ البانیؒ نے اس کی وضاحت کی ہے۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۱۰۱٦، ۱۰۱۷) كتاب الجمعة : باب من اكتفى بصلاة الجمعة فى الاستسقاء، مؤطا (۱۹۱/۱) مسلم (۸۹۷) أبو داود (۱۱۷٥) نسائی (۱٥٤/۳) ابن حبان (۲۸٥۷) بیهقی (۳٤۳/۳)]

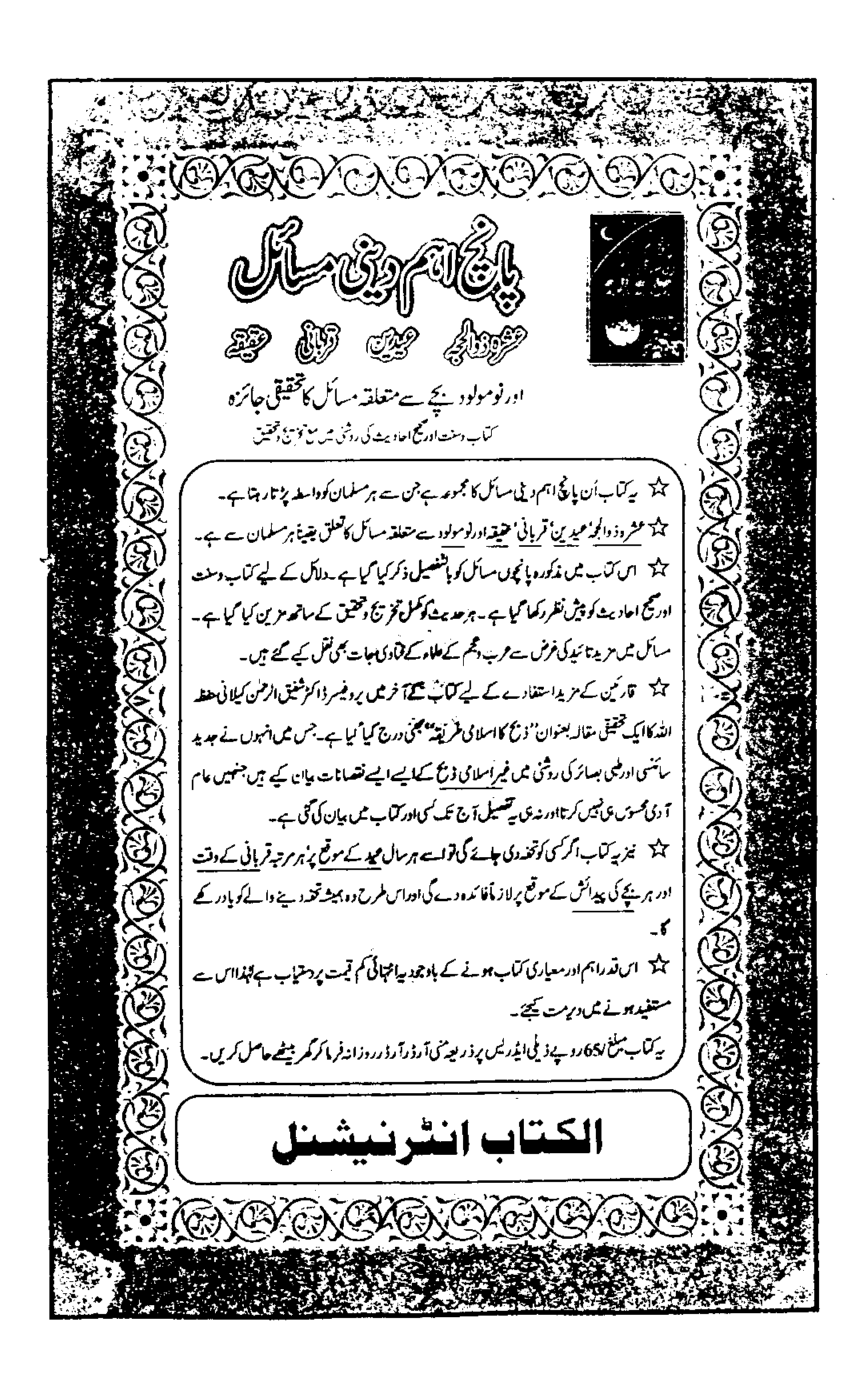
(۲) [أحمد (۱۳۳/۳) مسلم (۸۹۸) كتاب صلاة الاستسقاء، أبو داود (٥۱۰۰) ابن أبی عاصم فی السنة (۲۷٦/۱)]

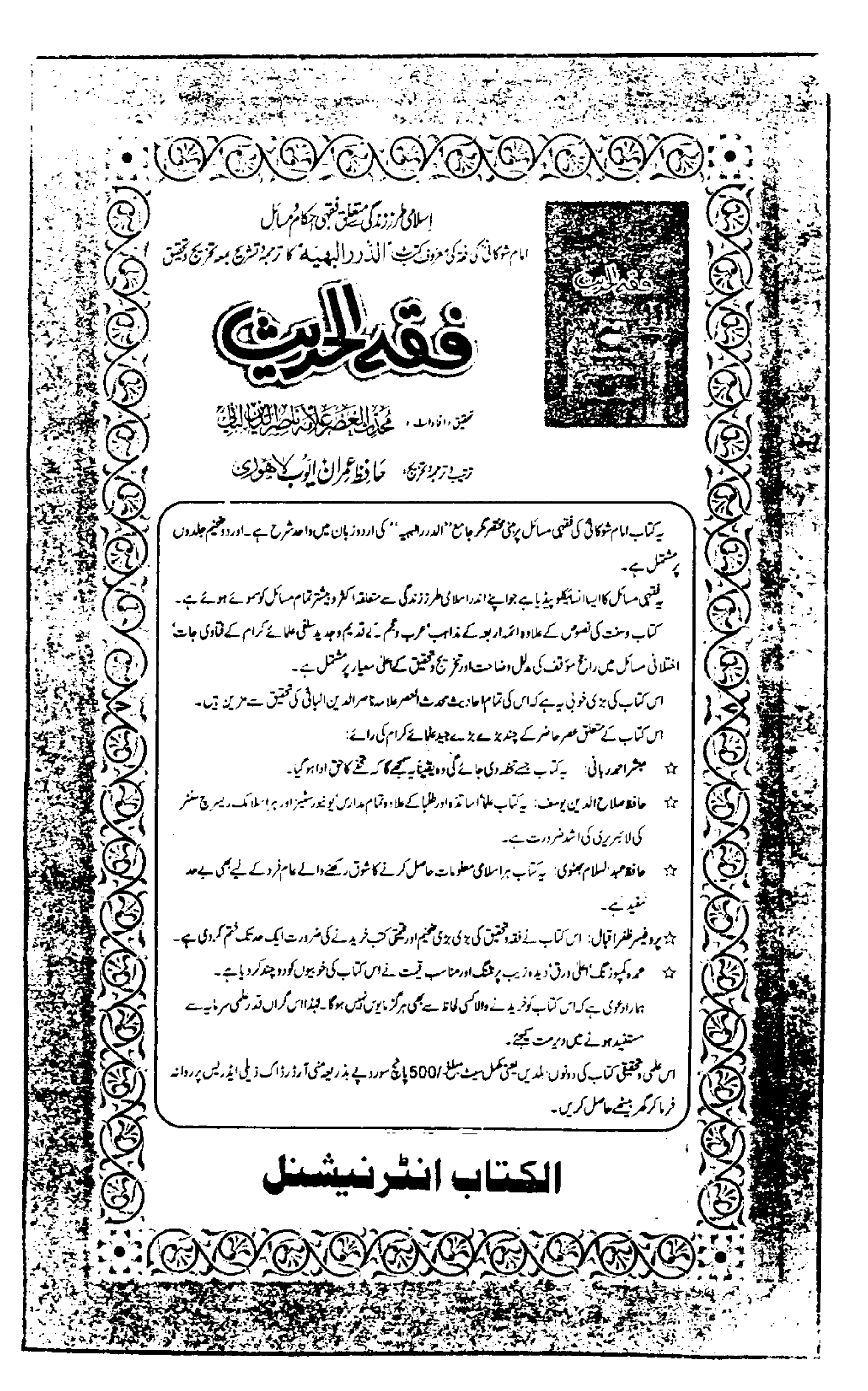
(۳) [سبل السلام (۷۰٦/۲)]

(٤) [شرح مسلم (٤٦٤/۳)]

(٥) [بخاری (۱۰۳۲) كتاب الجمعة : باب ما يقال إذا مطرنا، أحمد (۱۲۹/٦) بيهقی (۳٦۱/۳) نسائی (۱٥۲۳) ابن ماجه (۳۸۹۰) أبو داود (٥۰۹۹) ابن السنى فى عمل اليوم والليلة (۳۰٤)]

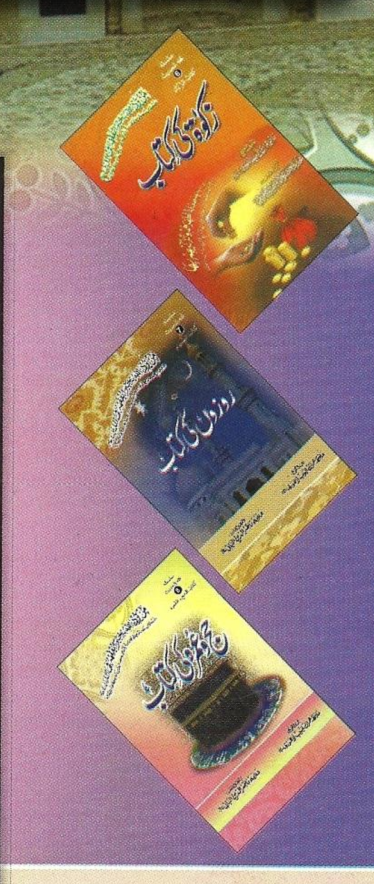
(٦) [تمام المنة (ص/۲٦٤) الضعيفة (٥۲۳۱) إرواء الغليل (۱۳٤/۳)]


پانچ اہم دینی مسائل
عشرہ ذوالحجہ عیدین قربانی عقیقہ
اور نومولود بچے سے متعلقہ مسائل کا تحقیقی جائزہ
کتاب وسنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں مع تخریج وتحقیق
☆ یہ کتاب اُن پانچ اہم دینی مسائل کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔
☆ عشرہ ذوالحجہ' عیدین' قربانی' عقیقہ اور نومولود سے متعلقہ مسائل کا تعلق یقیناً ہر مسلمان سے ہے۔
☆ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے کتاب وسنت اور صحیح احادیث کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو مکمل تخریج وتحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ مسائل میں مزید تائید کی غرض سے عرب وعجم کے علماء کے فتاوی جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔
☆ قارئین کے مزید استفادے کے لیے کتاب کے آخر میں پروفیسر ڈاکٹر شفیق الرحمن کیلانی حفظہ اللہ کا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ''ذبح کا اسلامی طریقہ'' بھی درج کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے جدید سائنسی اور طبی بصائر کی روشنی میں غیر اسلامی ذبح کے ایسے ایسے نقصانات بیان کیے ہیں جنہیں عام آدمی محسوس ہی نہیں کرتا اور نہ ہی یہ تفصیل آج تک کسی اور کتاب میں بیان کی گئی ہے۔
☆ نیز یہ کتاب اگر کسی کو تحفہ دی جائے گی تو اسے ہر سال عید کے موقع پر' ہر مرتبہ قربانی کے وقت اور ہر بچے کی پیدائش کے موقع پر لازماً فائدہ دے گی اور اس طرح وہ ہمیشہ تحفہ دینے والے کو یاد رکھے گا۔
☆ اس قدر اہم اور معیاری کتاب ہونے کے باوجود یہ انتہائی کم قیمت پر دستیاب ہے لہٰذا اس سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجیے۔
یہ کتاب مبلغ 65/ روپے ذیلی ایڈریس پر ذریعہ منی آرڈر آرڈر روزانہ فرما کر گھر بیٹھے حاصل کریں۔
الکتاب انٹرنیشنل


اسلامی طرزِ زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل
امام شوکانی کی فقہ کی معروف کتاب "الدرر البهية" کا ترجمہ و تشریح بمع تخریج و تحقیق
فقہ الحدیث
تحقیق و افادات: محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی
ترتیب و ترجمہ و تخریج: حافظ عمران ایوب لاہوری
یہ کتاب امام شوکانی کی فقہی مسائل پر مبنی مختصر مگر جامع "الدرر البهية" کی اردو زبان میں واحد شرح ہے۔ اور دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔
یہ فقہی مسائل کا ایسا انسائیکلو پیڈیا ہے جو اپنے اندر اسلامی طرزِ زندگی سے متعلقہ اکثر و بیشتر تمام مسائل کو سموئے ہوئے ہے۔
کتاب و سنت کی نصوص کے علاوہ ائمہ اربعہ کے مذاہب، عرب و عجم کے قدیم و جدید سلفی علمائے کرام کے فتاوی جات، اختلافی مسائل میں راجح موقف کی مدلل وضاحت اور تخریج و تحقیق کے اعلیٰ معیار پر مشتمل ہے۔
اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی تمام احادیث محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق سے مزین ہیں۔
اس کتاب کے متعلق عصرِ حاضر کے چند بڑے بڑے جید علمائے کرام کی رائے:
☆ مبشر احمد ربانی: یہ کتاب جسے تحفہ دی جائے گی وہ یقیناً یہ سمجھے گا کہ تحفے کا حق ادا ہو گیا۔
☆ حافظ صلاح الدین یوسف: یہ کتاب علما، اساتذہ اور طلبا کے علاوہ تمام مدارس، یونیورسٹیز اور ہر اسلامک ریسرچ سنٹر کی لائبریری کی اشد ضرورت ہے۔
☆ حافظ عبد السلام بھٹوی: یہ کتاب ہر اسلامی معلومات حاصل کرنے کا شوق رکھنے والے عام فرد کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔
☆ پروفیسر ظفر اقبال: اس کتاب نے فقہ و تحقیق کی بڑی بڑی ضخیم اور مہنگی کتب خریدنے کی ضرورت ایک حد تک ختم کر دی ہے۔
☆ عمدہ کمپوزنگ، اعلیٰ ورق، دیدہ زیب پرنٹنگ اور مناسب قیمت نے اس کتاب کی خوبیوں کو دو چند کر دیا ہے۔
ہمارا دعویٰ ہے کہ اس کتاب کو خریدنے والا کسی لحاظ سے بھی ہرگز مایوس نہیں ہو گا۔ لہٰذا اس گراں قدر علمی سرمایہ سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجئے۔
اس علمی و تحقیقی کتاب کی دونوں جلدیں یعنی مکمل سیٹ مبلغ/500 پانچ سو روپے بذریعہ منی آرڈر ڈاک ذیلی ایڈریس پر روانہ فرما کر گھر بیٹھے حاصل کریں۔
الکتاب انٹرنیشنل

Namaz ki kitab

5



۱- نماز ایسی عبادت ہے جو ہر مسلمان کے اسلام کی علامت ہے۔ اس کے متعلق دو ٹوک الفاظ میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ کفر و اسلام کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہی ہے۔ اس کی اسی اہمیت کے باعث اہل علم نے دائمی تارک نماز کو کافر قرار دیا ہے۔ مزید یہ بھی پیش نظر رہے کہ بارگاہِ الٰہی میں عبی نماز قابل قبول ہے جو مسنون طریقے کے مطابق ہو لہٰذا ادائیگی نماز کے ساتھ ساتھ مسنون طریقہ نماز سیکھنا بھی فرض ہے۔

۲- اس موضوع پر کتابیں تو بہت تالیف کی جا چکی ہیں لیکن ایسی کتاب جس میں نماز کے ہر مسئلے پر بہت سے دلائل وفتاویٰ یکجا کر دیئے گئے ہوں یقیناً ایک ضرورت تھی۔

۳- عصر حاضر کے ایک نوجوان محقق **حافظ عمران ایوب لاہوری** نے زیر نظر کتاب **کتاب الصلاۃ** میں یہی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔

۴- اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں ہر آیت، حدیث اور فتوے کو مکمل حوالے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے صحیح احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے۔ کتاب وسنت کی نصوص کے علاوہ ائمہ اربعہ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، حافظ ابن حجرؒ اور دیگر کبار فقہاء ومفتیان کے فتاویٰ بھی نقل کیے گئے ہیں۔ اختلافی مسائل میں برحق مؤقف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

۵- اس کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں تمام احادیث کو **علامہ ناصر الدین البانی**ؒ کی تحقیق سے مزین کیا گیا ہے۔ نیز علامہ البانی کے علاوہ دیگر قدیم وجدید محققین کی تحقیقات سے بھی کماحقہ استفادہ کی کوشش کی گئی ہے۔

۶- دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس علمی کاوش کو مؤلف کے لیے باعثِ نجات اور عامۃ الناس کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ (آمین)

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

مدیر شعبۂ تحقیق و تالیف دار السلام، لاہور

الکتاب انٹرنیشنل Al-Kitab International
Jamia Nagar, New Delhi-25
Ph.: 26986973 M. 9312508762